کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اعمال صالحہ اور اسلامی عقائد
پر مبنی اسلامی تربیتی نصاب تمام شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین کے لیے یکساں مفید

قربِ الٰہی پانے کے راستے

مؤلف
علامہ مولانا محمد شہزاد قادری ترابی مدظلہ
خلیفہ حضور تاج الشریعہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اعمال صالحہ اور اسلامی عقائد
پر مبنی اسلامی تربیتی نصاب تمام شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین کے لیے یکساں مفید

قربِ الٰہی پانے کے راستے

مؤلف

علامہ مولانا محمد شہزاد قادری ترابی مدظلہ

خلیفہ حضور تاج الشریعۃ

والضحیٰ پبلی کیشنز

بادیہ ملیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، پاکستان

Coll:0300-7259263,0315-4959263

قربِ الٰہی پانے کے راستے

والضحیٰ پبلی کیشنز

سیل پوائنٹ

مکتبہ فیضانِ مدینہ

نزد فیضان مدینہ، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

0311-3161574

مؤلف : علامہ مولانا محمد شہزاد قادری ترابی مد ظلہ

لیگل ایڈوائزر : محمد صدیق الحسنات ڈوگر، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

تاریخ اشاعت : ستمبر 2016ء ۵ ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ

قیمت : 660/=

والضحیٰ پبلی کیشنز

دربار مارکیٹ (؟) ... غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان

0300-7259263,0315-4959263

فہرست

باب:4

باب:5

باب:6

باب:7

عرضِ مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانیت کو گمراہیت اور جہالت سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء ورسل علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ ہر نبی اپنی قوم کو گمراہیت سے روکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا تاکہ قوم دونوں جہانوں میں فلاح اور کامرانی حاصل کرے۔ وقت گزرتا رہا' انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے رہے۔

سب سے آخر میں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب رسولوں کے سالار ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ رسول برحق ﷺ انسانیت کو کفر کی تاریکی سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لائے اور اسلام جیسا مذہب ہمیں عطا فرمایا۔ اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا وہ پسندیدہ دین ہے جس میں پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مراحل کا بیان ہے' اس دین میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

اس دین کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ کلمہ طیبہ' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج۔ اسی طرح جہاد کو اسلام کی جان قرار دیا گیا اور بقیہ اعمال اس کے بعد ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان ارکان اسلام پر عمل کرے اور اسی کے مطابق زندگی گزارے تو دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔

اب ان ارکان اسلام کی اہمیت اور فضیلت کیسے معلوم ہو؟ ہمارے دل میں عمل کا جذبہ کیسے بیدار ہو؟ اس فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ایک مختصر سی کوشش کی ہے کہ یہ تمام چیزیں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ بالآخر اس کتاب کی تیاری کی گئی جس میں کلمہ طیبہ کی اہمیت وفضیلت' نماز اور نماز جماعت کی فضیلت و اہمیت' روزہ کی اہمیت وفضیلت' زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت' حج کی اہمیت وفضیلت' جہاد کی اہمیت وفضیلت' وضو' ذکر الٰہی' دعا کی اہمیت وفضیلت' عقائدِ اسلامیہ' بزرگانِ دین کا کلمۃ الحق بلند کرنا اور حضور ﷺ کی غلامی پر کیا کیا انعامات ملتے ہیں' شامل کئے گئے ہیں۔

مطالعہ کا شوق رکھنے والوں کے لئے ایک مجموعہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہ رب تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور یہ کتاب گھر گھر پہنچے اور ہماری کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

3 رمضان المبارک 1437ھ بمطابق

8 جون 2016ء بوقت بعد نمازِ مغرب

باب 1

- کلمہ طیبہ کی اہمیت وفضیلت
- کلمہ یا کلمہ طیبہ کیا ہے؟
- کلمہ طیبہ اور قرآنِ مجید
- کلمہ طیبہ اور احادیث

کلمہ طیبہ کی اہمیت وفضیلت

آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے جب عرب کی سرزمین سے خورشید توحید حضور سید عالم ﷺ کی بعثت کے روپ میں طلوع ہوا۔ جس نے اس جہانِ فانی کو اسلام کی نئی روشنیوں سے روشناس کرایا اور اسلام کی روشنی حاصل کرنے کے لئے پانچ چیزوں کو لازمی قرار دیا کہ ان کے بغیر اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

حدیث شریف = اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہیں (کلمہ طیبہ) گواہی دینا کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوۃ دینا' حج کرنا اور رمضان کے روزے (صحیح بخاری' کتاب الایمان' حدیث)

کلمہ یا کلمہ طیبہ کیا ہے؟

کلمہ کے لغوی معنی قول' بات' وہ با معنی لفظ جو انسان کے منہ سے نکلے

(بحوالہ: المنجد' صفحہ نمبر 695' انتشارات اسلام' مطبوعہ تہران)

مسلمانوں کی اصطلاح میں کلمۃ التوحید کے لئے بولا جاتا ہے جو اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے پہلا بنیادی رکن (یعنی ایمان) ہے۔ یعنی شہادتِ اسلام کے لئے' گویا اسلام کا عقیدہ اسی بنیاد پر قائم ہے کیونکہ دوسرے چار ارکان کا تعلق عبادات سے ہے اور ایمان یا بنیادی عقیدہ کے بغیر عبادات کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

کلمہ طیبہ اور قرآن مجید

کلمہ طیبہ کے دونوں اجزاء قرآن کریم کی دو آیتیں ہیں' چنانچہ پہلا جزء سورۂ صافات میں وارد ہوا۔

القرآن: اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ

ترجمہ: بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچی کھینچتے تھے (سورۂ صافات' آیت 35' پارہ 23)

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء سورۂ فتح میں وارد ہے۔

القرآن: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (سورۂ فتح' آیت 29' پارہ 26)

آیات بالا سے واضح ہے کہ کلمہ طیبہ اپنے مادہ کے لحاظ سے تو صراحۃً قرآن میں موجود ہے اور قرآن مجید اس کے حق میں محض ماخذ ہی نہیں بلکہ نص صریح ہے۔

کلمہ طیبہ اور احادیث

ایمان کی سب سے افضل شاخ کلمہ طیبہ کہنا ہے

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل شاخ ''لا الہ الا اللہ'' کا کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔ (مسلم شریف' کتاب الایمان)

ایمان کیسے تازہ ہو

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں؟ ارشاد فرمایا "لا الہ الا اللہ" کو کثرت سے کہتے رہا کرو۔ (مسند امام احمد ابن حنبل، طبرانی، الترغیب والترہیب)

سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا۔ تمام اذکار میں سب سے افضل ذکر "لا الہ الا اللہ" ہے اور تمام دعاؤں میں سب سے افضل دعا "الحمد للہ" ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کے لئے
آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا (جب) کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کہتا ہے تو اس کلمہ کے لئے یقینی طور پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے یعنی فوراً قبول ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کلمہ کہنے والا کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے۔

(ترمذی، باب دعاء ام سلمۃ، حدیث 3590)

موت کے وقت کلمہ پڑھنے والا راحت اور نور پائے گا

☆ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے ایسا شخص پڑھے جس کی موت کا وقت قریب ہو تو اس کی روح جسم سے نکلتے وقت اس کلمہ کی بدولت ضرور راحت پائے گی اور وہ کلمہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (وہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے) (مسند ابو یعلی، مجمع الزوائد)

کلمہ پڑھنے والا بالآخر جنت میں داخل ہوگا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا ہوگا اور اس کے دل میں ایک جو کے وزن کے برابر بھی بھلائی ہوگی یعنی ایمان ہوگا پھر ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا ہوگا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی خیر ہوگی۔ یعنی ایمان ہوگا پھر ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہوگی۔ (بخاری، باب قول اللہ: لما خلقت بیدی، حدیث 7410)

کلمہ طیبہ کثرت سے پڑھو موت اور بیماری سے قبل

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں "لا الہ الا اللہ" کی گواہی کثرت سے دیتے رہا کرو۔ اس سے پہلے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو (موت یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے) نہ کہہ سکو (مسند ابو یعلی، الترغیب والترہیب)

توحید کا اقرار کرنے والا عذاب سے محفوظ

☆ مولا علی رضی اللہ عنہ سے نبی پاک ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں' جس نے میری توحید کا اقرار کیا' وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا' وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوا۔

(جامع الصغیر' جلد :2 ص 243)

کلمہ طیبہ پڑھنے والا شفاعت کا مستحق

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا' میری شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا وہ شخص ہوگا جو اپنے کے خلوص کے ساتھ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے۔ (بخاری شریف' باب صفۃ الجنۃ والنار' حدیث 657)

کلمہ طیبہ پڑھنے والا جنت کے جس دروازے سے چاہے' داخل ہو جائے

☆ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی اس طرح دی کہ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو تو وہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے' داخل ہو جائے۔ (مسند ابو یعلیٰ' جلد 1' ص 68)

خلوص دل سے باوضو کلمہ طیبہ پڑھنے والے کو بارہ مقامات عطا ہوں گے

☆ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو شخص خلوص دل سے باوضو ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کو بارہ مقامات عطا فرمائے گا۔

1۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب ہوگا تو کلمہ زبان پر جاری ہو جائے گا یعنی ایمان کی حالت میں انتقال کرے گا۔

2۔جان کنی کی سختی اس پر آسان ہوگی۔

3۔اس کی قبر منور ہوگی۔

4۔منکر نکیر خوش شکل بن کر سامنے آئیں گے۔

5۔قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

6۔میزان عمل میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔

7۔پل صراط پر بجلی کی مانند گزر جائے گا۔

8۔دوزخ کی آگ اس کے جسم پر حرام ہوگی۔

9۔شراب طہور (پاکیزہ شراب) سے نوازا جائے گا۔

10۔بہشت میں ستر حوریں اس کی خدمت کے واسطے مامور ہوں گی۔

11۔سرکار اعظم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

12۔رب تعالٰی کا دیدار عطا ہوگا۔

الحمدللہ! آپ نے کلمہ طیبہ کے فضائل ملاحظہ فرمائیں' فضائل پڑھنے کے بعد دل چاہتا ہے کہ ہماری زبان پر ہر وقت کلمہ طیبہ جاری رہے بلکہ بارگاہ العزت میں دعا ہے کہ موت کے وقت بھی ہماری زباں پر کلمہ طیبہ جاری ہو۔ یہاں ایک اہم بات عرض کرتا چلوں کہ احادیث میں جہاں بھی "لا الہ الا اللہ" پڑھنے کی فضیلتیں آئی ہیں' اس سے مراد پورا کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ" ہے۔

صرف کلمہ پڑھنے سے انسان مسلمان نہیں ہوتا جب تک فرشتوں' آسمانی کتابوں' تمام رسولوں اور آخرت کے دن پر سچے دل سے ایمان نہ لے آئے' تمام ضروریات دین پر دل وجان سے ایمان لانا بھی ضروری ہے اور پھر اس پر مرتے دم تک ثابت قدم رہنا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالٰی ہم سب کو ایمان پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

دوسرا باب

نماز کی اہمیت وفضیلت

بے نمازی کے لئے وعیدیں

باجماعت نماز پڑھنے کے فضائل

ترکِ جماعت پر وعیدیں

اور

اللہ والوں کی نمازیں

نماز کی اہمیت وفضیلت

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جو سارے عالمین کو پالنے والا ہے۔ حقیقت میں رب کریم ہی کی ذات لائق عبادت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' اگر ساری دنیا اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائے تو بھی اس کی شان میں کوئی ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر پوری دنیا باغی ہو جائے تو بھی اس کی شان میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہو سکتی۔

اس کی مخلوقات میں سب سے زیادہ تعداد فرشتوں کی ہے جو ہمہ وقت اس کی تسبیح وتہلیل میں مشغول ہیں۔ جب سے رب نے انہیں پیدا فرمایا ہے' کوئی قیام میں' کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں ہے۔ رب کریم ہماری عبادت کا ہرگز محتاج نہیں مگر اس نے ہمیں اپنا قرب عطا کرنے کے لئے رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں تاکہ بندہ اپنے رب کو راضی کرے۔

نماز وہ عظیم الشان عبادت ہے جو ہر حال میں فرض ہے۔ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ذمہ ہے جسے بندوں کو پورا کرنا ہے اور جو بندے اس ذمے کو توڑتے ہیں' انہیں اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ قرآن وحدیث میں اس فرض کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے' جنہیں پڑھ کر ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کی کس قدر تعلیم دی گئی ہے اور اس پر کاربند رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب خاص طور پر نماز کی فضیلت واہمیت' بے نمازی کے لئے وعیدیں' باجماعت نماز کی فضیلت واہمیت' ترک جماعت کے نقصانات اور اسلاف کی نمازوں کا بیان کے عنوان سے مرتب کی گئی ہے۔ میری نظر سے نماز کے عنوان پر کئی کتابیں گزری ہیں' مگر بعض کتابیں مسائل پر مبنی تھیں' بعض نماز کے طریقے پر مبنی تھیں۔ میرا دل چاہا کہ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جس میں نماز کی فضیلت کا تفصیل کے ساتھ بیان ہو لہٰذا کوشش کر کے اس کتاب کو مرتب

کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اس کتاب میں ہم سب کی اصلاح کا سامان ہے۔ موجودہ دور میں ہماری مساجدیں ویران ہیں، مسلمان مسجدوں سے دور ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ان کا جذبہ بڑھے گا۔ ہماری مساجد آباد ہوں گی اور جو نمازی ہیں ان کو مزید نمازوں کی پابندی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے نافع بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

الفقیر

محمد شہزاد قادری ترابی

نماز کی فضیلت و اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

آیت نمبر 1:

القرآن: الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت 3 پارہ 1)

ترجمہ: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

صلوٰۃ کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

صلوٰۃ، عبادت مخصوصہ (نماز) کا نام ہے۔ اس کی اصل دعا ہے اور چونکہ اس عبادت کا ایک جز دعا ہے، اس لئے کل کو جز کا نام دے دیا گیا۔ کوئی شریعت صلوٰۃ سے خالی نہیں رہی، اگرچہ اس کی ہیئت مختلف شریعتوں میں مختلف تھی۔ عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اس لئے کلیسا پر بھی صلوٰۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

القرآن: لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ

توضرور گرادی جاتیں راہبوں کی خانقاہیں، گرجے، کلیسے اور مسجدیں (الحج 40)

(المفردات ص 286-285، مطبوعہ المرتضویۃ ایران، 1342ھ)

اقامت صلوٰۃ کے معانی اور محامل

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے تمام حقوق و فرائض اور اس کے تمام

ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کو قامت کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

القرآن: وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ 66)

ترجمہ: اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس (کلام) کو (قائم رکھتے) جو ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے نازل کیا گیا ہے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے کھاتے اور اپنے پاؤں تلے سے (کھاتے)

القرآن: اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ

ترجمہ: اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو (الشوریٰ 13)

القرآن: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرہ 229)

ترجمہ: اگر تم کو یہ خوف ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت کے بدل خلع میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

القرآن: وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (الرحمن 9)

ترجمہ: اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور تولنے میں کمی نہ کرو

اسی اعتبار سے اقامت صلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ نماز کی تمام شرائط پوری کی جائیں۔ اس کے

تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحباب کے ساتھ نماز کی تمام ظاہری حدود پوری کی جائیں اور نماز میں ادھر ادھر کی سوچ و بچار نہ ہو اور نماز کے دوران دنیاوی منصوبوں اور دنیاوی خیالات میں منہمک اور مستغرق نہ ہو۔ وہ صرف یہ سوچے کہ وہ اللہ کے دربار میں کھڑا ہے اور اس سے مناجات کر رہا ہے، فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دوران نماز اس کا ڈر اور خوف دامن گیر رہے۔ یہ نماز کی باطنی حدود ہیں اور اسی کا نام خشوع ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت نمبر 1:

القرآن: الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں۔ (المومنون 2)

آیت نمبر 2:

القرآن: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ (سورہ بقرہ آیت 43 پارہ 1)

ترجمہ۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

آیت نمبر 3:

القرآن: وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ (سورہ بقرہ آیت 45 پارہ 1)

ترجمہ۔ اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

☆...... غم، مصیبت اور پریشانی کے وقت نماز پڑھنا سید عالم ﷺ کا حکم ہے۔

حدیث شریف = امام احمد، امام ابن جریر اور امام ابو داؤد رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی پاک ﷺ کو کسی چیز سے خوف یا دہشت لاحق ہوتی تو آپ ﷺ نماز پڑھتے۔

حدیث شریف = امام ابن ابی الدنیا اور امام ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب کسی رات کو آندھی آتی تو آندھی رکنے تک سرور کونین ﷺ مسجد میں پناہ لیتے اور جب سورج گرہن لگتا یا چاند گرہن لگتا تو نماز پڑھتے۔

حدیث شریف = امام سعید بن منصور، امام ابن المنذر، امام حاکم اور امام بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک سفر میں ان کو ان کے بیٹے کے انتقال کی خبر دی گئی، وہ سواری سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور کہا ہم نے اللہ کے حکم پر عمل کیا ہے کہ صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

(الدر المنثور، جلد 1، ص 67، مطبوعہ ایران)

آیت نمبر 4:

القرآن: وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ (سورہ بقرہ آیت 83 پارہ 1)

ترجمہ۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر تم پھر گئے مگر تم میں کے تھوڑے اور تم روگردان ہو۔

آیت نمبر 5:

القرآن: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (سورہ بقرہ آیت 283 پارہ 3)

ترجمہ۔نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے

☆...... نماز کی نگہبانی (حفاظت) کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھا جائے اور یہ کوشش کی جائے کہ نماز میں کسی قسم کا سہو اور نقصان واقع نہ ہو۔

حفاظت نماز کی تاکیدات اور نماز میں سستی اور اس کو ترک کرنے پر وعیدات

حدیث شریف= امام بخاری امام مسلم اور امام نسائی رحمہم اللہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی پاک ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے' آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو' نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو' جب وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' اگر اس شخص نے اس پر عمل کیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام ابو یعلیٰ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دین کی جس چیز کو سب سے پہلے لوگوں پر فرض کیا وہ نماز ہے' اور جو چیز سب سے آخر میں باقی رہے گی وہ نماز ہے اور سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں کی نمازوں کو دیکھو' اگر وہ مکمل ہوں تو مکمل لکھ دی جائیں گی' اور اگر وہ ناقص ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو اس کے نوافل ہیں؟ اگر اس کے نوافل ہوں گے تو فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی' پھر فرمائے گا: دیکھو اس کی زکوٰۃ پوری ہے؟ اگر زکوٰۃ پوری ہو تو پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو اس نے کوئی

صدقہ کیا ہے؟ اگر اس نے صدقہ کیا ہوگا تو اس صدقہ سے اس کی زکوٰۃ پوری کردی جائے گی۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہو تو باقی عمل بھی درست ہوں گے اور اگر نماز فاسد ہو تو باقی عمل بھی فاسد ہوں گے۔

امام طبرانی' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں' جس کا وضو نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں اور جس کی نماز نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں' دین میں نماز ایسی ہے جیسے جسم میں سر ہے۔

امام بزار' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جس کی نماز نہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

امام طبرانی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جو شخص پانچ نمازیں لے کر آیا جن کے وضو ان کے اوقات اور ان کے رکوع اور سجود کی اس نے حفاظت کی ہوئی ہو اس شخص کے ساتھ اللہ کا عہد ہے کہ وہ اس کو عذاب نہیں دے گا' اور جس نے ان میں سے کسی چیز میں کمی کی' اس کے ساتھ اللہ کا کوئی عہد نہیں ہے' اگر اللہ چاہے تو اس پر رحم فرمائے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

امام طبرانی' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ یقیناً (اللہ کا) ولی ہے اور جس نے ان کو ضائع کیا وہ یقیناً (اللہ کا) دشمن ہے' نماز' روزہ اور جنابت۔

امام طبرانی' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے وقت میں نماز پڑھی اور اس کے لئے مکمل وضو کیا اور نماز کے قیام خشوع' رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا تو وہ نماز سفید اور روشن ہوگی اور اس شخص سے کہے گی: اللہ تیری بھی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے' اور جس نے وقت

نکلنے کے بعد نماز پڑھی اس کے لئے مکمل وضو نہیں کیا اور نہ اس کے خشوع' رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا' وہ نماز سیاہ اندھیری ہوگی اور کہے گی' اللہ تجھے بھی اسی طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے حتیٰ کہ جب اللہ چاہے گا اس نماز کو پرانے کپڑے میں لپیٹ کر اس شخص کے منہ پر مار دے گا۔

صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ آلوسی حنفی بیان کرتے ہیں: صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کی تعین میں متعدد اقوال ہیں

(1) اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ یہ دن کے وسط میں پڑھی جاتی ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

(2) اس سے مراد عصر کی نماز ہے' کیونکہ یہ دن کی دو نمازوں اور رات کی دو نمازوں کے درمیان پڑھی جاتی ہے' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حسن اور متعدد صحابہ اور فقہاء کا یہی نظریہ ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

(3) اس سے مراد مغرب کی نماز ہے' کیونکہ یہ چار رکعت اور دو رکعت کی نمازوں کے درمیان متوسط ہے۔ حضرت قبیصہ بن ذویب کا یہی نظریہ ہے۔

(4) اس سے مراد عشاء کی نماز ہے' کیونکہ یہ مغرب اور فجر کی نمازوں کے درمیان ہے جس میں قصر نہیں ہے۔

(5) اس سے مراد فجر کی نماز ہے' کیونکہ یہ دن اور رات کی نمازوں کے درمیان ہے' نیز یہ وہ منفرد نماز ہے جو دوسری نماز کے ساتھ ملا کر نہیں پڑھی جاتی۔ حضرت معاذ' حضرت جابر' عطاء' عکرمہ اور مجاہد کا یہی قول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وتر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چاشت کی نماز ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عید الفطر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عید الاضحیٰ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز جمعہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جماعت کے ساتھ نماز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صلوٰۃ خوف ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور کئی اقوال ہیں (روح المعانی' جلد ۲' ص ۱۵۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)۔

نماز میں سستی پر مصائب

جو شخص نمازوں میں سستی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے پندرہ مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ پانچ دنیا میں' تین موت کے وقت' تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت۔

دنیاوی مصائب یہ ہیں کہ اس کی عمر سے برکت چھین لی جاتی ہے' اس کے چہرے سے صالحین کی نشانی مٹ جاتی ہے' اس کے کسی بھی عمل کا اللہ تعالیٰ اجر نہیں دیتا' اس کی دعا آسمانوں کی طرف بلند نہیں ہوتی' نیکوں کی دعاؤں میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

موت کے وقت جو مصائب درپیش ہوں گے' وہ یہ ہیں۔ وہ ذلیل ہو کر مرے گا' بھوکا مرے گا اور پیاسا مرے گا۔ اگر اسے دنیا کے تمام سمندر پلا دیئے جائیں تو بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔

قبر کے مصائب یہ ہیں کہ قبر اس پر تنگ ہوگی' یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی' اس کی قبر میں آگ بھڑکائی جائے گی جس کے انگاروں پر وہ رات دن لوٹتا رہے گا' اس کی قبر میں ایک اژدھا مقرر کر دیا جائے گا جس کا نام شجاع یعنی گنجا ہوگا' اس کی آنکھیں آگ کی ہوں گی اور اس کے ناخن لوہے کے ہوں گے جن کی لمبائی ایک دن کے سفر کے برابر ہوگی' وہ کڑک دار بجلی جیسی آواز میں میت سے ہمکلام ہوگا اور کہے گا' میں گنجا اژدھا ہوں' میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے نمازوں کو ضائع کرنے کے بدلے صبح سے شام تک ڈستا رہوں' صبح کی نماز کے لئے سورج نکلتے تک' نماز ظہر کے ضائع کرنے پر تجھے ظہر سے عصر تک' عصر

کی نماز کے لئے مغرب تک' مغرب کی نماز کے ضائع کرنے پر عشاء اور نماز عشاء کے ضائع کرنے کی وجہ سے تجھے صبح تک ڈستا رہوں' اور جب وہ اسے ڈسے گا وہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جائے گا اور قیامت تک اسی طرح اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔

اور جو مصائب اسے قبر سے نکلتے ہوئے حشر کے میدان میں جھیلنے ہوں گے' وہ ہیں۔ سخت حساب' رب تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم میں داخلہ۔

(مکاشفۃ القلوب' ص 384' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

آیت نمبر 6:

القرآن: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

(سورہ بقرہ آیت 277 پارہ 3)

ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی ان کا نیگ (انعام) ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو' نہ کچھ غم۔

آیت نمبر 7:

القرآن: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

(سورہ نساء آیت 43 پارہ 5)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ' جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ

جو کہوا سے سمجھو۔

آیت نمبر 8:

القرآن وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ (سورہ نساء آیت 101 پارہ 5)

ترجمہ: اور جب زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو۔

☆......اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم مسافت کے مطابق سفر کرو (یہ اکسٹھ میل چھ سو چالیس گز ہے) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم چار رکعت کی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھو لو' قرآن مجید سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی رخصت صرف اس صورت میں ہے جب کفار کے حملے کا خطرہ ہو لیکن احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سفر شرعی میں یہ رخصت زمانہ جنگ اور امن دونوں کو شامل ہے۔

آیت نمبر 9:

القرآن فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا (سورہ نساء آیت 103 پارہ 5)

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ' تو حسب دستور نماز قائم کرو' بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

☆......اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر نماز ایک وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت سورج کے استواء اور نصف النہار سے زوال کے بعد شروع ہوتا ہے (اور وہ دو مثل سایہ تک رہتا ہے) اور عصر کا وقت مثل سائے کے بعد شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت اس سفیدی کے چھپنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔

(موطا امام مالک' حدیث 9)

آیت نمبر 10:

القرآن: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا

(سورہ نساء آیت 142 پارہ 5)

ترجمہ: بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

☆......اس آیت میں منافقوں کی تین علامتیں ذکر فرمائی ہیں۔ سستی سے نماز پڑھنا' لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرنا' سستی اور کم ذکر کرنے پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے۔

گراں باری اور سستی سے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حدیث شریف = حضرت علاء بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ جب وہ ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تھے' ان کا گھر مسجد کے ساتھ تھا' جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے' ہم نے کہا ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے ہیں' انہوں نے کہا عصر کی نماز پڑھو۔ ہم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' جب ہم فارغ ہوئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' اتنی تاخیر کرنا منافق کی نماز ہے' وہ بیٹھ کر سورج کو دیکھتا رہتا ہے حتیٰ کہ جس وقت سورج دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے' تو کھڑے ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرتا ہے (مسلم شریف حدیث 622 ابو داؤد حدیث 413)

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا' عشاء اور فجر کی نماز منافقوں پر سب سے بھاری ہے' اور فرمایا کاش ان کو معلوم ہوتا کہ عشاء اور فجر کی نماز میں کتنا اجر ہے (مسلم حدیث 651)

آیت نمبر 11:

القرآن: وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا

(سورہ نساء آیت 162 پارہ 6)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

☆...... اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ جسمانی

عبادت میں پانچ وقت کی نماز میں مشقت ہوتی ہے اور مالی عبادت میں زکوٰۃ کا ادا کرنا دشوار ہوتا ہے اور نماز اور زکوٰۃ ایسی بدنی اور مالی عبادتیں ہیں کہ ان کے ادا کرنے سے انسان باقی بدنی اور مالی عبادات بھی کرنے لگتا ہے۔ نیز تمام عبادتوں کا خلاصہ خالق کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت ہے اور نماز سے خالق کی تعظیم ہوتی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے مخلوق خدا پر شفقت ہوتی ہے۔ اس کے بعد قیامت پر ایمان کا تذکرہ فرمایا کیونکہ تمام نیک اعمال کی تحریک اور گناہوں سے اجتناب کی توفیق قیامت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

آیت نمبر 12:

القرآن: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (سورۂ مائدہ آیت 6 پارہ 6)

ترجمہ: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

☆......اس آیت میں وضو کا بیان کیا گیا ہے۔ نماز کے لئے وضو کرنا بہت ضروری ہے۔

حدیث شریف = حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال (مال حرام) سے صدقہ قبول نہیں ہوتا (ترمذی حدیث 1' مسلم شریف حدیث 1874)

حدیث شریف = حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا' پھر فرمایا یہ وضو کا وہ طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا۔ آپ ﷺ نے پھر پانی منگوایا اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا'

پھر فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لئے دگنا اجر ہے۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوایا اور اس سے اعضاءِ وضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے (سنن دار قطنی حدیث 257' ابن ماجہ حدیث 420)

آیت نمبر 13:

القرآن: وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ

(سورۂ مائدہ آیت 12 پارہ 6)

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو بے شک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

آیت نمبر 14:

القرآن: اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ

(سورۂ مائدہ آیت 55 پارہ 6)

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

آیت نمبر 15:

القرآن: وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (سورۂ مائدہ آیت 58 پارہ 6)

ترجمہ: اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ نرے بے عقل لوگ ہیں۔

آیت نمبر 16:

القرآن: اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ

(سورۂ مائدہ آیت 91 پارہ 7)

ترجمہ: شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

آیت نمبر 17:

القرآن: وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۃ انعام آیت 72 پارہ 7)

ترجمہ: اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

آیت نمبر 18:

القرآن: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ

(سورۃ انعام آیت 92 پارہ 7)

ترجمہ: اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لئے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہاں میں اس کے گرد ہیں اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆......اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخرت پر ایمان لانے والے تمام نیک اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور برے کاموں سے بچتے ہیں تو اس آیت میں نماز کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے افضل اور اشرف عبادت نماز ہے۔

آیت نمبر 19:

القرآن: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

(سورۂ اعراف آیت 31 پارہ 9)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

آیت نمبر 20:

القرآن: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

(سورۂ انفال آیت 3-4 پارہ 9)

ترجمہ: وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں، یہی سچے

مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

☆......اس آیت میں سچے مسلمان کی دو صفات بیان فرمائیں کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا پھر اس کے بعد راہ خدا میں خرچ کرنا مالی عبادت ہے۔ فرمایا یہی برحق مومن ہیں اور ان کے لئے ان کے رب کے پاس (جنت میں) بلند درجات ہیں اور بخشش اور عزت والی روزی ہے۔

آیت نمبر 21:

القرآن وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ

ترجمہ: اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے۔

(سورۃ توبہ آیت 54 پارہ 10)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ لوگوں کے ساتھ ہوتے تو نماز پڑھ لیتے اور اگر اکیلے ہوتے تو نماز نہ پڑھتے۔ ایسے شخص کو نماز پڑھنے پر کسی اجر کی امید رکھتا ہے اور نہ نماز نہ پڑھنے سے اس کو کسی عذاب کا خوف ہوتا ہے اور منافق عبادت کی ادائیگی میں کاہلی اور سستی پیدا کرتا ہے (تبیان القرآن جلد 5 ص 158 مطبوعہ فرید بک لاہور)

آیت نمبر 22:

القرآن: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ

(سورۂ ہود آیت 114 پارہ 12)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

☆......اس آیت میں نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز پڑھنا ہے اور جب بھی کسی شخص کو مصیبت یا پریشانی لاحق ہو تو اس کو نماز پڑھنی چاہیے۔

حدیث شریف = حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جب کسی چیز سے غمزدہ یا فکرمند ہوتے تو نماز پڑھتے (سنن ابوداؤد حدیث 1319)

پانچ وقت کی نمازوں سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق احادیث

حضرت امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، محمد بن کرب قرظی، مجاہد، حسن، ضحاک، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور مسروق نے کہا ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح سے پانی میل کو مٹا دیتا ہے اور دھو ڈالتا ہے (جامع

البیان جز 12' ص 172-171' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک دریا ہو' جس میں وہ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو تم کیا کہتے ہو' کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا اس کے بدن پر میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دے گا۔ (بخاری حدیث 528' مسلم حدیث 667)

حدیث شریف = حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا پھر اس میں سے تین مرتبہ پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا' پھر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر تین مرتبہ اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا' پھر کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے اس وضو کی مثل وضو کیا' پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی کہ اس نماز میں اس نے اپنے آپ سے باتیں نہیں کیں (دل میں از خود خیال آنا ممنوع نہیں ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ انسان خود دنیاوی باتوں کو سوچنا اور اس میں غور و فکر کرنا شروع کر دے) تو اس کے تمام پچھلی گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ (بخاری حدیث 159' مسلم حدیث 226)

حدیث شریف = حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر زور زور سے ہلانا شروع کیا' حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے' پھر کہا اے ابو عثمان تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں؟ میں نے کہا آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر پانچ نمازیں پڑھتا ہے

تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ رہے ہیں اور پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو (سورۂ ہود آیت 114)

(مسند احمد حدیث 24108؛ سنن دارمی حدیث 725)

آیت نمبر 23:

القرآن: وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (سورۂ مریم آیت 31، پارہ 16)

ترجمہ: اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

آیت نمبر 24:

القرآن: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

(سورۂ مریم آیت 59، پارہ 16)

ترجمہ: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔

☆......نمازوں کو گنوانے کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ نماز کے حقوق اور اس کے واجبات کی

رعایت نہ کی جائے مثلاً انسان نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے' آپ کے بعد ایک اور شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی' پھر اس نے آ کر نبی پاک ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو' کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی' پھر آیا اور نبی پاک ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے پھر فرمایا واپس جاؤ اور (دوبارہ) نماز پڑھو۔ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار اس طرح ہوا' پھر اس نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ مجھے تعلیم دیجئے' آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اتنا قرآن پڑھو' پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرو' پھر رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی تمام نمازیں اس طرح پڑھو۔

(صحیح بخاری حدیث 757' مسلم حدیث 397)

☆...... حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا' ایک شخص نماز میں رکوع اور سجدہ کامل طریقہ سے نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس شخص سے کہا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو نبی پاک ﷺ کی سنت کے خلاف کرتے ہوئے مرو گے (صحیح بخاری' حدیث 389)

علامہ ابو سلیمان خطابی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اکثر وہ لوگ جو جلدی جلدی ٹھونگیں مار کر نماز پڑھتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو سستی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ان کو نماز پڑھنے میں کوئی ذوق آتا ہے نہ خوشی ہوتی ہے۔ یہ لوگ جب کسی دنیا

دار رئیس یا کسی مقتدر شخصیت کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو یہ خواہ کتنی دیر کھڑے رہیں ان کو تھکاوٹ اور اکتاہٹ نہیں ہوتی' لیکن اگر انہیں باجماعت نماز میں امام کے پیچھے کچھ دیر کھڑا ہونا پڑے تو ان کو سخت تھکاوٹ' اکتاہٹ اور بدمزگی ہوتی ہے اور یہ امام کو بہت برا کہتے ہیں (معالم السنن جلد اول' ص 416' مع مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالمعرفت بیروت)

غی کا معنی

غی کا لغوی معنی ہے گم راہی اور ناکامی (مختار الصحاح ص 287)

جہنم کی ایک وادی ہے جس کا نام غی ہے۔ نماز گنوانے والے اس وادی میں جا گریں گے۔

حضرت لقمان بن عامر خزاعی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ صدی بن علجان باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا آپ مجھے کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ نے سنی ہو۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر دس اوراق وزنی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم کی گہرائی میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال بعد غی اور اثام تک پہنچے گا۔ میں نے پوچھا غی اور اثام کیا چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جہنم کے نیچے دو کنویں ہیں جن میں دوزخیوں کی پیپ بہہ کر آتی ہے اور ان دونوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

آیت نمبر 25:

القرآن: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

(سورہ طٰہٰ' آیت 132' پارہ 16)

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ کچھ ہم تجھ سے روزی

نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے اور انجام کا بھلا پرہیز گاری کے لئے۔

☆ ...... آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں' اس سے مراد ہے آپ ﷺ اپنے اقارب کو نماز کا حکم دیں' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی پاک ﷺ ہر روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے گھر جاتے تھے اور ان کو نماز کے لئے اٹھاتے تھے۔

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ جب بادشاہوں کے محلات میں آرائش اور زیبائش کی چیزیں دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے "ولا تمدن عینیك" الایۃ پھر ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور کہتے نماز پڑھو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' اور خود نماز پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو تہجد کی نماز کے لئے اٹھاتے اور خود بھی نماز پڑھتے اور اس آیت پر عمل کرتے۔

اس کے بعد فرمایا ہم آپ سے آپ کے رزق کا سوال کرتے ہیں اور نہ ان کے رزق کا سوال کرتے ہیں کہ آپ رزق کی فراہمی میں مشغولیت کی وجہ سے نماز نہ پڑھیں بلکہ آپ کے اور ان کے کفیل اور ذمہ دار ہم ہیں۔ پھر جب نبی پاک ﷺ کے اہل و عیال کو تنگی کا سامنا ہوتا تو آپ ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے۔

آیت نمبر 26:

القرآن: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورۂ حج' آیت 41' پارہ 17)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام۔

☆ ...... قابو دینے سے مراد ہے ان کو سلطنت اور حکومت عطا فرمانا اور ان کو یہ قوت دینا

کہ وہ اپنے احکام کو لوگوں پر نافذ کر سکیں۔ اور اس سے مراد مطلق قدرت نہیں ہے کیونکہ مطلق قدرت تو ہر شخص کو حاصل ہے لیکن ہر شخص کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ زمین میں نماز کا نظام قائم کرے، مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کے مصارف پر خرچ کرے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے یعنی لوگوں سے نیک کاموں پر عمل کرائے اور برے کاموں پر ان پر حد اور تعزیر جاری کر دے۔

آیت نمبر 27:

القرآن: قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ (سورۂ مومنون' آیت 1-2' پارہ 17)

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

آیت نمبر 28:

القرآن: رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ (سورۂ نور' آیت 37' پارہ 17)

ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے' ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

☆...... امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ اپنی اسانید کی ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے (سورۂ نور آیت 37) کی تفسیر میں فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لئے

زمین میں سفر کرتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' حدیث 14645' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

☆......حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بازار میں تھے۔نماز کی اقامت کہی گئی تو مسلمانوں نے دکانیں بند کر دیں اور مسجد میں چلے گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ان ہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔رجال لا تلھیھم تجارۃ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' حدیث 14647)

☆......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس راستہ پر کھڑے ہو کر چیزیں فروخت کرتا تھا اور ہر روز تین سو دینار نفع کماتا تھا اور ہر روز مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا' لیکن یہ میں نہیں کہتا کہ یہ (نفع) حلال نہیں ہے لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ میں اس آیت میں داخل ہوں "رجال لا تلھیھم" (تفسیر امام ابن ابی حاتم حدیث 14649)

آیت نمبر 29:

القرآن وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

(سورۂ فرقان' آیت 64' پارہ 19)

ترجمہ: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔

☆......اس آیت کا معنیٰ ہے اور جو لوگ اپنے رب کی رضا کے لئے رات کو نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' جس شخص نے اپنے رب کی رضا کے لئے عشاء کی نماز کے بعد دو یا دو سے زیادہ رکعات نماز پڑھی' وہ اس آیت کا مصداق ہے (تفسیر معالم التنزیل' جلد 3' ص 455)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا' نبی پاک ﷺ فرماتے تھے'اس رات سے اپنا حصہ لو خواہ دو رکعت' خواہ چار رکعت۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رات کو نماز میں قیام کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں (تفسیر امام ابن ابی حاتم' جلد 8' ص 2723)

حدیث شریف= حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو یہ آدھی رات کے قیام کے برابر ہے اور جس شخص نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو وہ پوری رات کے قیام کے برابر ہے (صحیح مسلم' حدیث 654' ابوداؤد حدیث 555)

حدیث شریف= حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ میں سفر کرتے ہوئے آپ ﷺ کے بہت قریب ہو گیا۔ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور مجھ کو دوزخ سے دور کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم نے مجھ سے بہت عظیم چیز کے متعلق سوال کیا ہے اور یہ چیز اسی پر آسان ہوگی جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو آسان کردے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو' اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو پھر فرمایا' کیا میں تم کو خیر کے دروازوں کی رہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ اسی طرح گناہوں کو مٹادیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدھی رات کو اٹھ کر آدمی کا نماز پڑھنا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

القرآن: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

ترجمہ: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے (سجدہ آیت 16)

پھر فرمایا تمام کاموں کا سردار اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر ان تمام چیزوں کا دارومدار ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا نبی اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا اس کو قابو میں رکھو۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ ہم جو کچھ باتیں کرتے ہیں کیا ان پر ہماری گرفت کی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اے معاذ رضی اللہ عنہ! تم پر تمہاری ماں روئے! جو چیز لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل یا نتھنوں کے بل گرائے گی' وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصل ہی تو ہے (ترمذی حدیث 2616' ابن ماجہ حدیث 3973)

آیت نمبر 30:

القرآن وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (سورۂ نور' آیت 37' پارہ 17)

ترجمہ: اور نماز قائم فرماؤ بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے۔

☆......نماز برے کاموں سے روکتی ہے پھر بعض نمازی برے کام کیوں کرتے ہیں؟

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پابندی سے نماز بھی پڑھتے ہیں اور بے حیائی اور برائی کے کام بھی کرتے ہیں اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

(1) نماز جو ان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز میں انواع و اقسام کی عبادات ہیں۔ نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام ہے' تکبیر ہے' تسبیح ہے' تلاوت قرآن ہے' رکوع اور سجود ہے' صلوٰۃ النبی ہے اور دعا ہے اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی عاجزی اور خضوع اور خشوع پر دلالت کرتے ہیں' گویا کہ نماز زبان حال سے

نمازی سے کہتی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس قدر تعظیم بجالاتا ہے' اس قدر ادب کے ساتھ اس کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ اپنے قول اور فعل سے اس کی عبادت کا اظہار کرتا ہے اور پھر تو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور بے حیائی کے کام کرتا ہے۔ سو نماز کے اندر اور نماز کے باہر تیرا حال متضاد اور متناقض ہے اور یہ منافق کی روش ہے کہ اس کے باطن اور ظاہر میں تخالف ہوتا ہے سو تو خارج از نماز کے حال کو نماز کے موافق کرلے۔

(2) جب انسان خضوع اور خشوع کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے گا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے اور ہر روز پانچ مرتبہ اس طرح نماز پڑھے گا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے تو اس کو ہر وقت خیال رہے گا کہ وہ اپنے رب کے سامنے ہے اور اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے اور عین حالت میں بھی اس کو یہ خیال آئے گا کہ اس کا رب اسکو دیکھ رہا ہے تو پھر وہ اس معصیت سے باز آجائے گا' معصیت کے ارتکاب کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے رب سے غافل ہوتا ہے اور جب اس کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا خیال ہوگا تو پھر وہ معصیت پر جرات نہیں کرے گا۔

(3) جب انسان پابندی سے نماز پڑھتا رہے گا تو اس پر نماز کی برکات اور اس کے ثمرات مرتب ہوں گے اور وہ گناہوں سے باز آجائے گا۔ امام بغوی اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا۔ ایک آدمی ساری رات قرآن پڑھتا ہے اور صبح اٹھ کر چوری کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب اس کی قرات اس کو چوری سے روک دے گی۔

(معالم التنزیل ج 3' ص 559-558' مسند البزار رقم الحدیث 722-721' مسند احمد ج 2' ص 447' صحیح ابن حبان رقم الحدیث 2560)

(4) جس طرح کوئی شخص خاکروب ہو یا مٹی کھودنے والا ہو اور ہر وقت مٹی اور گندگی میں ملوث رہتا ہو لیکن جب وہ صاف ستھرے اور نئے کپڑے پہن لے تو وہ اس لباس میں مٹی اور گندگی سے مجتنب رہتا ہے اور اس کا وہ صاف ستھرا لباس اس کو مٹی اور گندگی میں تلوث سے مانع

ہوتا ہے اسی طرح جو شخص معصیت میں مبتلا رہتا ہے وہ بھی حالت نماز میں معصیت سے مجتنب رہتا ہے اور اس کو نماز معصیت میں تلوث سے منع کرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباس' ابن جریج اور حماد بن ابی سلیمان وغیرہم نے کہا ہے کہ جب تک نمازی نماز میں مشغول رہتا ہے' نماز اس کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی رہتی ہے (البحر المحیط' ج 8 ص 359)

(5) جس شخص نے نماز پڑھی اور اس نے بے حیائی اور برائی کے کام بھی کئے' اس نے صرف صورۃً اور ظاہراً نماز پڑھی ہے حقیقتاً نماز نہیں پڑھی۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم اپنی سند کے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہیں روکا' اس کی نماز نہیں ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' رقم الحدیث 17340)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہیں روکا' اس نماز سے اس کو صرف اللہ سے دوری حاصل ہوگی (تفسیر ابن حاتم رقم الحدیث 17340)

ابو العالیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ نماز کے تین اوصاف ہیں اور جس نماز میں ان تین اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہ ہو وہ نماز نہیں ہے۔

1۔ اخلاص

2۔ خشوع

3۔ اللہ کا ذکر

پس اخلاص اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور خشوع اور خشیت اس کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر یعنی قرآن پڑھنا اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث 17344)

(6) حضرت ابن عباس نے فرمایا الفحشاء (بے حیائی) سے مراد زنا کرنا ہے اور المنکر سے مراد شرکیہ کام کرنا ہے' سو جو شخص یہ کام کرے گا' اس کی نماز نہیں ہوگی (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث 17347)

(7) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

القرآن: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (طٰہٰ:14)

ترجمہ: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔

جو شخص اللہ کو یاد رکھنے والا ہوگا وہ اللہ کا ناپسندیدہ کام نہیں کرے گا اور ہر وہ شخص جو بے حیائی اور برائی کے کام کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے تو اگر وہ بے نمازی ہوتا تو ایسے برے اور بے حیائی کے کام بہت زیادہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے اس کے برے کاموں میں کمی آجاتی ہے۔

(8) اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص کو روکتی ہے۔ سو اگر بعض لوگ نماز پڑھنے کی وجہ سے برائی اور بے حیائی کے کاموں سے رک گئے تو اس آیت کے صدق کے لئے کافی ہے۔

(9) نماز دو کیفیتوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ ایک کیفیت یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام فرائض' واجبات' سنن' آداب اور خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑھا جائے اور جب وہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرے یا تلاوت سنے تو اس کے معانی میں تدبر کرے۔ تشہد میں محبت سے نبی علیہ السلام کو سلام کرے اور محبت سے درود پڑھے' اخلاص' حضور قلب اور تضرع کے ساتھ اپنے لئے دعا کرے تو جو شخص ایسی نماز پڑھتا ہے اس کی نماز مقبول ہوتی ہے اور یہی نماز اس کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور دوسری کیفیت یہ ہے کہ انسان غفلت اور بے توجہی سے نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز قرآن میں تدبر کرنے اور خضوع اور خشوع سے خالی ہوتی ہے۔ وہ

اعتدال کے ساتھ رکوع اور سجدہ نہیں کرتا۔ اس کے سلام اور صلاۃ میں اخلاص ہوتا ہے نہ دعا میں استحضار ہوتا ہے اور ایسی نماز کا برائیوں سے روکنا بہت کمزور ہوتا ہے اور نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ نماز رد کر دی جاتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو پھٹا پرانا اور گندا کپڑا تحفہ میں دے تو وہ اس کپڑے کو دینے والے کے منہ پر مار دیتا ہے اور نماز زبان حال سے کہتی ہے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے' اللہ بھی تجھے اسی طرح ضائع کر دے' اور بعض امامیہ نے حضرت ابو عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ جاننا چاہتا ہو کہ اس کی نماز مقبول ہوئی ہے یا نہیں۔ وہ یہ دیکھے کہ آیا اس کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے یا نہیں' وہ جس قدر برائی سے دور ہو گا' اسی قدر اس کی نماز مقبول ہو گی۔

(10) اس اشکال کا اصل جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے نمازی کو روکتی ہے اور منع کرتی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ نماز کے روکنے اور منع کرنے سے نمازی ان کاموں سے رک جاتا ہے۔ یہاں تو بندہ کو نماز کے برائیوں سے روکنے اور منع کرنے کا ذکر ہے۔ خود اللہ عزوجل بھی تو بندہ کو بے حیائی اور برائی سے منع کرتا ہے تو جب اللہ کے منع کرنے سے تمام بندے برائیوں سے نہیں رکتے تو نماز کے منع کرنے سے اگر تمام بندے برائیوں سے نہ رکیں تو کیا اعتراض کی بات ہے اور کیا اشکال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

القرآن: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النحل:90)

بے شک اللہ عدل کرنے اور نیکی کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے' وہ تم کو خود نصیحت فرما رہا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتا ہے تو اگر بعض بندے بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں رکتے تو یہ اللہ تعالیٰ کے بے حیائی اور برائی سے روکنے کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے تو اگر بعض نمازی بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہیں رکتے تو یہ نماز کے بے حیائی سے روکنے کے خلاف نہیں ہے۔

آیت نمبر 31:

القرآن: اِلَّآ اَصۡحٰبَ الۡيَمِيۡنِ ۝ فِىۡ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوۡنَ ۝ عَنِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝ مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ ۝ قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَ ۝ (سورۂ مدثر' آیت 39 تا 43' پارہ 29)

ترجمہ: مگر دہنی والے باغوں میں پوچھتے ہیں مجرموں سے تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔

ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ دائیں طرف والے ایک دوسرے سے مجرمین کے متعلق سوال کریں گے اور یہ کہیں گے کہ مجرمین کہاں ہیں؟ اور جب ان کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے: تمہیں کس جرم نے دوزخ میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

امام محمد بن عمر رازی شافعی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ ضروری ہے کہ اس آیت میں نماز سے مراد فرض نماز ہو اور زکوۃ سے مراد زکوۃ واجبہ ہو' کیونکہ واجب کے ترک پر ہی عذاب ہوتا ہے اور انہوں نے کہا: ہم لغو کاموں میں مشغول رہتے تھے' اس سے مراد ہے: ہم باطل کاموں میں مشغول رہتے تھے اور انہوں نے کہا: ہم یوم جزاء

یعنی قیامت کے دن کی تکذیب کرتے تھے' حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی۔

آیت نمبر 32:

القرآن: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ (سورۂ معارج' آیت 34/35' پارہ 29)

ترجمہ: اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں' یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

آیت نمبر 33:

القرآن: اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ ۝ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

ترجمہ: اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا (سورۂ قیمہ آیت 30 تا 32 پارہ 29)

آیت نمبر 34:

القرآن: وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (سورۂ فجر آیت 1-2)

ترجمہ: قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

القرآن: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

(سورۂ بنی اسرائیل آیت 78)

ترجمہ: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن' بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا' فجر کی نماز حاضری کا وقت ہے۔ فرمایا اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (ترمذی)

کتنا مبارک وقت ہوتا ہے مگر ہم اس وقت کو سو کر ضائع کر دیتے ہیں' کتنے ہی خزانے ہیں مگر ہم سستی کی بناء پر کھو دیتے ہیں۔

پوری رات کھڑے ہو کر عبادت کرنے کے برابر

حدیث شریف = رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی' گویا کہ آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی گویا کہ ساری رات قیام کیا (مسلم شریف)

جس نے فجر کی نماز ادا کی' وہ رب کی حفاظت میں ہے

حدیث شریف = حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا' جس نے فجر کی نماز پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ (مسلم شریف)

سبحان اللہ! یہ احکم الحاکمین کی حفاظت ہے۔ بادشاہوں کے بادشاہ کی حفاظت ہے' جو اس کی حفاظت میں آ گیا' وہ رب تعالیٰ کی نگاہ رحمت میں آ جاتا ہے۔

فجر و عشاء کا ثواب معلوم ہو جائے تو گھسٹتے ہوئے آتے

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا' اگر لوگ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے اسے نہ

پاسکیں گے تو قرعہ ہی ڈالیں اور اگر جانتے کہ دوپہر کی نماز میں کیا ثواب ہے تو اس کی دوڑ کر آتے اور اگر جانتے کہ عشاء و فجر کی نماز میں کیا ثواب ہے تو ان میں گھسٹتے ہوئے بھی پہنچتے۔ (بخاری و مسلم)

فجر کی دو رکعتوں کی قدر و قیمت

حدیث شریف = نبی کریم ﷺ نے فرمایا' فجر کی دو رکعت نمازیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں (مسلم شریف)

جب دو رکعت سنتوں کا یہ اجر ہے تو فرض رکعتوں کے اجر و ثواب کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

فجر کی نماز کشائش رزق کا سبب

حدیث شریف = سرکار ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! میری اُمت کے لئے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت کو مقدر فرما (ابوداؤد)

شیطان کان میں پیشاب کر دیتا ہے

حدیث شریف = حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول پاک ﷺ سے ذکر کیا کہ ایک شخص رات کو سویا تو صبح تک سوتا رہا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ آدمی ہے کہ جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔ (بخاری)

فجر کی نماز چھوڑنا طبیعت کو سست اور بوجھل کر دیتا ہے

حدیث شریف = نبی پاک ﷺ نے فرمایا' شیطان تم میں سے کسی شخص کے سر کے پیچھے تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر وہ پڑھتا ہے کہ تجھ پر رات طویل ہو جائے اگر وہ اٹھ جاتا ہے اور ذکر اللہ کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور

جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے پھر وہ چست اور چاق و چوبند ہو جاتا ہے ورنہ وہ سست اور پراگندہ طبیعت کا رہتا ہے۔

فجر کی نماز کیلئے جانا ایمان کے جھنڈے تلے جانا ہے

حدیث شریف = حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا' جو فجر کی نماز کے لئے (مسجد) گیا' وہ ایمان کے جھنڈے کی طرف گیا اور صبح بازار گیا' وہ شیطان کے جھنڈے کی طرف گیا۔ (ابن ماجہ)

قیامت کے اندھیروں میں روشنی کی خوشخبری

حدیث شریف = حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا' ان لوگوں کو قیامت کے دن پوری روشنی کی خوشخبری دو جو اندھیروں میں (نمازوں کیلئے) مسجدوں کو جاتے ہیں (ترمذی۔ ابوداؤد)

آگ سے چھٹکارے کا پروانہ

حدیث شریف = حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہ سرور کونین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص آگ میں ہرگز داخل نہ ہوگا' جو سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے کی نمازیں پڑھتا ہے یعنی فجر اور عصر (مسلم شریف)

آیت نمبر 35:

القرآن: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى

ترجمہ: بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے

القرآن: اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ

ترجمہ: بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا (سورۂ علق آیت 9 تا 11 پارہ 30)

تفسیر: امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا میں تمہارے سامنے سیدنا محمد ﷺ کا منہ خاک آلود کروں؟ لوگوں نے کہا: ہاں اس نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو اپنے پیروں سے روند دوں گا' اسے بتایا گیا کہ دیکھو وہ سامنے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی گردن روندنے کے ارادے سے آگے بڑھا' پھر فوراً الٹے پاؤں لوٹ آیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کررہا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا اے ابوالحکم! کیا ہوا؟ کیوں واپس آگئے؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق ہے اور اس میں ہولناک چیزیں ہیں' پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اگر یہ ذرا بھی میرے قریب آتا تو فرشتے اس پر جھپٹ پڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے۔

تب یہ آیات نازل کیں: بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

(الوسیط جلد 4' ص 529' دارالکتب العلمیہ بیروت)

آیت نمبر 36:

القرآن: وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

ترجمہ: اس دن جھلانے والوں کی خرابی اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی (سورۂ مرسلٰت' آیت 47 تا 49' پارہ 29)

تفسیر: علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مقاتل نے کہا: یہ آیت ثقیف کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: اسلام لے آؤ اور نماز پڑھو' انہوں نے کہا: ہم جھکیں گے نہیں یعنی رکوع نہیں کریں گے' یہ ہمارے لئے عیب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اس دین میں کوئی چیز نہیں جس میں رکوع اور سجود نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان سے آخرت میں کہا جائے گا: نماز پڑھو جب ان کو سجدہ کرنے کے لئے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن انہیں نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے گا اور قیامت دارِ تکلیف نہیں ہے کہ ان کو کسی عبادت کا حکم دیا جائے اور اس کے نہ کرنے سے ان کو عذاب ہو' ان کو سجدہ کرنے کے لئے اس وجہ سے بلایا جائے گا کہ دنیا میں ان کو عبادت کرنے کا حال منکشف ہوجائے' پس جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتا ہوگا' وہ قیامت کے دن آسانی سے سجدہ کرے گا اور جو دنیا میں ریاکاری کا سجدہ کرتا ہوگا وہ قیامت کے دن سجدہ نہیں کرسکے گا اور اس کی کمر تختے کی طرح ہوجائے گی۔ (الجامع لاحکام القرآن ج 19' ص 146' دارالفکر بیروت)

آیت نمبر 37:

القرآن: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

(سورۂ اعلیٰ آیت 14-15' پارہ 30)

آیت نمبر 38:

القرآن: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ○ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں (سورۂ ماعون' آیت 4-5' پارہ 30)

جن نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' اس سے مراد وہ نمازی ہیں جو نماز سے ثواب کی امید نہ رکھیں اور نماز نہ پڑھنے سے ان کو عذاب کا ڈر نہ ہو اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت گزرنے کے بعد پڑھیں۔ ابوالعالیہ نے کہا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو وقت پر نماز نہ پڑھیں اور اس کا رکوع اور سجود مکمل نہ کریں۔ قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ = پھر (نیک لوگوں کے بعد) ایسے برے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی۔ ان کو عنقریب دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

(سورۂ مریم آیت 59)

ترجمہ: اور منافقین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں (سورۂ نساء آیت 142)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے۔ وہ بیٹھا ہوا سورج کو دیکھتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس نماز میں اللہ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم' حدیث 622)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' منافق وہ ہے جو تنہائی میں نماز نہیں پڑھتا اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا (تبیان القرآن' جلد 12' ص 994)

سہو کی تحقیق

ایک چیز ہے نمازوں سے غفلت کرنا۔ یعنی کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی۔ یہ منافقوں کا شعار ہے اور ایک چیز ہے نمازوں میں غفلت کرنا یعنی کبھی نماز میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے یا انسان نماز میں کسی کام کے متعلق سوچنے لگتا ہے اور اس کا منصوبہ بنانے لگتا ہے کہ اس سے بہت کم مسلمان خالی ہوتے ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

رسول پاک ﷺ کو بھی نماز میں سہو ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اور لوگوں کو' اسی وجہ سے فقہاء نے اپنی کتابوں میں سجود السہو کا باب قائم کیا ہے۔ قاضی ابن العربی نے کہا ہے کہ: سہو سے سلامتی محال ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اور صحابہ کو اپنی نمازوں میں سہو ہوا ہے اور جس شخص کو نماز میں سہو نہیں ہوتا' یہ وہ شخص ہے جو نماز میں غور و فکر کرتا ہے' نہ قرأت میں تدبر کرتا ہے اور اس کی فکر نماز کے ارکان اور رکعات کو گننے میں لگی رہتی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو چھلکے کھاتا ہے اور مغز چھوڑ دیتا ہے اور نبی پاک ﷺ کو جو نماز میں سہو ہوتا تھا تو آپ کی فکر اس سے بہت عظیم تھی۔ ہاں! کبھی نماز میں اس شخص کو سہو ہوتا ہے جو شیطان کے وسوسہ کو قبول کر لیتا ہے۔ شیطان اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر' فلاں چیز کو یاد کر' جو چیز اس کو پہلے یاد نہیں آتی تھی' وہ اس کو نماز میں یاد آ جاتی ہے' حتیٰ کہ وہ شخص بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن' جز 20' ص 89' دار الفکر مطبوعہ بیروت)

ہمارے اور سرکار ﷺ کے سہو میں بہت فرق ہے۔ ہم دنیا کے خیال میں ڈوب جاتے ہیں اور نماز کی رکعات کی طرف ہماری توجہ نہیں رہتی اور رسول پاک ﷺ حسن الوہیت کے جلووں

میں منہمک ہو جاتے ہیں اور نماز کی رکعات کی تعداد سے آپ ﷺ کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ ہمارا سہو نقص ہے اور رسول اللہ ﷺ کا سہو کمال ہے۔

ریاکاری کی تعریف

وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ وہ اطاعت کرتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں' حالانکہ وہ تقیہ سے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ جیسے فاسق اس لئے نماز پڑھتا ہے کہ اس کو نمازی کہا جائے اور ریاکار عبادت سے دنیا طلب کرتا ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بناتا ہے اور وہ لوگوں سے تعریف اور تحسین کی توقع کرتا ہے۔ ریاکار کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ موٹے کپڑے پہنتا ہے تاکہ یہ ظاہر کرے کہ اس کو دنیا میں کوئی رغبت نہیں ہے اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی باتوں سے ریاکاری کرتا ہے۔ وہ اہل دنیا کی مذمت کرتا ہے اور نیکی اور عبادت کے ضائع ہونے پر افسوس کرتا ہے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ وہ لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہے اور لوگوں کو دکھا کر بہت خیرات اور صدقات دیتا ہے۔

نماز کی فضیلت واہمیت

احادیث کی

روشنی میں

احادیث کی روشنی میں نمازوں کی فضیلت

حدیث شریف = حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار کائنات ﷺ فرماتے ہیں' آج رات میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا۔ میرے رب نے مجھے فرمایا' اے محمد ﷺ میں نے عرض کی۔ اے میرے رب جل جلالہ میں حاضر ہوں۔ فرمایا' کیا آپ جانتے ہیں کہ ملائکہ مقربین کس بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا' میں نہیں جانتا۔ تو اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے کے درمیان یا فرمایا اپنے سینے میں محسوس کی۔ اس سے میں نے زمین و آسمان کی ہر چیز جان لی۔ یا فرمایا جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے' سب جان لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے محمد ﷺ! کیا آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلیٰ کے ملائکہ کس بارے میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں! وہ درجات' کفارات' جماعت کی طرف قدموں کے منتقل ہونے' سردیوں میں کامل وضو کرنے اور ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے میں جھگڑ رہے ہیں (کہ ان اعمال کو کون اٹھا کر لے جائے) جس نے ان (نمازوں) پر پابندی کی' وہ بھلائی کے ساتھ زندہ رہے گا اور بہتری کے ساتھ فوت ہوگا اور وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا' جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا (ترمذی شریف)

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلطان مدینہ ﷺ نے فرمایا' بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور تم اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے' کیا اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بالکل میل نہ رہے گا۔ فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال بھی ایسی ہے کہ رب تعالیٰ نماز کی برکت سے گناہ مٹا دیتا ہے (مسلم' بخاری)

حدیث شریف = حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات ﷺ سے سنا' آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر بیٹھے خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے۔ اے لوگو! اپنے رب جل جلالہ کی اطاعت کرو' پانچ نمازیں پڑھو' اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو' مہینے کے روزے رکھو' اپنے امراء کی اطاعت کرو اور اپنے رب جل جلالہ کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مستدرک جلد اول' ص 473)

حدیث شریف = نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا' اے بلال! ہمیں نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ۔ (ابوداؤد' حدیث 4985)

حدیث شریف = سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا' میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی (نسائی حدیث 3392)

حدیث شریف = حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کا آخری کلام یہ تھا۔ نماز' نماز اور جو تمہارے زیر دست ہیں (ان کا خیال رکھنا) (مسند احمد' ابوداؤد' حدیث 5156)

حدیث شریف = حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا' جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز سے لے کر دوسری نماز تک کے ہوں گے۔ (مسلم' کتاب الطہارت)

☆......امام دیلمی حدیث نقل فرماتے ہیں کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے' صدقہ اس کی کمر توڑتا ہے' اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں سے محبت اور علم دوستی اسے شکست فاش دیتی ہے۔ جب تم یہ اعمال کرتے ہو تو شیطان تم سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ جیسے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ غروب ہونے کی جگہ سے دور ہو۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 383' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حضرت بکر بن عبداللہ علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ اے انسان! اگر تو اپنے مالک کے حضور بغیر اجازت کے حاضر ہونا اور بغیر کسی واسطے کے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو اس کے دربار میں داخل ہو جا' پوچھا گیا' یہ کیسے ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا' وضو کرے' پھر مسجد جائے' گویا وہ دربار

رب العزت میں آ گیا۔ اب بغیر کسی واسطے کے گفتگو کر یعنی نماز ادا کر۔

(بحوالہ: مکاشفۃ القلوب' ص 108' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

بے نمازی کے لئے وعیدیں

☆...... مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا' جب میری پتلیوں کی صحت کے باوجود میری بینائی ضائع ہو گئی تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کچھ نمازیں چھوڑ دیں۔ ہم آپ کا علاج کرتے ہیں۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی' وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا (مکاشفۃ القلوب' ص 372' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......طبرانی شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتایئے جسے کر کے میں جنت میں جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کر' اگرچہ تجھے عذاب دیا جائے اور زندہ جلا دیا جائے' والدین کا فرمانبردار بن' اگرچہ وہ تجھے تیرے مال واسباب سے بے دخل کر دیں اور جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑ کیونکہ جس نے دیدہ دانستہ نماز چھوڑ دی' وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے نکل گیا۔

(مکاشفۃ القلوب' ص 372' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆...... ابو نعیم کی روایت ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی' اللہ تعالیٰ اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیتا ہے جس میں سے اسے داخل ہونا ہوتا ہے۔

(مکاشفۃ القلوب' ص 373' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی گویا اس کا مال اور اہل و

عیال (سب کچھ) ختم ہوگیا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 373' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆ ...... مسند بزار کی روایت ہے کہ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا' اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں اور جس کا وضو صحیح نہیں' اس کی نماز صحیح نہیں۔

(مکاشفۃ القلوب' ص 373' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

☆ ...... مسند احمد کی بسند صحیح طبرانی اور صحیح ابن حبان کی روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک دن کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا جس نے ان نمازوں کو پابندی سے ادا کیا' وہ نماز اس شخص کے لئے قیامت کے دن نور' حجت اور نجات ہوگی اور جس شخص نے نمازوں کو ادا نہ کیا' قیامت کے دن اس کے لئے نماز نور' حجت اور نجات نہ ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 376' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا کہنا ہے' ان کافروں کے ساتھ نماز چھوڑنے والے کو اس لئے اٹھایا جائے گا کہ اگر کسی نے اپنے مال واسباب میں مشغولیت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی تو وہ قارون کی طرح ہوگیا اور اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا' اگر ملک کی مشغولیت میں نماز نہ پڑھی تو فرعون کی طرح ہے اور اسی کی ساتھ اٹھایا جائے گا' اگر وزارت کی مشغولیت نماز سے روکتی ہے تو وہ فرعون کے وزیر ہامان کی طرح ہے اور اسی کے ساتھ اٹھے گا' اگر تجارت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی تو وہ ابی ابن خلف تاجر مکہ کی طرح ہے اور اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(مکاشفۃ القلوب' ص 378' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆ ...... مسند بزار کی روایت میں ہے۔ سرکار اعظم ﷺ معراج کی رات ایسی قوم پر تشریف لائے جن پر سر پتھر سے پھوڑے جا رہے تھے۔ جب وہ ریزہ ریزہ ہوجاتے تو پھر اپنی اصلی حالت میں آجاتے اور یہی عذاب انہیں برابر دیا جارہا ہے۔ آپ نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز پڑھنے سے بھاری ہوجاتے یعنی یہ نماز نہیں پڑھتے۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 380' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حدیث شریف=ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ قیامت میں سب سے پہلا عمل جس کا بندے سے حساب لیا جائے گا' وہ نماز ہے۔ اگر نمازیں صحیح ہوئیں تو وہ کامیاب وکامران ہوا اور اگر نمازوں میں نقصان نکلا تو وہ خائب وخاسر ہوا۔ اگر اس کے فرائض کم ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کی نفلی عبادت ہے اور نوافل سے اس کے فرائض کو پورا کیا جائے گا پھر سارے اعمال کا دارومدار نماز کے معاملہ میں کامیابی اور ناکامی پر ہوگا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 381' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......سید عالم نور مجسم ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کہا کہ تم یوں دعا مانگا کرو' اے اللہ جل جلالہ! ہم میں سے کسی کو شقی اور محروم نہ بنا۔ پھر فرمایا جانتے ہو بدبخت محروم کون ہوتا ہے؟ عرض کیا گیا' کون ہوتا ہے یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا' جو انسان نماز چھوڑ دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تارکین نماز کے منہ کالے کئے جائیں گے اور جہنم میں ایک وادی ہے جسے لملم کہا جاتا ہے' اس میں سانپ رہتے ہیں' ہر سانپ اونٹ جتنا موٹا اور ایک ماہ کے سفر کے برابر طویل ہوگا' وہ بے نمازی کو ڈسے گا' اس کا زہر ستر سال تک بے نمازی کے جسم میں جوش مارتا رہے گا' پھر اس کا گوشت گل جائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 386' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا' اے اللہ تعالیٰ کے نبی! میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اور توبہ بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیئے کہ وہ میرے گناہ کو بخش دے اور میری توبہ قبول فرمالے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو نے کون سا گناہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں زنا کی مرتکب ہوئی اور جو بچہ پیدا ہوا' میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام بولے' اے بدبخت نکل جا' کہیں تیری نحوست کی وجہ سے آسمان سے آگ نازل ہو کر ہمیں نہ جلادے۔

چنانچہ وہ شکستہ دل ہو کر وہاں سے چل پڑی۔ تب جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے گناہ سے توبہ کرنے والی کو کیوں واپس کر دیا ہے؟ کیا تو نے اس سے بھی زیادہ برا آدمی نہیں پایا؟ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے جبریل! اس عورت سے زیادہ برا کون ہے؟ جبریل علیہ السلام بولے کہ اس سے برا وہ ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 386' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......ایک روایت میں ہے کہ نمازوں کو ضائع کرنے والا قیامت میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوں گی' پہلی سطر یہ ہوگی: اے اللہ کے حقوق ضائع کرنے والے! دوسری سطر ہوگی: اے اللہ کی ناراضگی کے لئے مخصوص! اور تیسری سطر ہوگی کہ جیسے تو نے اللہ کے حقوق دنیا میں ضائع کئے ہیں' ایسے ہی تو آج اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 385' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

حدیث شریف = سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سرور کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب چیز کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑ دی' اس کا کوئی دین نہیں اور نماز دین کا ستون ہے (بحوالہ: شعب الایمان للبیہقی)

حدیث شریف = حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی بھی تین شخص کسی قصبے یا گاؤں میں ہوں اور ان میں نماز قائم نہ ہو تو شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی)

حدیث شریف = حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی جاتی رہی تو مجھ سے کہا گیا کہ ہم آپ کا علاج کرتے ہیں۔ مگر آپ کچھ دن نماز نہ پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے نماز ترک کی' اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہو۔ (مجمع الزوائد)

حدیث شریف = حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے ہی کا فاصلہ ہے۔ (صحیح، مسلم)

حدیث شریف = جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا (طبرانی المعجم الاوسط، حدیث 3348، جلد 2، ص 299)

وضاحت = یعنی قریب ہے کہ دین کی رسی کھلنے اور اس کا ستون گرنے کی وجہ سے اس شخص کا ایمان رخصت ہو جائے اور یہ ایسی ہے جیسا کہ جب کوئی شخص کسی شہر کے قریب پہنچ جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ شخص اس شہر میں پہنچ گیا اور وہاں داخل ہو گیا۔

وقت موخر کر کے نماز پڑھنے پر سزا

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں جانے کا حکم دے گا۔ وہ پوچھے گا، یا اللہ مجھے کس لئے جہنم میں بھیجا جا رہا ہے؟ رب تعالیٰ فرمائے گا کہ نمازوں کو ان کے اوقات سے موخر کر کے پڑھنے اور میرے نام کی جھوٹی قسمیں کھانے کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب، ص 385، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆......امام محمد غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ایک آدمی نے اپنی مردہ بہن کو دفن کیا تو اس کی تھیلی بے خبری میں قبر میں گر گئی۔ جب سب لوگ اسے دفن کر کے چلے گئے تو اسے اپنی تھیلی یاد آئی چنانچہ وہ آدمی لوگوں کے چلے جانے کے بعد بہن کی قبر پر پہنچا اور اسے کھودا، تاکہ تھیلی نکال لے۔ اس نے دیکھا کہ اس کی قبر میں شعلے بھڑک رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے قبر پر مٹی ڈالی اور انتہائی غمگین روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور پوچھا ماں! یہ بتاؤ کہ میری بہن کیا کرتی تھی؟ ماں نے پوچھا تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ وہ بولا میں نے اپنی بہن کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھے

ہیں۔ اس کی ماں رونے لگی اور کہا تیری بہن نماز میں سستی کرتی رہتی تھی اور نمازوں کو ان کے اوقات میں موخر کر کے پڑھا کرتی تھی۔

(مکاشفۃ القلوب، ص 387، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہ تو ان کا حال ہے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے موخر کر کے پڑھا کرتی تھی اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔

نمازِ باجماعت کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں

باجماعت نماز کی فضیلت واہمیت

☆......حدیث شریف = رسول پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے نماز باجماعت کو ستائیس درجے فضیلت حاصل ہے۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 558' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حدیث شریف = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے بعض لوگوں کو چند نمازوں میں جماعت میں نہ دیکھ کر فرمایا۔ میرا یہ ارادہ ہوا کہ میں کسی آدمی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور میں ان لوگوں کے یہاں جاؤں جو جماعت سے رہ گئے ہیں اوران کو اوران کے گھروں کو جلادوں۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 558' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حدیث شریف = نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس نے نماز باجماعت ادا کی' پس گویا اس نے اپنے سینے کو عبادت سے بھرلیا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 558' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حدیث شریف = سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا' جس نے چالیس دن تمام نمازیں باجماعت ادا کیں اوران کی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہوئی' اللہ تعالیٰ اس کی خاطر دو براُتیں لکھ دیتا ہے۔ ایک نفاق سے براُت اور دوسری براُت جہنم سے۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 559' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......جب قیامت کا دن ہوگا تو قبروں سے ایک ایسی جماعت اٹھے گی جن کے چہرے چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے۔ فرشتے ان سے کہیں گے کہ تمہارے اعمال کیا تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ جب ہم اذان سنتے تھے تو وضو کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے اور کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ پھر ایک ایسی جماعت آئے گی جن کے چہرے چاند کی طرح ہوں

گے۔ وہ فرشتوں کے سوال کے بعد کہیں گے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے۔ پھر ایک ایسی جماعت آئے گی جن کے چہرے سورج کی طرح درخشندہ ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ ہم اذان مسجد میں سنا کرتے تھے (اذان سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے تھے) (مکاشفۃ القلوب' ص 560' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

حدیث شریف = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہیں ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے پھر اس کو بلایا اور فرمایا' تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر نماز کے لئے جاؤ (صحیح مسلم)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری رائے یہ تھی کہ نماز کی جماعت صرف وہ شخص چھوڑتا ہے جو ایسا منافق ہو جس کا نفاق معلوم ہو یا وہ بہت بیمار ہو' بے شک ایک بیمار آدمی دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چل کر نماز پڑھنے کے لئے جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سنن الہدیٰ کی تعلیم دی اور سنن الہدیٰ میں یہ ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح مسلم)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے' اسے چاہئے کہ جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو وہ ان کی حفاظت کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنن الہدیٰ میں سے ہے' اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ فلاں تارک جماعت اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کردو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دن میں

روزہ رکھتا اور راتوں کو قیام کرتا ہے مگر جمعہ اور نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتا' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' وہ جہنمی ہے (ترمذی شریف)

☆......حدیث شریف = حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں موذی جانور بکثرت ہیں اور میں نابینا ہوں۔ تو کیا مجھے رخصت ہے کہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیا کروں۔ فرمایا حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح سنتے ہو؟ عرض کی جی ہاں۔ ارشاد فرمایا تو (مسجد میں) حاضر ہو۔ (ابوداؤد)

اللہ والوں میں جماعت کی پابندی کا جذبہ

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا گھر مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر تھا لیکن وہ پانچوں وقت مسجد میں آکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ خواہ کتنی ہی گرمی اور دھوپ ہو ان کو کچھ پرواہ نہ تھی۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قریب چند مکان خالی ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وہاں مکان لینے کا ارادہ کیا لیکن جب حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ نماز کے لئے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔ اس لئے دور سے آنے میں زیادہ ثواب ہے تو انہوں نے اپنا ارادہ ترک کردیا اور تادم آخر ایک میل دور سے آکر مسجد میں پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب بینائی جاتی رہی تو بھی کسی کا سہارا لے کر نماز کے لئے برابر مسجد میں پہنچتے تھے۔

☆......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی جب چلی گئی۔ کوئی مسجد میں باجماعت نماز کے لئے پہچانے والا نہ ملا جس کی وجہ سے جماعت فوت ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زاروقطار روتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ اے میرے مولیٰ! کہیں جماعت کا فوت ہونا میرے لئے قیامت کے دن رسوائی کا سبب نہ بن جائے۔ بس اس التجا کے بعد جب بھی نماز کا وقت ہوتا' آپ کی بینائی لوٹ آتی اور آپ باآسانی مسجد میں جاکر باجماعت نماز ادا

فرماتے۔ (شواہد النبوت)

☆ ...... سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اگر جماعت نکل جاتی تو غمگین ہوتے، ساری ساری رات جاگتے بلکہ ایک بار تو جماعت فوت ہوگئی تو کفارہ میں اس قدر صدقہ کیا کہ اس کی مجموعی مالیت دو لاکھ درہم بنتی تھی۔ (کیمیائے سعادت)

☆ ...... حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بیس سال تک پابندی کے ساتھ میں اذان مسجد میں سنتا تھا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص 558، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اذان سن کر اس کا جواب نہ دیا (یعنی باجماعت نماز کے لئے مسجد میں نہ آیا) اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے بھلائی نصیب ہوگی۔ (مکاشفۃ القلوب، ص 559، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پگھلے ہوئے سیسے سے انسان کے کانوں کو بھر دیا جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ اذان سن کر اس کا جواب نہ دے (یعنی مسجد نہ آئے) (مکاشفۃ القلوب، ص 559، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ...... حضرت حاتم اصم علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ میری ایک نماز باجماعت فوت ہوگئی تو صرف ابواسحاق البخاری علیہ الرحمہ میری تعزیت کو آئے۔ اگر میرا بچہ فوت ہو جاتا تو دس ہزار سے بھی زیادہ لوگ تعزیت کے لئے آتے، کیونکہ لوگ دین کے نقصان کو دنیا کے نقصان سے بہت ہلکا جانتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص 559، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ...... حضرت میمون بن مہران علیہ الرحمہ مسجد میں آئے تو آپ سے کہا گیا کہ لوگ تو واپس لوٹ گئے ہیں (یعنی نماز ہو چکی ہے) آپ نے یہ سن کر فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور کہا کہ اس نماز کے پالینے کی فضیلت مجھے عراق کی حکومت سے زیادہ پسند تھی۔ (مکاشفۃ القلوب، ص 559، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ...... حضرت محمد بن سماعہ علیہ الرحمہ چالیس برس تک مسلسل پنجگانہ نماز باجماعت تکبیر

اولیٰ کے ساتھ پڑھی۔ والدہ کے انتقال پر ایک وقت کی جماعت فوت ہوئی تو آپ نے وہ نماز پچیس مرتبہ پڑھی (تہذیب التہذیب)

☆......حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اسلاف کی تکبیر اولیٰ فوت ہوتی تو تین دن افسوس کرتے اور جماعت فوت ہوتی تو سات دن اس کا غم مناتے۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 559' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

باجماعت نماز پڑھنے کے فوائد

1...... تنہا نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

2......ہوسکتا ہے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہ ہو اور جماعت میں کوئی ایسا مقبول بارگاہ ہو' جس کی وجہ سے سب کی نماز قبول ہوجائے۔

3......بعض لوگ قرأت صحیح نہیں کرتے یا طمانیت اور اعتدال سے رکوع اور سجود نہیں کرتے' تنہا نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز ناقص یا باطل ہوگی اور جماعت کے ساتھ نماز صحیح ادا ہوجائے گی۔

4...... جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی شخص پر بے نمازی ہونے کی تہمت نہیں لگائی جائے گی اور یہ معلوم ہوجائے گا کہ کون شخص اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے اور کون نافرمان ہے۔

5......اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں تقویت ملے گی۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ' درد' صحت اور بیماری' خوشی اور غمی اور خوشحالی اور افلاس پر مطلع ہوسکیں گے اور ایک دوسرے کے کام آنے کے مواقع میسر آئیں گے۔

اللہ والوں کی
خشوع وخضوع
سے لبریز نمازیں

اللہ والوں کی خشوع وخضوع سے لبریز نمازیں

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے۔ ہم اور سید عالم ﷺ آپس میں باتیں کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آجاتا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے ہم ایسے ہوجاتے جیسے ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز کی طرف نہیں دیکھتا جس میں انسان کا دل اس کے دین کے ساتھ شامل عبادت نہیں ہوتا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 110 'مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......نبی پاک ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا تو حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء پرسکون ہوتے۔
(مکاشفۃ القلوب' ص 110 'مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حدیث شریف = جس نے اچھی طرح وضو کر کے وقت پر نماز ادا کی' خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع وسجود کو پورا کیا تو اس کی نماز سفید چمکتی ہوئی بلند ہوتی ہے اور کہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو شخص کامل وضو کے ساتھ وقت بلند ہوتی ہے اور کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب وہاں جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اس کو بوسیدہ کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ (طبرانی المعجم الاوسط' حدیث 3095)

☆......سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب نماز کا ارادہ کرتے تو آپ کا جسم کانپنے لگتا اور دانت بجنے لگتے۔ آپ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ امانت کی ادائیگی اور فرض پورا کرنے کا وقت قریب آگیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسے کیسے ادا کروں گا۔
(مکاشفۃ القلوب' ص 110 'مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......جب نماز کا وقت آتا تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ پوچھا گیا اے امیر المومنین! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ گیا جسے رب تعالیٰ نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا مگر انہوں نے معذوری ظاہر کر دی تھی اور میں نے اٹھالیا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 110' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......امام زین العابدین رضی اللہ عنہ وضو کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا' گھر والے کہتے آپ کو وضو کے وقت کیا تکلیف لاحق ہو جاتی ہے۔ آپ جواب دیتے' جانتے نہیں ہو۔ میں کس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی تیاری کر رہا ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 110' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حضرت خلف بن ایوب علیہ الرحمہ نماز میں تھے کہ انہیں کسی جانور نے کاٹ لیا اور خون بہنے لگا مگر انہیں محسوس نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ابن سعید علیہ الرحمہ باہر آئے اور انہوں نے آپ کو بتایا اور خون آلود کپڑا دھویا۔ پوچھا گیا آپ کو جانور نے کاٹ لیا اور خون بھی بہا مگر آپ کو محسوس نہ ہوا؟ آپ نے جواب دیا۔ اسے کیسے محسوس ہوگا جو رب ذوالجلال کے سامنے کھڑا ہو۔ اس کے پیچھے ملک الموت' بائیں طرف جہنم اور قدموں کے نیچے پل صراط ہو۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 112' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حضرت عمرو بن ذر علیہ الرحمہ جلیل القدر عابد اور زاہد تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ایسا زخم پڑ گیا کہ طبیبوں نے کہا' اس ہاتھ کو کاٹنا پڑے گا۔ آپ نے کہا کاٹ دو۔ طبیبوں نے کہا آپ کو رسیوں سے جکڑے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ آپ نے کہا ایسا نہ کرو بلکہ جب میں نماز شروع کروں' تب کاٹ لینا چنانچہ جب آپ نے نماز شروع کی تو آپ کا ہاتھ کاٹ لیا گیا مگر آپ کو محسوس بھی نہ ہوا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 112' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھی۔ اچانک ایک

پرندہ اڑا اور وہ درختوں سے نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تعجب سے یہ منظر دیکھا تو وہ ادا شدہ رکعتوں کی تعداد بھول گئے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس آزمائش کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ میں نے باغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا ہے۔ اب آپ جیسے چاہیں' اسے خرچ کریں۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 156' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

☆......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں سے لدا ہوا باغ تھا۔ نماز پڑھی تو اس کی نظر کھجوروں کے پھل دیکھنے میں ایسی الجھی کہ اسے رکعتوں کی تعداد یاد نہ رہی۔ نماز ختم کر کے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں نے اس باغ کو اللہ تعالیٰ کے نام پر بخش دیا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیجئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ باغ پچاس ہزار روپے میں فروخت کر دیا۔ (مکاشفۃ القلوب' ص 156' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ' کراچی)

ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھیئے

☆......حدیث شریف = نبی پاک ﷺ نے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جب تم نماز پڑھو تو رخصت کرنے والے کی نماز پڑھو۔ (کنزالعمال' حدیث 20090' جلد 7' ص 212)

☆......جب حاتم اصم علیہ الرحمہ سے کسی نے ان کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے کہا جب نماز کا وقت آ جاتا ہے۔ میں پوری طرح وضو کر کے اس جگہ آ جاتا ہوں' جہاں میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں' جب میرے اعضاء پرسکون ہو جاتے ہیں تو میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ اس وقت کعبہ کو اپنے سامنے' پل صراط کو قدموں کے نیچے' جنت کو دائیں' دوزخ کو بائیں'

ملک الموت کو پیچھے اور اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھ کر خوف و امید کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہوں۔ دل سے تصدیق کرتے ہوئے تکبیر کہتا ہوں۔ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتا ہوں۔ تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ خشوع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ بائیں ران پر بیٹھتا ہوں۔ بائیں پیر کو بچھاتا اور دائیں کو کھڑا کرتا ہوں اور سراپا خلوص بن جاتا ہوں مگر یہ نہیں جانتا کہ میری نماز قبول ہوئی یا نہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص 110، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

نماز کیا ہے؟

نماز دین کا ستون ہے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز سرکار اعظم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نماز قرب الٰہی جل جلالہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔ نماز جنت کا راستہ ہے۔ نماز پریشانیوں اور بیماریوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔ نماز برے کاموں سے روکتی ہے۔ نماز مومن اور کافر میں فرق ہے۔ نماز ولایت کا ذریعہ ہے۔ نماز ایمان میں پختگی کا ذریعہ ہے۔

نماز خوف خدا جل جلالہ پیدا کرتی ہے۔ نمازی کو سرکار اعظم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ نمازی ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگا۔ نماز دلوں کا زنگ دور کرتی ہے۔ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھتی ہے۔ نماز محتاجی سے بچاتی ہے۔ نماز روحانیت کو پانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز سے سکون و قرار نصیب ہوتا ہے۔ نماز قبر کی روشنی ہے۔ نماز پل صراط کا چراغ ہے۔ نمازی کو روز محشر سرخروئی نصیب ہوگی اور سب سے بڑا انعام نمازی کو یہ ملے گا کہ اسے جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

جو شخص نماز کو چھوڑ دیتا ہے اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے، جو شخص ایک نماز جان بوجھ کر قضا کرے گا وہ دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم کی آگ میں جلے گا۔ بے نمازی کا حشر

ہامان، فرعون اور ابی بن خلف جیسے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا۔ بے نمازی کو جہنم کے عبرتناک گڑھے میں ڈالا جائے گا۔ بے نمازی کو قبر اس طرح دبائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی۔

بے نمازی پر قبر میں گنجا سانپ مسلط کر دیا جائے گا۔ بے نمازی کی قبر میں سانپ اور بچھو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ بے نمازی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے، جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔ (اس کو پڑھ کر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر تو نماز چھوڑنے والے شخص کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے؟) اس بات کی علماء نے یوں توجیہ بیان کی کہ نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے، یعنی کافر نہیں ہوتا لہٰذا اس صورت میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی) نماز کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ جس نے نماز کو چھوڑا اس نے دین کے ستون کو ڈھانے میں مدد کی۔

بے نمازی دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔ بے نمازی کو کسی عمل کا ثواب نہیں دیا جاتا۔ بے نمازی کی کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ بے نمازی جب مرے گا تو ذلیل و خوار ہو کر مرے گا۔ بے نمازی سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔ بے نمازی جب مرے گا تو اسے ایسی پیاس لگے گی کہ اگر اس کو پوری دنیا کا پانی پلا دیا جائے تو بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔ مطلب یہ کہ بے نمازی پیاسا ہو کر مرے گا۔ بے نمازی پر نحوست طاری ہوتی ہے۔ بے نمازی کی روزی سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ بے نمازی کی عمر سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ بے نمازی کے چہرے سے نور ختم کر دیا جاتا ہے۔ بے نمازی کی زندگی سے سکون و قرار ختم کر دیا جاتا ہے۔ بے نمازی کی نیند سے راحت ختم کر دی جاتی ہے۔ بے نمازی تنگ دستی اور پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ بے نمازی کی نزع میں سختی پیدا کر دی جاتی ہے۔ بے نمازی کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ بے نمازی روز محشر ذلیل و خوار ہوگا۔

نماز کسی صورت میں بھی معاف نہیں ہے۔ بندہ آنکھوں سے اندھا ہے۔ کانوں سے بہرہ ہے۔ منہ سے گونگا ہے۔ ہاتھ پاؤں سے معذور ہے پھر بھی اس کو نماز معاف نہیں ہے۔ نماز

کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھیں۔ اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں کے ساتھ پڑھیں' اسے کسی صورت چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان عبادت نماز میں بے حد برکتیں ہیں۔ بندہ جب اپنے پروردگار جل جلالہٗ کی بارگاہ میں سر جھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو در در کی ٹھوکروں سے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ اس کو ڈاکٹر اقبال یوں بیان کرتے ہیں۔

ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
لاکھ سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات

مطلب یہ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو تو خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ ریز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جھکنا تجھے در در جھکنے سے بچا لیتا ہے۔ پھر اسے اپنے پروردگار جل جلالہ کے سوا کسی کی محتاجی نہیں ہوتی۔ یہ وہ کرم ہے جو صرف نمازی کو حاصل ہوتا ہے۔

نماز مومن کی معراج ہے۔ مومن بندے کو نماز کے اندر وہ سکون اور حلاوت نصیب ہوتی ہے کہ وہ لذت اور حلاوت کسی اور چیز میں نہیں پاتا۔

روایتیں موجود ہیں تاریخ گواہ ہے کہ خاصان خدا نے نماز کو کسی حال میں فوت نہیں ہونے دیا۔

1...... صحابی رسول ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز کے لئے صفیں درست فرما رہے تھے کہ آپ پر مجوسی نے خنجر سے حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ آپ کے پیٹ میں سوراخ ہو گیا۔ ایسی حالت میں بھی آپ نے نماز نہ چھوڑی۔ سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ادا فرمائی۔

2...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں دوران جنگ تیر لگا لیکن آپ نے نماز ادا کی اور دوران نماز آپ کے پاؤں سے تیر نکالا گیا۔ اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔

3...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں عبدالرحمن ابن ملجم نے وار کر کے زخمی کیا۔ زخم

بہت شدید تھا مگر اس حالت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ترک نہ کی۔

جلوہ ہے خاص رحمت حق کا نماز میں
انوار قدس کا ہے نظارہ نماز میں
مولیٰ سے اپنا ملتا ہے بندہ نماز میں
اٹھ جاتا ہے جدائی کا پردہ نماز میں
یہ قبر میں ٹھنڈک' محشر میں ہو شفیع
عقبیٰ کی راحتیں ہیں سراپا نماز میں
کھول کر دیکھ چشم دل لطف ہے کیا نماز میں
آتا ہے ہر طرف نظر' نور خدا نماز میں

4......نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو کون نہیں جانتا۔ کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر' تلواروں کے سائے میں' دشمنوں کے نرغے میں ہونے کے باوجود' تیروں سے چھلنی جسم اور زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود آپ نے نماز ظہر ادا کی اور حالت نماز میں ہی آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

سجدے میں سر کٹا کے شاہ کربلا نے
پیغام یہ دیا ہے جناب امام نے
رشتہ خدا سے اہل وفا توڑتے نہیں
مرجاتے ہیں نماز مگر چھوڑتے نہیں

5......صحابی رسول حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے پھندے پر لے جایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو رکعت

نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان' کئی اولیاء اللہ حالت نماز میں وصال فرما گئے۔ یہاں تک کہ انہیں اپنی قبر میں بھی نماز پڑھتے ہوئے لوگوں نے دیکھا۔ انہیں نماز سے اس قدر محبت تھی۔

لمحہ فکریہ!!

مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اسلاف بوقت شہادت بھی نماز نہیں چھوڑتے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ذرا سی سردی ہو ذرا سی گرمی ہو سر یا کمر میں درد ہو یا ضروری کام ہو تو نماز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کسی نے بہت اچھی بات شعر میں کہی کہ......

نماز سے مت کہو مجھے کام ہے
کام سے کہو مجھے نماز پڑھنی ہے

ہمارا حساب بالکل الٹا ہے۔ ہم نماز سے کہتے ہیں کہ مجھے کام سے جانا ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا۔ مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ بہانا یہ کرتے ہیں کہ میرے کپڑے ناپاک ہیں۔

الغرض کہ نماز ہمیں پابندی کے ساتھ ادا کرنی چاہئے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوں۔ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کریں تا کہ اس کی حالت سے ہمارے سینے پُرنور ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پنجگانہ نماز با جماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے علاوہ نوافل کی بھی کثرت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم جب اس پروردگار جل جلالہ کی عبادت میں ہوں۔ اس وقت ہمیں موت آئے۔ اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت واطاعت میں زندگی اور موت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین ﷺ

باب 3

زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں

زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ ہم جب اس دنیا میں آئے تو خالی ہاتھ اور ننگے بدن تھے۔ کریم پروردگار نے نام دیا، عزت دی اور طیب وطاہر رزق عطا فرمایا اور پھر اسی رزق کو اپنی راہ میں دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ کتنے کرم کی بات ہے کہ رزق عطا کیا ہوا بھی اس کا اور پھر اپنی راہ میں قبول بھی فرماتا ہے۔

اسلام ہمیں ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے، وہیں خاص طور پر غرباء، فقراء، مساکین اور محتاجوں کا مال کے ذریعہ خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اُمت کے غرباء کی مدد کے لئے زکوٰۃ کو اسلام کی بنیاد بنایا اور دین کی بڑی علامت نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

القرآن= وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (سورۂ بقرہ، آیت 43)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

اب احادیث کی روشنی میں زکوٰۃ کی اہمیت ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس سے شر دور فرمادیا۔
(طبرانی المعجم الاوسط، باب الالف، حدیث نمبر 1579، جلد 1، صفحہ نمبر 431)

زکوٰۃ دو اور اپنے مالوں کو تحفظ دو

☆ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو اور اپنے

بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور بلا نازل ہونے پر دعا و تضرع سے مدد حاصل کرو۔

(ابوداؤد، باب فی الصائم یصیب اہلہ)

زکوٰۃ نہ دینے والے پر قیامت کے دن گنجا سانپ مسلط کیا جائے گا

☆ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی، قیامت کے دن وہ گنجا سانپ ہوگا، مالک کو دوڑائے گا، وہ بھاگے گا، یہاں تک کہ اپنی انگلیاں اس کے منہ میں ڈال دے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، حدیث 10857، جلد 3، ص 626)

چار میں سے ایک کا بھی تارک تمام کو ترک کرنے والا ہے

☆ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، جو ان میں سے تین ادا کرے، وہ اسے کچھ کام نہ دیں گے، جب تک پوری چاروں نہ بجالائے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، رمضان اور حج بیت اللہ۔ (الترغیب والترہیب، حدیث 14، جلد اول، ص 308)

زکوٰۃ بقیہ تمام مال کو پاک کر دیتا ہے

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اپنے مال کی زکوٰۃ نکال، کہ وہ پاک کرنے والی ہے۔ تجھے پاک کر دے گی اور رشتہ داروں سے (اچھا) سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان (مسند امام احمد ابن حنبل، حدیث 2435، جلد 4، ص 273)

زکوۃ دینے سے ایمان کامل ہوتا ہے

☆ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرو۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکوۃ، حدیث 4326، جلد 3، ص 198)

زکوۃ اسلام کا پل ہے

☆ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: زکوۃ اسلام کا پل ہے

(طبرانی المعجم الاوسط، باب القاف، حدیث 4925، جلد 3، ص 396)

زکوۃ اموال کو ضائع ہونے سے بچاتی ہے

☆ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: خشکی و تری میں جو مال ضائع ہوتا ہے، وہ زکوۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، حدیث 16 جلد اول، ص 308)

زکوۃ نہ دینے کا وبال

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

(بخاری، کتاب الزکوۃ، حدیث 1403، جلد 1، ص 474)

جوقوم زکوٰۃ نہ دے، اللہ اس کوقحط میں مبتلا فرمائیگا

☆ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جوقوم زکوٰۃ نہ دے، اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔

(طبرانی المعجم الاوسط، حدیث 4577، جلد 3، ص 275)

زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے والوں پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد کا حکم دیا

☆ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اس وقت عربوں میں کچھ لوگ کافر ہوگئے (کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر بیٹھے) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا حکم دیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا، ان سے آپ کیونکر قتال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے۔ مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ ''لا الہ الا اللہ'' کہیں اور جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لیا، اس نے اپنی جان اور مال بچالیا، مگر حق اسلام میں اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (یعنی یہ لوگ تو لا الہ الا اللہ'' کہنے والے ہیں، ان پر کیسے جہاد کیا جائے گا)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اس سے جہاد کروں گا، جو نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرے (کہ نماز کو فرض مانے اور زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرے)، زکوٰۃ حق المال ہے، خدا تعالیٰ کی قسم! بکری کا بچہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر کیا کرتے تھے، اگر مجھے دینے سے انکار کریں گے تو اس پر ان سے جہاد کروں گا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ واللہ (اللہ تعالیٰ کی قسم) میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ وہی حق ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، حدیث 7284، جلد 4، ص 500)

باب 4

روزہ کی اہمیت وفضیلت
قرآن مجید اور
احادیث کی روشنی میں

روزہ کی فضیلت واہمیت

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ پرہیز گار بن جاؤ۔ (سورۂ بقرہ، آیت 184-183، پارہ 2)

روزہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا، روزہ کا شرعی معنی ہے: مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع کو ترک کرنا اور اپنے نفس کو تقویٰ کے حصول کے لئے تیار کرنا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا (درمختار علی ہامش ردالمحتار جلد 2، ص 80، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سب سے پہلے نماز فرض کی گئی۔ پھر زکوٰۃ فرض کی گئی، اس کے بعد روزہ فرض کیا گیا کیونکہ ان احکام میں سب سے سہل اور آسان نماز ہے۔ اس لئے اس کو پہلے فرض کیا گیا۔ پھر اس سے زیادہ مشکل اور دشوار زکوٰۃ ہے کیونکہ مال کو اپنی ملکیت سے نکالنا انسان پر بہت شاق ہوتا ہے، پھر اس کے بعد اس سے زیادہ مشکل عبادت روزہ کو فرض کیا گیا، کیونکہ روزہ میں نفس کو کھانے پینے اور عمل تزویج سے روکا جاتا ہے اور یہ انسان کے نفس پر بہت شاق اور دشوار ہے۔

روزے کے فضائل احادیث کی روشنی میں

روزہ دار جنت کے خاص دروازے سے داخل ہوگا

☆ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام ریان ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہوجائیں گے، ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا۔ ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کردیا جائے گا، پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا (صحیح بخاری، جلد 1، ص 254، مطبوعہ نور محمد آرام باغ، کراچی)

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے، روزہ دار نہ جماع کرے، نہ جہالت کی باتیں کرے، اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ اپنے کھانے، پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔ (صحیح بخاری، جلد 1، ص 254، مطبوعہ نور محمد، آرام باغ، کراچی)

روزہ رکھنے والے کے تمام گناہ معاف

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا، اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش

دیئے جائیں گے اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا، اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائینگے۔ (صحیح بخاری' جلد اول' ص 254' نور محمد آرام باغ کراچی)

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہوتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ نہ جماع کی باتیں کرے، نہ شور و شغب کرے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی، اس وقت وہ اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔ (صحیح بخاری، جلد اول، ص 255، مطبوعہ نور محمد آرام باغ، کراچی)

روزہ دار صدیقین اور شہداء کے درجے میں ہوگا

☆ حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی پاک ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ بتایئے اگر میں اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ کے رسول برحق ہونے کی گواہی دوں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صدیقین اور شہداء میں (مسند بزار، صحیح ابن حبان) (الترغیب والترہیب، جلد 2، ص 106، مطبوعہ دارالحدیث، قاہرہ)

روزہ جسم کو صحت عطا کرتا ہے

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ آپ علیہ السلام اپنی قوم کو خبر دیجئے۔ کہ جو بھی بندہ میری رضا کے لئے ایک روزہ رکھتا ہے تو میں اس کے جسم کو صحت بھی عطا فرماتا ہوں اور اس کو عظیم اجر بھی دوں گا۔ (شعب الایمان، جلد 3، ص 412)

روزہ صرف بھوکا رہنے کا نام نہیں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے بلکہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے بچنا، اصل روزہ ہے۔ اگر کوئی تمہیں گالی دے اور برا بھلا کہے، تو تم آگے سے صرف اتنا کہہ دو: میں روزے سے ہوں (المستدرک، کتاب الصوم، حدیث 1570، ص 99، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

بعض روزہ دار صرف بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکتے

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: بہت سارے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں، ان کو روزے سے بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سارے رات کا قیام کرنے والے ایسے ہوتے ہیں، ان کو تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (المستدرک، کتاب الصوم، حدیث 1571، ص 99، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

جس کا روزہ کی حالت میں انتقال ہوا، قیامت تک کا روزوں کا ثواب پائے گا

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا روزہ کی

حالت میں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت تک کا روزوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔
(کنز العمال، جلد 8، ص 213)

زمانے کے روزے ماہ رمضان کے
ایک روزہ کا بدل نہیں ہو سکتے

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذر یا بغیر بیماری کے چھوڑا تو اگر وہ زمانے کے روزے رکھے تو اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔ (صحیح بخاری، جلد اول، ص 259، مطبوعہ نور محمد آرام باغ، کراچی)

☆ روزہ کے اسرار و رموز

1۔ روزہ رکھنے سے کھانے پینے اور شہوانی لذات میں کمی ہوتی ہے، اس سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

2۔ بھوک اور پیاس پر صبر کرنے سے انسان کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

3۔ خود بھوکا اور پیاسا رہنے سے انسان کو دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا ہے اور پھر اس کا دل غرباء کی مدد کی طرف مائل ہوتا ہے۔

4۔ بھوک اور پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔

5۔ شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور بھوک، پیاس سے شیطان کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں، اسی طرح روزہ سے شیطان پر ضرب پڑتی ہے۔

باب 5

حج کی اہمیت وفضیلت
قرآن مجید اور
احادیث کی روشنی میں

حج کی اہمیت وفضیلت

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے کلمۂ توحید کو اپنے بندوں کے لئے پناہ گاہ اور قلعہ بنایا، اپنے قابل تکریم گھر کعبۃ اللہ کو لوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا، احسان کرتے ہوئے اسے اپنی طرف منسوب کر کے شرف بخشا، اس کی زیارت وطواف کو بندے اور عذاب کے درمیان پردہ ڈھال بنایا، حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ حج 9ھ میں فرض ہوا۔ یہ عمر بھر کی عبادت، انجام کار، اسلام کی تکمیل اور دین کا کمال ہے۔ کعبہ معظمہ وہ شان والا گھر ہے جس گھر میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ اس پاک اور بابرکت گھر کی تعریف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ میں یوں فرماتا ہے۔

القرآن: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (سورۂ آل عمران آیت 96-97، پارہ 4)

ترجمہ: بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا، وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لئے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم اور جو شخص اس داخل ہو باامن ہے اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے، جو شخص بااعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

اب احادیث کی روشنی میں حج کے فضائل ملاحظہ فرمائیں۔

حج عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال حج فرض ہے یا (زندگی میں) صرف ایک بار فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (فرض) صرف ایک بار ہے اور نفلی جتنے کوئی چاہے (حج کرے) (بحوالہ: المستدرک، (مترجم) جلد دوم، کتاب مناسب الحج، ص 121، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حج کر کے لوٹنے والا پاک وصاف لوٹتا ہے

☆ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (صحیح بخاری، کتاب الحج، جلد اول، حدیث 1521، ص 512)

حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے

☆ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے

(صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، جلد 2، حدیث 1773، ص 586)

حج کمزوروں کے لئے جہاد ہے

☆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کمزوروں کے لئے جہاد ہے (سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، حدیث 2902، جلد 3، ص 414)

حج وعمرہ محتاجی کو دور کرتا ہے

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے (جامع ترمذی، ابواب الحج، جلد 2، حدیث 810، ص 218)

حاجی اپنے گھر والوں میں چار سو افراد کی شفاعت کرے گا

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا

(مسند البزار، امسند ابی موسیٰ الاشعری، حدیث 3196، جلد 8، ص 169)

مکہ سے پیدل حج ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مکہ سے پیدل حج کو جائے، یہاں تک کہ مکہ واپس آئے، اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں کی مثل لکھی جائیں گی۔ کہا گیا، حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے؟ فرمایا: ہر نیکی لاکھ نیکی ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، حدیث 1735، جلد 2، ص 114)

حاجی کی مغفرت اور جس کے لئے وہ دعا کرے، اس کی بھی مغفرت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حاجی کی

مغفرت ہو جاتی ہے اور حاجی جس کے لئے استغفار کرے، اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔
(مجمع الزوائد، حدیث 5287، جلد 3، ص 483)

حج کے ارادہ سے جانے والا مر گیا تو
قیامت تک حج کا ثواب پائے گا

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو حج کے لئے نکلا اور مر گیا۔ قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور مر گیا۔ اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد میں گیا اور مر گیا، اس کے لئے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند ابی یعلی، مسند ابی ہریرۃ، حدیث 6327، جلد 5، ص 441)

حج کے ارادہ سے جانے والا مر گیا تو
بلا حساب جنت میں جائے گا

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو اس راہ میں حج یا عمرہ کے لئے نکلا اور مر گیا، اس کی پیشی نہیں ہوگی، نہ حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔
(طبرانی المعجم الاوسط، باب المیم، حدیث 9033، جلد 6، ص 352)

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والا چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جسے حج کرنے سے نہ حاجت ظاہرہ مانع ہوئی، نہ بادشاہ ظالم، نہ کوئی ایسا مرض جو روک دے پھر بھی بغیر حج کئے مر گیا تو چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر (سنن الدارمی، کتاب المناسک، حدیث 1785، جلد 2، ص 45)

چھٹا باب

جہاد کے فضائل

☆ جہاد کے لغوی معنی اور شرائط

☆ قرآن مجید اور جہاد کا حکم

☆ احادیثِ رسول اور جہاد کے فضائل

☆ جہاد کی فضیلت پر چالیس احادیث

☆ بائبل میں جہاد کا تصور

☆ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ جہاد

☆ جذبہ جہاد سے سرشار مسلمان خواتین کی داستانیں

☆ مجاہدینِ اسلام اور جذبہ جہاد

فہرست

☆ پہلی فصل

☆ دوسری فصل ☆ قرآن مجید اور جہاد کا حکم

16: غزوۂ بدر اور مجاہدین کی مدد کا بیان

17: اسلام، مسلمانوں کو غلبہ جہاد کی برکت سے ملا ہے

18: مسلمانوں کو مرتبۂ شہادت عطا کرنے کا بیان

19: جہاد سے روکنے والے منافق ہیں

20: منافقین جہاد کے وقت حیلہ بہانے تلاش کرتے ہیں

21: راہِ خدا میں جان دینے والے مردہ نہیں ہیں

22: جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کا بیان

23: مظلوم مسلمانوں کی مدد کیلئے جہاد کرنا

24: جان و مال سے جہاد کرنے والوں کے فضائل و مناقب

25: اللہ کی راہ میں ہجرت کی سچی نیت پر بھی اجر

26: مالِ غنیمت بہت پاکیزہ مال ہے

27: جہاد کے لئے نکلنا منافقین پر ناگوار ہے

28: جہاد کی سعادت منافقین کے حصے میں نہیں

29: جہاد کرنے والوں کے برابر کسی کا درجہ نہیں

30: جہاد چھوڑنے پر سخت وعیدیں اور پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب

31: سستی و کاہلی کی وجہ سے جہاد سے پیچھے

32: جہاد کا حکم اور نہ نکلنے والوں کیلئے سخت وعید

33: مسلمانوں کو منافقوں اور کافروں سے جہاد اور سختی کا حکم

34: راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب

☆ تیسری فصل ☆ احادیثِ رسول اور جہاد کی فضیلت

☆ چوتھی فصل

☆ پانچویں فصل

☆ چھٹی فصل ☆

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ جہاد

☆ساتویں فصل

جذبہ جہاد سے سرشار مسلمان خواتین کی داستانیں

☆آٹھویں فصل

مجاہدین اسلام اور جذبہ جہاد

☆نویں فصل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیقتاً اسلام وہ شجر ہے جس کو پانی سے نہیں' خون سے سینچا گیا ہے اور اس اسلام کی جڑوں میں اتنے قیمتی قیمتی خون لگے ہیں کہ فراست انسانی دنگ ہے۔

اس اسلام کی جڑوں میں محسن انسانیت امام المجاہدین ﷺ کے خون مبارک جیسا مقدس خون بھی شامل ہے جس خون کے ایک قطرے کی خوشبو کا مقابلہ دنیا بھر کی انسانیت کے خون نہیں کر سکتے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مقدس خون بھی اس اسلام کی جڑوں میں موجود ہے۔

اور یقیناً مسلمان اپنی جان و مال بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبوب و مقدم اسلام کو رکھتے ہیں۔ اسی لئے بڑے بڑے لوگ اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر اسلام پر قربان ہو گئے اور انہی کے خون کی برکت سے آج بھی اسلام صحیح حالت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں' یہ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جب ہم موت ہی کے لئے بنے ہیں تو کیوں نہ شہادت کا تاج سجا لیا جائے۔ اس دنیا کو چھوڑ کر سب کو ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ جب یہاں سے ایک دن جانا ہی ہے تو کیوں نہ اس شان سے جایا جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی محبوب ہے۔

اپنے خون سے اپنی تاریخ کیوں نہ لکھی جائے؟

اپنے سروں کو اپنے دھڑوں کا یرغمال کیوں بنایا جائے؟

جس ذات نے سر دیا اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی کیوں نہ لگائی جائے؟

اس ایک مدینے والے آقا امام المجاہدین ﷺ کی سچی غلامی اختیار کر کے سب کی غلامی

سے خود کو آزاد کیوں نہ کرایا جائے؟

ہم اس امام المجاہدین ﷺ کے غلام ہیں، جس کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت حق کے شہیدوں کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی عزیز جانیں قربان کیں، مگر حق کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے ہونے والے فرزند "ہالہ" تلواروں سے قیمہ کئے گئے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ابوجہل کی برچھی کھا کر شہید ہوئیں۔

حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کفار کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے سولی پر جان دے دی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو کھولتے تیل کی کڑاہی میں زندہ ڈال دیا گیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لئے سر عام اپنی گردن کٹائی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ننگی پیٹھ کر کے جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا گیا۔

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کے جسم کو زخموں سے چھلنی کیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کی بقاء کے لئے خنجر کے وار سے شہید کر دیئے گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جان دے دی مگر پرچم اسلام جھکنے نہیں دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالت سجدہ میں ضربیں ماری گئیں اور آپ کچھ دنوں کے بعد جام شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

حضرت امام مظلوم امام حسین اور آپ کے رفقاء کو کربلا کی تپتی ریت پر تین دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر خاک و خون میں تڑپایا گیا، ہاتھوں کو کاٹا گیا، گردنیں جسم سے جدا کی گئیں، پاکیزہ

جسموں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔ آپ کا جنازہ جیل سے اٹھا۔

علامہ کفایت علی کافی علیہ الرحمہ کو انگریزوں نے بھرے بازار میں شہید کیا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو انگریز کے خلاف پہلا جہاد کا فتویٰ دینے کے جرم میں جیل بھیج دیا گیا جہاں آپ کا وصال ہو گیا۔

دنیا کے ایک مشہور اور موجودہ دور میں ترقی یافتہ مذہب کو صرف ایک سولی پر ناز ہے مگر دیکھیے اسلام میں کتنی سولیاں، کتنے مقتل اور کتنے میدان جنگ ہیں۔

ہم عزم و یقین کے پروانے شعلوں سے محبت کرتے ہیں
اے زیست ہماری راہ سے ہٹ، ہم موت کی عزت کرتے ہیں

اسلام کی وجاہت کا نام جہاد ہے، مسلمانوں کی شان و شوکت کا نام جہاد ہے۔ کلمہ طیبہ کی حفاظت کا نام جہاد ہے، توحید و رسالت کی پاسبانی کا نام جہاد ہے، اسلامی سرحدوں کی نگہبانی کا نام جہاد ہے۔

جب تک ہمارے دلوں میں جذبہ جہاد تھا۔ مسلمانوں کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت بھی نہ کرتا تھا، مسلمانوں کا عالم میں رعب و دبدبہ تھا مگر جب سے جذبہ جہاد سرد پڑ گیا۔ ہم پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کا وقار ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کا مقام ختم ہو گیا، مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کی آزادی ختم ہو گئی اور آج ہم یہود و نصاریٰ اور اسلام دشمن قوتوں سے مرعوب ہو گئے۔

ہائے افسوس! ہمارے اکابرین تو موت سے محبت کرتے تھے! اس لئے راہ خدا میں جان قربان کرنے کے لئے ہر لحہ تیار رہتے تھے مگر ہم کو دنیا سے محبت ہو گئی، ہم کو مال سے محبت ہو گئی، ہم کو قیمتی گاڑیوں سے محبت ہو گئی۔ ہم کو بنگلوں اور پلاٹوں سے محبت ہو گئی۔ ہم کو ایئر کنڈیشن سے محبت ہو گئی، ہم کو اقتدار سے محبت ہو گئی، جب سے ہمارا یہ حال ہوا ہے۔ اس وقت سے ہم پستی کی

طرف جا رہے ہیں۔

آج کل اسلام دشمن قوتوں نے ایک شور برپا کر رکھا ہے کہ جہاد دہشت گردی ہے۔ وہ جہاد اور دہشت گردی کا فرق ہی نہیں سمجھے اور سمجھنا بھی نہیں چاہتے۔ اس لئے کہ اس وقت مذہبی لبادے میں ملبوس تنظیموں کو یہود و نصاریٰ ہی پال رہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ صلیبی جنگوں کے مذہبی نام پر عیسائیوں نے مسلمانوں کا کتنا خون بہایا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بلکہ اب بھی ان کی طرف سے ظلم و ستم اور ناانصافی کا سلسلہ جاری ہے۔ امریکا کو مسلمان اور اسلام دہشت گرد دکھائی دیتا ہے لیکن اسرائیل کے عالمی دہشت گرد اور غنڈے دکھائی نہیں دیتے۔ ایک مغربی نشریاتی ادارے کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل کی یونیورسٹی میں باقاعدہ مسلمانوں کو قتل کرنے کی تربیت دی جاتی ہے اور ہر اسرائیلی نوجوان کے لئے فوجی تربیت لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صیہونی دہشت گردوں نے جوان، بوڑھوں اور بچوں تک کو خاک و خون میں تڑپا رکھا ہے۔

امریکہ پوری دنیا میں دہشت گردی کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ آج تک کوئی یورپی ملک دہشت گردی کی صحیح تعریف نہیں کر سکا۔ یہ دہشت گردی کیا ہے؟ آج جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض نام نہاد دین فروش مسلمان کرائے کے قاتل بنے ہوئے ہیں، جن کا مائی باپ اور پشت پناہی کرنے والی طاقت عالم یہودیت ہے۔ یہ دراصل جہاد جیسے مقدس فریضے کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ قرآن مجید میں چارسو سینتالیس آیات جہاد سے متعلق ہیں۔ جہاد عبادت ہے، جہاد اسلامی تعلیم ہے، جہاد اسلامی تعلیمات کی حفاظت کا ذریعہ ہے، جہاد دنیا میں امن کی ضمانت ہے۔

اگر مغرب جہاد اور دہشت گردی میں فرق سمجھ لے تو ستر فیصد مسائل حل ہو جائیں گے۔ اب آپ کے سامنے جہاد کا لغوی و اصطلاحی معنی، مفہوم، جہاد کے شرائط، جہاد کب فرض ہوتا ہے اور کب فرض کفایہ ہوتا ہے۔ پیش کیا جائے گا۔

چھٹا باب

(پہلی فصل)

☆ جہاد کا حکم

☆ جہاد کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

☆ جہاد کا شرعی معنیٰ اور مفہوم

☆ جہاد کے شرائط

☆ جہاد کب فرض عین ہوتا ہے

☆ جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورت

جہاد کا حکم

☆ جہاد کا حکم مدینہ منورہ میں سن دو ہجری (2ھ) میں نازل ہوا۔ (حدائق الانوار فی سیرۃ النبی المختار ص 262)

☆ جہاد کے متعلق سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی، وہ سورۂ حج کی انتالیسویں آیت ہے۔

ترجمہ= ان لوگوں کو حکم دیا گیا جہاد کا جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا، اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاد کی یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اگر جہاد نہ ہو تو زمین پر فساد برپا ہو جائے اور عبادت گاہوں کو ڈھا دیا جائے یعنی اگر جہاد کی وجہ سے ظالم اور سرکش لوگوں کو ختم نہ کیا جائے تو پھر یہ زمین فتنہ اور فساد کی لپیٹ میں آ جائے گی اور سرکش کافر مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو گرا دیں گے اور مسلمانوں کو ختم کر دیں گے، مگر جہاد کے ذریعہ سے تمام فتنے ختم ہو جاتے ہیں اور زمین پر امن وسکون اور عدل وانصاف عام ہو جاتا ہے اور اللہ کا دین اور اس کا نظام بلند اور غالب رہتا ہے۔ (بقرہ 251: حج 40)

☆ حضور ﷺ سے پہلے کئی انبیاء کرام علیہم السلام نے جہاد فرمایا۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مل کر اس زمانے کے اہل اللہ نے بھی بھرپور طریقہ سے جہاد میں حصہ لیا۔

جہاد کے بارے میں قرآن وسنت سے جو حکم اور اس کی تفصیلات معلوم ہوتی ہے۔ انہیں ہم درج ذیل نکات میں بیان کرتے ہیں جس سے یہ تفصیلات آسانی کے ساتھ ذہن نشین بھی ہو جائیں گی اور حکم کی تفصیلات بھی واضح ہو جائیں گی۔

1۔ جہاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

2۔ جہاد اسلامی فرائض میں سے اہم فرض ہے۔

3۔ جہاد ایمان کے بعد افضل عمل ہے۔

4۔ جہاد کا منکر کافر ہے۔

5۔ جہاد سے عناد اور بغض رکھنے والا گمراہ ہے۔

6۔ جہاد کو شرعی عذر کے بغیر چھوڑنے والا فاسق ہے۔

7۔ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

8۔ جہاد کو کوئی ظالم یا عادل حکمران ختم نہیں کرسکتا۔

9۔ جہاد کی فرضیت قرآن کریم، سنت رسول، اجماع اُمت اور قیاس شرعی (چاروں شرعی دلائل) سے ثابت ہے۔

10۔ جہاد کا جاری رہنا نبی پاک ﷺ کا معجزہ اور آپ کی نبوت ورسالت کے دلائل میں سے ایک اہم دلیل ہے۔

جہاد کا لغوی واصطلاحی معنی

☆ جہاد کا لغوی معنی کوشش کرنا ہے۔ جہاد باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ جاھد یجاھد مجاھدۃ وجھادا فھو مجاھد کہا جاتا ہے۔ "جاہد الرجل" آدمی نے کوشش کی اور طاقت استعمال کی۔ (بحوالہ: حی علی الجہاد المعروف بہ تحفۃ المجاہدین ص 4)

☆ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی علیہ الرحمہ (متوفی 1206ھ) نے فرمایا کہ جہاد کا معنی طاقت، وسعت اور کسی کام میں مبالغہ کرنا ہے اور جہد کے معنی مشقت کے ہے (بحوالہ: تاج العروس شرح قاموس جلد 2، ص 330)

جہاد کا شرعی معنی اور مفہوم

☆ حضرت علامہ بدرالدین محمد محمود بن احمد العینی حنفی علیہ الرحمہ (متوفی 855ھ) نے فرمایا جہاد شرعاً یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے) کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور جہاد فی سبیل اللہ کا معنی ہے۔ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لئے نفس کو تھکانا اور اتباع شہوات اور میلان لذات میں نفس کی مخالفت کرنا (بحوالہ: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد 14)

☆ شارح مشکوٰۃ حضرت امام ملاعلی قاری علیہ الرحمہ جہاد کا شرعی معنی بیان فرماتے ہیں' ھو بذل المجھود فی قتال الکفار مباشرۃ او معاونۃ بالمال اور بالرأی او بتکثیر السواد او غیر ذلک "(بحوالہ: مرقات شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ= جہاد کفار کے ساتھ لڑائی میں شریک ہونے یا مال کے تعاون یا مشورہ دینے یا مسلمانوں کی نفری زیادہ کرنے یا اس کے علاوہ دیگر تعاون کو کہتے ہیں۔

☆ علامہ ابن الہمام جہاد کی تعریف یوں کرتے ہیں۔" ھو دعوۃ الکفار الی الدین الحق وقاتلھم ان لم یقبلوا "(بحوالہ: مرقات)

ترجمہ: کفار کو دین حق کی دعوت دینا اور نہ ماننے کی صورت میں ان سے لڑنا جہاد کہلاتا ہے۔

☆ بعض علماء جہاد کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔

ان الجھاد لا یسمی جھاداً حقیقتاً الا اذا قصد بہ وجہ اللہ وارید بہ اعلاء کلمۃ اللہ ورفع رایۃ الحق و مطاردۃ الباطل و بذل النفس فی مرضات اللہ فاذا ارید بہ شئ دون ذلک من حظوظ الدنیا فانہ لایسمی جھاد فی الحقیقۃ (ہدایۃ المجاہدین ص36)"

ترجمہ= جہاد اس وقت تک حقیقی جہاد نہیں کہلاتا، جب تک جہاد کے ذریعہ رضاء خداوندی اور کلمۃ اللہ (اسلام) کی سربلندی، پرچم حق کی کشائی، باطل کی سرکوبی اور رضائے الٰہی میں نفس کا استعمال مقصود نہ ہو، اگر ان مذکورہ مقاصد کے علاوہ کوئی اور خیال یا دنیاوی اغراض کو مقصود بنایا گیا تو پھر یہ حقیقت میں جہاد نہیں۔

جہاد کی شرائط

پہلی شرط ''ایمان''

ہر عمل خصوصاً جہاد کے لئے مجاہد کا مومن ہونا شرط ہے۔

حدیث شریف= حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام لاؤں یا جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اسلام لا پھر جہاد کر۔ اس نے اسلام قبول کر کے جہاد کیا تو شہید ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کم کیا اور ثواب زیادہ پایا (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں۔

دوسری شرط ''امیر کا تقرر''

مجاہدین اسلام کے لئے ایک امیر ہونا شرط ہے جس کی امارات اور ماتحتی میں فریضہ جہاد ادا کیا جائے، یہ جہادی مہم بغیر امیر کے کارگر ثابت نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک امام ڈھال ہے جس کی امارت میں لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔

تیسری شرط ''طاقت و اسلحہ''

مجاہدین اسلام کے لئے جہاد کی دیگر شرائط کی طرح یہ شرط بھی اہم ہے کہ جس قوم سے لڑنا

ہے اس کے مقابلے کے لئے اپنی تیاری پوری کر چکے ہوں۔ یہ نہ ہو کہ کفار اسلحہ سے لیس ہو اور مجاہد تہی دست (خالی ہاتھ) میدان میں کود جائے۔ بلکہ اس کے لئے اپنی طاقت کے مطابق تیاری کرنا فرض ہے اور یہی تعلیم منجانب اللہ مجاہدین اسلام کے لئے قرآن نے بیان فرمائی ہے۔

ترجمہ= کفار سے لڑنے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق قوت اور گھوڑوں وغیرہ کی تیاری کرلو (سورہ توبہ)

جہاد کب فرض عین ہوتا ہے

☆ جب کافر مسلمانوں پر حملہ کردیں یا مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیں یا مسلمانوں کی اور کافروں کی صفیں میدان جہاد میں آمنے سامنے آجائیں یا مسلمانوں کا خلیفہ لوگوں کو جہاد کے لئے بلائے تو ان تمام صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ (ردالمحتار جلد 4، ص 127، المغنی جلد 10، ص 361)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جب کافر قوم اپنے لشکر کو مسلمانوں کے ملک میں لاکر حملہ کردے یا مسلمانوں کو قیدی بنائے تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی اسلامی ملک کے بعض حصہ پر کافر قبضہ کرلے تو اسلامی ملک کے باشندگان پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے تاکہ وہ اپنے مقبوضہ علاقے کا دفاع کریں پھر اگر اس ملک کے لوگ اپنے ملک کا دفاع کرنے سے عاجز ہو جائیں تو پھر اس ملک سے قریب جو اسلامی ملک ہے، اس پر دفاع کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بھی طاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر تمام دنیا کے مسلمانوں پر اس اسلامی ملک کا دفاع کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔

جہاد کا فرض کفایہ ہونے کی صورت

اسلامی ملک پر جب کفار کی طرف سے یلغار ہو جائے اور وہی اسلامی ملک اس کا دفاع کرسکتا ہو تو دیگر اسلامی ممالک پر جہاد فرض کفایہ ہے یا دوسرے ممالک سے بعض مجاہدین اسلامی

حکومت کے شانہ بشانہ دفاع کرنے کے لئے کھڑے ہو کر جہاد کریں تو دیگر لوگ اس گناہ سے بچ جاتے ہیں اور اگر اسلامی ملک کو تعاون کی ضرورت ہو اور کوئی بھی مسلمان اس کے ساتھ تعاون نہ کرے تو تمام مسلمان گناہ میں شریک ہو جائیں گے۔ (بحوالہ: حی علی الجاہد المعروف بہ تحفۃ المجاہدین، ص43)

دوسری فصل

قرآن مجید فرقان حمید
اور
جہاد کا حکم

اُن سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو

القرآن: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

ترجمہ= اور قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (سورۃ البقرۃ آیت 190، پارہ 2)

ذوالقعدہ ۶ ھ میں حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا، حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کا مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا جو ''صلح حدیبیہ'' کہلاتا ہے اور اسی مقام پر موت اور جہاد پر بیعت بھی ہوئی جو ''بیعت رضوان'' کہلاتی ہے۔ اس معاہدہ کے تحت یہ بھی طے پایا کہ آپ ﷺ آئندہ اسی مہینہ میں مکہ مکرمہ تشریف لا کر عمرہ ادا کریں گے اور یہ بھی طے پایا کہ دس سال تک مسلمانوں کی مشرکین مکہ کے ساتھ جنگ بندی رہے گی۔ ذوالقعدہ ۷ ھ میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عمرہ کے لئے جانے لگے تو اندیشہ تھا کہ مشرکین بدعہدی کر کے حملہ نہ کردیں مسلمان چونکہ احرام کی حالت میں تھے اور وہ حدودِ حرم میں جا رہے تھے اور مہینہ بھی ذوالقعدہ کا تھا اور جنگ بندی کا معاہدہ بھی موجود تھا تو کیا مشرکین کے حملے کی صورت میں ان سے لڑنا جائز ہوگا؟ اس آیت میں فرمایا گیا کہ اگر وہ لوگ خود عہد شکنی کریں اور تم سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں تو لڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تم بھی ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرو اور دل میں کوئی خدشہ نہ لاؤ (قرطبی، ابن کثیر، بیان القرآن، روح المعانی وغیرہ)

ربیع بیان کرتے ہیں کہ یہ پہلی آیت ہے جو مدینہ میں قتال کے متعلق نازل ہوئی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ صرف ان کے خلاف جہاد کرتے جو آپ ﷺ پر حملہ آور

ہوتے اور جو آپ پر حملہ آور نہ ہوتے، آپ بھی ان سے جنگ نہ کرتے، حتیٰ کہ سورۂ توبہ نازل ہوگئی۔

ابن زید نے کہا: سورۂ بقرہ کی اس آیت کو سورۂ توبہ کی حسب ذیل آیت سے منسوخ کردیا۔

ترجمہ= پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ، انہیں قتل کردو اور انہیں پکڑ دو اور ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھو (سورۂ توبہ آیت 5)

ان علماء کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: حد سے تجاوز نہ کرو، اس کا معنی یہ ہے کہ جو تم سے نہ لڑیں ان سے نہ لڑو، اور سورہ توبہ کے نازل ہونے کے بعد یہ پابندی منسوخ ہوگئی، اس کے برعکس دوسرے علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں ہوئی اور حد سے تجاوز کرنے سے جو منع فرمایا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔

قتال اور جہاد میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں وغیرہ کو قتل کرنے کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حد سے تجاوز نہ کرو، کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور نہ اس کو قتل کرو جو ہتھیار ڈال دے۔ اگر تم نے ان کو قتل کیا تو تم حد سے تجاوز کرنے والے ہوگے (جامع البیان، جلد 2، ص 110-111 مطبوعہ دارالمعرفتہ، بیروت)

حدیث شریف= حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خصوصیت کے ساتھ خوف خدا کی وصیت کرتے اور فرماتے: بسم اللہ پڑھ کر جہاد کرو اور جو اللہ کا کفر کرے، اس سے قتال کرو اور خیانت نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا اور

مثلہ نہ کرنا (کسی کے اعضاء نہ کاٹنا) اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا (صحیح مسلم جلد 2، ص 82، مطبوعہ نور محمد کراچی)

حدیث شریف = حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا (صحیح مسلم، جلد 2، ص 84، مطبوعہ نور محمد کراچی)

ہجرت سے پہلے قتال کی ممانعت

اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت سے پہلے کفار سے قتال کرنا ممنوع تھا، اس پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

القرآن: اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○

ترجمہ: برائی کو اچھائی سے دفع کیجئے۔ آپ کے متعلق جو یہ باتیں بناتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔

القرآن: فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ (سورۂ مائدہ آیت 13)

ترجمہ: آپ ان مشرکین کو معاف کردیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔

القرآن: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا (سورۂ مزمل آیت 11-10)

ترجمہ: اور کافر جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ان کو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیجئے اور جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیجئے

القرآن: فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

(سورۂ نحل آیت 82)

ترجمہ: سواگر یہ اعراض کریں تو آپ کا کام تو صرف صاف صاف احکام پہنچا دینا ہے۔

القرآن: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ

(سورۃ الغاشیہ آیت 22-21)

ترجمہ: سو آپ نصیحت کیجئے، آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان کو جبر سے منوانے والے نہیں۔

القرآن: وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ (سورۂ ق آیت 45)

ترجمہ: اور آپ ان کو جبر سے منوانے والے نہیں ہیں۔

ان آیات میں کفار کی ایذا رسانیوں پر رسول اللہ ﷺ کو صبر کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ پہلی آیت جس میں ان کے حملوں کے جواب میں حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ سورۂ بقرہ کی زیر بحث آیت ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے۔ علامہ قرطبی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سب سے پہلے جس آیت میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے، وہ یہ آیت ہے۔

القرآن: أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا

(سورۂ حج آیت 39)

ترجمہ: پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں اس بناء پر کہ ان پر ظلم ہوا۔
جن (مسلمانوں) سے ناحق قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

حرم میں ابتداً قتال کرنے کی ممانعت کا منسوخ ہونا اور کفار سے مدافعانہ جنگ کا جائز ہونا

القرآن: وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ: اور کافروں کو قتل کرو، جہاں انہیں پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا اور (کفر کا) فساد قتل سے زیادہ سخت ہے اور نہ قتال کرو ان سے مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کریں۔ پھر اگر وہ تم سے (وہاں) قتال کریں تو انہیں قتل کرو ایسی ہی سزا ہے کافروں کی (سورۃ البقرہ آیت 191 پارہ 2)

خلاصہ آیت

اور جب تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان جنگ اپنے پنجے گاڑ دے تو پھر تم ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو، خواہ سرزمین حرم ہو اور ان کو مکہ سے نکال باہر کرو، جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ یہ ایمان نہیں لاتے اور الٹا تم کو کفر کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں، حالانکہ شرک اور ارتداد کا

فساد قتل اور خون ریزی کے فساد سے زیادہ بڑا ہے۔ نیز یہ تم کو سرزمین حرم میں قتال کرنے پر ملامت کرتے ہیں، حالانکہ شرک اور کفر کا فساد حرم میں قتال کرنے سے زیادہ بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اور مسجد حرام کے پاس ان سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک یہ تم سے وہاں جنگ نہ کریں۔

اس آیت کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے مشرکین سے حرم میں ابتداً جنگ کرنے کی اجازت تھی، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ امام ابن جریر طبری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ جب تک مشرکین مسجد حرام کے پاس جنگ نہ کریں، ان سے جنگ نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو اس آیت سے منسوخ کر دیا۔

القرآن: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (سورہ توبہ آیت 5)

ترجمہ: پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ، انہیں قتل کر دو۔

مجاہد اور طاؤس نے یہ کہا کہ یہ آیت محکم ہے اور مکہ مکرمہ میں ابتداً کسی سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے ہاں! اگر کافر اور مشرک مسلمانوں پر حرم میں حملہ کریں تو ان کے خلاف مدافعانہ جنگ کرنا جائز ہے (جامع البیان، جلد 2، ص 112، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت)

اور یہی صحیح قول ہے، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، امام بخاری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا۔ اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا، سو جو

شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے اور نہ اس کے کسی درخت کو کاٹے، اگر کوئی شخص مکہ میں قتال کے جواز پر میرے قتال سے استدلال کرے تو اس سے کہو: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور میرے لئے دن کی ایک ساعت میں اجازت دی گئی تھی، پھر آج اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح اس کی کل حرمت تھی اور جو شخص (یہاں) حاضر ہے، وہ غائب کو (یہ حدیث) پہنچا دے (صحیح بخاری جلد اول، ص 21، مطبوعہ نور محمد کراچی)

علامہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

نبی پاک ﷺ 6 ہجری میں اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لئے گئے، جب آپ حدیبیہ کے قریب پہنچے تو مشرکین نے آپ کو مکہ مکرمہ جانے سے منع کر دیا، آپ ایک ماہ تک حدیبیہ میں ٹھہرے اور مشرکین سے اس بات پر صلح ہوئی کہ آپ اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے آئیں اور اگلے سال تین دن آپ مکہ مکرمہ میں ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر صلح ہوئی کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان دس سال تک جنگ نہیں ہوگی، پھر آپ مدینہ لوٹ گئے اور جب آپ اگلے سال 7 ہجری میں اس عمرہ کو ادا کرنے کے لئے آئے تو مسلمانوں کو کفار کی عہد شکنی کا خطرہ ہوا اور وہ حرمت والے مہینے میں حرم میں جنگ کرنے کو برا جانتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر تم سے حرم میں جنگ کریں تو تمہارے لئے بھی حرم میں جنگ کرنا جائز ہے (الجامع الاحکام القرآن، جلد 2، ص 347، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران)

حرمت والے مہینوں میں جہاد کا کیا حکم ہے؟

القرآن: اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے (میں ہے) اور ادب کی سب چیزوں میں بدلہ ہے تو جو تم پر زیادتی کرے تم (بھی) اس کی زیادتی کا بدلہ لو، اتنی زیادتی کے ساتھ جتنی اس نے تم پر کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے (سورۃ البقرۃ آیت 194، پارہ 2)

حرمت والے مہینوں کا بیان

حدیث شریف: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ زمانہ گھوم کر پھر اپنی اس حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے کے وقت بنایا تھا، سال کے بارہ مہینے ہیں، تین مہینے پے در پے حرمت والے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب (صحیح بخاری، جلد اول، ص 454، مطبوعہ نور محمد کراچی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ لوگ دور دراز سے حج کے

لئے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم میں آنے جانے کا سفر کرتے تھے اور رجب کے مہینہ میں عمرہ کیلئے سفر کرتے تھے، اس لئے ان مہینوں کو حرمت والے مہینے کہا جاتا تھا اور ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے عرب ان مہینوں میں باہمی لڑائیوں کو موقوف کر دیتے تھے، بعض دفعہ جب ان کے نزدیک لڑائی ناگزیر ہوتی تو محرم کو ایک مہینہ موخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور محرم میں لڑائی کر لیتے اور وہ یونہی محرم کو موخر کرتے رہے حتی کہ جب نبی پاک ﷺ نے حجۃ الوداع کیا تو محرم گھوم کر اپنی اصلی حالت اور اصل مہینہ میں آ چکا تھا، اسلام نے مہینوں کو موخر کرنا حرام کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے۔

القرآن: اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ (سورۂ توبہ آیت 37)

ترجمہ: مہینوں کو موخر کرنا صرف کفر میں زیادتی ہے۔

پہلے ان مہینوں میں جہاد کرنا ممنوع تھا لیکن حسب ذیل آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ حرمت منسوخ ہو گئی۔

القرآن: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً (سورۂ توبہ آیت 36)

ترجمہ: اور تم تمام مشرکین سے جنگ کرو۔

بعض علماء کے نزدیک ان مہینوں میں ابتداً قتال کرنا منسوخ نہیں ہوا اور بدستور حرام ہے، البتہ مدافعانہ جنگ کرنا جائز ہے، لیکن صحیح رائے جمہور کی ہے۔

ان آیات کا شان نزول بھی وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ 7ھ ہجری میں جب رسول پاک ﷺ عمرہ کے لئے پہنچے تو مسلمانوں کو خدشہ ہوا کہ کہیں کفار عہد شکنی نہ کریں اور وہ حرم میں اور حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنے کو بہت برا جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس مہینہ اور اس جگہ کی حرمت سب کے لئے یکساں ہے، اگر وہ اس مہینہ اور اس جگہ میں جنگ چھیڑتے ہیں تو تم بھی مدافعانہ جنگ کرو اور انہوں نے تم کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے، ان سے اتنا ہی بدلہ لو،

ان کا زیادتی کرنا ظلم اور مسلمانوں کا بدلہ لینا عدل ہے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کے فعل کو "اعتداء" زیادتی فرمایا کیونکہ صورتاً دونوں فعل ایک جیسے ہیں۔

جہاد نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے

القرآن: وَاَنفِقُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَلَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم اِلَی التَّھلُکَۃِ وَاَحسِنُوا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُحسِنِینَ

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور (اپنے ہاتھوں) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرتے رہو۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (سورۃ البقرۃ آیت 195، پارہ 2)

اس آیت کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں، امام ابن جریر طبری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی آدمی کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جانا ہلاکت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کسی شخص کا گناہ کرنا اور پھر اس کی مغفرت سے مایوس ہو کر توبہ نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مسلمانوں کا اپنے اہل و عیال اور مال اور متاع کی دیکھ بھال میں مشغول رہنا اور اس شغل میں افراط کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے (جامع البیان، جلد 2، ص 119، مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت)

یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ معتمد اور محقق قول یہ ہے کہ جہاد کو ترک کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، آج اُمت مسلمہ جو ہر طرف سے دبی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدیوں سے جہاد کو ترک کر چکی ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے صدیوں ہندوستان پر حکومت کی لیکن غیر مسلم ریاستوں سے جہاد نہ کیا، نہ ان کو تبلیغ اسلام کی، اگر مسلمان اس فریضہ کو

ترک نہ کرتے تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

جہاد کی فرضیت اور اس سے منہ موڑنے والوں کے لئے سخت وعیدوں کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

القرآن: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(سورۂ بقرہ، آیت 216)

ترجمہ: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر دشوار ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم پر کوئی چیز شاق گزرے اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہارے نزدیک اچھی ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ ہی کو علم ہے اور تمہیں علم نہیں ہے۔

☆ جہاد کا لغوی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں اپنی پوری وسعت اور طاقت کو خرچ کرنا اور جہاد کا شرعی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ، اسلام کی تبلیغ کے لئے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر ان کو جزیہ ادا کرنے کے لئے کہنا اور اگر وہ اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو

اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لئے جہاد کرنا فرض عین ہے اور اگر اس شہر میں مسلمان اپنا دفاع نہ کر سکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جائے گا۔ علی ہذا القیاس اگر ایک اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھے تو اس کے قریب کے ملک پر جہاد کرنا فرض عین ہوگا۔

علامہ کاسانی حنفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: اگر جہاد کے لئے روانہ ہونے کا مسلمانوں کو عام حکم دیا جائے تو جہاد فرض عین ہے اور اگر عام حکم نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہوتی ہے (بدائع الصنائع جلد 7، ص 98، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی)

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ میں توحید کا حکم دیا اور نماز پڑھنے کا، زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے سے منع کیا اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو باقی فرائض نازل ہوئے اور مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی، تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر قتال (جہاد) فرض کر دیا گیا ہے، اور قتال سے ممانعت کے بعد تم کو قتال کی اجازت دے دی گئی ہے اور اگرچہ یہ طبعاً تم پر گراں اور بھاری ہے لیکن انجام کار تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ کافروں کو مغلوب کر کے تم ایک اسلامی ریاست قائم کر سکو گے اور آزادی کے ساتھ باعزت طریقہ سے زندگی گزار سکو گے اور اسلام کے تمام احکام پر بے خوف و خطر عمل کر سکو گے اور جنگ کے ذریعہ تم کو دشمنوں کا مال غنیمت حاصل ہوگا، اس سے تم پر خوشحالی آئے گی، اور اگر تم راہ حق میں شہید ہو گئے تو تمہارے لئے بے پناہ اجر ہے اور اگر تم کافروں سے جہاد نہیں کرو گے تو وقتی طور پر تمہیں آرام ملے گا لیکن آخر کار کفار تمہارے ملک پر قبضہ کر کے تمہیں آزادی سے محروم کر دیں گے۔ تمہیں اپنا غلام بنالیں گے اور پھر تم کو ذلت اور خواری کی زندگی گزارنی ہوگی۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورۂ بقرہ، آیت 244)

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اور یقین رکھو کہ اللہ بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے۔

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ

(سورۂ توبہ آیت 5)

ترجمہ: مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو، ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

چوتھے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ

(سورۂ توبہ آیت 29)

ترجمہ: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر اور نہ وہ اللہ

اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتی کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں۔

پانچویں مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ (سورۂ حج، آیت 40)

ترجمہ: اور اگر اللہ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دور کرتا نہ رہتا تو راہبوں کی خانقاہیں اور کلیسائیں اور یہودیوں کے معبد اور جن مسجدوں میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے، ان سب کو ضرور منہدم کر دیا جاتا اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے، بے شک اللہ ضرور قوت والا بہت غلبہ والا ہے۔

☆ اس آیت میں جو فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں سے دور فرماتا رہتا ہے، اس کے حسب ذیل محامل ہیں۔

1۔ اس سے مراد ہے مسلمانوں کو کفار کے خلاف جہاد کی اجازت دینا گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشرکین کے خلاف جہاد کی اجازت دے کر ان سے کفار اور مشرکین کو دور فرماتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ یہ اجازت نہ دیتا تو مشرکین مسلمانوں کی عبادت گاہوں پر قبضہ کر لیتے اور اسی وجہ سے راہبوں کی خانقاہوں، کلیساؤں اور یہودیوں کے معبد کا بھی ذکر فرمایا ہر چند کہ یہ غیر اہل اسلام کی عبادت گاہیں ہیں۔

2۔ جو مسلمان عذر کی وجہ سے جہاد نہیں کر سکتے، ان سے جہاد کی مشقت کو جہاد کرنے والے مسلمانوں کے سبب سے دور فرما دیتا ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی وجہ سے برے لوگوں سے عذاب دور فرما دیتا ہے۔ سو نمازیوں کی برکت سے بے نمازوں کے عذاب کو دور فرما دیتا ہے اور صدقہ کرنے والوں کی وجہ سے ان سے عذاب کو دور کر دیتا ہے جو صدقہ نہیں کرتے اور حج کرنے والوں کی وجہ سے ان سے عذاب کو دور کر دیتا ہے جو حج نہیں کرتے۔

جہاد سے روکنا بہت بڑا گناہ ہے

القرآن: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۚ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ترجمہ: لوگ آپ سے ماہ حرام میں قتال کے متعلق (حکم) پوچھتے ہیں فرمادیجئے اس میں قتال بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ اور مسجد حرام سے کفر کرنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے اور (ان کے کفر کا) فساد قتل سے زیادہ سخت ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے لوٹا دیں گے۔ اگر قوت پائیں اور تم میں سے جو مرتد ہو جائے، اپنے دین سے پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مر جائے تو ان لوگوں کو (اچھے) عمل ضائع ہو گئے دنیا و آخرت میں اور وہ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۃ البقرۃ آیت 217، پارہ 2)

شان نزول

نبی پاک ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت
روانہ فرمائی تھی جس نے مشرکین سے جہاد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ لڑائی کا دن جمادی الاخریٰ
آخری دن ہے مگر حقیقت میں چاند 29 تاریخ کو ہو گیا تھا اور رجب کی پہلی تاریخ شروع ہو گ
تھی۔ اس پر کفار نے مسلمانوں کو شرم دلائی کہ تم نے ماہ حرام میں جنگ کی۔ حضور ﷺ سے ا
کے متعلق سوال ہونے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی)

کہ ماہ حرام میں لڑائی کرنا اگرچہ بہت بڑی بات ہے لیکن مشرکوں کا شرک، مسلمانوں ک
ایذائیں دینا، نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکنا، دوران نم
طرح طرح کی ایذائیں یہ ماہ حرام میں لڑائی سے بہت بڑھ کر ہے۔ لہذا پہلے اپنے گریبان می
جھانک کر اپنے کرتوت دیکھ لو پھر مسلمانوں پر اعتراض کرنا۔ تمہارے یہ افعال مسلمانوں کے فعل
سے زیادہ شدید ہیں کیونکہ کفر و ظلم تو کسی حالت میں جائز نہیں ہوتے جبکہ لڑائی تو بعض صورتوں می
جائز ہو ہی جاتی ہے نیز مسلمانوں نے جو ماہ حرام میں لڑائی کی تو وہ ان کی غلط فہمی کی وجہ سے تھی ک
چاند کی تاریخ ان پر مشکوک ہو گئی لیکن کفار کا کفر اور مسلمانوں کو ایذائیں تو کوئی قابل شک فعل
نہیں۔ یہ تو واضح طور پر ظلم و سرکشی تھی۔ یاد رہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ممانعت کا حک
سورۂ توبہ آیت نمبر 5 سے منسوخ ہے۔

راہِ خدا میں ہجرت اور جہاد کرنے والوں کا درجہ

القرآن: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (سورۃ البقرۃ آیت 218، پارہ 2)

☆ اس آیت میں ایمان، ہجرت اور جہاد تین بڑے اعمال کا ذکر ہے اور یہ تینوں اعمال بجالانے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور جنتوں کی بشارت دیتا ہے۔ ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے، بے شک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے (سورۂ توبہ، آیت 20 تا 22)

جہاد نے دشمنانِ اسلام کی کمر توڑ دی

القرآن: لَن یَّضُرُّوۡکُمۡ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَ اِن یُّقَاتِلُوۡکُمۡ یُوَلُّوۡکُمُ الۡاَدۡبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ

ترجمہ: وہ تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے بجز زبانی تکلیف دینے کے اور اگر وہ تم سے لڑیں (تو) تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

(سورۂ آل عمران آیت 111 پارہ 4)

قال مقاتل ان رؤوس اليهود، كعب وعدى والنعمان وابو رافع وابو ياسر وكنانة وابن صوريا عمدوا الى مؤمنيهم عبد الله بن سلام واصحابه فاذوهم لاسلامهم فانزل الله تعالىٰ لن يضروكم الاية

یعنی حضرت امام مقاتل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے سرداروں نے اپنے ان لوگوں کو ستانا اور تنگ کرنا شروع کر دیا جنہوں نے یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ تمہیں زبانی تکلیف سے بڑھ کر اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے (القرطبی)

ایذاء ستانے سے مراد تھوڑا بہت تنگ کرنا ہے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: یعنی الضرر الیسیر یعنی تھوڑا سا ایذا پہنچا سکتے ہیں۔ قرطبی میں ہے باللسان یعنی زبانی تکلیف پہنچا سکتے ہیں جبکہ بعض مفسرین نے لکھا ہے بقول من طعن فی الدین او تهديد او نحو ذلك (کشاف) یعنی دین پر اعتراضات کر کے یا دھمکیاں دے کر تمہیں ستا سکتے ہیں۔

مدینہ کے یہودیوں کی ذلت اور خواری کا بیان

''اذی'' کا معنی دکھ اور تکلیف کے ہے، اس آیت میں نبی پاک ﷺ کے زمانہ کے یہودیوں کا ذکر ہے۔ نبی پاک ﷺ نے ابتداً ان کے مختلف قبائل سے جو معاہدے کیے تھے، وہ ان کی عہد شکنیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ختم کر دیے گئے اور بعد میں یہ اپنی ریشہ دوانیوں اور جرائم کی سزا میں قتل کر دیے گئے یا جلا وطن کر دیے گئے اور دوسرے قبائل سے جو انہوں نے معاہدے کر رکھے تھے۔ وہ قبائل بھی آہستہ آہستہ اسلام کے زیر اثر آ گئے۔ سو وہ معاہدے بھی عملاً بے اثر ہو کر رہ گئے اور جس درخت کی تمام جڑیں کٹ چکی ہوں، وہ محض تنے کے سہارے کب تک کھڑا رہ سکتا ہے، اس آیت میں مدینہ کے یہودیوں کی اس حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، کہ اب ان کی جڑ کٹ چکی ہے اور ان کے اندر اتنی قوت نہیں رہی کہ وہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکیں۔ مسلمانوں کو طعن و تشنیع کریں ان کے خلاف افتراء پردازی اور تہمت تراشی کریں یا کلمات کفریہ کہیں مثلاً یہ کہ عزیر ابن اللہ ہیں، یا تورات کی عبارات میں تحریف کریں یا کمزور مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات ڈالیں، اس سے زیادہ مسلمانوں کو کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچانے کی سکت اب ان میں نہیں رہی اور بالفرض یہ اگر کسی مقابلہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے تو پیٹھ دکھائیں گے اور ایسے ذلیل و خوار ہوں گے کہ کسی کی طرف سے بھی ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

غزوۂ احد اور لڑائی کے مورچوں کا بیان

القرآن: وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: اور جب صبح کے وقت آپ اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے مسلمانوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر ٹھہراتے ہوئے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے (سورۂ آل عمران، آیت 121، پارہ 4)

اس آیت میں غزوہ کا ذکر ہے اس لئے ہم پہلے غزوۂ احد کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں تا کہ اس کا پس منظر اور پیش منظر معلوم ہو جائے اور اس کی تفسیر پر قارئین کو بصیرت حاصل ہو۔

غزوۂ احد 3ھ

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (جو ابھی کے میں رہتے اور بستے تھے) نے امام المجاہدین ﷺ کو ایک خط لکھا۔ اس میں کفار کی تیاریٔ جنگ کا حال تفصیل سے تحریر کیا کہ سفر او شعراء کے ذریعے سب جگہ انتقام کی آگ لگا دی گئی ہے اور تین ہزار جنگجو لے کر ابوسفیان مدینے آ رہا ہے۔ ان کے ساتھ عورتیں بھی دف پر گانے والی ہیں جو لشکریوں کو جوش دلا دلا کر لڑنے پر ابھاریں گی۔

بنی غفار میں سے ایک شخص یہ خط لائے اور مسجد قباء میں امام المجاہدین ﷺ کو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنایا

غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مبارک رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہتے ہوئے مدینہ منورہ کا دفاع کیا جائے۔ لیکن پر جوش نوجوان صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اصرار کیا کہ

ہمیں باہر میدان میں نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ان کے سامنے بدر کی تاریخی فتح کا نقشہ تھا۔جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا غلبہ تھا۔رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے آپ کو مسلح کرلیا، یعنی زرہ پوش ہو گئے۔ سر مبارک پر عمامہ پہن لیا اور تلوار اور تیر کمان سے لیس ہو کر سلب نامی گھوڑے پر سوار ہوئے تو ان صحابہ کرام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور عرض کیا۔یا رسول اللہ ﷺ جیسے آپ کی مرضی ہو کیجئے، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کا نبی جب جہاد کے لئے تیار ہو کر اسلحہ بند ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسلحہ نہیں اتارتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیجئے اور جب آپ (کسی بات کا) عزم کرلیں تو اللہ پر توکل کریں، بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔آل عمران 159)

اس واقعہ سے امت کو دو سبق ملتے ہیں۔ایک یہ کہ حامل وحی کے سامنے اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے اور دوسرا یہ کہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے تمام پہلوؤں پر غور کرو، لیکن جب ایک بار فیصلہ ہو جائے تو پھر اللہ پر توکل کر کے اس پر ثابت قدم رہو، ارادے میں تزلزل اور بے یقینی سے ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔

راستے میں سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ واپس چلا گیا۔

اس موقع پر بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ یہود کے کئی قبائل جو ہمارے حلیف ہیں، ان سے مدد طلب کی جائے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے، انہیں تو وہی چیز پسند ہے۔جس سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ان کی دشمنی تو ان کی باتوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو (نفرت) انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی ہے۔وہ اس سے بھی بہت زیادہ ہے (آل عمران 119)"اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مشکل مرحلہ میں مشتبہ اور مشکوک لوگوں کو نہ تو ہم راز بنانا چاہئے اور نہ ہی ان پر بھروسہ کرنا چاہئے۔مسلمانوں کا اصل سرمایہ ہمیشہ مخلصین کی

جماعت ہے۔

جب احد کے مقام پر لشکر صف آرا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک وادی میں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا اور ان کو ہدایت جاری کرتے ہوئے فرمایا، تم لوگ ہمارے لشکر کی عقبی جانب کی حفاظت کرنا اور کسی بھی صورت میں اپنے مورچے کو خالی نہ کرنا، یہاں تک کہ اگر (خدانخواستہ) تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جارہا ہے۔تو ہماری مدد کے لئے بھی اپنے مورچے کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم فتح یاب ہو گئے ہیں اور مال غنیمت جمع کررہے ہیں تو پھر بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ یعنی ہر صورت میں ہماری عقبی جانب کی حفاظت کرنا۔مجاہد دستوں کی اس خاص مقام پر تعیناتی اور فتح ہو یا شکست۔ ہر صورت میں اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑنے کی تاکید وہدایت، رسول اللہ ﷺ کی حربی مہارت کا واضح ثبوت تھا۔

ابتداء میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مجاہدین مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ اس منظر کو دیکھ کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں متعین مجاہدین کے دستے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ فتح مل گئی ہے، مال غنیمت سمیٹا جارہا ہے، اب یہاں مورچہ بند رہنے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ دس تیر اندازوں کے سوا باقی سب تیر انداز مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے کے لئے کفار کی صفوں میں گھس گئے۔

جب خالد بن ولید نے جو اس وقت تک لشکر کفار میں تھے۔ دیکھا کہ صیفین کی پہاڑی تیر اندازوں سے تقریبا خالی ہو چکی ہے، تو وہ اور عکرمہ بن ابوجہل گھڑسواروں کے ہمراہ جبل احد کا چکر کاٹ کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے چند ساتھی جو اپنی پوزیشن پر قائم تھے۔ مزاحمت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

وہ مجاہدین جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تاکید کے باوجود صیفین کی پہاڑی کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کی نیت صحیح تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا ارادہ ہرگز نہیں تھا، لیکن ان سے اجتہادی خطا ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ کفار پر فتح پانے کے بعد اب مورچے میں ڈٹے رہنے کی کوئی

ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اپنی اس اجتہادی خطا کی بناء پر نظر انداز کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو بے انتہا نقصان اٹھانا پڑا۔

جنگ احد میں داد شجاعت

حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ احد میں) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے روبرو دو تلواروں کے ساتھ قتال کر رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

انا اسد اللہ و اسد رسولہ

میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں اور میں رسول اللہ کا شیر ہوں (معرفۃ الصحابہ، جلد 2، ص 19)

امام اہلسنت منظر کشی کرتے ہوئے سید الشہداء کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرّاں سطوت پہ لاکھوں سلام

غزوۂ احد جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرما کر سید الشہداء کے مقام کی طرف وصل فرمایا اس جنگ مین آپ نے تن تنہا تیس سے زائد کافروں کو قتل کیا۔ امام ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے اکتیس کافروں کو جہنم رسید کیا۔ (الاصابہ جلد 1، ص 528)

بقول حفیظ جالندھری

جلال حضرت حمزہ مثال مہر تاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویاں خیاباں تھا
سر دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
الٹی تھیں صفیں کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا

قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا
نظر میں طیش پاکر جیش جیش ان سے گریزاں تھا

جنگوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ فریقین کے تمام افراد کے جنگ میں کود پڑنے سے قبل، فریقین کے گروہ میں سے ایک فرد نکل کر اپنے مخالف فریق کو للکارتا اور اور اپنا مدمقابل مانگتا پھر دونوں فریق ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لئے اپنی بہترین جنگی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے جنگ احد کی ابتداء میں بھی یہی ہوا۔ قریش کا علم بردار طلحہ کافروں کی صف سے نکل کر اعلان کرنے لگا کہ ہے کوئی میرا مدمقابل؟ یہ اعلان سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم اس سے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ کچھ ہی لمحوں میں اس کی لاش خاک وخون میں تڑپتی نظر آنے لگی۔ طلحہ کے واصل بجہنم ہونے کے بعد اس کی جگہ اس کے بیٹے عثمان بن طلحہ نے سنبھال لی۔ مسلمانوں کی صف سے اسد اللہ واسد رسولہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ برآمد ہوئے اور اس کافر کو اسی کے خون میں نہلا دیا۔ پھر کافروں کا جھنڈا ان کے بھائی ابوسعد بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ حضرت سعد بن وقاص نے اسے تیر مار کر واصل جہنم کر دیا۔ فرداً فرداً کچھ دیگر مقابلے ہوئے پھر عام جنگ شروع ہوگئی۔ (امتاع الاسماع جلد اول، ص 139)

شہادت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

عزالدین بن اثیر علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں۔ شوال کی پندرہ تاریخ ہفتہ کا دن تھا۔ مسلمان کافروں سے جنگ میں مشغول تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ آپ نے تن تنہا اکتیس کافروں کو واصل جہنم کیا۔ ان مقتولین میں سباع الخزاعی نامی شخص بھی تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر آواز دی۔ اے لڑکیوں کی ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے! آ مجھ سے مقابلہ کر! سباع کی ماں پیشہ ور ختنہ کرنے والی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر میں اسے ہلاک کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اس کی زرہ اتارنے کے لئے جھکے تو اسی اثناء میں آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں پھسلا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک پیٹ سے زرہ سرک گئی۔ وحشی نامی کافر غلام جو پہلے سے آپ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا۔ اس نے نشانہ باندھ کر اپنا حربہ (چھوٹا نیزہ) آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں دے مارا جو کہ آر پار ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کاری وار کو برداشت نہ کر سکے اور جام شہادت نوش کر گئے۔

(اسد الغابہ جلد اول، ص 605,606)

حضور اکرم ﷺ سے سید الشہداء کی عقیدت و وفا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے شاعر نے کیا خوب کہا۔

انتہا ہے یہ محمد (ﷺ) سے وفاداری کی
کر گئے جان بھی قربان جناب حمزہ (رضی اللہ عنہ)

.... کہتے ہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے وہ جس مقام سے گزرتا ہے وہاں کافروں کی صفیں الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ میں نے استفسار کیا تو لوگوں نے بتایا۔ ان کا نام حمزہ ہے میں نے دل میں کہا مجھے انہی کی تلاش تھی۔ میں ان پر وار کرنے کے لئے موقع تلاش کرنے لگا۔ کبھی میں کسی درخت کی اوٹ میں تو کبھی کسی چٹان کے پیچھے چھپ رہا تھا تاکہ پوشیدہ رہ کر ان سے قریب ہو سکوں۔ اسی اثناء میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نظر سباع مخزومی پر پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر یوں مقابلے کے لئے پکارا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ اور مجھ سے مقابلہ کر! تو اللہ و رسول سے دشمنی رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے جالیا اور کچھ ہی دیر میں اسے موت کا جام پلا دیا اور اس کی لاش سے زرہ اتارنے کی غرض سے جھکے تو آپ رضی اللہ عنہ کا پیر پھسل گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زیب تن زرہ کچھ سرک گئی اور پیٹ دکھائی دینے لگا۔ میں چٹان کی اوٹ میں موقع کی تلاش میں بیٹھا تھا تاک کر نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں دے مارا جو ناف کے نیچے سے گھسا اور آر پار

ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن زخم کاری تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس تاب نہ لا سکے اور جام شہادت نوش کر گئے (امتاع الاسماع جلد اول، ص 165-166)

''سبل الہدیٰ'' میں ہے کہ غزوۂ احد میں ہند زوجہ ابو سفیان بھی شریک تھی جو کہ کفار کے جوش انتقام کی آگ کو بھڑکا رہی تھی۔ جب بھی اس کا گزر وحشی حبشی کے پاس سے ہوتا تو وہ ترغیب وتحریص کے لئے اسے مخاطب کر کے کہتی: اے ابو دسمة! شاباش! ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا پاؤ (سبل الہدیٰ جلد 4، ص 183)

''امتاع الاسماع'' میں ہے: وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا پیٹ بھی خود چاک کیا اور کلیجہ نکال کر ہند کے پاس لا کر کہا: یہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ ہے۔ اس نے کلیجہ کو چبایا نگلنے کی کوشش کی لیکن نگل نہ سکی۔ پھر اسے تھوک دیا اور اس کام کی انجام دہی پر بطور انعام ہند نے اپنی قیمتی (اوپری) کپڑے اور زیور اتار کر وحشی کو دے دیئے اور مکہ جا کر بطور انعام دس دینار مزید دینے کا وعدہ کر لیا پھر اس نے مجھ سے کہا: میرے ساتھ چلو اور حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی لاش دکھاؤ۔ پھر ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے کان ناک کاٹ کر انہیں لڑی میں پرو کر ان کے کڑے، بازو بند اور پازیب بنائے اور انہیں پہن کر مکہ میں داخل ہوئی (امتاع الاسماع، جلد اول، ص 166)

ایک روایت کے مطابق سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بطن مبارک چاک کر کے کلیجہ نکالنے کا فعل بد ہند زوجہ ابو سفیان نے انجام دیا چنانچہ علامہ عز الدین بن اثیر نے ''اسد الغابہ'' میں نقل کیا: جنگ احد میں مشرکین نے تمام ہی شہداء کا مثلہ کیا ماسوائے حضرت حنظلہ بن ابو عامر راہب کے، چونکہ ان کا والد ابو عامر اس جنگ میں مشرکین کا ہمنوا تھا تو اس کی رعایت کرتے ہوئے مشرکین نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روک لیا۔ ہند اور اس کی ساتھی عورتیں شہید مسلمانوں کے ناک، کان کاٹنے اور پیٹوں کو چیرنے میں مشغول ہو گئیں۔ ہند نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مبارک پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال دیا پھر اسے چبا کر

نگلنے کی کوشش کی لیکن نگل نہ سکی پھر اس نے کلیجہ اگل دیا۔ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: اگر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ اس کے پیٹ میں چلا جاتا تو اسے جہنم کی آگ نہ چھوتی (الاستیعاب، جلد اول، ص 426)

علامہ مقریزی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے لکھا: جب ہند نے انکار کیا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نہیں چبا سکی تھی تب حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام فرما دیا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گوشت کو چھو سکے (امتاع الاسماع، ص 166، جلد اول)

اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت تکالیف اٹھانی پڑی بلکہ خود رحمت کونین ﷺ کی ذات گرامی کو بھی تکلیف اٹھانی پڑی۔ آپ کے رخسار مبارک پر زخم آئے۔

اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم و بیش شہید ہوئے۔ ابن نجار نے ان سب کے نام دیئے ہیں جن میں سے چار مہاجرین میں سے اور باقی چھیاسٹھ انصار سے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھول کو رب کریم نے معاف فرما دیا۔

القرآن: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○

(سورۂ آل عمران آیت 155، پارہ 4)

ترجمہ: بے شک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں، انہیں شیطان ہی نے لغزش دی، ان کے بعض اعمال کے باعث اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھول کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا تاکہ قیامت تک کسی کو بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں بکواس کرنے کی جرأت نہ ہو،

جاںنثارانِ بدر و احد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

غزوہ احد میں خواتین اسلام کا کردار

خواتین اسلام نے بھی اس غزوہ میں حصہ لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اورام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پائچے چڑھائے ہوئے کہ جس سے ان کے پاؤں کی جھانجیں نظر آتی تھیں، مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب مشکیں خالی ہوجاتیں تو اور بھر بھر لاتیں اور پلاتیں۔ حضرت ام سلیط (والدہ حضرت ابوسعید خدری) بھی یہی خدمت بجالا رہی تھیں۔ حضرت ام ایمن (رسول اللہ ﷺ کی دایہ) اور حمنہ بنت جحش (ام المومنین سیدہ زینب کی بہن) پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب انصار زوجہ زید بن عاصم انصاری مازنی اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کے ساتھ مشک لے کر نکلین جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف چند جانباز رہ گئے تو یہ حضور ﷺ کے پاس پہنچیں اور تیر اور تلوار سے کافروں کو روکتی رہیں۔ جب ابن قمیہ لعین حضور ﷺ کی طرف بڑھا تو حضرت مصعب بن عمیر اور چند مسلمان مقابل ہوئے، ان میں ام عمارہ بھی تھیں۔ ابن قمیہ نے ان کے کندھے پر ایسی ضرب لگائی کہ غار پڑ گیا۔ ام عمارہ نے بھی کئی وار کئے مگر وہ دشمن خدا دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لئے کارگر نہ ہوئے۔ حضرت صفیہ (حضرت امیر حمزہ کی بہن) مسلمانوں کی شکست پر احد میں نیزہ ہاتھ میں لے آئیں اور بھاگنے والوں کے منہ پر مار کر کہتی تھیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگتے ہو، پھر بھائی کی لاش دیکھ کر بڑے استقلال سے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور دعائے مغفرت فرمائی۔

جب مشرکین میدان کارزار سے چلے گئے تو مدینہ کی عورتیں صحابہ کرام کی مدد کو نکلیں۔ ان

میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا تو خوشی کے مارے حضور ﷺ کے گلے لپٹ گئیں اور آپ ﷺ کے زخموں کو دھونے لگیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال سے پانی گرا رہے تھے۔ جب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ خون زیادہ نکل رہا ہے تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر لگا دیا جس سے خون بند ہو گیا (صحیح بخاری، غزوہ احد) پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَشْتَدَّ غَضَبُ اللهُ عَلٰی قَوْمٍ دَمُّوْا وَجْهَا رَسُوْلِهٖ

پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

عشق مصطفیٰ ﷺ کی اعلیٰ ترین مثال

شہدائے کرام کی تدفین کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ کو واپس آئے۔ راستے میں جو عورتیں اپنے اہل و اقارب کا حال دریافت کرتی تھیں۔ حضور ﷺ بتاتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ بنو دینار کی ایک عورت کے برابر سے گزرے، جس کا شوہر، بھائی اور باپ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ لوگوں نے اسے تینوں کی شہادت کی خبر دی، تو اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بخیر ہیں۔ کہنے لگی کہ مجھے دکھا دو تا کہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں چنانچہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ اس نے جب حضور انور ﷺ کو دیکھا تو پکار اٹھی

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

آپ کے ہوتے ہوئے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے۔(سیرت ابن ہشام)

ام عمارہ مازینہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

غزوہ احد میں جب کفار نے عقب سے حملہ کیا اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔احد میں آپ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔آپ زید بن عاصم کی زوجہ تھیں۔آپ بیان کرتی ہیں کہ میں احد کے دن نکلی تاکہ دیکھوں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔میرے ساتھ ایک مشک تھی۔اس میں پانی تھا۔جس سے زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔میں رسول کریم ﷺ تک پہنچی۔آپ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور اس وقت ہوا مسلمانوں کے موافق تھی لیکن جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو میں رسول کریم ﷺ کی طرف بڑھی اور میں آپ کی مدافعت میں مصروف قتال ہوئی۔تلوار کے ذریعہ آپ سے دشمنوں کو بھگانے لگی اور کمان سے تیر پھینک رہی تھی۔یہاں تک کہ مجھے ایک زخم آ گیا۔روایت ہے کہ آپ کے کاندھے پر ایک گہرا زخم تھا۔

ان سے پوچھا گیا کہ یہ زخم کس نے لگایا۔ابن قیمہ نے جب رسول کریم ﷺ کے پاس سے اصحاب بھاگنے لگے تو ابن قیمہ کہتا ہوا حضرت کی طرف بڑھا مجھے محمد ﷺ تک جانے دو اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔پھر میں اور مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیچ میں آ گئے تو اس نے یہ وار مجھ پر کیا۔میں نے بھی اس پر بہت سی ضربیں لگائیں لیکن وہ دشمن خدا زرہیں پہنے ہوئے تھا۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب احد کے دن نسیبہ، ان کے شوہر زید بن عاصم، اس کے دونوں بیٹے، حبیب اور عبداللہ نکلے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔اللہ تم لوگوں پر برکت نازل کرے۔یہ سن کر جناب نسیبہ نے کہا آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ جنت میں ہم آپ کے ساتھ ہوں۔آپ نے دعا کی۔یاالٰہی ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا۔اسی وقت نسیبہ بولیں،

اب ہمیں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں۔ ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ احد کے دن نہ وہ داہنی جانب لڑتی تھی، نہ بائیں طرف، میں نے دیکھا کہ وہ میری حفاظت میں لڑ رہی تھی۔ آپ کو بارہ زخم آئے تھے۔ جن میں کچھ نیزے کے تھے اور کچھ تلوار کے، عورت کی ایسی شجاعت دیکھ کر انسان حیرت میں آ جاتا ہے جو زخم انہوں نے اللہ کی راہ میں کھائے، وہ مردوں کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ چہ جائیکہ عورتوں کے لئے اور وہ بھی اس وقت جب کہ لوگ خوف اور گڑبڑ کی وجہ سے میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان مشرکین سے جنگ کرنے میں شہادت کے طلب گار تھے تا کہ جنت نعیم پر فائز ہوں۔ یہ لوگ دنیاوی زندگی کی پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ زندگی فانی، عارضی اور غم ناک ہوتی ہے لیکن آخرت کا گھر پائیدار ہے۔ جس میں صالحین اور شہداء اخروی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں اور زخم کھا رہی تھیں۔

اسد الغابہ میں آیا ہے کہ ام عمارہ بیعتہ العقبہ میں بھی موجود تھیں۔ احد میں بھی اپنے شوہر اور بیٹوں کے ساتھ تھیں۔ بیعت رضوان میں بھی، اور جنگ یمامہ میں بھی انہوں نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا۔ آپ نے احد کے دن بارہ زخم کھائے تھے۔

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا۔ میں ہر جگہ مردوں کا ذکر پاتی ہوں۔ لیکن عورتوں کا کچھ بھی ذکر نہیں دیکھتی تو یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تشفی فرما دی اور بتایا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور

مومن عورتیں اگر جہاد میں شریک ہوں تو درجہ سب کا برابر ہے۔یہی وہ روح تھی جس سے مسلمان تمام جگہوں پر کامیاب ہوئے اور اسلام پھیلا۔

ایک بیوہ کی تڑپتی ہوئی آرزو

چاندنی رات کا پچھلا پہر تھا۔مدینے کی گلیوں میں ہر طرف نور برس رہا تھا اور پوری آبادی رحمتوں کی گود میں محوخواب تھی۔آسمانوں کے دریچے کھل گئے تھے۔فضائے بسیط میں فرشتوں کے پروں کی آواز دم بدم تیز ہوتی جارہی تھی۔عالم بالا کا یہ کارروان شاید مدینے کی زمین کا تقدس چومنے آرہا تھا۔

اچانک اسی خاموش سناٹے میں بہت دور ایک آواز گونجی۔فضاؤں کا سکوت ٹوٹ گیا۔شبستان وجود کے سارے تار بکھر گئے اور ایمان کی تپش چنگاریوں کی طرح بال بال سے پھوٹنے لگی۔

میخانہ عشق کا دروازہ کھلا......کوثر کی شراب چھلکی......اور جذبہ اخلاص کی والہانہ سرمستیوں میں سارا عالم ڈوب گیا۔

یہ غلامان اسلام کے آقا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز تھی جس نے ہر گھر میں ایک ہنگامہ شوق برپا کردیا تھا۔اب مدینے کی ساری آبادی جاگ اٹھی تھی۔سرور کونین ﷺ کا منادی ایک شکستہ گھر کے سامنے آواز دے رہا تھا۔

"گلشن اسلام کی شادابی کے لئے خون کی ضرورت ہے۔آج نماز فجر کے بعد مجاہدین کا لشکر ایک عظیم مہم پر روانہ ہورہا ہے۔مدینے کی ارجمند مائیں اپنے نوجوان شہزادوں کا نذرانہ لے کر فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہوجائیں"

کلمہ حق کی برتری کے لئے تڑپتی ہوئی لاشوں کو خوشنودی حق کی بشارت مبارک ہو......

مبارک ہے خون کا وہ آخری قطرہ جو ٹپکتے ہی اسلام کی بنیاد میں جذب ہو جائے۔

ایک ٹوٹے ہوئے دل کی طرح یہ ٹوٹا ہوا گھر ایک بیوہ عورت کا تھا۔ چھ سال کے یتیم بچے کو گود میں لئے ہوئے وہ سو رہی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر چونک پڑی۔ دروازے پر کھڑی ہو کر غور سے سنا۔ سنتے ہی دل کو چوٹ ابھر آئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے جھل تھل ہو گئیں۔ چھ سال کا یتیم بچہ سویا ہوا تھا۔ فرط محبت میں بچے کو سینے سے چمٹا لیا۔ سسکیوں کی آواز سن کر بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ ماں کو روتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ گلے میں بانہیں ڈال کر معصوم اداؤں کے ساتھ دریافت کیا: ماں کیوں رو رہی ہو...... کہاں تکلیف ہے تمہیں؟

آہ! ایک ناسمجھ بچے کو کیا معلوم کہ حسرتوں کی چوٹ کتنی دردناک ہوتی ہے۔ کہاں چوٹ ہے؟ یہ نہیں بتایا جا سکتا، لیکن اس کی کسک سے سارا جسم ٹوٹنے لگتا ہے۔

پھر ایک بیوہ عورت کا دل تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ ذرا سی ٹھیس سے چور چور ہو جاتا ہے۔

بچے کے اس سوال پر ماں کا دل اور بھر آیا۔ غم کی چوٹ سے یک بیک جذبات کا دھارا پھوٹ پڑا۔ گرم گرم آنسوؤں سے آنچل کا کونا بھیگ گیا۔

بچہ بھی ماں کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔

ماں نے بچے کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: میرے لال مت روؤ...... یتیموں کا رونا عرش کا دل ہلا دیتا ہے...... تمہارے گریہ الم سے غم کی چوٹ اور تازہ ہو جائے گی...... بدر کی وادی میں ابدی نیند سونے والے اپنے شہید باپ کی روح کو مت تڑپاؤ...... دنیا چھوڑنے کے بعد بھی شہیدوں کے دل کا رابطہ اپنے خون کے رشتوں سے باقی رہتا ہے...... چپ ہو جاؤ...... مت روؤ میرے لال!

مگر بچہ روتا رہا۔ وہ بضد تھا کہ ماں کیوں رو رہی ہے۔ بالآخر اپنے بچے کے لئے ماں کی آنکھ کا ابلتا ہوا چشمہ سوکھ گیا۔ ماں نے بچے کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

بیٹا ابھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ، وہ جنہیں ہم دہکتی ہوئی آگ کا نکھرا ہوا سونا کہتے ہیں۔

یہ اعلان کرتے ہوئے گزرے ہیں کہ اسلام کا پرچم دشمنوں کی زد پر ہے۔ آج نماز فجر کے بعد مجاہدین کا ایک لشکر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ آقائے کونین ﷺ نے اپنے جانباز وفاداروں کو آواز دی ہے کہ آج غیرت حق کا سمندر ہلکورے لے رہا ہے۔ رحمتوں کے تاجدار آج ایک ایک قطرہ خون پر جنتوں کی بہار لٹا دیں گے۔ ایک لمحہ میں آج قسمتوں کی ساری شکن مٹ جائے گی۔

کتنی خوش نصیب ہوں گی وہ مادران ملت جو سپیدۂ سحر کی روشنی میں اپنے نوجوان صاحبزادوں کا نذرانہ لئے ہوئے دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوں گی۔

آہ! کتنی قابل رشک ہوں گی ان کی یہ التجا یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنے جگر کے ٹکڑے آپ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہیں۔ اسی آرزو میں انہیں دودھ پلا پلا کر جوان کیا تھا کہ ایک دن ان کے لہو سے دین کا چمن سیراب ہوگا۔

یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ارمانوں کی یہ حقیر قربانی قبول فرمالیں۔ سرکار ﷺ عمر بھر کی محنت وصول ہو جائے گی۔

یہ کہتے کہتے ماں کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آواز بھر گئیں۔ بچہ ماں کو روتا دیکھ کر مچل گیا۔

ماں نے کہا: بیٹا ضد نہ رکو۔ دل کی چوٹ تم ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے نصیب کو رو رہی ہوں۔ کاش آج میری گود میں بھی کوئی نوجوان بیٹا ہوتا تو میں اپنا نذرانہ شوق لئے رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی۔

افسوس! کہ آج آخرت کے سب سے بڑے اعزاز سے محروم ہوگئی۔

یہ کہتے کہتے پھر دل کا درد جاگ اٹھا۔ پھر غم کی تپش بڑھ گئی اور پھر آنکھوں کے چشمے سے آنسو ابلنے لگے۔ بچے نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا: اس میں رونے کی کیا بات ہے ماں؟ تمہاری گود تو خالی نہیں ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے حضور میں سب اپنے جوان بیٹوں کو لے کر جائیں گی اور تم مجھ ہی کو لے کر چلنا۔

ماں نے چمکارتے ہوئے جواب دیا: بیٹا! میدان کارزار میں بچوں کو نہیں لے جاتے...... وہاں تو شمشیر کی نوک سے دشمن کی صفیں الٹنے کے لئے جوانوں کے کس بل کی ضرورت پڑتی ہے...... وہاں سروں پر چمکتی ہوئی تلواروں کی بجلیاں گرتی ہیں...... وہاں نیزوں کی انی سے کفر کے جگر میں شگاف ڈالا جاتا ہے...... میرے لال! وہ قتل وخون کی سرزمین ہے، تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟

بچے نے ضد کرتے ہوئے کہا کہ اپنی کم سنی کے باعث ہم میدان کارزار میں جانے کے قابل نہیں ہیں لیکن بارگاہ رسالت میں حاضری کے لئے تو عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہماری قربانی سرکار ﷺ نے قبول فرمائی تو زہے نصیب...... اور اگر بچہ سمجھ کر واپس کر دیا تو کم از کم اس کا تو غم نہیں رہے گا کہ اسلام کے لئے جان کی نذر پیش کرنے سے ہم محروم رہ گئے۔ جان چھوٹی ہو یا بڑی، بہر حال جان ہے اور جان ہونے کی حیثیت سے دونوں کی قیمتوں میں کوئی فرق نہیں۔

ماں نے فرط محبت سے بچے کا منہ چوم لیا اور حیرت سے منہ تکنے لگی۔ اس کم سنی میں داناؤں جیسا شعور صرف اس رحمت خاص کا صدقہ ہے جو یتیموں کی نگراں ہے۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ جلوۂ زیبا کے پروانے آنکھوں میں خمار شوق لئے مسجد نبوی کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ درد آشنا دلوں کے لئے ایک رات کا لمحہ فرق بھی طویل مدت کی طرح بوجھل ہو گیا تھا۔ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خورشید کی پہلی کرن کے نظارہ کے لئے ہر نگاہ اشتیاق آرزو کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

نماز فجر کے بعد مسجد نبوی کے میدان میں مجاہدین کی قطاریں کھڑی ہو گئیں۔ جو نوجوان محاذ جنگ پر جانے کے قابل تھے، انہیں لے لیا گیا۔ باقی واپس کر دیئے گئے۔ انتخاب کے کام سے فارغ ہو کر سرکار دو عالم ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک پردہ نشیں خاتون پر نظر پڑی جو چھ سال کا بچہ لئے کنارے کھڑی تھی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اس خاتون سے جا کر

دریافت کرو، وہ بارگاہ رحمت میں کیا فریاد لے کر آئی ہے''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قریب جا کر نہایت ادب سے پوچھا:

''دربار رسالت ﷺ میں آپ کیا فریاد لے کر حاضر ہوئی ہیں''

خاتون نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا:

آج رات کے پچھلے پہر آپ اعلان کرتے ہوئے میرے گھر کے سامنے سے گزرے۔ اعلان سن کر دل تڑپ اٹھا۔ میرے گھر میں کوئی جوان نہیں تھا، جس کے خون کی اسلام کی بارگاہ میں نذر پیش کرتی۔ چھ سال کا یہ یتیم بچہ ہے، جس کا باپ گزشتہ سال جنگ بدر میں جام شہادت سے سیراب ہوا۔ یہی کل متاع زندگی ہے، جسے سرکار دو عالم ﷺ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بچے کو گود میں اٹھالیا اور سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سارا ماجرا کہہ سنا۔ آپ نے بچے کو آغوش رحمت میں جگہ دی، سر پر ہاتھ پھیرا، پیار کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

میرے شہزادے! تم ابھی کم سن ہو۔ محاذ جنگ پر جوانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ابھی تم اپنی ماں کی آغوش میں پلو، بڑھو اور گلشن اسلام کی بہار بنو۔ جب تمہارے بازو میں کس بل پیدا ہو جائے تو میدان جنگ خود تمہیں آواز دے گا۔

بچے نے اپنی تتلاتی ہوئی زبان سے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی اماں جان کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہا جلاتی ہیں تو پہلے چھوٹے چھوٹے تنکوں کو سلگاتی ہیں۔ جب آگ دہکنے لگتی ہے تو پھر موٹی موٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں۔

یارسول اللہ ﷺ میں جنگ کرنے کے قابل تو نہیں ہوں، لیکن کیا میدان کارزار گرم کرنے کے لئے مجھ سے تنکوں کا بھی کام نہیں لیا جا سکتا۔ اگر آپ مجھے اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تو میری

امی روتے روتے ہلکان ہو جائیں گی۔ وہ اس غم میں ہر وقت روتی رہتی ہیں کہ آج میری گود میں بھی کوئی جوان بیٹا ہوتا تو میں بھی اسے اسلام کی نذر کر کے سرکار ابد قرار ﷺ کی خوشنودی کا اعزاز حاصل کرتی۔

جن معصوم اداؤں کے ساتھ بچے نے اپنی زبان میں دل کے حوصلے کا اظہار کیا، سارے مجمع پر رقت طاری ہو گئی۔ سرکار ﷺ بھی فرط اثر سے آبدیدہ ہو گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جا کر اس بچے کی ماں سے کہہ دو کہ اس ننھی جان کی قربانی قبول کر لی گئی ہے۔ قیامت کے دن وہ غازیان اسلام کی ماؤں کی صفوں میں اٹھائی جائے گی۔

آج خدا کی ایک مقدس امانت سمجھ کر وہ بچے کی پرورش کا فرض انجام دے اور خدا کے یہاں بال بال کا اجر محفوظ رہے گا۔

غزوہ بدر اور مجاہدین کی مدد کا بیان

القرآن: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

(سورۂ آل عمران آیت 123 تا 126، پارہ 4)

ترجمہ: اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی اس حال میں کہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر ادا کرو (اے رسول مکرم) یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کئے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے۔ ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ (تین ہزار کے بجائے) پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور اللہ نے اس (امداد) کو محض تمہیں خوشخبری دینے کے لئے کیا ہے اور

تا کہ اس سے تمہارے دل مطمئن رہیں اور (در حقیقت) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

☆ ان آیات میں غزوۂ بدر کا ذکر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے اپنے حبیب ﷺ کے غلاموں کی مدد فرمائی۔ غلامان مصطفی ﷺ نے جانثاری کا مظاہرہ کیا۔ یہ کفر و اسلام کا سب سے بڑا پہلا معرکہ تھا جس کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو بہت عروج نصیب تھا۔ یہ معرکہ کیوں پیش آیا، اسباب، پس منظر اور پیش منظر جانتے ہیں۔

غزوۂ بدر

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ ہوتا ہے، یہ مقام مدینہ سے 80 میل کے فاصلہ پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہیوں نے جب ہجرت فرمائی تو قریش نے ہجرت کے ساتھ ساتھ ہی مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اسی اثناء میں یہ غلط خبر مکہ میں پھیل گئی تھی کہ مسلمان قافلہ کو لوٹنے آ رہے ہیں اور اس پر مزید کہ حضرمی قتل کا واقعہ اتفاقیہ پیش آ گیا۔ جس نے قریش کی آتش غضب کو اور بھڑکایا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمع کیا اور امر واقعہ کا اظہار فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب میں جانثارانہ تقریر کی۔

12 رمضان 2ھ کو سید عالم ﷺ تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینے سے نکلے، 17 رمضان کو بدر کے قریب پہنچے۔

القرآن: وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ○ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○

(سورۃ انفال، آیت 8-7)

ترجمہ: اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتا گروہ تمہارے حصہ میں آئے اور اللہ چاہتا تھا کہ

حق کو حق کر دے، اپنے ارشادات سے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ ثابت کر دے حق کو اور مٹا دے باطل کو اگرچہ ناپسند کریں عادی مجرم۔

مبارک جمعہ کا دن سترہویں تھی ماہ رمضان کی
شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہل ایمان کی
نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے تک شمار ان کا
سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

چونکہ قریش پہلے پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا، زمین ایسی ریتیلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس جاتے تھے۔

یہ اس میدان کا خشک اور ریتیلا کنارا تھا
نگاہِ ابر رحمت کا اسی جانب اشارہ تھا
ہوا سیماب، مٹی ماہی ہے آب تھی گویا
فضا بارانِ رحمت کے لئے بیتاب تھی گویا

فضا بیتاب تھی کہ سرکار کریم ﷺ نے اپنا رحمت والا چہرہ آسمان کی جانب اٹھایا تو رحمت کی بارش برسنے لگی جو کہ دشمنوں کے لئے زحمت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے رحمت بن گئی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایمانی جذبہ

بخاری شریف، کتاب المغازی میں ہے کہ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں، میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی بات دیکھی کہ اگر وہ بات مجھ کو حاصل ہوتی تو میں اس کے مقابل میں کسی نیکی کو نہ سمجھتا اور مجھے سب سے زیادہ پسند ہوتی۔ ہوا یہ کہ جب سرکار دو عالم ﷺ

مشرکین کے خلاف دعا کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ آن پہنچے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یوں نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) تم اور تمہارا خدا لڑو، ہم بیٹھ کر تماشا دیکھیں گے۔

نہیں یارسول اللہ ﷺ! آپ اشارہ تو فرمائیں ہم آپ کے آگے پیچھے اپنی جانوں کو لٹا دیں گے۔ ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ کہتے ہی میں نے دیکھا کہ سرکار اعظم ﷺ کا چہرہ چمکنے لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اندازہ کرلیا کہ سرور کونین ﷺ انصار کی طرف سے بھی اظہار خیال چاہتے ہیں لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے۔

یارسول اللہ ﷺ! قسم اس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اگر آپ ﷺ دریا میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے تو بھی ہم تعمیل کریں گے اور ہم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے گا۔ جس کے ساتھ آپ تعلق رکھیں گے اور جس سے منقطع کرنا چاہیں، منقطع فرمالیں اور جس قدر چاہیں، ہماری دولت میں سے خرچ کریں۔ ہمارے لئے باعث خوشی ہوگی اور جو چاہیں چھوڑ دیں اور قسم! اس خداعزوجل کی جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جان ہے، ہمیں دشمن تک پہنچنا اور اس سے جنگ کرنا ہرگز ناگوار نہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو کوئی ایسی چیز دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور آپ خوش ہوں بس! اب اے آقا ﷺ! آپ ارادہ فرمائیں جو چاہیں۔

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ نہیں باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم نے اپنی غیرت والی ماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کردیں نعرۂ اللہ اکبر میں

یہ گفتگو سن کر سرکار کریم ﷺ کا چہرۂ انور چمک اٹھا اور آپ ﷺ نے غلاموں سے وہی کچھ سنا جس کی آپ کو امید تھی، پس آپ نے فرمایا چلو خدا تعالیٰ کی برکت سے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم! دشمنوں کے ہلاک ہونے کی جگہیں میری نظروں کے سامنے ہیں۔

حدیث شریف = (جنگ سے قبل) نبی پاک ﷺ میدان میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ یہ فلاں شخص کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھ کر یدہ علی الارض بتایا کہ اس جگہ (فلاں فلاں شخص قتل ہوگا) سرور کونین ﷺ نے جس جگہ دست اقدس رکھا تھا، ان میں سے ہر ایک اسی جگہ مارا گیا۔ (مسلم شریف، جلد دوم، حدیث 4506)

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا
یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تاریخ اسلام میں، حق و باطل کے سامنے یہ پہلا موقع اور عجب منظر تھا۔ مسلمان خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے کہ پندرہ سال کی قلیل مدت میں رب تعالیٰ نے ان کو اتنی ہمت و جرأت عطا فرما دی کہ آج وہ ظالموں سے آنکھیں ملائے، ان کا سر کچلنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ اب نہ کسی کا رعب ہے، نہ ڈر، کفار قریش یہ منظر دیکھ کر ہی جلے بھنے جا رہے ہیں۔ کل تک انہوں نے جن کی گردنیں دبا رکھی تھیں، آج وہ ان کے سینوں پر سوار ہونے والے ہیں۔ کل تک جو مظلوم تھے، آج وہ قیامت تک کے لئے، مظلوموں کا سہارا بن کر ظالموں کے مقابلے پر ڈٹے ہوئے۔

1020 جنگجو کفار کا لشکر گراں ملاحظہ فرما کر امام المجاہدین ﷺ نے رب تعالیٰ کی بارگاہ

میں نہایت خشوع وخضوع سے دعا فرمائی۔

اے اللہ تعالیٰ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر دے۔ اے میرے مولا! اگر تو نے مسلمانوں کی اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر سطح زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کی چادرِ مبارک کو آپ ﷺ کے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھے (امام المجاہدین ﷺ کو بار بار یہ دعا مانگتے دیکھ کر ان پر بھی رقت طاری ہوگئی) انہوں نے امام المجاہدین ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ بس کیجئے۔ آپ اپنے رب کے ساتھ بہت عجز وانکساری کر چکے، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔ (صحیح بخاری)

کیسا عجیب منظر تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن (جو مسلمان نہ تھے) کو دیکھا تو تلوار تان کر آگے بڑھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ عتبہ کو دیکھا تو سر قلم کرنے کے لئے تیار۔ بھائی، بھائی کو قتل کرنے کے لئے تیار، چچا بھتیجے کو قتل کرنے کے لئے تیار، ماموں بھانجے کو قتل کرنے کے لئے تیار، کیوں؟

محمد ﷺ کی محبت، خون کے رشتوں سے بالاتر ہے
یہ رشتہ دنیاوی قانون کے رشتوں سے بالاتر ہے
محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر مال جان اولاد سے پیارا

غزوۂ بدر کے پہلے مرد میدان

حق وباطل کے اس عظیم معرکہ میں جس ہستی نے سب سے پہلے کافر کا خون بہا کر اپنے پیارے آقا ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں، وہ کوئی اور نہیں عم رسول اسد اللہ واسد رسولہ سید

الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ''سبل الہدیٰ'' میں ہے۔ اس جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ کافروں کے لشکر میں سے اسود بن عبدالاسد المخزومی نے اعلان کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے حوض سے پانی پی کر اسے منہدم کردوں گا یا پھر اپنی جان دے دوں گا یہ بلند بانگ دعویٰ کر کے وہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف بڑھا شیر خدا و مصطفیٰ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی۔ وہ پیٹھ کے بل گر پڑا، کٹی ٹانگ سے خون بہنے کے باوجود رینگتا ہوا حوض کے قریب پہنچا تا کہ حوض میں گھس کر اس کا پانی خراب کردے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دوسرا ایسا کاری وار کیا کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ یہ اس جنگ میں ہلاک ہونے والا پہلا کافر تھا جسے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے تہہ تیغ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر غصہ میں بھر آیا۔ بقول حفیظ جالندھری:

سپہ سالار عتبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علی الرغم ابو جہل آپ خود میدان میں نکلا
برادر از بیٹا دائیں بائیں ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے

اور مسلمانوں کو للکار کر کہا ''ہل من مبارز''؟ (ہے کوئی ہمارا مدمقابل؟) اسی وقت تین انصاری صحابہ کرام علیہم الرضوان ان کے مقابلہ کے لئے نکلے، عتبہ وغیرہ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے جواباً کہا ''رہط من الانصار'' ہم جماعت انصار ہیں تو یہ سن کر اس نے کہا: ہمارے مقابلے کے لئے ہماری قوم قریش کے جوان بھیجو۔ تب نبی کریم ﷺ نے حضرت عبیدہ، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا، زرہ میں ہونے کی وجہ سے عتبہ وغیرہ انہیں پہچان نہ سکے۔

بقول حفیظ جالندھری:

بڑھے ان عبدالمطلب شیر خدا حمزہ
امیر قوم، عم مصطفیٰ، و مرتضیٰ حمزہ
عبیدہ اور علی مرتضیٰ نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوش حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدان وغا تینوں
علی، حمزہ، عبیدہ اولیائے مصطفیٰ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثناء کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

پھر تینوں اصحاب نے اپنا نام لے کر تعارف کروایا۔ یہ سن کر وہ کہہ اٹھے "نعم اکفاء کرام" (ہاں! یہ معزز افراد ہمارے ہم پلہ ہیں) حضرت عبیدہ نے عتبہ کو حضرت حمزہ نے شیبہ کو اور حضرت علی المرتضیٰ نے ولید کو للکارا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی المرتضیٰ نے آناً فاناً اپنے حریفوں پر حملہ کر کے دونوں کو خاک خون میں ملا دیا۔ حضرت عبیدہ اور عتبہ باہم مصروف جنگ تھے۔ تلواروں کے وار پے در پے جانبین سے کئے جا رہے تھے۔ حضرت عبیدہ نے عتبہ کو زخمی کر دیا۔ اچانک عتبہ کی تلوار کا وار حضرت عبیدہ کی ٹانگ پر پڑا، ٹانگ کٹ گئی۔ حضرت حمزہ و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اپنے حریفوں کو ٹھنڈا کر چکے تھے، یہ منظر دیکھ کر حضرت عبیدہ کی مدد کو پہنچے اور دونوں نے مل کر عتبہ کو بھی ہلاک کر دیا (سبل الہدیٰ، جلد 4، ص 35-34)

ابوجہل کا قتل

ابوجہل جو کہ ایک مضبوط فوجی دستے میں گھرا ہوا تھا، جو اس کے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دے رہے تھے جبکہ عفراء کے دو بیٹے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

دونوں اسی تاک میں تھے کہ کب یہ گھیرا منتشر ہو کہ ہم ابوجہل پر حملہ کریں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عفراء کے دونوں بیٹوں حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ چچا ابوجہل کہاں ہے، میں نے دور سے اشارہ کیا کہ وہ ہے۔

وہی بوجہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلاتا ہے
یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے
حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ
یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا راستہ
قسم کھائی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

میرا یہ کہنا تھا کہ یہ دونوں بجلی کی طرح اس پر گرے اور اس کو پہلے ہی وار میں گھوڑے سے گرادیا۔ (بخاری شریف)

ابوجہل کا سر قلم کرنا

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوجہل کو میدان جنگ میں تلاش کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے آپ کو ابوجہل کی نشانی یہ بتائی کہ اس کے گھٹنے میں زخم کا نشان ہے۔ یہ زخم بچپن کے زمانہ کا تھا کیونکہ آپ نے اس کو بچپن میں پچھاڑا تھا۔ چنانچہ ابن مسعود رضی

اللہ عنہ نے اس کے سینے پر بیٹھ گئے اور اس کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکران الفاظ میں ادا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْذَاكَ یَا عَدُوَّ اللّٰہ

البدایہ والنہایہ تیسری جلد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور سرور کونین ﷺ کے دربار میں لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ اُمت کا فرعون تھا۔

جنگ بدر میں ملائکہ کا نزول

القرآن: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

(سورۂ انفال آیت 9)

ترجمہ: جب تم اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی۔ (اور فرمایا) بے شک میں تمہاری مدد پے در پے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ

(سورۂ آل عمران، آیت 124)

ترجمہ: کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔

القرآن: بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ (سورۂ آل عمران، آیت 125)

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

صاحب مواہب اللدینہ بروایت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمانوں کی مدد ایک ہزار فرشتوں سے فرمائی اس کے بعد تین ہزار اور اس کے بعد پانچ ہزار کر دیے (مدارج النبوت)

☆ فتح ونصرت کا اعلان ہو گیا۔

☆ ستر کفار قید ہو گئے۔

☆ چودہ صحابہ کرام علیہم الرضوان شہید ہوئے۔

بدری صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مقام

حدیث شریف = رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ کو مطلع فرما دیا تھا کہ جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے (ابوداؤد، حدیث 1228)

اسلام مسلمانوں کو غلبہ جہاد کی برکت سے ملا ہے

القرآن: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے (اگر کامل مومن ہو)

(سورہ ال عمران، آیت 129، پارہ 4)

مسلمانوں کے اعلیٰ اور غالب ہونے کے معنی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اگر تم کامل مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے، اس آیت میں غلبہ سے مراد مادی غلبہ ہے یا دلیل اور برہان کا غلبہ ہے یا مرتبہ کا غلبہ ہے، یعنی اگر تم ایمان کامل پر قائم رہے اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتے رہے تو کفار کے خلاف معرکہ آرائیوں میں تم ہی فتح یاب اور کامیاب ہو گے جیسا کہ جنگ احد کے بعد کی جنگوں میں مسلمان عہد رسالت میں مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ پھر عہد صحابہ میں بھی مسلمان کفار کے خلاف جنگوں میں کامیاب ہوتے رہے حتیٰ کہ بنو امیہ کے دور میں تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ چکی تھی۔ لیکن بعد میں جب مسلمان تن آسانی، تعیش، باہمی لڑائیوں اور طوائف الملوکی کا شکار ہوئے اور ایمان کامل پر قائم رہنے کا معیار برقرار نہ رکھ سکے تو ان کو پھر اسی شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑا جس کا اس سے پہلے جنگ احد میں سامنا کر چکے تھے اور اس کا دوسرا معنی ہے دلیل اور برہان کا غلبہ، یعنی اگرچہ مادی اعتبار سے مسلمان کسی زمانہ میں مغلوب ہو جائیں جیسا کہ اب ہیں اور کفار غالب ہوں گے تب بھی مسلمانوں کا دین کفار کے باطل دینوں کے مقابلہ

میں دلیل اور برہان کے اعتبار سے غالب ہے اور دین اسلام کا ہر اصول معقولیت کے لحاظ سے کفار کے اصولوں سے برتر ہے۔ آج دنیا کے کافروں میں زیادہ عیسائی ہیں۔ پھر دہریئے ہیں اور پھر بت پرست ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا خدائے واحد کا عقیدہ ان تمام عقائد پر دلیل کے اعتبار سے غالب ہے کیونکہ بتوں کا مستحق عبادت نہ ہونا بدیہی ہے اور مطلقاً کسی پیدا کرنے والے کا نہ ہونا بھی بداہتہ باطل ہے اور تین خداؤں کا ہونا بھی باطل ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس دونوں مخلوق ہیں اور مخلوق خدا نہیں ہو سکتی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے نبیوں کے معجزات اب دنیا میں موجود نہیں ہیں اور مسلمانوں کے نبی کا معجزہ اب بھی موجود ہے۔

یہود و نصاریٰ کی کتاب کی اصل زبان تک باقی نہیں رہی اور ان کی کتاب میں ردوبدل ہو گیا جبکہ مسلمانوں کے نبی کی کتاب من وعن اسی طرح موجود ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہے گی۔ اسی طرح عبادات کے طریقوں، سیاست، معاشرے اور زندگی کے باقی شعبوں میں مسلمانوں کے دین کے اصول باقی تمام ادیان سے افضل اور اعلیٰ ہیں اور یا مسلمانوں کے اعلیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے، اگر کسی جنگ میں مسلمان مغلوب ہو جائیں اور کافر غالب ہوں، تب بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان اعلیٰ ہیں۔

مسلمانوں کو مرتبہ شہادت عطا کرنے کا بیان

القرآن: اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ وَتِلۡكَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیۡنَ النَّاسِ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَیَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ

ترجمہ: اگر تمہیں زخم لگے تو تمہارے دشمنوں کو بھی اسی طرح زخم پہنچے اور ان (گرم سرد) دنوں کو ہم پھیرتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔ اور تاکہ جدا کر دے اللہ ایمان والوں کو اور بنا لے تم میں سے (کچھ لوگوں کو) شہید اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (سورۂ ال عمران، آیت 140، پارہ 4)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کے زخمی ہونے اور قتل ہونے سے تم کیوں کر کمزوری دکھاؤ گے اور غم کھاؤ گے! اگر تم میں بعض زخمی ہوئے ہیں اور بعض قتل ہوئے ہیں، تو جنگ بدر میں تمہارے دشمنوں کو اس سے زیادہ ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔ ان کے بھی اسی قدر افراد قتل ہوئے تھے اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے تھے اور جنگ تو کنوئیں کے ڈول کی طرح ہیں۔ کبھی ایک کے ہاتھ آتی ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ۔ ایک دن تمہارا ہے، ایک دن ان کا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ کسی دن حق کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی دن (بظاہر) باطل کا اور حق اور باطل کے درمیان اسی طرح ایام گردش کرتے رہتے ہیں اور اسی گردش ایام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظاہر فرماتا ہے اور مسلمانوں کو کافروں سے چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے، اور

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کے لئے تیار کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان اور مال کو نچھاور کر دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ شہداء کو موت کے بعد حیات عطا فرماتا ہے اور شہداء کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ انبیاء اور صدیقین کے ساتھ رکھا ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

شہید کی تعریف، اس کا شرعی حکم اور اس کی وجہ تسمیہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مرتبہ شہادت عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ تم میں سے بعض مومنوں کو شہداء بنا دے۔ شہداء، شہید کی جمع ہے۔ شہید اس مسلمان کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے، یا جس مسلمان کو ظلماً قتل کیا جائے۔ ان دونوں کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ اسی حادثہ میں جاں بحق ہو جائیں اور کسی علاج اور دوا کی نوبت نہ آئی تو ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن غسل نہیں دیا جائے گا، نہ کفن پہنایا جائے گا۔ ان کو اسی طرح دفن کر دیا جائے گا اور اگر یہ معرکہ کارزار سے زخمی ہو کر آئیں اور علاج کے بعد جاں بحق ہو جائیں تو پھر ان کو غسل دیا جائے گا اور کفن بھی پہنایا جائے گا پھر نماز جنازہ کے بعد ان کو دفن کر دیا جائے گا، اور جو مسلمان کسی طرح بھی غیر طبعی طریقہ سے جاں بحق ہو جائے خواہ جل کر، ڈوب کر، کسی بھی حادثہ میں، یا وہ مسلمان کسی نیک کام کرتے ہوئے یا کسی نیکی کے سلسلہ میں طبعی طور پر فوت ہو یا کسی بیماری میں فوت ہو تو وہ بھی احادیث کی روشنی میں شہید ہے۔ اس کو شہادت کا اجر ملے گا لیکن اس کی تجہیز و تکفین عام مسلمانوں کے طریقہ سے ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے والے کو حسب ذیل وجوہ سے شہید کہا جاتا ہے:

1۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں جنت کی شہادت دی ہے۔

2۔ قیامت کے دن وہ انبیاء اور صدیقین کے ساتھ گواہی کے لئے طلب کئے جائیں گے۔

3۔جس طرح کافر مرتے ہی دوزخ میں داخل ہوتا ہے،اسی طرح شہید قتل ہوتے ہی جنت میں شاہد (حاضر) ہوجاتا ہے یا قتل ہوتے ہی اس کے سامنے جنت پیش کردی جاتی ہے۔

4۔شہید زندہ ہوتا ہے اوراس کی روح جنت میں شاہد اور موجود ہوتی ہے، جبکہ دوسرے مسلمانوں کی ارواح قیامت کے دن جنت میں موجود ہوں گی۔

5۔اس کی روح جسم سے نکلتے ہی اس اجروثواب پر شاہد ہوجاتی ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔

6۔شہادت کے وقت رحمت کے فرشتے اس کے پاس موجود ہوتے ہیں جو اس کی روح کو لے جاتے ہیں۔

7۔شہید کا شہید ہونا اس کے ایمان کے صحیح ہونے اوراس کے خاتمہ بالخیر پر شہادت دیتا ہے۔

8۔شہید کے شہید ہونے پراس کا خون اوراس کے زخم شاہد اور گواہ ہوتے ہیں۔

جہاد سے روکنے والے منافق ہیں

القرآن: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوْا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا جب انہوں نے سفر کیا یا کسی لڑائی میں گئے (اور لقمہ اجل بن گئے) اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے تاکہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت (کا سبب) بنادے اور (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ (ہی) جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے (سورۂ ال عمران، آیت 156، پارہ 4)

منافقین کے قول کے حسرت ہونے کی وجوہات

جو مسلمان کسی سفر میں جاتے اور فوت ہوجاتے، یا کسی غزوہ میں جاتے اور وہاں شہید ہوجاتے تو منافقین ان مسلمانوں کے رشتہ داروں سے کہتے۔ اگر وہ مسلمان ہمارے پاس رہتے اور اس سفر میں نہ جاتے تو نہ مرتے یا اس غزوہ میں نہ جاتے تو قتل نہ کئے جاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کے اس قول کو انجام کار ان کی حسرت کا سبب بنادے گا۔ یہ قول ان کی حسرت کیسے

بنے گا، اس کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں:

1۔ منافقین اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں جب یہ شبہ ڈالیں گے اور وہ ان کے کہنے میں آ کر جہاد کرنے نہیں جائیں گے، پھر جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمان جہاد کر کے سلامتی سے مال غنیمت لے کر کامیاب و کامران لوٹے تو ان کی حسرت ہوگی کہ کاش انہوں نے ان منافقوں کا کہانہ مانا ہوتا اور جہاد میں چلے گئے ہوتے۔

2۔ قیامت کے دن جب منافقین دیکھیں گے کہ مجاہدین اور شہداء کو اللہ تعالیٰ کس قدر انعام واکرام سے نواز رہا ہے اور ان کو بے پناہ اجر و ثواب مل رہا ہے اور ان منافقوں کو اس قول کی بناء پر ذلت اور رسوائی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، تو وہ حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم نے یہ نہ کہا ہوتا۔

3۔ منافقین ضعفاء و مسلمین کو جہاد سے روکنے کے لئے شبہ ڈالیں گے اور جب وہ مسلمان جہاد پر نہیں جائیں گے تو وہ خوش ہوں گے لیکن بعد میں جب ان مسلمانوں پر ان منافقوں کے مکر وفریب کا حال کھل جائے گا اور وہ ان سے بیزار ہو جائیں گے تو پھر وہ منافق حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم نے یہ نہ کہا ہوتا۔

4۔ جب منافق متصلب اور پختہ مسلمانوں کے ساتھ یہ شبہات بیان کریں گے تو وہ ان کی طرف توجہ نہیں کریں گے اور ان کی سعی رائیگاں جائے گی اس وقت ان منافقوں کو حسرت ہوگی کہ کاش انہوں نے ان سے یہ نہ کہا ہوتا۔

منافقین جہاد کے وقت حیلہ بہانے تلاش کرتے ہیں

القرآن: وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ

ترجمہ: اور تا کہ جدا کر دے ان لوگوں کو جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا (دشمن کو) دفع کرو، وہ بولے اگر ہم جانتے کہ لڑائی ہوگی تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے، وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں (سورۃ ال عمران، آیت 167، پارہ 4)

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھی جو جنگ احد کے دن نبی پاک ﷺ کی نصرت سے انحراف کر کے لشکر اسلام سے نکل گئے تھے۔ ان کے پیچھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام گئے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے نبی کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو یا کم از کم اپنے شہر کا دفاع کرو تو عبداللہ بن ابی نے کہا میرے خیال میں جنگ نہیں ہوگی اور اگر ہمیں جنگ کا یقین ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ رہتے۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! جاؤ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو تم سے مستغنی کر دے گا۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ گئے اور شہید ہو گئے (جامع البیان، جلد 4، ص 111، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کا پردہ چاک کر دیا اور جو لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے ان پر ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور جس دن ان کا حال ظاہر ہو گیا اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ منافق اپنی زبانوں سے ایمان کو ظاہر کرتے تھے اور اپنے کفر کو چھپاتے تھے۔

یہ منافق عبداللہ ابن ابی کے ساتھ جو جہاد میں شامل نہیں ہوئے تھے اور شہر میں بیٹھے رہے تھے۔ ان کے نسبی بھائی جن کا تعلق خزرج سے تھا جو جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق ان منافقوں کو کہا کہ اگر ہمارے یہ (نسبی یا پڑوسی) بھائی مدینہ میں رہتے تو قتل نہ کئے جاتے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی نے قبیلہ خزرج کے لوگوں سے کہا یہ لوگ جو قتل کر دیئے گئے، اگر یہ ہماری پیروی کر لیتے تو جنگ میں نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجئے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو جب تمہارے اوپر موت آئے تو تم اس کو خود سے ٹال کر دکھانا۔

علامہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میں نے بعض مفسرین سے سمرقند میں سنا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی، اسی دن ستر منافقین مر گئے تھے (تفسیر سمرقندی مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ)

راہِ خدا میں جان دینے والے مردہ نہیں ہیں

القرآن: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے (سورۂ آل عمران، آیت 169، پارہ 4)

شانِ نزول: جہاد میں جانے والوں کو منافقین یہ کہہ کر جہاد سے روکتے تھے کہ جہاد میں انسان قتل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کا رد فرمایا کہ قتل کیا جانا بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے وابستہ ہے جس طرح طبعی موت مرنے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر سے متعلق ہے سو جس طرح جس شخص کی موت مقدر کر دی گئی ہو، وہ اس سے ٹل نہیں سکتی۔ اسی طرح جس شخص کا قتل کیا جانا مقدر کر دیا گیا، وہ اس سے ٹل نہیں سکتا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ایک اور جواب دیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا ناپسندیدہ اور بری بات یا کوئی آفت اور مصیبت نہیں ہے، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ اس کو قتل کے بعد زندہ کر دیتا ہے اور اس کا انواع و اقسام کی نعمتوں اور ثواب سے نوازتا ہے اور اس کو طرح طرح کے رزق اور خوشیاں عطا فرماتا ہے۔

یہ آیت جنگ بدر اور جنگ احد کے شہداء کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اس وقت ان ہی دو مشہور جنگوں میں مسلمان شہید ہوئے تھے اور منافق مجاہدوں کو جہاد کرنے سے اس لئے روکتے تھے کہ وہ ان دو جنگوں میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی طرح شہید نہ ہو جائیں۔

حیاتِ شہداء کے متعلق احادیث

حدیث شریف = حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا۔ وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کر لیں تو انہوں نے کہا کہ ہمارے بھائیوں تک ہمارا پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا۔ اس وقت رب کریم نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے، ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے (ابو داؤد (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 748، ص 284، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف = حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے جابر! کیا ہوا میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں تم کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلا حجاب بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے بلا حجاب بات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے تم تمنا کرو، میں تم کو عطا کر دوں گا۔ تمہارے والد نے کہا اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ آیت

نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، ان میں بسیرا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں، کھاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا: اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انہوں نے کہا کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کئے جائیں (ترمذی شریف، حدیث 3011، جلد 5، ص 231، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

حیات شہداء کی کیفیت

شہداء کی حیات حقیقی ہے اور جسم اور روح کے ساتھ ہے لیکن ہم اس زندگی میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے "عند ربھم یرزقون" انہیں ان کے رب

کے پاس رزق دیا جاتا ہے۔ نیز صرف روحانی حیات میں شہداء کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہوگا؟

شہداء کے اجسام شہادت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اجسام زندہ رکھتا ہے اور گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرور زمانہ کے باوجود یہ اجسام اسی طرح تروتازہ رہتے ہیں اور ان کے زخم اسی طرح خون آلود رہتے ہیں۔

امام ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا۔ یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے۔ ان کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے۔ جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا۔ جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا (المرقات جلد 4، ص 72، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا۔ میں اس سے خوش نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا پورا جسم اسی طرح تروتازہ تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو (سنن کبریٰ جلد 4، ص 87، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امام زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا۔ اولیاء اللہ، باعمل علماء، شہداء، طالب ثواب موذن، باعمل حافظ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر چاہتے

ہوئے مرنے والا، کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ان کے بدن بگڑتے نہیں (شرح زرقانی علی الموطا، باب جامع الجنائز مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبری مصر جلد 2، ص 84، فتاویٰ رضویہ جدید جلد 9، ص 128، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

حضرت عطاف کہتے ہیں۔ میری خالہ مجھ سے بیان کرتی ہیں۔ میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی۔ میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے ہوئے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا۔ جواب سنا اور آواز آئی "واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا" خدا تعالیٰ کی قسم ہم تم لوگوں کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے۔ میں سوار ہوئی اور واپس آئی (المستدرک للحاکم، کتاب المغازی، دارالفکر بیروت، جلد 3، ص 29، فتاویٰ رضویہ جدید جلد 9، ص 722، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

اب آپ کے سامنے شہداء کے درجات اور ان کو ملنے والے انعامات کا ذکر امام مجاہدین ﷺ کی احادیث کی روشنی میں کیا جائے گا۔

1: شہید کو سات درجات ملیں گے

حدیث شریف = حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شہید کو سات درجات ملیں گے۔ ان میں سب سے پہلا درجہ یہ ہوگا کہ وہ جنت میں اپنے مقام کو اپنی روح سے پہلے دیکھ لے گا اور روح کا نکلنا اس کے لئے آسان ہوگا۔

دوسرا یہ کہ جنت کی حوروں سے تعلق رکھنے والی اس کی بیوی اس کے سامنے آئے گی اور یہ کہے گی "اے اللہ تعالیٰ کے دوست تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ اس سے بہتر ہے جو تمہارے لئے گھر والوں کے پاس ہے۔"

تیسرا یہ کہ جب اس کی جان نکلے گی اس کے جنت کے خادم اس کے پاس آئیں گے اور وہ

اس کو غسل دیں گے، اس کو کفن دیں گے اور اسے جنت کی خوشبو لگائیں گے۔

چوتھا یہ کہ کسی بھی مسلمان کی جان اتنی آسانی سے نہیں نکلتی، جتنی کہ شہید کی جان آسانی سے نکلتی ہے۔

پانچواں یہ کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا تو اس کے زخموں میں سے مشک کی خوشبو نکل رہی ہوگی اور قیامت کے دن شہید لوگ اپنی خوشبو کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

چھٹا یہ کہ رحمن جل جلالہ کے عرش کے قریب قدر و منزلت کے اعتبار سے شہداء سے زیادہ اور کوئی نہیں ہوگا۔

ساتواں یہ کہ لوگ ہر جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے جائیں گے اور یہ کہ جب یہ واپس آئیں گے تو کہا جائے گا یہ رحمن جل جلالہ کے ملاقاتی ہیں۔ (مسند امام زید، حدیث 675، کتاب السیر وما جاء من ذلک، ص 378، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

2: شہید کے لئے چھ انعامات

حدیث شریف = حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کی چھ خصلتیں ہیں۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے، عذاب قبر سے محفوظ ہوتا ہے۔ بڑی گھبراہٹ سے مامون ہوگا۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ بڑی آنکھوں والی ستر حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے ستر رشتہ داروں کے معاملہ میں اس کی سفارش قبول ہوگی (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، باب ماجاء ای الناس افضل، حدیث 1715، ص 812، مطبوعہ فرید بک لاہور)

3: شہداء کیلئے جنت کی نہریں اور صبح وشام رزق

حدیث شریف = حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شہداء جنت کے دروازے سے سبز قبہ میں نکلنے والی نہر پر ہوتے ہیں۔ صبح وشام ان کو رزق پہنچایا جاتا ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2403، ص 528، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

4: شہید کا خون گرتے ہی تمام گناہ معاف

حدیث شریف = حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول رحمت شفیع اُمت ﷺ نے فرمایا۔ شہید کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2555، ص 612، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

5: مجاہد عذاب قبر سے محفوظ ہے

حدیث شریف = حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جہاد میں شریک ہو اور صبر کرلے، یہاں تک کہ اس کو قتل کردیا جائے یا غالب آجائے تو وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہے (المستدرک، للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2556، ص 612، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

6: شہادت کا جام پی کر کثیر ثواب پالیا

حدیث شریف = حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی (عمرو بن ثابت بن وقش المعروف بہ احرام بن عبدالاشعل) لوہے کی کسہ آلہ حرب سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا، پیش کیا گیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں کافروں سے جنگ کروں یا پہلے اسلام قبول کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پہلے اسلام قبول کرو پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔ وہ اسلام لے آیا۔ پھر اس نے کافروں سے جنگ کی اور شہید ہوگیا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ اس نے عمل تھوڑا کیا اور ثواب بہت زیادہ ملا۔ (بخاری (مترجم) جلد دوم، حدیث 73، کتاب الجہاد والسیر، ص 75، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

7: ایک بھی نماز نہ پڑھی تھی مگر شہادت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عمرو بن اقیش کا ایک آقا تھا (عمرو بن اقیش) اس وقت تک صرف اس لئے ایمان نہیں لائے تھے کہ کہیں اس کا آقا اس کو سزا نہ دے۔ وہ جنگ احد والے دن آئے اور پوچھنے لگے: میرے پھوپھی زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: احد میں۔ اس نے ایک اور شخص کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ وہ بھی احد میں گیا ہوا ہے۔ ان نے ایک اور کے متعلق پوچھا تو اس کے بارے میں بھی یہی جواب ملا۔ اس نے اپنی زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی طرف چل دیا۔ جب مسلمانوں نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے۔ اے عمرو! پیچھے ہٹ کر رہو۔ اس نے کہا! میں ایمان لا چکا ہوں۔ پھر وہ جہاد میں شریک ہو گیا یہاں تک کہ زخمی ہو گیا۔ اس کو زخمی حالت میں اس کے گھر بھیج

دیا گیا۔ پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کی بہن سے کہا۔ ان سے پوچھو کہ تو نے اپنی قوم کی مروت یا ان کے لئے کسی غصہ میں جنگ لڑی ہے یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے غصے میں لڑے ہو؟ اس نے کہا: میں تو محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے غصے میں لڑا ہوں۔ وہ شخص فوت ہو گیا اور جنت میں داخل ہوا حالانکہ اس نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی تھی (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2533، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

8: راہ خدا میں جان دینے میں لذت

حدیث شریف = حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا کوئی آدمی فوت ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا کی طرف اتنا پسند کرے دراں حالیکہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کے لئے ہو، وہ دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرے گا مگر شہید اس لئے کہ وہ شہادت کی فضیلت دیکھ چکا ہے لہذا اس کو یہ پسند ہوگا کہ وہ دنیا میں واپس چلا جائے اور پھر دوسری مرتبہ شہید کر دیا جائے (حمید الطویل رضی اللہ عنہ نے کہا) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبح یا شام کو جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی ایک کے لئے ہاتھ یا کوڑے کی مقدار زمین دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت میں سے ایک عورت (حورعین) دنیا میں رہنے والوں کی طرف ایک نظر دیکھے تو آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے معمور کر دے اور البتہ اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 63، ص 70، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

9: سب سے پہلے جنت میں شہداء داخل ہوں گے

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔ میرے سامنے جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین اشخاص پیش کئے گئے۔ ایک شہید، دوسرا پاک دامن اور حرام وشبہادت سے بچنے والا اور تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کرتا اور مالکوں کی خیر خواہی کرتا ہے (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، باب ماجاء فی ثواب الشہید، حدیث 1695، ص 805، مطبوعہ فرید بک لاہور)

10: شہید کے لئے جنت

حدیث شریف = حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جنت میں۔ اس شخص نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں ایک طرف رکھ دیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4798، ص 763، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

11: شہید پر انعامات الٰہیہ

حدیث شریف = حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک کالے رنگ کا آدمی نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں بدشکل، کالا، بدبودار آدمی ہوں، کوئی شخص میری طرف مائل نہیں ہوتا۔ اگر میں جہاد میں شہید ہو جاؤں تو میری منزل کیا ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنت۔ پھر وہ جہاد میں شریک ہوگیا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ نبی پاک ﷺ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے چہرے کو روشن کردیا۔ تجھے خوشبودار کردیا اور تیرے مال کو زیادہ کردیا اور پھر اسی کے متعلق یا (شاید) کسی دوسرے کے متعلق فرمایا۔ میں نے اس کی بیوی حورعین کو دیکھا ہے کہ وہ اس کا اون کا جبہ اٹھا کر اس کے جبہ میں گھس گئی ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2463، ص 564، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

12: شہداء کیلئے جنت میں خوبصورت مکان

حدیث شریف = حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ میں نے آج رات دو آدمیوں (حضرت جرائیل و میکائیل) کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور مجھے ایک درخت پر لے گئے اور انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ یہ گھر بہت ہی خوبصورت تھا اس سے خوبصورت مکان آج تک میں نے نہیں دیکھا۔ انہوں نے (جرائیل و میکائیل) نے کہا یہ گھر شہداء کے لئے ہیں (بخاری شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 59، ص 69، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

13: راہ خدا کا مجاہد کسی بھی حال میں مرے وہ شہید ہے

حدیث شریف = حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جہاد کے لئے روانہ ہوگیا اور وہ (طبعی موت) مرے یا قتل کردیا جائے (بہرحال) وہ شہید ہے یا اونٹ یا گھوڑے سے گر کر مرجائے یا اس کو سانپ ڈس لے، یا وہ اپنے بستر پر کسی بھی وجہ سے مرجائے (بہرحال) وہ شہید ہے اور جنتی ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم،

کتاب الجہاد، حدیث 2416، ص 536، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

14: شہید کے خون کا قطرہ پروردگار کو محبوب ہے

حدیث شریف = حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ خشیت الٰہی میں گرنے والے آنسو کا قطرہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد) میں پہنچنے والے زخم کا نشان اور کسی فریضہ خداوندی کو ادا کرنے کا نشان (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، باب ماجاء ای الناس افضل، حدیث 1723، ص 815، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف = حضرت ثمامہ بن عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا جب غزوہ بیئر معونہ میں حرام بن ملحان کو اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، نیزہ مارا گیا تو انہوں نے اپنا خون لے کر ہاتھ سے اپنے چہرے اور منہ پر مل لیا پھر کہا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا (بخاری (مترجم) جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث 1268، ص 602، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

15: دنیا کی تمام نعمتیں ایک طرف، لذت شہادت ایک طرف

حدیث شریف = حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی بھی شخص یہ آرزو نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے، اگر چہ اسے (واپسی کی صورت میں) دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہو جائیں البتہ شہید جب (شہادت کی) عظمت کا مشاہدہ کرے گا تو وہ یہ آرزو کرے گا کہ وہ دس مرتبہ دنیا میں جائے

اور ہر مرتبہ شہید ہو (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4753، ص 751، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

16: شہادت کی آرزو کبھی ختم نہیں ہوتی

حدیث شریف = امام المجاہدین ﷺ نے ارشاد فرمایا (شہداء) کی ارواح، سبز پرندوں کے پیٹ میں رہتی ہیں۔ ان کے لئے عرش پر قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں گے، گھوم پھر کر ان قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں پھر ان کا پروردگار انہیں مخاطب کر کے دریافت کرتا ہے، کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں، ہم کیا خواہش کر سکتے ہیں؟ جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ یہ مکالمہ تین مرتبہ ہوتا ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں کوئی سوال کرنا ہی ہوگا تو وہ عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری ارواح کو اجسام میں لوٹا دے۔ یہاں تک کہ ہمیں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جائے۔ جب پروردگار یہ دیکھتا ہے کہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے تو وہ انہیں (ان کے حال پہ) چھوڑتا ہے (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4770، ص 756، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ: مرد مومن کو شہادت کی جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں بیکار ہیں۔ یہاں تک کہ شہید جنت کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور ان سے لطف اندوز ہوگا مگر جب اس کو اللہ و رسول کی محبت میں سر کٹانے کا مزہ آ جائے گا تو جنت کی ساری نعمتوں کا مزہ بھول جائے گا اور تمنا کرے گا کہ ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں لوٹا دے تا کہ شہید کیا جاؤں۔

جہاد کی تیاری اور اس کی طرف رغبت کا بیان

القرآن: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر (دشمن کی طرف) جماعتیں بن کر جاؤ یا اکھٹے ہو کر چلو (سورۂ نساء، آیت 71، پارہ 5)

اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور کافروں سے جہاد کے لئے سامان جنگ تیار رکھنے کا حکم دیا ہے تا کہ کہیں کفار اچانک حملہ نہ کر دیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا حال بیان فرمایا جو جہاد کی راہ میں روڑے اٹکانے والے تھے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ کفار کے دفاع اور اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ اور ہتھیار فراہم کریں اور دشمن جس طرح کے ہتھیار استعمال کر رہا ہے ویسے ہی ہتھیار استعمال کرو، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا دشمنوں کے مقابلہ میں ان جیسے ہتھیار استعمال کرو۔ تلوار کے مقابلہ میں تلوار اور نیزہ کے مقابلہ میں نیزہ سے لڑو۔ اب دنیا میں اپنی بقاء کے لئے ایٹمی طاقت بننا ضروری ہے اور دشمنان اسلام سے مقابلہ اور جہاد کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے لیکن ہمارے طالب علم جدید ثقافت کے نام پر بین الاقوامی کھیلوں کے میدان میں ہیرو بننا چاہتے ہیں۔ ڈسکو میوزک، لڑکے لڑکیوں کے مخلوط رقص اور اچھل کود کے شوز میں ڈوبے ہوئے ہیں اور متوسط گھر ڈش انٹینا اور ٹی وی، کیبل اور انٹرنیٹ کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔ ایسے میں مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد کہاں سے پیدا ہوگا۔

مظلوم مسلمانوں کی مدد کیلئے جہاد کرنا

القرآن: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا○

ترجمہ: اور (مسلمانو) تمہیں کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں حالانکہ بے بس کمزور مردوں عورتوں اور بچوں میں سے وہ جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارے لئے کوئی کارساز بنادے اور کردے کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار (سورۂ نساء، آیت 75، پارہ 5)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مزید ترغیب دی اور جہاد کے خلاف حیلوں اور بہانوں کو زائل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد میں تمہیں کیا چیز روکتی ہے۔ جہاد کی وجہ سے شرک کے اندھیروں کی جگہ توحید کا نور پھیلتا ہے۔ شر اور ظلم کے بجائے خیر اور عدل کا دور دورہ ہوتا ہے اور مکہ میں تمہارے جو مسلمان بھائی مرد، عورتیں اور بچے کفار کے ظلم کا شکار ہیں۔ کفار ان کو ہجرت کرنے نہیں دیتے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں اور تم خود مکہ کی زندگی میں ان کے مظالم کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے ہو۔ حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم پر کس کس طرح مشق ستم کی جاتی تھی، سو کفار کے خلاف جہاد کر کے تم اپنے مسلمان بھائیوں کو کفار کی دست برد سے بچا سکتے ہو۔

جان و مال سے جہاد کرنے والوں کے فضائل و مناقب

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔

القرآن: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ○ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○

ترجمہ: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر ایک درجہ میں فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے۔ اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں۔ ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی جسمانی عذر کے جہاد کے لئے نہیں جاتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ لایستوی القاعدون من المومنین۔الایۃ تو حضرت عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، سرور کائنات ﷺ کے پاس آئے، وہ نابینا تھے۔انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نابینا ہوں۔ آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔غیر اولی الضرر۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا (چوڑی) ہڈی اور دوات لاؤ یا فرمایا لوح اور دوات لاؤ (ترمذی رقم الحدیث 3042)

عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والے، مجاہدین کے برابر ہیں

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہیں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکیں، وہ اجر وثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلاعذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے۔وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے، مجاہدین کے برابر ہیں۔اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے۔

حدیث شریف = حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ایک غزوہ میں فرمایا۔ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا تو وہ ہمارے ساتھ تھے، وہ عذر کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 2839)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُقْتَلْ أَوْ

يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے یا غالب آ جائے تو ہم عنقریب اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

☆ اس آیت میں فرمایا ہے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو اخروی ثواب کے بدلہ میں اپنی دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں۔ انسان طبعاً اپنی زندگی خرچ کرنے کو بھاری سمجھتا ہے لیکن جب اس کو یقین ہوگا کہ یہ زندگی خرچ کرنے سے اس کو آخرت کی نعمتیں ملیں گی تو وہ بہت خوشی سے اس راہ میں زندگی خرچ کرے گا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے اور اخیر میں فرمایا۔ پس تم نے جو اللہ تعالیٰ سے بیع کی ہے، اس بیع پر خوش ہو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر تم اس جنگ میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کا بڑا اجر ہے اور اگر تم غالب آ گئے تو اخروی اجر کے ساتھ دنیاوی منفعت بھی حاصل ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کرنے میں تمہارا سراسر فائدہ ہے خواہ تم غالب ہو یا مغلوب۔

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

(سورۂ توبہ، آیت 20 تا 22)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور ان جنتوں کی جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہے۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، بے شک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

چوتھے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

(سورہ توبہ، آیت 111)

ترجمہ: بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے۔ پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے اور یہی

بہت بڑی کامیابی ہے۔

پانچویں مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

چھٹے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

ترجمہ: (حقیقی) ایمان لانے والے تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں۔

ساتویں مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

(سورۂ صف، آیت 10 تا 14)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے ۝ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ۝ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے ۝ اور دوسری (نعمت بھی) جس کو تم پسند کرتے ہو، عنقریب اللہ کی طرف سے مدد اور فتح حاصل ہوگی اور مومنین کو بشارت دیجئے ۝ اے ایمان والو اللہ (کے

دین) کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا! اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، پھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر کیا پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو مومن (کافروں پر) غالب آ گئے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

جہاد تین قسم پر ہے۔

1۔ اپنے نفس سے جہاد، اور اس کا معنی ہے نفس کو مشقت میں ڈال کر مشکل عبادات انجام دینا۔

2۔ نفس سے اس کی لذتوں اور شہوتوں کو چھڑا کر جہاد کرنا یعنی زبان، پیٹ اور شرم گاہ کو حرام چیزوں سے روک کر رکھنا۔

3۔ مخلوق کے نفع کے لئے نفس سے جہاد کرنا، یعنی لوگوں سے طمع نہ کرنا اور اپنی چیزیں دوسروں کو دے کر ایثار کرنا یا کم از کم اپنی زائد چیزیں دوسروں کو دینا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا دنیاوی منافع کی بہ نسبت آخرت کے اجر و ثواب کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے پر مغفرت، اور دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے۔

نیز فرمایا: اور دوسری (نعمت میں) جس کو تم پسند کرتے ہو، یعنی جہاد کے نتیجہ میں تم کو صرف آخرت کا اجر نہیں، دنیا میں بھی مال غنیمت حاصل ہوگا اور کافروں پر غلبہ حاصل ہوگا اور عنقریب فتح حاصل ہوگی۔ سو مسلمانوں کو فتح مکہ حاصل ہوئی۔

اللہ کی راہ میں ہجرت کی سچی نیت پر بھی اجر

القرآن: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: اور جو ہجرت کرے اللہ کی راہ میں پائے گا زمین میں بہت جگہ اور فراخی اور جو اپنے گھر سے نکلے ہجرت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھر اسے موت آ جائے تو بے شک ثابت ہو گیا اس کا ثواب اللہ (کے ذمہ کرم) پر اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے
(سورۂ نساء، آیت 100، پارہ 5)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لئے مشرکوں کے ملک سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بھاگے اور ارض اسلام اور دار ہجرت میں پہنچنے سے پہلے اس کو موت آ لے تو اس کے اس عمل کا اجر اور ہجرت کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور اس نے اسلام کی خاطر اپنے وطن اور رشتہ داروں کو جو چھوڑا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جزا اس کو عطا فرمائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص العیص بن ضمرہ تھا، جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو بیمار تھا۔ اس نے

اپنے گھر والوں سے کہا کہ وہ اس کو چار پائی پر ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلیں، وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے، وہ ابھی مقام تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں سے اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہوگئی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ہجرت کا شرعی حکم

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جس ملک یا شہر میں مسلمانوں کو دین اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے اور یہ کہ ابتداء میں مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض تھا اور مکہ فتح ہونے کے بعد جب مکہ دارالسلام بن گیا تو ہجرت منسوخ ہوگئی۔

مال غنیمت بہت پاکیزہ مال ہے

القرآن: فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا

ترجمہ: تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ (سورۂ انفال آیت 69)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے یہی مال پسند فرمایا۔ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں مال غنیمت استعمال فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے سب سے پاکیزہ مال، مال غنیمت ہے

(سنن سعید بن منصور حدیث 2886)

غنیمت کے لغوی اور اصطلاحی معنی

غنیمت کے لغوی معنی الفوز بالشیٔ یعنی کسی چیز کو پالینا، کسی چیز کو لینے میں کامیاب ہوجانا (التفسیر الکبیر)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

الغنیمۃ فی اللغۃ ماینالہ الرجل اوالجماعۃ بسعی

غنیمت لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جسے کوئی فرد یا جماعت کوشش کر کے حاصل کرے۔

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو قوت کے زور پر جنگ میں کافروں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

مال الکفار اذا ظفر به المسلمون علی وجه الغلبة والقهر (القرطبی)

والغنیمة فی الشریعة مادخلت فی ایدی المسلمین من اموال المشرکین علی سبیل القهر بالخیل والرکاب (التفسیر الکبیر)

جبکہ فئے وہ مال کہلاتا ہے جو کفر سے جنگ کے بغیر حاصل ہوجائے۔ یعنی جب وہ ہتھیار ڈال دیں اور صلح کی درخواست کریں۔

بعض الفاظ کے معانی

واعلموا انما میں ما بمعنی الذی ہے اور اس اسم موصول کا صلہ غنمتم ہے اس میں ضمیر محذوف ہے تقدیر یوں ہوگی واعلموا الذی غنمتموہ (المدارک)

من شیء میں من بیان کے لئے ہے اور تنوین سے معلوم ہوا کہ جو چیز بھی غنیمت میں ملے حتیٰ کہ سوئی اور دھاگہ وہ سب اس حکم کے مطابق تقسیم ہوگا۔

☆مال غنیمت اور مال فئے میں فرق

اَلْفَیْءُ هُوَ الْمَالُ الْمَاخُوْذُ مِنَ الْكُفَّارِ بِغَيْرِ قِتَالٍ كَالْخِرَاجِ وَالْجِزْيَةِ وَاَمَّا الْمَاخُوْذُ بِقِتَالٍ فَيُسَمّٰى غَنِيْمَةً

(فتح القدیر جلد 5 ص 426)

اگر دشمنوں سے لڑائی کے بعد مال ہاتھ آئے تو اسے مال غنیمت کہتے ہیں اور بغیر جنگ کئے ان سے ملنے والے مال کو مال فئے کہا جاتا ہے۔

☆مال غنیمت کی تقسیم کی صورت یہ ہے کہ مال غنیمت کو جمع کر کے اس کے پانچ حصے کئے

جائیں گے۔ایک حصہ بیت المال کے لئے ہوگا (اس حصے کو خمس کہتے ہیں، جو حکومت یا مرکز کی مرضی سے یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور اسی طرح کے دیگر مصارف پر خرچ کیا جائے گا) اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے (شامیہ جلد 6، ص 237)

حدیث شریف = حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جنگ حنین کے دن ہوازن نے عورتوں، بچوں، اونٹوں اور گھوڑوں کو لاکر صفوں میں کھڑا کر دیا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی کثرت ظاہر کرسکیں، جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان معرکہ شروع ہوا تو مشرک بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر سرور کونین ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور آپ ﷺ نے (انصار کو مخاطب کر کے) فرمایا: اے گروہ انصار میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی حالانکہ نہ آپ ﷺ نے نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی۔ نبی پاک ﷺ نے اس دن فرمایا جو شخص کسی کافر کو قتل کرے گا، اس سے جو کچھ چھینے گا وہ اسی کا ہے۔اس دن ابوقتادہ نے بیس آدمیوں کو قتل کر کے ان کا ساز و سامان اتارا تھا، ابوقتادہ نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایک شخص کی شہ رگ کاٹ ڈالی تھی۔اس نے زرہ پہن رکھی تھی، مجھ سے پہلے کسی اور نے اس کا سامان اتارلیا۔ یارسول اللہ ﷺ تحقیق کروائیں کہ وہ کون تھا؟ ایک شخص بولا: (اس کا سامان میں نے اتارا تھا، آپ ﷺ اس کو اس زرہ کے متعلق راضی کرلیں اور وہ مجھے دے دیں) اس پر نبی پاک ﷺ خاموش ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ ﷺ سے جب کچھ مانگا جاتا تو آپ ﷺ عطا کر دیتے یا خاموش ہوجاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی شیر کو غنیمت عطا فرمائے اور رسول پاک ﷺ اس کو تیرے سپرد کردیں (یہ سن کر) رسول پاک ﷺ مسکرا دیئے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2591، ص 632، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

مال غنیمت نہ ملنے پر مجاہد کو پورا پورا اجر ملے گا

حدیث شریف=حضرت عبداللہ وعمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ کوئی بھی لشکر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے، تو اگر ان کو مال غنیمت حاصل ہو جائے تو انہوں نے اپنے آخرت کے اجر سے دو تہائی وصول کرلیا ہے اور ان کا ایک تہائی باقی ہے اور اگر ان کو مال غنیمت نہ ملے تو ان کو پورے کا پورا اجر باقی ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2414، ص 534، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف=حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم جہاد کا ارادہ کرو تو کالے رنگ کا ایسا گھوڑا خریدو جس کی ٹانگوں اور پیشانی میں سفیدی ہو، لیکن دائیں ٹانگ پر سفیدی نہ ہو (اس گھوڑے پر جہاد کرنے سے) تم غنیمت بھی پاؤ گے اور محفوظ بھی رہو گے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2459، ص 563، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف=حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اندھیری رات کے سیاہی کی طرح فتنے تم پر سایہ فگن ہوں گے۔ ان سے نجات وہ پائے گا جو سسکیاں بھر کر رونے والا ہوگا، جو اپنے ریوڑ کی کھائی سے گزارا کرتا ہوگا یا وہ شخص جو بند گلی میں، ایسے گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے ہو، جو اپنی تلوار کی کمائی سے گزارا کرے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2460، ص 563، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

جہاد کے لئے نکلنا منافقین پر ناگوار ہے

القرآن: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (سورۂ توبہ، آیت 81، پارہ 10)

ترجمہ: جن کو (جنگ میں) رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی گئی تھی، وہ اللہ کی راہ میں اپنے بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا گرمی میں نہ نکلو، آپ کہئے کہ جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ گرم ہے، اگر وہ سمجھتے۔

یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو غزوۂ تبوک میں رسول اکرم نور مجسم ﷺ اور صحابہ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور پیچھے بیٹھے رہ گئے تھے اور ان کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلنا ناگوار ہوا تھا اور بعض منافقین نے بعض سے کہا کہ اس گرمی میں نہ نکلو، کیونکہ غزوۂ تبوک کی طرف روانگی سخت گرمی میں ہوئی تھی اس وقت پھل پک چکے تھے اور درختوں کا سایہ اور پھل اچھے لگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ ان سے کہئے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے تم جس جہنم میں جانے والے ہو، وہ اس گرمی سے بہت زیادہ گرم ہے۔

دوزخ کی گرمی

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے

فرمایا۔ بنی آدم جس آگ کو جلاتے ہیں، وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے (موطا، امام مالک، رقم الحدیث 839، صحیح بخاری، رقم الحدیث 3265، صحیح مسلم رقم الحدیث 2843)

حدیث شریف= حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا۔ ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھرکایا گیا حتی کہ وہ سرخ (لال) ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتی کہ وہ سفید ہوگئی، پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتی کہ وہ سیاہ ہوگئی، پس وہ سیاہ تاریک ہے (ترمذی شریف، رقم الحدیث 2591، ابن ماجہ رقم الحدیث 4320)

جہاد کی سعادت منافقین کے حصے میں نہیں

القرآن: فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ○

ترجمہ: تو (اے حبیب) اگر اللہ آپ کو واپس لائے ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف، پھر وہ آپ سے جہاد میں جانے کا اذن طلب کریں تو آپ ان سے فرمائیں کہ تم میرے ساتھ کبھی نہ نکلو گے اور ہرگز میری معیت میں دشمن سے قتال نہ کرو گے بے شک تم پہلی (ہی) مرتبہ بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو (سورۂ توبہ، آیت 83، پارہ 10)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ کو اللہ تعالیٰ منافقین کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے، منافقین کے ایک گروہ کی قید اس لئے لگائی کہ مدینہ میں مخلص مسلمان بھی موجود تھے، جو معذور تھے اور عذر کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں نہیں جاسکے تھے، سو جب آپ مدینہ میں واپس آئیں اور یہ منافقین آپ سے پھر کسی غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کریں تو آپ کہہ دیں کہ تم اب کبھی بھی کسی غزوہ میں میرے ساتھ نہیں جاسکو گے۔ یہ ارشاد ان کے نفاق کے اظہار، ان کی اہانت اور مذمت اور ان پر لعنت کرنے کے لئے قائم

مقام ہے، کیونکہ جب انہوں نے جھوٹے حیلے بہانے کر کے آپ سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی تو ان کا چھپا ہوا کفر ظاہر ہو گیا کیونکہ دین اسلام میں مسلمانوں کی جہاد کی طرف رغبت تو سب کو بداہتاً معلوم ہے اور نبی علیہ السلام کا آئندہ ان کو جہاد میں شرکت سے منع فرمانا، اس لئے تھا کہ مسلمان ان کے شر اور فساد اور ان کے مکر و فریب اور اس کی سازشوں سے محفوظ رہیں اور چونکہ یہ پہلی بار غزوہ تبوک میں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ میں معذوروں کے ساتھ بیٹھے رہیں، سو وہ آئندہ بھی اسی کو پسند کریں گے، گویا جب ایک بار انہوں نے نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ جہاد میں جانا پسند نہ کیا تو اس کی سزا ان کو یہ دی گئی کہ اب اگر آئندہ یہ آپ کے ساتھ جانا چاہیں گے پھر بھی ان کو اجازت نہیں ملے گی۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص اس کے خلاف سازشیں کرتا ہے تو وہ آئندہ اس کو اپنا رفیق اور مصاحب بنانے سے گریز کرے۔

جہاد کرنے والوں کے برابر کسی کا درجہ نہیں

القرآن: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان کے ساتھ (کافروں سے) جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھنے والے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت اور خوشنودی کی اور جنتوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہے۔ ابد تک وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ ہی کے پاس بڑا اجر ہے (سورۃ توبہ، آیت 20 تا 22، پارہ 10)

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان لانے والوں، ہجرت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا درجہ تمام مخلوق سے بڑا ہے۔ اور ان کا درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فوز کا معنی ہے اپنے مطلوب کو پالینا اور ان کا مطلوب عذاب سے نجات اور ثواب کا حصول ہے اور اس کا مصداق فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والے صحابہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

القرآن=(ترجمہ)(اے مسلمانو!) تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا، ان کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا، ان کا ان سے بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔(سورہ حدید، آیت 10)

اس کی تائید اس حدیث میں ہے۔

حدیث شریف=حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کو سب وشتم نہ کرو (برا نہ کہو) پس اگر تم میں سے کوئی شخص (اللہ کی راہ میں) احد پہاڑ جتنا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے خرچ کئے ہوئے ایک کلو یا نصف کلو کے برابر نہیں ہوسکتا (بخاری حدیث 3673، مسلم شریف حدیث 2540)

آیت نمبر 21 میں فرمایا ہے۔ ان کا رب ان کو رحمت اور رضا کی خوشخبری دیتا ہے۔ یہ رب کریم کا وعدہ ہے۔

حدیث شریف=حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت کے لئے موجود ہیں اور تمام خیر تیرے دست قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہوگئے؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے: اے رب! اس سے زیادہ افضل اور کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رحمت اور رضا نازل کرتا ہوں، اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(بخاری حدیث 6549، مسلم حدیث 2829)

سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ''اللہ کی تھوڑی سی رضا بھی بہت بڑی چیز ہے'' (سورہ توبہ آیت 72)، لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جنت کو معمولی نعمت سمجھا جائے اور جنت کی تحقیر کی جائے جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں، جنت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس سے بھی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے لیکن یہ نعمت ہمیں جنت میں ہی حاصل ہوگی۔

جہاد چھوڑنے پر سخت وعیدیں

اور جہاد سے پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝

(سورۂ توبہ، آیت 24)

ترجمہ: (اے رسول مکرم!) آپ کہیں کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری تجارت جس کے گھاٹے کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئیں اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ انسان کو فطری طور پر اپنے باپ، دادا، بیٹے، بیویاں اور دیگر قریبی رشتہ دار بہت محبوب ہوتے ہیں، اسی طرح اس کو اپنا کاروبار بھی بہت مرغوب ہوتا ہے اور اپنے

رہائشی مکان بھی اس کو بہت پسند ہوتے ہیں اور ان سب کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں چلے جانا اس کے لئے بہت دشوار ہوتا ہے اس لئے ہجرت کرنا اس پر طبعاً گراں ہوتا ہے اور اپنی جان بھی اس کو بہت پیاری ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا اس پر بہت شاق ہوتا ہے، اور شیطان بھی اس کو ہجرت کرنے اور جہاد کرنے سے ورغلاتا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مال و دولت، اپنے مکانوں بلکہ خود اپنی جانوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھیں، اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے وطن سے ہجرت کریں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں۔

القرآن: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا چار ان میں سے حرمت والے ہیں۔ یہی دین سیدھا ہے تو ان (مہینوں) میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور قتال کرو تم سب مشرکوں سے جیسا کہ وہ قتال کرتے ہیں تم سب سے اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (سورۂ توبہ، آیت 36، پارہ 10)

سستی وکاہلی کی وجہ سے جہاد سے پیچھے نہ رہو

القرآن: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) چلو (تو) تم بوجھل ہوکر زمین کی طرف جھک پڑتے ہو، کیا آخرت کے بدلہ میں تم دنیا کی زندگی سے راضی ہوگئے تو دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا آخرت کے مقابلہ میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا (سورۂ توبہ، آیت 38، پارہ 10)

سورۂ توبہ کی اڑتیسویں آیت غزوۂ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ یہ غزوۂ نو ہجری میں ہوا تھا۔ تبوک ایک چشمہ ہے جو وادی قریٰ میں تھا۔ یہ مدینہ سے بارہ مرحلہ پر شام کے نزدیک واقع ہے۔

امام ابن اسحٰق علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ طائف کی مہم سے فارغ ہوکر امام المجاہدین ﷺ نے نو ہجری میں ذوالحجہ سے رجب تک مدینہ میں قیام فرمایا، پھر آپ نے مسلمانوں کو روم کے عیسائیوں سے جہاد کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ یہ بہت تنگی کا زمانہ تھا۔ گرمی بہت شدید تھی اور شہروں میں کھجوریں پکنے والی تھیں اور لوگ چاہتے تھے کہ مدینہ میں ٹھہریں اور

درختوں کے سائے اور پکی ہوئی کھجوروں سے راحت حاصل کریں اور اس موسم میں مدینہ سے باہر نکلنا ان پر بہت شاق اور دشوار تھا۔ رسول پاک ﷺ جب کبھی کسی غزوہ کے لئے نکلتے تھے تو ان کا صراحتاً ذکر نہ کرتے بلکہ اس کا کنایتاً ذکر فرماتے تھے لیکن تبوک کا آپ نے صراحتاً ذکر فرمایا کیونکہ یہ بہت دور کا سفر ہے اور اس میں مشقت بہت تھی اور جس دشمن سے آپ نے جنگ کا ارادہ کیا تھا اس کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لئے آپ نے صراحتاً بیان فرما دیا کہ آپ رومیوں سے جنگ کے لئے جا رہے ہیں۔ منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا اس قدر سخت گرمی میں جہاد کے لئے نہ جاؤ۔ اسحٰق بن ابراہیم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقین سویلم یہودی کے گھر جمع ہو رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کو رسول پاک ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں جانے سے منع کر رہے ہیں، تب رسول پاک ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو چند اصحاب کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ سویلم کے گھر کو آگ لگا دیں، سو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

امام ابن اسحٰق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ پھر رسول پاک ﷺ نے سفر کی تیاری شروع کی اور مالدار مسلمانوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں دل کھول کر مال خرچ کیا۔

حدیث شریف = حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرور کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت نبی پاک ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سامان اور کپڑوں کے پیش کرتا ہوں۔ سرور کونین ﷺ نے پھر مسلمانوں کو ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں دو سو اونٹ سامان اور کپڑوں سمیت پیش کرتا ہوں۔ سرور کونین ﷺ نے پھر مسلمانوں کو لشکر کی مدد کے لئے ترغیب دلائی، حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور کہا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں تین سو اونٹ سامان اور کپڑوں سمیت پیش کرتا ہوں۔ تب میں نے دیکھا رسول رحمت ﷺ یہ فرماتے ہوئے منبر سے اترے: آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو عمل بھی کرے اس کو نقصان نہیں ہوگا، آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو بھی عمل کرے اس کو نقصان نہیں ہوگا (ترمذی شریف، حدیث 3720)

اس حدیث شریف کا معنی یہ نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نیک کام کریں یا بد، ان کو اس کا نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو برائی سے محفوظ رکھے گا اور اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہوگئی تو انتقال سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دے گا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا کہ جب تم سے جہاد کے لئے نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چپک جاتے ہو، اس سے مراد تمام مسلمان نہیں، بلکہ بعض مسلمان ہیں کیونکہ اکثر مسلمان سرور کونین ﷺ کے حکم کے مطابق غزوۂ تبوک پر خوشی سے روانہ ہوگئے تھے جن کی تعداد تیس ہزار تھی اور بعض مسلمان بغیر کسی عذر کے اپنی سستی کی وجہ سے رہ گئے تھے جن کی بہت سخت ملامت کی گئی اور منافقین جھوٹے حیلے بہانے کرکے رہ گئے تھے (البدایہ والنہایہ جلد 3، ص 593، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جہاد کا حکم اور نہ نکلنے والوں کیلئے سخت وعید

القرآن: اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

ترجمہ: اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری بجائے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے (سورۂ توبہ، آیت 39، پارہ 10)

سخت وعید

امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

فوجب بمقتضاها النفير للجهاد والخروج الى الكفار لمقاتلتهم على ان تكون كلمة الله هي العليا (القرطبی)

یعنی اس آیت میں سخت تنبیہ اور موکد وعید ہے جہاد چھوڑنے پر...... اور اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کفار کے خلاف جہاد کے لئے نکلنا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ یہ واجب ہے (القرطبی)

یعنی ان دو آیات (38,39) سے بھی جہاد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

جہاد کے لئے نکلنے کا وجوب

اس آیت سے مسلمانوں کو یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنان اسلام کی سرکوبی کرنے اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مدد کرنے کے لئے خود کافی ہے۔ اگر نبی پاک ﷺ کے عہد کے مسلمانوں نے نبی پاک ﷺ کے طلب کرنے پر جہاد کے لئے جانے میں سستی کی تو اللہ تعالیٰ کو کوئی کمی نہیں ہے، وہ اپنے نبی کی مدد کے لئے کوئی اور قوم لے آئے گا اس لئے وہ یہ گمان نہ کریں کہ دین کا غلبہ صرف ان ہی سے ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم اللہ کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانا تو مقصود ہی نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تم جہاد کے لئے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کرنا واجب ہے، نیز اس سے پہلی آیت میں ان مسلمانوں کی مذمت کی ہے جو جہاد پر بلانے کے باوجود جہاد کے لئے نہیں جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کو جہاد کے لئے بلائے تو ان پر واجب ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں، نیز اس آیت میں جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس طرح جہاد فرض ہے، اسی طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں اور جب جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے تو باقی فرائض کے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہوگا، کیونکہ بہ حیثیت فرض ان عبادات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسلمانوں کو منافقوں اور کافروں سے جہاد اور سختی کا حکم

القرآن: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

ترجمہ: اے نبی جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے (سورۂ توبہ آیت 73، پارہ 10)

منافقوں کے خلاف جہاد کی توجیہ

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی قبیح صفات بیان کیں، اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں کا بیان فرمایا اور آخرت میں ان کی سزا کا ذکر فرمایا پھر اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی نیک صفات اور آخرت میں ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا۔ اب پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کافروں کا ذکر فرمایا اور نبی پاک ﷺ اور مسلمانوں کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے اور ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا۔ اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ منافق اپنے کفر کو خفیہ رکھتا ہے اور زبان سے کفر کا انکار کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جاتا ہے اور منافق کا قصہ تو الگ رہا کسی شخص کے بھی باطن پر حکم نہیں لگایا جاتا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں صرف ظاہر پر حکم لگاتا ہوں اور باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے (احیاء العلوم، جلد 4، ص 186)

نیز امام مسلم علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس

آئے تو 80 سے زیادہ لوگوں نے قسم کھا کر آپ ﷺ کے ساتھ نہ جانے کے متعلق عذر پیش کئے۔ نبی پاک ﷺ نے ظاہر کا اعتبار کر کے ان کے عذر قبول کئے اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا (صحیح مسلم، حدیث 2719)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ منافقین کے ساتھ ان کے ظاہر کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے تو پھر ان کے خلاف جہاد کرنے کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان دونوں سے الگ الگ نوعیت کا جہاد مطلوب ہے، کافروں کے ساتھ تلوار کے ساتھ جہاد مطلوب ہے اور منافقوں کے ساتھ جہاد کا معنی یہ ہے کہ ان کے سامنے اسلام کی حقانیت پر دلائل پیش کئے جائیں اور اب ان کے ساتھ نرم رویہ کو ترک کر دیا جائے اور ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جائے۔

راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب

القرآن: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورہ توبہ، آیت 111)

ترجمہ: بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے۔ پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضیلت اور اس کی ترغیب کو بیان فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ منافقین نے جہاد کو ترک کر کے کتنے بڑے نفع کو ضائع کر دیا۔

مجاہدین اپنی جانوں اور مالوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ نے جو ان کو جنت عطا فرمائی، اس کو اللہ تعالیٰ نے شراء (خریدنی) سے تشبیہ دی ہے۔ عرف میں خریدنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو اپنی ملک سے نکال کر دوسرے کو کسی اور

چیز کے عوض دیتا ہے جو نفع میں اس چیز کے برابر ہوتی ہے یا کم یا زیادہ۔ پس مجاہدین نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اس جنت کے بدلے میں فروخت کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے تیار کی ہے، بایں طور کہ وہ اہل جنت میں سے ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکلنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے یا اس کو اس کے گھر اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹا دے (بخاری، حدیث 7463، مسلم، حدیث 1876، نسائی حدیث 5029، ابن ماجہ حدیث 2753)

یہ آیت، آخری بیعت عقبہ کے موقع پر بعثت نبوی کے تیرہویں سال میں نازل ہوئی تھی۔ اس موقع پر مدینہ سے آئے ہوئے ستر آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امام ابو جعفر بن جریر طبری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ:

محمد بن کعب قرظی وغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول پاک ﷺ سے عرض کیا: آپ اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے جو چاہیں شرط لگا لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب کے لئے شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور میں اپنے لئے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا جب ہم یہ کر لیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت! انہوں نے کہا یہ نفع والی بیع ہے، ہم اس کو خود فسخ کریں گے نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے (جامع البیان، جز 11، ص 49، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا روئے زمین پر جو مومن بھی ہے وہ اس بیع میں

داخل ہے (تفسیر امام ابن ابی حاتم، جلد 6، ص 1886، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمہ)

جنت کے بدلہ میں جان و مال کی بیع کی تاکیدات

اس کے بعد فرمایا: اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے! آیت کے اس جز میں مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دی ہے تاکہ وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کریں، پہلے اس نے یہ خبر دی کہ اس نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے اور جنت ان کی ملکیت ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا: اس کا یہ وعدہ آسمانی کتابوں میں مذکور ہے، پھر تیسری بار فرمایا: اس سے بڑھ کر کون سچا وعدہ کرنے والا ہے، کیونکہ کریم کے اخلاق سے یہ ہے کہ وہ وعدہ کر کے اس کو ضرور پورا کرتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مزید خوش کرنے کے لئے فرمایا: پس تم نے اپنی اس بیع سے ایسا نفع حاصل کیا ہے جو کسی شخص کے ساتھ بیع کر کے نہیں حاصل کر سکتے، پھر فرمایا: یہی بہت بڑی کامیابی ہے، یعنی اللہ کا تمہارے ساتھ یہ بیع کرنا تمہاری بہت بڑی کامیابی ہے یا یہ جنت بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس بیع کے بعد معصیت کا بہت سنگین ہونا

اس بیع کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت پر فروخت کر دیا، اللہ تعالیٰ کا اس کو بیع اور شراء قرار دینا بھی مجاز ہے اور اس کا بہت کرم اور احسان ہے کیونکہ ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کا تو وہی مالک ہے اور جنت کا بھی وہی مالک ہے تو پھر حقیقت میں وہی مشتری ہے اور وہی بائع ہے، یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کو ہماری ملکیت قرار دیا پھر اس جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔ بایں طور کہ ہم اس جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اگر وہ ہماری

جان و مال کو نہ خریدتا پھر بھی ہم کلیتاً اس کے مملوک تھے اور ہم پر لازم تھا کہ ہم اس کی اطاعت کرتے، اس کی راہ میں قتال اور جہاد کرتے اور نہ صرف جہاد بلکہ ہم زندگی میں ہر کام اس کے حکم کے مطابق کرتے اور پھر جب اس نے انتہائی کرم یہ کیا کہ اس نے ہماری جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا تو اب کسی طور پر بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے حکم کے خلاف کوئی عمل کریں اور اگر بیع کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کریں اور اس کی کھلم کھلا نافرمانی کریں تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے اس بیع کو قبول نہیں کیا بلکہ ہم نے اس بیع کو عملاً مسترد کر دیا ہے!

القرآن: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ٥

ترجمہ: اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سب مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو کیوں نہ نکلی ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کی طرف واپس آ کر انہیں ڈرائیں تا کہ وہ (گناہوں سے) بچتے رہیں (سورۂ توبہ آیت 122، پارہ 11)

شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی غزوہ کی طرف جاتے تھے تو آپ کے ساتھ نہ جانے والوں میں منافق ہوتے تھے یا معذور لوگ، اور جب اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ کے ساتھ نہ جانے والے منافقین کی مذمت فرمائی تو مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم! آئندہ ہم کسی غزوہ سے پیچھے رہیں گے نہ کسی سریہ سے، پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے اور آپ نے کفار کی طرف لشکر بھیجے تو تمام مسلمان لڑنے کے لئے روانہ ہو گئے اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ تنہا رہ گئے، اس موقع پر پھر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ سب کے سب جہاد کے لئے روانہ

ہو جائیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ ان کی دو جماعتیں ہو جائیں، ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے اور جو احکام نازل ہوں اور رسول اللہ ﷺ جو ارشادات فرمائیں، ان کو محفوظ اور منضبط کرتے رہیں، احکام شرعیہ تدریجاً نازل ہو رہے تھے، اس لئے ان احکام کو حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں آپ ﷺ کے پاس رہنا بھی ضروری تھا اور اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ دین کے لئے جہاد کرنا بھی ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر، جلد 6، ص 170، مطبوعہ بیروت، جامع البیان، جز 11، ص 190، دار الفکر بیروت)

قریب کے کافروں سے جہاد کی ابتداء کرنے کی وجوہ

القرآن: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو! ان کافروں سے قتال کرو جو تمہارے قریب ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور خوب جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (سورۂ توبہ، آیت 123، پارہ 11)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنین سے یہ فرما رہا ہے کہ جہاد کی ابتدا ان کافروں سے کرو جو تمہارے درجہ بدرجہ قریب ہیں، نہ کہ ان سے جو تم سے درجہ بدرجہ بعید ہوں، اس آیت کے زمانہ نزول میں قریب سے مراد روم کے کافر ہیں کیونکہ وہ شام میں رہتے تھے اور شام عراق کی بہ نسبت قریب تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے کئی شہر فتح کر دیئے تو ہر علاقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے قریبی کافر ملکوں سے جہاد کی ابتدا کریں اور اس کی متعدد وجوہ ہیں۔

1۔ بیک وقت تمام دنیا کے کافروں سے جہاد کرنا تو عادتاً ممکن نہیں اور جب قریب اور بعید دونوں کافر ہوں تو پھر قریب مرجح ہے۔

2۔ قریب اس لئے راجح ہے کہ اس جہاد کے لئے سواریوں، سفر خرچ اور آلات اور اسلحہ کی کم ضرورت پڑے گی۔

3۔ جب مسلمان قریبی کافروں کو چھوڑ کر بعید کے کافروں سے جہاد کے لئے جائیں گے تو عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں چھوڑ جائیں گے۔

4۔ بعید کی بہ نسبت انسان قریب کے حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے، سو مسلمانوں کو اپنے قریبی ممالک کی فوج کی تعداد، ان کے اسلحہ کی مقدار اور ان کے دیگر احوال کی بہ نسبت بعید ممالک سے زیادہ واقفیت ہوگی۔

5۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تبلیغ بھی ابتداً قربین پر فرض کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ترجمہ: اور آپ اپنے زیادہ قریب رشتہ داروں کو ڈرایئے (سورۂ شعراء، آیت 214)

اور غزوات اسی ترتیب سے واقع ہوئے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اپنی قوم سے جہاد کیا پھر آپ شام کے غزوہ کی طرف منتقل ہوئے اور صحابہ جب شام کے جہاد سے فارغ ہوئے تو پھر عراق میں داخل ہوئے۔

6۔ جب کوئی کام زیادہ آسانی سے ہوسکتا ہے تو اس سے ابتدا کرنا واجب ہے اور بعید ملک کی بہ نسبت قریب ملک سے جہاد کرنا زیادہ آسان ہے، سو اس سے جہاد کی ابتدا کرنا واجب ہے۔

7۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھا رہا تھا اور میں پیالہ کی طرف سے گوشت کو لے رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اپنے قریب کی جانب سے کھاؤ (صحیح بخاری، حدی 5374، مسلم شریف، حدیث 2022، ابن ماجہ، حدیث 3267)

سو جس طرح دستر خوان میں اپنے قریب سے کھانا چاہیے، اسی طرح جہاد بھی اپنے قریب کے کافروں سے کرنا چاہیے۔

راہ خدا میں جان دینے والوں کے لئے انعامات

القرآن: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○

ترجمہ: پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کرلی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت، تم سب آپس میں ہم جنس ہو تو وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں تکلیفیں دی گئیں اور انہوں نے جہاد کیا اور وہ شہید ہوئے میں ضرور ان کے سب گناہ مٹادوں گا۔ اور ضرور انہیں باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ثواب ہوگا اللہ کی طرف سے اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے (سورۃ ال عمران، آیت 195، پارہ 4)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

القرآن: فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ○

ترجمہ: تو ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو آخرت کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں اور جو لڑے اللہ کی راہ میں پھر قتل ہو جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا اجر دیں گے (سورۂ نساء، آیت 74، پارہ 5)

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ○ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ○

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کر دیے گئے یا انہیں موت آ گئی، اللہ انہیں ضرور بہترین رزق عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ سب دینے والوں سے بہترین رزق دینے والا ہے۔ اللہ انہیں ضرور ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بے شک اللہ بہت جاننے والا نہایت علم والا ہے۔ (سورۂ حج، آیت 89-88، پارہ 17)

چوتھے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ○ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ○ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ○

ترجمہ: تو جب تمہارا مقابلہ ہو کافروں سے تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو پھر خواہ احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس لئے کہ تمہارے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے تو (اللہ) ان کے عمل ہرگز ضائع نہ فرمائے گا۔ عنقریب ان کی رہنمائی فرمائے گا اور ان کا حال درست فرمادے گا۔ اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرادی (سورۂ محمد، آیت 4,5,6، پارہ 26)

شہداء کے فضائل و مناقب احادیث کی روشنی میں

1: پانچ قسم کے افراد شہید ہیں

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید پانچ ہیں۔ طاعون اور پیٹ کی بیماری سے مرجائے، پانی میں ڈوب کر مرجائے، دیوار کے نیچے دب کر مرجانے والا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت نوش کرنے والا (بخاری شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 94، ص 83، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

2: محبوب خدا ﷺ کی خواہش

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ مجبوری نہ ہوتی کہ مسلمان لوگوں کے دل خوش نہیں ہوتے، مجھ سے پیچھے رہ جانے سے اور ہم اتنی سواریاں پاتے نہیں جو ان سب کو دیں۔ تو ہم کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (بخاری و مسلم)

فائدہ: غریب وفقیر مسلمانوں کے دل نہیں چاہتے کہ بے سواری ہونے کی وجہ سے میرے ساتھ جہاد میں نہ جائیں، گھر بیٹھے رہیں کیا تمہیں خبر نہیں کہ حضور ﷺ ایک جہاد میں تشریف لے گئے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ٹھیک دوپہر کی تیز دھوپ میں سفر سے مدینہ منورہ اپنے باغ میں پہنچے جہاں کھانا، پانی، ٹھنڈا، سایہ ان کے منتظر تھے مگر جب سنا کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک میں گئے ہوئے ہیں، سواری سے نہ اترے، اس طرف سواری ہانک دے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ تپتی ریت میں ہوں اور میں گھنے درختوں کے سایہ میں ہوں۔

ہمارے پاس اتنی سواریاں ہی نہیں کہ ہر جہاد میں ہم سب مسلمانوں کو ان پر سوار کر کے جہاد کے میدان میں پہنچادیں، وہ پیچھے رہ جانے پر راضی نہیں، سب کو ساتھ لے جانے کا موقع نہیں۔ (مرأۃ المناجیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد 5، حدیث 3615، ص 431، مطبوعہ قادری پبلشرز اردو بازار لاہور)

3: جنت میں جانے کے بعد بھی شہادت کی تمنا

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے، سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے، یہ تمنا وہ اپنی (یعنی شہید کی) تعظیم دیکھنے کی وجہ سے کرے گا۔ (بحوالہ: بخاری و مسلم)

4: اپنے گھروالوں میں سے 70 افراد کی شفاعت

حدیث شریف = حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام المجاہدین ﷺ نے فرمایا، شہید اپنے گھروالوں میں 70 افراد کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

5: شہید کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ انعامات

حدیث شریف = سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں۔

1۔ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے۔

2۔ اسے عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے۔

3۔ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے۔

4۔ اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

5۔ 72 حورعین سے اس کا نکاح کرادیا جاتا ہے۔

6- اس کے اقارب میں سے 70 کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (ترمذی شریف)

6: دوقسم کے شہید اللہ تعالیٰ رضا پالیتے ہیں

حدیث شریف = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو جہاں ﷺ

نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کے بارے میں ہنس دیتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا ہوتا ہے لیکن وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: پہلا شخص شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دوسرے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اسے اسلام کی ہدایت عطا کرتا ہے پھر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے (مسلم شریف (مترجم)، جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4779، ص 758، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

7: شہداء جنت میں ہوں گے

حدیث شریف = حضرت معاویہ صریمیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا جان سے روایت کی ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ جنت میں کون ہوں گے؟ فرمایا کہ نبی جنت میں ہوں گے، شہید جنت میں ہوں گے، نومولود جنت میں ہوں گے اور زندہ درگور کئے ہوئے جنت میں ہوں گے (سنن ابوداؤد (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 749، ص 285، مطبوعہ فرید بک لاہور)

8: شہید کو قرب باری تعالیٰ نصیب ہوگا

حدیث شریف = حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، ایک آدمی نماز کے لئے آیا۔ اس وقت نبی پاک ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے، اس نے صف تک پہنچ کر کہا: اے اللہ! مجھے اس سے بھی بہتر اجر عطا فرما جو تو نے اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا چکے تو پوچھا کہ ابھی کس کی آواز آ رہی تھی؟ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (اس مرتبے تک تو تب پہنچے گا جب

تیرے) گھوڑے کی کونچیں کٹ جائیں گی اور تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوجائے گا۔
(المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2402، ص 528، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

9: اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ شہید کو بہشت میں داخل کردے

حدیث شریف= حضرت سبرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کے راستوں پر بیٹھتا ہے، پھر اسے اسلام کے راستوں سے روکتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ کیا تو مسلمان ہوتا ہے اور اپنے دین اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑتا ہے بعدازاں آدمی اس کی بات نہیں سنتا اور مسلمان ہوجاتا ہے۔

پھر اسے ہجرت کے راستے سے روکتا ہے، اسے کہتا ہے کہ کیا تو ہجرت کرتا ہے اور اپنے آسمان وزمین کو چھوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ مہاجر کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑے کو لمبی رسی میں باندھا جاتا ہے، بعدازاں انسان اس کی بات کا انکار کرتا ہے اور ہجرت کرتا ہے۔

بعدازاں اسے جہاد سے روکتا ہے اور پوچھتا ہے کیا تو جہاد کرتا ہے جو مال اور جان کے لئے ایک آفت! اب تو لڑے گا اور مارا جائے گا، بعدازاں لوگ تیری عورت کا نکاح کردیں گے اور تیرا مال تقسیم کردیں گے، بعدازاں انسان اس کی بات نہیں سنتا، وہ جہاد کرتا ہے۔

اس کے بعد سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے یہ نیک کام کئے، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر وہ شہید کیا جائے گا یا اسے اس کی سواری گرادے! یا وہ ڈوب کر فوت ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے بہشت میں لے جائے۔
(سنن نسائی (مترجم) کتاب الجہاد، جلد 2، حدیث 3138، ص 314، مطبوعہ فرید بک اسٹال،

لاہور)

10: شہید کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے

حدیث شریف = حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہر مرنے والے کے عمل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مرنے والے کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے، اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔ (ترمذی (مترجم) جلد اول، باب ماجاء فی فضل عن مات مرابطا، حدیث 1674، ص 799، مطبوعہ فرید بک لاہور)

11: شہادت کے وقت شہید کی تکلیف

حدیث شریف = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ شہید کو بوقت شہادت اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے، جتنی تمہیں مچھر وغیرہ کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، باب ماجاء ای الناس افضل، حدیث 1722، ص 815، مطبوعہ فرید بک لاہور)

12: شہادت کی آرزو کرنے پر مرتبہ شہادت

حدیث شریف = حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت کے حصول کا سوال کرے، اللہ تعالیٰ

اسے شہداء کے مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ اگرچہ اس شخص کا انتقال اپنے بستر پر ہو (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4815، ص 770، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

13: صدق دل سے شہادت کی دعا کرنے والا بھی شہید ہے اگرچہ طبعی موت مرے

حدیث شریف = حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صدق دل سے شہادت کی دعا مانگتا ہے، پھر وہ (خواہ طبعی موت ہی) مر جائے، اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2411، ص 533، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

14: شہادت طلب کرنے والا بھی شہید کے رتبہ پر فائز ہوگا

حدیث شریف = حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان صرف اتنی دیر کے لئے جہاد میں شریک ہوجائے جتنی دیر اونٹنی کو ایک بار دوہنے کے بعد دوسری مرتبہ دوہنے تک وقفہ ہوتا ہے، اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے اور جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرتا ہے، وہ چاہے (طبعی موت) مرے یا قتل کیا جائے (بہر حال) اس کو شہید کا ثواب دیا جاتا ہے (المستدرک للحاکم، جلد دو، کتاب الجہاد، حدیث 2410، ص 533، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

15: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء کے سردار

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں جب لوگ جنگ سے واپس ہونے لگے تو سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔

ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ان کو اس درخت کے نیچے دیکھا ہے، وہ کہہ رہے تھے ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے برأت چاہتا ہوں ان چیز سے جس کو یہ لوگ یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھی لائے ہیں اور تیری طرف عذر خواہی کرتا ہوں اس چیز سے جو مسلمانوں سے ہوئی (یعنی جنگ احد میں تیراندازوں کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے کی اجتہادی غلطی)

سرکار دوعالم ﷺ یہ سن کر وہاں تشریف لے گئے اور جب حمزہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کو دیکھا تو آپ ﷺ رو دیئے۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ مثلہ کردیئے گئے ہیں تو انتہائی رنجیدہ ہوئے اور پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کوئی کفن ہے؟ ایک انصاری کھڑے ہوئے اور ان پر ایک کپڑا ڈال دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہیدوں کے سردار حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے (حاکم)

جہاد میں خرچ کرنے پر اجروثواب

القرآن: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) اس چیز سے جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت اور نہ (کافروں کے لئے) دوستی اور نہ شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں (سورۂ بقرہ، آیت 254، پارہ 3)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

ترجمہ: لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے (کافروں سے)

اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کیا، انہی کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں، ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ توبہ، آیت 89-88، پارہ 10)

☆ مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کی صفات بیان کرنے کے بعد مومنوں کی صفات کا ذکر فرماتا ہے اور کافروں اور منافقوں کی سزا کے بعد مومنوں کی جزا کا ذکر فرماتا ہے، پہلے بیان فرمایا کہ مومن اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور ان کی جزا جنت ہے (تبیان القرآن، جلد 5، ص 222، مطبوعہ فرید بک لاہور)

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے

القرآن: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

ترجمہ: دیہاتی بولے ہم ایمان لائے آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو ہم مطیع ہوئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر (واقعی دل سے) تم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی تو اللہ تمہارے کسی عمل سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں (سورۂ حجرات، آیت 15/14، پارہ 26)

چوتھے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

القرآن: وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقٰتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمینوں (اور ان میں جو کچھ ہے سب) کا وارث اللہ ہی ہے (اے مسلمانو) برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے خرچ کیا فتح (مکہ) سے پہلے اور قتال کیا وہ لوگ ان مسلمانوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد اپنے مال خرچ کئے اور (دشمنوں سے) لڑے اور اللہ نے ان

سب سے جنت کا وعدہ فرمایا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب خبردار ہے۔(سورۃ حدید، آیت 10، پارہ 27)

تیسری فصل

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور

جہاد کی فضیلت

جہاد میں خرچ کرنے پر اجروثواب احادیث کی روشنی میں

حدیث شریف 1: حضرت خریم بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جہاد میں کچھ خرچ کرتا ہے اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جاتا ہے (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، باب ماجاء فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، حدیث 1678، ص 800، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف 2: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نکیل لگائی ہوئی اونٹنی لایا اور کہنے لگا: یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اس ایک (اونٹنی) کے بدلے سات سو اونٹنیاں دے گا۔ تمام کی تمام نکیل زدہ ہوں گی (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2449، ص 558، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف 3: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا مومن سب سے زیادہ کامل ایمان والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور جو شخص کسی پہاڑی علاقے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو، اس نے اپنے شر سے لوگوں کو بچایا (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2390، ص 521، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف 4: حضرت صعصعہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت

ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: تیرا مال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرا مال میرا عمل ہے (صعصعہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اس کے متعلق آپ مجھے کوئی حدیث سنا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال سے جوڑا خرچ کرے، جنت کے دربان اس کا استقبال کرتے ہیں اور وہ تمام اس کو اپنے پاس نعمتوں کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیسے ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر وہ آدمی ہوں تو دو آدمی اور اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ اور اگر گائے ہو تو دو گائیں (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2439، ص 550، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف 5: حضرت اسلم ابو عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن تھے، جبکہ روم (کی فوجیں) شہر کے دیوار کے ساتھ صفیں باندھے کھڑی تھیں۔ ایک شخص نے دشمن پر حملہ کرنا چاہا تو کچھ لوگوں نے اس کو منع کیا اور کہا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، یہ خود اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں پڑ رہا ہے۔ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بولے۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے ہم گروہ انصار کے متعلق نازل فرمائی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو ہم نے کہا: آؤ اب ہم اپنے اموال میں چلتے ہیں اور ان کی اصلاح کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

(سورۂ بقرہ، آیت 145)

تو ہمارا اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا یہ تھا کہ ہم جہاد کو چھوڑ کر اپنے اموال کی دیکھ بھال میں مصروف ہو جائیں۔ ابو عمران فرماتے ہیں، اس کے بعد حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ مسلسل جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ ان کو قسطنطنیہ میں دفن کیا گیا (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2434، ص 547، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا راہ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ

1۔ امام المجاہدین ﷺ کی حیات شریفہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بار چار ہزار دینار خیرات کیے۔

2۔ ایک مرتبہ چالیس ہزار دینار راہ خدا میں دیئے۔

3۔ ایک مرتبہ پانچ سو گھوڑے مجاہدوں کو دیئے۔

4۔ ایک مرتبہ ڈیڑھ ہزار اونٹ راہ خدا میں دیئے۔

5۔ وصال کے وقت پچاس ہزار دینار خیرات کرنے کی وصیت کی۔

6۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو اپنا تہائی مال خیرات کرنے کی وصیت کی مگر بعد میں آرام ہو گیا تو وہ مال خود ہی خیرات کر دیا۔

7۔ ایک بار صحابہ سے کہا کہ جو اہل بدر سے ہو، اسے فی کس چار سو دینار میں دوں گا۔

8۔ ایک مرتبہ ایک دن میں ڈیڑھ لاکھ دینار خیرات کیے، رات کو حساب لگایا۔ پھر بولے

کہ میرا سارا مال مہاجرین وانصار پر صدقہ ہے حتی کہ فرمایا میری قمیص فلاں کو اور میرا عمامہ فلاں کو۔حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عبدالرحمن کے صدقات قبول،انہیں بے حساب جنتی ہونے کی خبر دیجئے۔

9۔آپ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔

10۔امہات المومنین کی خدمت میں ایک باغ پیش کیا (جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا)(بحوالہ: مراۃ المناجیح،جلد 8،ص 445)

☆ان تمام فضائل کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ ہمیں جہاد کرنے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے جس قدر ہو سکے،مجاہدین کی مدد کرنی چاہئے۔اس سے ہمارے اموال میں بے انتہا برکت بھی ہوگی اور قیامت کے دن ان کا سات سو گنا اجر ملے گا۔یہی نہیں بلکہ ایسے شخص کو کامل ایمان والا فرمایا گیا جو اپنی جان و مال سے جہاد کرے،مجاہد کو ایک جوڑا دینے کے عوض جنت کے دربان اس کا استقبال کرتے ہیں۔جہاد میں خرچ کرنے والے مسلمان کے لئے کتنی فضیلت ہے مگر افسوس! موجودہ دور میں یہ جذبہ سرد پڑ گیا۔ہم دیگر جگہوں پر لاکھوں اور کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں مگر جہاد پر خرچ کرنے میں بخل (کنجوسی) کا مظاہرہ کرتے ہیں۔درحقیقت جہاد پر خرچ کرنا خوش نصیبوں کا شیوہ ہے۔یہ سعادت ہر کسی کے حصے میں نہیں آتی۔

مجاھدوں کی تلواروں کی فضیلت

1: تلواریں لٹکانے کا بدلہ جنت

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میری اُمت میں سب سے پہلے کون سا گروہ جنت میں جائے گا؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن مہاجرین جنت کے دروازے پر آئیں گے اور دروازہ کھلوانا چاہیں گے، جنت کے دربان ان سے کہیں گے: کیا تمہارا حساب ہو چکا ہے؟ وہ کہیں گے: ہم کس چیز کا حساب دیں؟ مرنے تک ہماری تلواریں جہاد کے لئے ہمارے کندھوں پر رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ان کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا اور یہ لوگ (دوسرے) لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جا کر آرام کریں گے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، حدیث 2389، کتاب الجہاد ص 521، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

2: محبوب خدا ﷺ تلوار کے ساتھ بھیجے گئے ہیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت اور پستی مقرر کر دی گئی ہے اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا

(مسند امام احمد ابن حنبل، جلد 2، ص 50، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

3: جنت تلواروں کے سایہ میں ہے

حدیث شریف: امام المجاہدین ﷺ نے فرمایا: جان لو یقین کرو، جنت تلواروں کے سایہ میں ہے (بخاری (مترجم) جلد دوم، حدیث 83، کتاب الجہاد والسیر، ص 79، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

4: راہ خدا میں تلوار اٹھانا اللہ سے بیعت کرنا ہے

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار کھینچی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی۔
(کنزالعمال، جلد 4، ص 280)

5: مومن اپنی زبان و تلوار سے جہاد کرتا ہے

حدیث شریف: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا بے شک مومن اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے
(کنزالعمال، بحوالہ طبرانی، جلد 4، ص 357)

6: تلوار اور تلوار اٹھانے والے کیلئے سرکار ﷺ کی دعا

حدیث شریف: حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے آدمی

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار اٹھائی وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ شیطان نے افواہ اڑائی کہ نبی کریم ﷺ گرفتار کر لئے گئے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ اس وقت مکہ کے اوپری حصے میں تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنی تلوار لے کر لوگوں کو چیرتے ہوئے نکلے۔ نبی کریم ﷺ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا زبیر تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایسی خبر سنی (کہ آپ گرفتار ہو گئے ہیں) ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے اور ان کی تلوار کے لئے دعا فرمائی۔ (بحوالہ: مصنف عبدالرزاق، باب اول، سیف فی الاسلام، جلد 5، ص 290)

7: امام المجاہدین رحمۃ للعالمین ﷺ کی تلوار

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امام المجاہدین ﷺ کی تلوار کا نام ''ذوالفقار'' تھا۔ میں نے آپ ﷺ کی تلوار کو دیکھا اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور درمیان کا نچلا حصہ چاندی کا تھا اور ان دونوں کے درمیان چاندی کے حلقے تھے (بحوالہ: مصنف عبدالرزاق، جلد 5، ص 296)

8: تلوار چلانا جنت میں داخلے کا سبب

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تم لوگوں کو ایسے اعمال نہ بتاؤں جو تمہیں جنت میں لے جائیں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ وہ اعمال یہ ہیں تلوار چلانا، مہمان کو کھانا کھلانا، نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا (بحوالہ: ابن عساکر)

9: راہ خدا میں کھینچی جانے والی تلوار

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ایک آواز شیطان سے سنی کہ محمد ﷺ گرفتار کر لئے گئے۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے اور ان کی عمر بارہ سال تھی۔

آواز سن کر انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور تیزی کے ساتھ گلیوں میں پھرے اور دوڑے۔ یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ مکہ کے اوپر کی جانب میں تھے۔ تلوار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ ﷺ گرفتار کر لئے گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو تم کیا کرتے؟ انہوں نے عرض کیا میں اپنی اس تلوار سے اس آدمی کو مارتا، جس نے آپ ﷺ کو پکڑا ہوتا۔

حضور ﷺ نے ان کو اور ان کی تلوار کو دعا دی اور فرمایا واپس چلے جاؤ، یہ پہلی تلوار تھی جو (اسلام میں) اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھینچی گئی (کنز العمال)

امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی علیہ الرحمہ حلیۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے سرور کائنات ﷺ کی حفاظت و حمایت میں تلوار اٹھانے کی سعادت پائی، وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد اول، ص 132)

10: جذبہ سرفروشی پر انعام

امام ابوجعفر محب طبری علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ جب تاجدار کائنات ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام کے جذبہ سرفروشی سے خوش ہو کر انہیں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی تو اسی وقت

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام یہ پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ یا رسول اللہ ﷺ اللہ کریم نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا اور ارشاد فرمایا ہے کہ زبیر کو ہماری جانب سے سلامتی کا مژدہ دیجئے اور یہ خوشخبری بھی دے دیجئے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک جو بھی راہ خدا میں جہاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا ثواب مجاہدین کے اجر و ثواب میں کمی کئے بغیر انہیں بھی عطا فرمائے گا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے راہ خدا میں تلوار نکالی ہے

(الریاض النضرۃ الباب السادس الفصل السادس فی ذکر خصائصہ جلد 2، ص 274)

11: باکرامت برچھی

جنگ بدر میں سعید بن العاص کا بیٹا ''عبیدہ'' سر سے پاؤں تک لوہے کا لباس پہنے ہوئے کفار کی صف میں سے نکلا اور نہایت ہی گھمنڈ اور غرور سے یہ بولا کہ اے مسلمانو! سن لو کہ میں ''ابو کرش'' ہوں۔ اس کی یہ مغرورانہ للکار سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جوش جہاد میں بھرے ہوئے مقابلہ کے لئے اپنی صف سے نکلے تو یہ دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو لوہے میں چھپا ہوا نہ ہو۔ آپ نے تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے برچھی ماری کہ برچھی اس کی آنکھ کو چیرتی ہوئی کھوپڑی کی ہڈی میں چبھ گئی اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور فوراً ہی مر گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر پوری طاقت سے برچھی کو کھینچا تو بڑی مشکل سے برچھی نکلی لیکن برچھی کا سرا مڑ کر خم ہو گیا تھا۔ یہ برچھی ایک باکرامت یادگار بن کر برسوں تک تبرک بنی رہی۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ برچھی طلب فرمائی اور اس کو اپنے پاس رکھا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے پاس یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی اور یہ حضرات اعزاز و احترام کے ساتھ اس برچھی کی خاص حفاظت فرماتے رہے۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن

زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی۔ (بخاری، کتاب المغازی، حدیث 3998، جلد 3، ص 8)

12: کھجور کی شاخ کو سرکار ﷺ نے تلوار بنا دیا

غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار لڑتے ہوئے ٹوٹ گئی۔ رسول پاک ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ ان کے ہاتھ میں دے دی، وہ تلوار بن گئی اور پھر عرصہ تک ان کے پاس رہی۔ ان کی وفات کے بعد یہی تلوار ان کے وارثوں نے دو سو اشرفیوں کے عوض فروخت کی۔ (بیہقی)

13: اپنی تلوار کی اس طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے چہرے کی حفاظت کرتے ہو

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کو نصیحت فرمائی اور کہا کہ تم میں ہر آدمی کو چاہئے کہ اپنی تلوار کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح آدمی اپنے چہرے کی حفاظت کرتا ہے۔ دیکھ تلوار ٹوٹنے نہ پائے اور اگر تلوار ٹوٹ گئی تو اپنی حفاظت عورتوں کی طرح اپنے ہاتھوں سے کرنا پڑے گی۔ خدا کی قسم میں لشکر سے کبھی نہیں ملا مگر اس طرح کہ ہمیشہ اگلی صف میں رہا اور مجھے زخموں سے تکلیف نہیں ہوتی، مگر ان کے علاج اور دوا سے تکلیف ہوتی ہے۔ (الہیثمی)

مجاہد کی عبادت کی فضیلت

1: مجاہد کے ایک روزے کی فضیلت

حدیث شریف = حضرت عمرو بن عبس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو دوزخ کی آگ اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور ہو جاتی ہے (طبرانی مجمع الزوائد)

2: مجاہد کا تلاوت قرآن کر کے مقرب بندوں میں شامل ہونا

حدیث شریف = حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو نبیین، صدیقین شہداء اور صالحین (کی فہرست) میں شامل فرما دیتا ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2443، ص 553، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ: اس سے مراد اس کا حشر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

3: مجاہد کی عبادت کا ثواب سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے

حدیث شریف = حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرور

کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد میں نماز، روزے اور ذکر کا اجر جہاد میں خرچ کرنے والے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے (ابوداؤد، مستدرک)

☆ مجاہدین کو اجر کا پیمانہ بھر بھر کر اس لئے دیا جا رہا ہے کہ وہ راہ خدا میں لڑنے کے ساتھ ساتھ عبادت، روزہ، نوافل، تلاوت قرآن اور درود و سلام کے ذریعہ اپنی روحانی طاقت میں اضافہ کریں اگر مجاہد نے ان چیزوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو وہ بڑی سے بڑی طاقتوں کو زیر کر دے گا۔ یہ ایک ترغیب ہے جو حدیث شریف کے ذریعہ مجاہدین کو دی جا رہی ہے۔

مجاہد کی مثل کسی کی بھی عبادت نہیں

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، اس روزہ دار کی مثل ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے (یعنی عبادت) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ اس کو شہادت عطا کر کے جنت میں داخل کرے یا اس کو ثواب اور نصیحت کے ساتھ سلامت واپس لوٹائے (بخاری (مترجم)، جلد دوم، حدیث 56، کتاب الجہاد والسیر، ص 67، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ پر حق (واجب) ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی پیدائشی جگہ پر بیٹھا رہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنائیں (اذن لینے والے حضرت معاذ بن جبل یا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں، دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جیسے زمین اور آسمان کے درمیان ہے اور جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ یہ افضل اور اعلیٰ جنت ہے۔ حضرت یحییٰ بن صالح اور امام بخاری رحمہم اللہ کے شیخ نے کہا

کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کے اوپر عرش الٰہی ہے اور جنت کی نہریں اس سے نکلتی ہیں۔ (بخاری (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر ، حدیث 58، ص 69، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک صحابی رسول ایک پہاڑی راستے سے گزر رہے تھے۔ وہاں پر میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ بہہ رہا تھا، ان کو وہ مقام بہت پسند آیا۔ انہوں نے سوچا کتنا ہی اچھا ہو کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اس مقام پر آ کر رہائش اختیار کرلوں۔ پھر ان کو خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لئے بغیر مجھے یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ پھر انہوں نے یہی بات نبی اکرم ﷺ سے کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا۔ اس لئے کہ جہاد میں تمہارا ٹھہرنا، اپنے گھر میں رہ کر ساٹھ سال تک نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کردے اور تمہیں جنت میں داخل کرے؟ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو، جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے وہ پکا جنتی ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2382، ص 517، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد کا ایک دن، بغیر جہاد کے ہزار دنوں سے بہتر ہے۔ اس لئے ہر آدمی کو اپنے اوپر غور کر لینا چاہئے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، جلد دوم، حدیث 2381، ص 517، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ

نے ارشاد فرمایا: آدمی کا صف جہاد میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، حدیث 2383، ص 518، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا تو ایک عورت آپ کے پاس آ کر کہنے لگی۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے یہ لشکر بھیجا ہے۔ اس میں میرا شوہر بھی شریک ہے جبکہ میں اس کے برابر روزے رکھا کرتی تھی۔ اس کے برابر نمازیں پڑھا کرتی تھی بلکہ تمام عبادات اس کے برابر کیا کرتی تھی، آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کے ذریعہ میں اس کے اس عمل (جہاد) کے بھی برابر ثواب پاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: تو مسلسل نماز پڑھتی رہ اور کبھی بھی نماز سے فارغ نہ بیٹھ اور ہمیشہ روزہ رکھتی رہ اور کبھی بھی ناغہ نہ کر اور ہمیشہ ذکر کرتی رہ اور کبھی غافل نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تیرے اندر اس کی طاقت ہو بھی سہی (اور تو یہ عمل کرتی بھی رہے) پھر بھی خدا کی قسم! تیرا عمل اس کے مقابلے میں عشر عشیر (ایک فیصد بھی) نہیں ہو سکتا۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2397، ص 525، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

جہاد کرنے والا لوگوں میں سب سے افضل ہے

حدیث شریف = حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول پاک ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا پھر کون، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جو گھاٹی میں رہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو شر نہ پہنچائے۔ (بخاری (مترجم) جلد دوم، حدیث 55، کتاب الجہاد والتفسیر، ص 67، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا انسان افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، پھر پوچھا گیا کون؟ فرمایا وہ مومن جو کسی گھاٹی میں سکونت پذیر ہو، اپنے رب جل جلالہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، باب ماجاء ای الناس افضل، حدیث 1714، ص 812، مطبوعہ فرید بک لاہور)

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کی فضیلت

1: فی سبیل اللہ پہرہ دینے والی آنکھ کیلئے دوزخ سے نجات

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محتشم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔

1۔ وہ آنکھ جو جہاد کے دوران پھوڑ دی گئی ہو۔

2۔ وہ آنکھ جو فی سبیل اللہ پہرہ دے۔

3۔ وہ آنکھ جو خوف خدا سے آنسو بہائے۔

(المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2430، ص 544، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

2: جہاد میں پہرہ دینے والے کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت

حدیث شریف = حضرت ابو کبشہ سلولی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سہل بن حنظلیہ ذکر کیا کرتے تھے کہ ان لوگوں نے حنین کے دن رسول پاک ﷺ کے ہمراہ بہت لمبا سفر کیا۔ یہاں تک کہ جب رات کا وقت ہوا تو ہم لوگ نماز پڑھنے کے لئے آپ کے پاس حاضر تھے کہ ایک گھڑ سوار آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ میں آپ لوگوں کے آگے آگے جا رہا تھا۔ میں فلاں

پہاڑ پر جب چڑھا تو میں نے قبیلہ ہوازن کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ، گھوڑوں، بیل، بکریوں اور سامان ضرب وحرب کے ہمراہ حنین میں جمع ہورہے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ تمام کل ان شاء اللہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ آج رات کون پہرہ دے گا؟ حضرت انس بن مرشد الغنوی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سوار ہوجاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس پہاڑی راستے کی طرف چلے جاؤ اور اس کی بالکل چوٹی پر پہنچ جاؤ اور رات میں تمہاری جانب سے کوئی شخص ادھر نہیں آنا چاہیے، جب صبح ہوئی تو نبی پاک ﷺ اپنی جائے نماز کی طرف تشریف لائے اور دو رکعت ادا کر کے پوچھا: کیا تم نے اپنے گھڑسوار کو محسوس کیا ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا: ہم نے محسوس نہیں کیا، پھر نماز کے لئے تثویب کہی گئی پھر رسول پاک ﷺ اس پہاڑی راستے کی طرف متوجہ رہے حتی کہ آپ نے نماز پڑھادی تو فرمایا۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارا سوار آرہا ہے۔ ہم اس پہاڑی کے راستے میں درخت کے نیچے دیکھنے لگے تو وہ واقعی آرہا تھا۔ وہ سیدھا رسول پاک ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور سلام کیا اور کہنے لگا۔ میں چلتا رہا حتی کہ میں اس پہاڑی کے اونچے مقام پر پہنچ گیا۔ راستوں میں دیکھا لیکن مجھے کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ رسول پاک ﷺ نے اس سے پوچھا کیا رات میں تو اپنی ڈیوٹی سے ہٹا تھا؟ اس نے کہا صرف نماز پڑھنے اور قضائے حاجت کے علاوہ میں وہاں سے نہیں ہٹا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تو جنتی ہے۔ اس کے بعد اگر تو کوئی بھی نیک عمل نہیں کرے گا پھر بھی تجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2433، ص 546، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

3: پچاس نفلی حج ایک ماہ قیام و روزے سے افضل

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک جنگ پچاس (نفلی) حج سے بہتر ہے

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن پہرہ دینا ایک مہینے تک (نفلی) روزہ رکھنے اس میں قیام کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص پہرہ دیتے وقت مرجائے، اس کا عمل قیامت تک جاری رہے گا اور اسے قبر کے عذاب سے نجات ملے گی (مسند امام زید، کتاب السیر وماجاء من ذلک، ص 377، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

4: انتقال کے بعد بھی عمل جاری رہے گا

حدیث شریف = حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ایک رات اور ایک دن سرحد پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ شخص مرجائے تو اس کا عمل، جو وہ کرتا رہا تھا وہ جاری رہے گا اور اسے رزق عطا کیا جائے گا اور وہ (مرنے کے بعد والی زندگی کے) فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4823، ص 773، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

5: شب قدر سے بھی زیادہ فضیلت والی رات

حدیث شریف = حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی رات کے بارے میں نہ بتاؤں جو شب قدر سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کوئی محافظ ایسے خطرناک علاقہ میں پہرہ دے جہاں اس قدر خوف ہو کہ اس کو لوٹ کر واپس آنے کی امید نہ ہو (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2424، ص 540، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

6: شیطان سے محفوظ کر دیا جاتا ہے

حدیث شریف = حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک دن اور ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرتا ہے، اس کے لئے ایک مہینے کے روزوں اور قیام کا ثواب ہے اور جو شخص سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو جائے، اس کے لئے اسی اجر کی مثل جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے اور اس کو شیطان سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2422، ص 540، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

7: ہزار رات و دن قیام و روزوں سے افضل

حدیث شریف = حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی حدیث سنا رہا ہوں جو میں نے صرف اس لئے بیان نہیں کی کہ مجھ سے تمہارا فراق برداشت نہیں ہو سکتا۔ میں نے سرور کونین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا ایسی ہزار راتوں سے بہتر ہے جس میں رات بھر قیام کیا جائے اور دن بھر روزہ رکھا جائے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2426، ص 541، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

8: مجاہد کے اموال و اہل کا محافظ بھی نصف ثواب کا حقدار

حدیث شریف = حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے بنی لحیان کی طرف پیغام بھیجا کہ ہر دو میں سے ایک آدمی (جہاد کے لئے ضرور) نکلے پھر جہاد سے

رہ جانے والوں کے متعلق فرمایا: تم میں سے جو شخص جہاد پر جانے والے کے مال اور اہل وعیال کی اچھی دیکھ بھال کرے گا، اس کو جہاد پر جانے والے سے نصف ثواب ملے گا (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2429، ص 543، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ درج بالا احادیث سے اسلامی سرحدوں پر پہرہ دینے کی فضیلت کا پتہ چلا کہ ان مجاہدین کی کیا شان ہے کہ جو اپنے رب جل جلالہ کی رضا کے لئے، اسلام کی سربلندی کے لئے، دشمنوں سے حفاظت کے لئے سرحدوں کا پہرہ دیتے ہیں۔ ان کی آنکھ دوزخ سے آزاد، ان کا پہرہ دینا پچاس نفلی حج سے بہتر، ایک ماہ تک قیام وروزہ سے بہتر، عذاب قبر سے نجات کا مژدہ، شب قدر سے بھی افضل رات جس رات وہ پہرہ دیں اور انتقال کر جائیں تو قیامت تک اس عمل کرنے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

اے کاش کہ یہ سعادت ہمیں بھی نصیب ہو۔ ہم بھی راہ خدا میں پہرہ داری کی لذتیں اور برکتیں پائیں اور دونوں ہاتھوں سے اجر وثواب سمیٹنے میں مصروف ہو جائیں۔

جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت

القرآن: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ O

ترجمہ: اور (اے مسلمانو) تیار رکھو ان کے لئے (ہتھیاروں کی) قوت سے جس قدر تم میں استطاعت ہو اور گھوڑوں کے باندھنے سے، ان سے تم دھاک بٹھاؤ، اللہ کے دشمن پر اور اپنے دشمن اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے، انہیں اللہ جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے (اس کا اجر) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم ظلم نہیں کئے جاؤ گے۔ (سورۂ انفال پارہ 9، آیت 60)

حدیث شریف = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محتشم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے گھوڑے کی پرورش کرے تو اس کا کھلانا، پلانا، اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے

دن میزان میں نیکیاں بنا کر رکھا جائے گا۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2456، ص 561، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ گھوڑے تین (قسم کے) ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کا گھوڑا

2۔ انسان کا گھوڑا

3۔ شیطان کا گھوڑا

اللہ تعالیٰ کا گھوڑا وہ ہے جو جہاد کے لئے باندھا جاتا ہے، پس اس گھوڑے کا چارہ، اس کا پیشاب اور اس کی لید سب نیکیاں ہیں اور انسان والا گھوڑا وہ ہے جسے نسل کے لئے باندھا جاتا ہے، پس یہ گھوڑا فقر سے بچانے کیلئے ہوتا ہے اور شیطان والا گھوڑا وہ ہے جس پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جوا کھیلا جاتا ہے۔ (مسند امام احمد ابن حنبل)

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا وہ اسے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔ (ابن عساکر)

حدیث شریف = حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عربی گھوڑے کو ہر دن دو دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے: اے اللہ تعالیٰ! جس طرح تو نے مجھے (جہاد میں انتخاب سے) نوازا ہے تو مجھے اس کی نظر میں اس کے مال اور اہل، سب سے زیادہ محبوب کر دے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2457، ص 562، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ حضرت عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمہ، حضرت سدی علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عتبہ علیہ الرحمہ نے ایک گھوڑا چار ہزار کا خریدا، تو لوگوں نے مہنگا خریدنے پر اس کو

ملامت کی، وہ فرمانے لگے کہ اس گھوڑے کا دشمن کی طرف بڑھنے والا ہر قدم مجھے چار ہزار سے زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک علیہ الرحمہ)

امام المجاہدین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

امام المجاہدین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی گھوڑے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ اَلسَّکْبُ (تیز رفتار) = یہ سفید پیشانی اور سرخ و سیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفیدی تھی۔ ابن اثیر نے کہا کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک بدو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سب سے پہلے غزوہ احد میں شرکت فرمائی تھی۔ اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابو بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ کے گھوڑے اور السکب کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

2۔ اَلْمُرْ تَجِزُ (رجز پڑھنے والا) = اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت ہنہناہٹ کی وجہ سے پڑا۔ یہ سیاہی ملی سفید رنگت والا تھا۔ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ "طرف" یعنی اصل گھوڑا تھا۔

3۔ اَللَّحِیْف (لپٹنے والا) = اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ لمبی (شاندار) دم والا تھا۔ گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ربیعہ بن ابی البراء یا فروہ بن عمرو الجذامی نے پیش کیا تھا۔

4۔ اَللِّزاز (چمٹنے والا) = گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا، یہ مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

5۔ اَلظَّرِب (ٹیلا، چھوٹا پہاڑ) = یہ دیوہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا۔ جو فروہ بن عمرو نے

بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

6۔ اَلْوَرْد (سرخی زردی مائل) = یہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

7۔ سَبحہ (تیرنے والا) = اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

مجاہدین کے گھوڑے دریا پر دوڑتے رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرم رضی اللہ عنہ کو چار ہزار مجاہدین کا لشکر دے کر بحرین کی طرف روانہ کیا۔ راستے میں دریا پڑتا تھا اور ان حضرات کے پاس دریا عبور کرنے کے لئے کوئی کشتی نہ تھی۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور پھر سب مجاہدین سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دریا عبور کر لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سارا لشکر پانی کی سطح پر سے گزر کر پار ہو گیا اور اونٹوں اور گھوڑوں کے پاؤں اور تلوے تک تر نہ ہوئے (دلائل النبوۃ)

مجاہدین نے اونٹوں اور گھوڑوں پر دریا عبور کیا

صفر المظفر سن 16ھ میں جب وہ بغداد کے قریب اسلامی لشکر لے کر پہنچے تو ایرانی کشتیوں کے ذریعہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے اس پار چلے گئے۔ مجاہدین اسلام کے پاس کشتیاں نہیں

تھیں۔اس لئے چند دن تو یہ وہیں ٹھہرے رہے۔ایک رات حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسلامی لشکر کو لے کر دریا سے پار ہو گئے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اس خواب کو عملی جامہ پہنایا اور لشکر کو لے کر دریا عبور کرلیا۔اس لشکر میں اونٹ سوار، گھوڑے سوار اور پیدل بھی شامل تھے۔ایک شخص بھی دریا میں ضائع نہ ہوا۔دریائے دجلہ ان کے لئے ایسا تھا جیسے پکی سڑک۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

مسلمانوں کو اس حالت میں دیکھ کر ایرانی سخت خوفزدہ ہوئے اور بھاگنا شروع کر دیا۔ بھاگتے ہوئے وہ "دیواں آمدند" چلاتے تھے (کہ ہمارے پیچھے تو دیو اور جنات لگ گئے ہیں جو دریاؤں میں پیدل مارچ کرتے ہیں)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلامی لشکر جب اونٹوں اور گھوڑوں پر اور پیدل دریائے دجلہ عبور کر رہا تھا ایک سوار کا پیالہ گرا اور دریا میں جا پڑا۔ساتھیوں نے بتایا کہ تمہارا پیالہ دریا میں گر گیا ہے، کوشش کرو اور اس کو اٹھالو۔

اس مجاہد نے کہ اس کا دل ایمان سے بھرپور تھا، کہا کہ جب میں راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلا ہوں تو بھلا پروردگار میرا پیالہ کیوں ضائع ہونے دے گا۔

جب یہ مجاہد کنارے پر پہنچے تو ہوا اور دریا کی لہروں نے وہ پیالہ مجاہد کے آگے لا ڈالا۔اس پر اس نے اپنے نیزے سے وہ پیالہ اٹھالیا اور لشکر کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔(دلائل النبوۃ)

جہاد میں تیر چلانے کی فضیلت

حدیث شریف = حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہوں، اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے دور رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم کے لئے حرام کردے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی تیر پھینکے، خواہ وہ اپنے نشانے تک پہنچے یا نہ پہنچے، تو یہ اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کی مانند ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار اٹھائے تو گویا اس نے دس بار حج کیا ہے۔ ایسے ہی حج دس مرتبہ کئے' جو یکے بعد دیگرے ہوں۔ (مسند امام زید، ص 377، کتاب السیر وماجاء من ذلک مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں تیر انداز تھا اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیر اندازی کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ عقبہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے خالد! آؤ تیر اندازی کریں، میں نے ان کے ہمراہ چلنے میں دیر کردی۔ وہ کہنے لگے اے خالد! آؤ میں تجھے وہ بات بتاؤں جو رسول پاک ﷺ نے مجھے بتائی اور تیرے ساتھ اس طرح گفتگو کروں جس طرح رسول پاک ﷺ نے کی پھر رسول پاک ﷺ کا یہ ارشاد سنایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے سبب تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

1۔ وہ کاریگر جس نے ثواب کی نیت سے اس کو بنایا ہے۔

2۔ جو تیر چھانٹ کردیتا ہے۔

3۔ تیر چلانے والا

تم تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تیر اندازی مجھے تمہاری گھڑ سواری سے زیادہ پسند ہے اور تین چیزیں فضول کھیل میں شمار نہیں ہوتیں۔

1۔آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا

2۔آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا

3۔تیراندازی کرنا

اور جو شخص تیر اندازی سیکھ چکا ہو، پھر اس کو چھوڑ دے تو یہ نعمت کی ناشکری ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2467،ص 566،مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف=حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ہم نے طائف کے محل کا محاصرہ کیا تو میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر چلائے گا، اس کو غلام آزاد کرنے والے کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ (عمرو بن عبسہ) فرماتے ہیں: اس دن میں نے سولہ تیر پھینکے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2469،ص 568،مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف=حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگ بدر کے دن ہماری اور دشمنوں کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: جب وہ تم پر حملہ کریں تو تم تیراندازی شروع کر دینا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تیر پھینکنا۔(المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2471،ص 569،مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

راہ خدا میں سب سے پہلا تیر

سید عالم ﷺ نے تقریباً ساٹھ یا اسّی مہاجرین کے ساتھ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈے کے ساتھ امیر بنا کر جحفہ سے دس میل کے فاصلے پر رابغ نامی مقام کی طرف روانہ فرمایا۔ اس شہر کے علمبردار مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب یہ لشکر وادی رابغ میں ثنیۃ المرہ کے پاس ایک چشمے پر پہنچا تو ابوسفیان یا ابوجہل کے بیٹے عکرمہ (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) کی کمان میں دو سو کفار قریش جمع تھے۔ دونوں لشکر کا آمنا سامنا ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار پر تیر پھینکا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار مکہ پر چلایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ترکش میں موجود بیس کے بیس تیر اس مہارت و چابکدستی سے چلائے کہ ہر تیر کسی انسان یا جانور کو زخمی کر گیا۔ کفار ان تیروں کی مار سے گھبرا کر فرار ہو گئے اس لئے دونوں لشکروں کے مابین کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ (کتاب المغازی للواقدی، سریۃ عبیدۃ بن الحارث الی رابغ جلد اول، ص 10)

تیر اندازی میں مہارت کا راز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہت ماہر تیر انداز تھے۔ مختلف جنگوں میں آپ کو تیر اندازی سونپی جاتی تھی۔ آپ کی تیر اندازی میں مہارت کا راز یہ تھا کہ خود سید عالم ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی تھی چنانچہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے یوں دعا فرمائی۔

اللھم سدد سھمہ

اے اللہ تعالیٰ! سعد کے تیر کو درستی عطا فرما۔ (کنز العمال، حدیث 36640، جلد 13، ص 92)

مجاہدین اوران کے اہل خانہ کی مدد کی فضیلت

حدیث شریف = حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام المجاہدین ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوشخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان فراہم کرے، اس نے بھی جہاد میں حصہ لیا اور جو اس غازی کے اہل خانہ کا اچھی طرح خیال رکھے، اس نے بھی جہاد میں حصہ لیا (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4787، ص 760، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی مجاہد کے سر کو ڈھانپے، اللہ قیامت کے دن اس کو سایہ عطا کرے گا اور جو شخص کسی مجاہد کی ایسی تیاری کروائے، وہ خود کفیل ہوجائے، اس کیلئے اس (مجاہد) کے برابر ثواب ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2447، ص 557، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف = حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا اور جو کسی غازی کے گھر بار میں اس کا نائب بن کر رہا، اس نے جہاد کیا (مسلم و بخاری)

ف = یعنی غازی کو سامان، سفر سامان جنگ یا روٹی کپڑا، سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے، جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے، وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہوگیا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہوگا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کرسکے گا تو گویا یہ شخص غازی

کے اطمینان دل کا ذریعہ بنا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد پنجم) حدیث 3622، ص 435، مطبوعہ قادری پبلشرز اردو بازار لاہور)

مجاہد اور اس کے اہل خانہ کی مدد نہ کرنے پر وعید

حدیث شریف = حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نہ تو جہاد کیا، نہ مجاہد کے لئے سامان مہیا کیا اور نہ مجاہد کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کے ساتھ کوئی بھلائی کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے ہی قیامت جیسی مصیبت میں مبتلا فرمادے گا۔ (ابن ماجہ (مترجم) جلد دوم، ابواب الجہاد، حدیث 538، ص 164، مطبوعہ فرید بک لاہور)

دوران جہاد اگر کافر مسلمان ہوجائے تو مجاہد اپنا ہاتھ روک دے

حدیث شریف = حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ کو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ ﷺ! اگر میں کافروں کے ایک آدمی سے ملوں۔ وہ مجھ سے لڑے اور تلوار کے ساتھ میرے ایک ہاتھ کو زخمی کردے۔ پھر ایک درخت کی آڑ لے کر کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے مسلمان ہو گیا۔

یارسول اللہ ﷺ! یہ کہہ دینے کے بعد کیا میں اسے قتل کرسکتا ہوں؟

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اُسے قتل نہ کرنا۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا تھا؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسے قتل کرو گے تو وہ تمہاری جگہ پر ہوگا، جس پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس کی جگہ پر ہوگے جس پر وہ یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا (سنن ابو داؤد (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 872، ص 321، مطبوعہ فرید بک

اسٹال لاہور)

ف = اگر کوئی کافر عین دوران جہاد، مسلمان سے لڑتا ہوا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کہہ دے یا کہے کہ میں مسلمان ہو گیا یا میں نے اسلام قبول کر لیا تو مسلمانوں کو اس سے ہاتھ روک لینا چاہئے اور یہ خیال دل میں نہیں لانا چاہئے کہ وہ جان بچانے کے لئے ایسا کہہ رہا ہے کیونکہ دل میں کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ احکام ظاہر پر مرتب ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر رہا ہے کسی مجبوری یا مصلحت ہی سے ہو تو اُسے مسلمان شمار کرنا ہو گا اور اب مسلمانوں کے لئے اس کا خون حلال نہیں رہے گا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے سوال پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب اگر تم اسے قتل کرو گے تو وہ اس حالت پر ہو گا جس پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس حالت پر شمار ہو گے جس پر وہ اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرنے سے پہلے تھا۔ گویا وہ مسلمان اور تم مسلمان کے قاتل شمار ہو گے کہ تم نے جان بوجھ کر ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔

ریاکاری (دکھاوے) کیلئے جہاد کرنا، جہاد نہیں فساد ہے

حدیث شریف=حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد دو طرح کے ہوتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جہاد کرے، امام کی اطاعت کرے اور پسندیدہ چیز خرچ کرے اور اپنے ساتھی کو آسانی دے اور فساد سے بچے تو اس کا سونا، جاگنا سب عبادت ہے لیکن جو شخص فخر اور دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے۔ امام کی نافرمانی کرتا ہے اور زمین میں فساد کرتا ہے تو وہ کپڑے کا ایک بٹن بھی نہیں حاصل کر سکتا۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2435، ص 548، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

راہ خدا میں ریاکاری کے لئے لڑنے والے کا انجام

حدیث شریف=رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا (جو دنیا میں) شہید ہوا تھا۔ اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا، اس کے بدلے تم نے کیا عمل کیا؟ وہ شخص جواب دے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے، کیونکہ تو نے اس لئے جنگ کی تھی تا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور کہہ دیا گیا پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گرا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الامارۃ، حدیث 4808، ص 768، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

جو جس نیت سے جہاد کرے گا، ویسی ہی مراد پائے گا

حدیث شریف = حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے جہاد اور غزوہ کے متعلق بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عبداللہ بن عمرو! اگر تو صبر کرتے ہوئے ثواب کی نیت سے جہاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے (قیامت کے دن) صابر اور محتسب ہی اٹھائے گا اور اگر تو مال جمع کرنے کی نیت سے، ریاکاری کرتے ہوئے جہاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے مرائی (ریاکاری کرنے والا) اور مکاثر (مال جمع کرنے والا) ہی اٹھائے گا۔ اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو جس حال میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے گا، اسی حالت پر اللہ تعالیٰ تجھے اٹھائے گا (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2437، ص 549، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے جہاد کا کوئی اجر نہیں

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک آدمی دنیاوی مقاصد کے حصول کی خاطر جہاد کرنا چاہتا ہے (کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟) رسول پاک ﷺ نے فرمایا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ اس نے دوسری اور تیسری مرتبہ پوچھا تو آپ ﷺ نے (ہر بار یہی) جواب دیا کہ اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2436، ص 548، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

دشمنوں سے فتح کے لئے امام المجاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حدیث شریف = حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جنگ بدر کو روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے ہمراہ تین سو پندرہ مجاہدین تھے۔ رسول پاک ﷺ نے ان کے لئے یوں دعا مانگی۔ یا اللہ عزوجل! یہ ننگے پاؤں ہیں تو ان کو جوتے عطا فرما، یا اللہ عزوجل! یہ ننگے بدن ہیں تو ان کی لباس عطا کردے، یا اللہ عزوجل! یہ بھوکے ہیں تو ان کو سیر کردے (آپ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی) اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں ان کو فتح عطا فرمائی، جب وہ لوگ لوٹ کر آئے تو ہر شخص کے پاس ایک ایک یا دو دو اونٹ تھے، سب کو لباس بھی ملا اور سب سیر بھی ہو گئے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2596، ص 637، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

میدان جنگ میں فرشتوں کی مدد

☆ جنگ بدر میں ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو کفار مکہ کی طرف سے شریک جنگ تھے، گرفتار کرلیا۔ حالانکہ ابوالیسر رضی اللہ عنہ بہت کمزور اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت قوی تھے۔

رسول پاک ﷺ نے ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے عباس رضی اللہ عنہ کو کیسے قید کرلیا؟ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ان کو قید کرنے میں مجھ کو ایک ایسے شخص نے مدد دی کہ جس کو میں نے نہ پہلے دیکھا، نہ بعد میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ ایک معزز فرشتہ تھا جس نے تمہاری مدد کی تھی (مسند امام احمد)

ان کے خادم کے فرشتے خادم
ان کے ساتھی کے فرشتے ساتھی

کریں جو بندے رب کو راضی
ایسے بندوں کا مرا رب حامی

☆سائب بن ابی جیش بدر کی لڑائی میں کفار کی طرف سے شریک تھے، کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! جب قریش شکست کھا کر بھاگے تو میں بھی بھاگا۔ مجھے کسی نے قید نہ کیا تھا۔ اچانک ایک گورا اور لمبا آدمی جو آسمان اور زمین کے درمیان گھوڑے پر سوار نظر آ رہا تھا۔ اس نے مجھے باندھ کر ڈال دیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے مجھے بندھا ہوا دیکھ کر لشکر والوں سے دریافت کیا کہ اسے کس نے باندھا ہے۔ کسی نے یہ نہ کہا کہ میں نے باندھا ہے۔ وہ مجھے اسی حال میں رسول پاک ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ نے پوچھا مجھے کس نے باندھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ باندھنے والے کو میں نہیں پہچانتا اور جو حقیقت میرے باندھے جانے کی تھی وہ بتانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اس میں فرشتے کا ذکر اسلام کی سچائی کا ذکر ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ تجھے کسی فرشتے نے باندھ دیا ہے۔ (بیہقی)

چوتھی فصل

جہاد کی فضیلت

پر چالیس احادیث

کا گلدستہ

جہاد کی فضیلت پر چالیس احادیث

اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کے محبوب حضور جان عالم ﷺ کی نظر رحمت سے مجھے چالیس احادیث جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔ الحمدللہ میں نے اس سے قبل درود وسلام کی فضیلت پر چالیس احادیث، گناہوں کے عذابات پر چالیس احادیث اور اسلامی عقائد پر چالیس احادیث جمع کرنے کی سعادت حاصل کی اور اب جہاد کی فضیلت پر چالیس احادیث جمع کیں جو کہ میرے لئے بہت بڑا شرف ہے۔

ان چالیس احادیث جمع کرنے کا مقصد صرف اور صرف اُمت مسلمہ کے سرد جذبات کو ختم کر کے جذبہ جہاد پیدا کرنا ہے۔ ان احادیث کو پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ جہاد کیا ہے؟ اسلام میں اس کی کتنی اہمیت ہے اور اس کی فضیلت کتنی ہے۔ یہی وہ جہاد ہے جو کہ شرائط پائے جانے پر ہم پر فرض کیا گیا۔ یہی وہ جہاد ہے جس کا حکم رب تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو دیا۔ یہی وہ جہاد ہے جسے جنت کا مختصر راستہ فرمایا گیا۔ یہی وہ جہاد ہے جسے اُمت کی سیاحت فرمایا گیا، یہی وہ جہاد ہے جسے جنت کے باغات سے تعبیر دیا گیا، یہی وہ جہاد ہے جسے جنت کا اعلیٰ درجہ فرمایا گیا۔ یہی وہ جہاد ہے جس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، یہی وہ جہاد ہے جسے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ فرمایا گیا۔ یہی وہ جہاد ہے جس کے لئے نکلنا ہزار دن گھر میں رہنے سے بہتر ہے۔ یہی وہ جہاد ہے جس کو چھوڑنے والے ذلت کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی وہ جہاد ہے جسکی خواہش نہ رکھنے والے کو منافق کہا گیا

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی جذبہ جہاد کو بیدار فرمادے اور اپنے دین کے تحفظ کے لئے تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہنے والا مسلمان بنادے۔ آمین ثم آمین

تمہاری راہ میں ہر قوم کانٹے اب تو بوتی ہے
کبھی اے غافلو اس کی بھی تم کو فکر ہوتی ہے
تمہاری غفلت و مستی پہ خود عبرت بھی روتی ہے
سبھی بیدار ہیں اک قوم مسلم ہے کہ سوتی ہے
مسلمانو! اٹھو بہر عمل تیار ہوجاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا، بس اب بیدار ہوجاؤ

نظر آتے ہیں اب وہ صف شکن بازو نہ شمشیریں
مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
گئی دنیا سے آقائی محمد ﷺ کے غلاموں کی
بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
دل بستگین سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں

تیری بہبودی کی ایک شمشیر ہی تدبیر ہے
دولت دارین دلوائے یہ وہ اکسیر ہے
خود حضور مخبر صادق کی یہ تبشیر ہے
جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر ہے
مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آراء تو بھی ہے
ماند سب ہوں، مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

1: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے "لاالہ الا اللہ" کا اقرار کرلیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، سوائے اسلامی حق کے (یعنی اگر کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا دین اسلام میں اس کی جان و مال پر آتی ہے تو یہ اس سے مستثنیٰ ہے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث 2946)

2: جہاد کیلئے نکلنے والے کا ضامن رب تعالیٰ ہے

حدیث شریف = حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تین آدمی ایسے ہیں جن کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

1۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی ضمان میں ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو وفات دے دے اور اسے جنت میں داخل کردے یا اسے ثواب یا غنیمت کے ساتھ واپس بھیج دے۔

2۔ وہ شخص جو دل کی خوشی کے ساتھ مسجد میں جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ضمان پر ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو وفات دے دے اور اسے جنت میں داخل کردے یا اس کو اجر و ثواب دے کر واپس بھیج دے۔

3۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے گھر میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ضمان پر ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2400، ص 527، مطبوعہ شبیر برادرز)

لاہور)

3: کوئی عمل جہاد کے برابر نہیں

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو جہاد کے برابر ہو۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو) پھر سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دو اور اس میں تمہیں سستی اور کاہلی نہ ہو اور روزے رکھنے لگو اور کسی دن روزہ نہ چھوڑو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ اتنی استطاعت کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری، باب فضل الجہاد والسیر، حدیث 2785)

4: جہاد کرنے والے جنت کے باغات میں ہیں

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ایک لشکر کو نکلنے کا حکم دیا۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم رات کے وقت ہی روانہ ہو جائیں یا صبح تک رکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہاری رات جنت کے باغیچے میں بسر ہو (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2401، ص 527، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

5: جہاد میں ایک صبح اور ایک شام، دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، اس سے بہتر ہے

حدیث شریف = حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضور اکرم نور مجسم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا (دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے) سے بہتر ہے (بخاری، باب الغدوۃ الروحۃ فی سبیل اللہ، حدیث 2793)

6: مجاہدین کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے ہیں

حدیث شریف = حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان لائے اور مسلمان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے، اس کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے ہیں اور درمیانی درجے میں گھر کا ذمہ دار ہوں اور جو شخص مجھ پر ایمان لائے، میں اس کے لئے جنت کے ادنیٰ، درمیانی اور اعلیٰ درجے میں گھر کا ضامن ہوں جو شخص یہ کرے، اس نے ہر نیکی حاصل کر لی اور ہر برائی سے بچ گیا، وہ جہاں چاہے انتقال کر لے (اس کا کوئی نقصان نہیں) (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2391، ص 522، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

7: کوئی عمل نامہ اعمال میں نہیں سوائے جہاد کے

حدیث شریف = حضرت براء عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدار کائنات ﷺ کی

خدمت میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں پہلے جہاد کروں یا پہلے اسلام قبول کروں؟ امام المجاہدین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ پہلے اسلام لاؤ، پھر قتال میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ اسلام لائے پھر قتال میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کم کیا، لیکن اجر بہت زیادہ پایا۔

(بخاری، باب عمل صالح قبل القتال، حدیث 2808)

8: مجاہدین بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے

حدیث شریف = حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محتشم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے جو جماعت جنت میں داخل ہوگی، وہ فقراء و مہاجرین ہیں۔ ان کے ذریعے تکالیف دور ہوتی ہیں، جب ان کو حکم دیا جاتا ہے تو وہ غور سے سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی شخص کو بادشاہ کے ساتھ کوئی ضروری حاجت ہو تو مرنے تک وہ پوری نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا، وہ اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ آئے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے فی سبیل اللہ جہاد کیا اور انہیں میرے راستے میں اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا (پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا) تم جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر فرشتے آئیں گے اور کہیں گے یا اللہ! ہم دن رات تیری تسبیح اور تقدیس بیان کرتے رہے، تو نے ان کو ہم پر ترجیح دے دی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا اور ان کو میرے راستے میں ستایا گیا۔ پھر فرشتے ہر دروازے سے ان کی طرف آئیں گے (اور کہیں گے) تم نے جو صبر کیا، اس کے بدلے تم پر سلامتی ہو، آخرت کا گھر کتنا ہی اچھا ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2393،

ص 523، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

9: راہ خدا میں کچھ دیر لڑنا جنت کو واجب کر دیتا ہے

حدیث شریف = حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنی دیر جنگ کی جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی (سنن ابن ماجہ، (مترجم) ابواب الجہاد، حدیث 569، ص 172، مطبوعہ فرید بک لاہور)

10: بدر میں لڑنے والا فردوس اعلیٰ میں ہے

حدیث شریف = حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، سرور کونین ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ کیا آپ مجھے حارثہ کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔ (یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟) حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر لگا تھا، اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں، اگر کہیں اور ہیں تو پھر میں اس کے لئے خوب رووں گی۔ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے حارثہ کی ماں! جنت میں تو بہت درجے ہیں اور تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔ (بخاری، حدیث 2809، باب من اتاہ سہم غرب فقتلہ)

11: مجاہدین کے ساتھ رہنا دنیا و مافیہا سے عزیز تر ہے

حدیث شریف = حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ رہوں تا کہ اس کو صبح یا شام کجاوے سے اترنا نہ پڑے، میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے عزیز تر ہے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، حدیث 2479، ص 572، کتاب الجہاد مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

12: جہاد پر نہ جانا بارشوں کو روک لیتا ہے

حدیث شریف = حضرت نجدہ بن نفیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

اِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورۃ توبہ آیت 39)

اگر کوچ نہ کرو گے تو تمہیں سخت عذاب دے گا

کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا (اس کا مطلب یہ ہے کہ) رسول پاک ﷺ نے عرب کے ایک قبیلے کو جہاد کے لئے روانہ ہونے کا حکم دیا لیکن وہ جہاد پر نہ گئے تو ان سے بارشیں روک دی گئیں یہ ان کا عذاب تھا۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2504، ص 584، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

13: جہاد چھوڑو گے تو ذلت تم پر مسلط کی جائے گی

حدیث شریف = حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم آپس میں کمی زیادتی کے ساتھ سامان فروخت کرنے لگو،

بیل کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ اور جہاد کو چھوڑ دو تو حق تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیگا۔ یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف پھر لوٹ آؤ (ابوداؤد شریف)

14: جہاد کو ہرگز نہ چھوڑو

حدیث شریف = سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ کوئی قوم جہاد نہیں چھوڑتی مگر حق تعالیٰ ان پر عذاب مسلط کر دیتا ہے (طبرانی)

15: جہاد کی خواہش نہ رکھنے والے منافقین ہے

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد کئے بغیر مر جائے اور (تمام عمر) اس کے دل میں جہاد کی خواہش بھی پیدا نہ ہوئی ہو تو وہ منافقت کی حالت پر مرا (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2419، ص 537، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

16: ایک دن راہ خدا میں پہرہ دینا ہزار راتوں کی عبادت اور ہزار دن کے روزوں سے افضل

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سید عالم ﷺ سے سنا: آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کا پہرہ دینا ان ہزار دن سے بہتر ہے، جن میں راتوں کو عبادت کی جائے اور دنوں میں روزہ رکھا جائے۔ (مسند امام احمد)

17: جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے

حدیث شریف = حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر جہاد فی سبیل اللہ لازم ہے کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ غم اور پریشانیاں ختم کرتا ہے اور اس میں دوسرے راوی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قریبی اور دور کے تعلق دار کے ساتھ جہاد کرو اور ہر قریبی اور دور کے تعلق دار پر اللہ تعالیٰ کی حد نافذ کرو اور اللہ تعالیٰ (کے احکام پر عمل کرنے) میں تمہیں کسی علامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2404، ص 529، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

18: راہ خدا میں لڑنے والوں کے لئے بزرگی، عزت اور شرافت ہے

حدیث شریف = حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ (مقام) روحا میں تھے کہ ایک دیہاتی غلطی سے ان کی طرف آ نکلا اور پوچھنے لگا تم کون ہو؟ اس کو بتایا گیا ہم رسول پاک ﷺ کے ہمراہی ہیں اور میدان بدر کی طرف جا رہے ہیں، اس نے کہا کیا وجہ ہے کہ تم بہت شکستہ حال ہو اور سامان ضرب و حرب بھی تمہارے پاس نہ ہونے کے برابر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم دو نیکیوں میں سے ایک کے منتظر ہیں، اگر مارے گئے تو جنت ملے گی اور اگر غالب آ گئے تو اللہ تعالیٰ ہمیں فتح اور جنت دونوں عطا کرے گا۔ اس نے پوچھا تمہارے نبی کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ ہیں۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا:

اے اللہ تعالیٰ کے نبی! میں اپنی حاجت پوری کرنے کے بعد آپ کے ساتھ تو شامل ہو سکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا (ٹھیک ہے) تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور اپنی حاجت کو پورا کر لو پھر رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہو گئے اور وہ آدمی اپنی بیوی کے پاس چلے گئے۔ جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو میدان بدر میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ آملا۔ اس وقت آپ لشکر کو تیار کرتے ہوئے جنگ کی صف بندی کر رہے تھے اور وہ آدمی بھی ان کے ہمراہ صف میں شامل ہو گیا اور جنگ میں شریک ہوا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو شہادت سے سرفراز کیا، یہ بھی ان میں شامل تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اور مومنین کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا تو رسول اللہ ﷺ شہداء کے جسموں کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم جوانی سے محبت کرتے ہو جبکہ بزرگی اور عزت و شرافت شہداء کے لئے ہے اور اے عمر! یہ شخص بھی ان میں سے ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2406، ص 531، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

19: جہاد کرنے والا کائنات کا بہترین انسان ہے

حدیث شریف = حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے سال رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور یوں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے: کیا میں تمہیں سب سے اچھے اور سب سے برے شخص کے بارے نہ بتاؤں؟ (پھر فرمایا) سب سے اچھا وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہو کر یا پیدل ہی جہاد کرتا رہے، یہاں تک کہ اس کو موت آجائے اور سب سے برا شخص وہ ہے، جو بے عمل، دلیر ہو، اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہو لیکن وہ مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام نہ کرتا ہو۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، جلد دوم، حدیث 2381، ص 516، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

20: جہاد میں ایک روزہ، جہنم سے ستر سال دور کر دیتا ہے

حدیث شریف= حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم نور مجسم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے (یعنی جہاد) میں ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے ستر سال جہنم سے دور فرما دیگا (بخاری، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، حدیث 2840)

21: سفر جہاد میں پاؤں کا گرد آلود ہونا آگ سے حفاظت

حدیث شریف= حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرد آلود ہوں، پھر آگ اسے چھوئے (بخاری)

ف= جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد و غبار پڑے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حج، طلب علم، جنازہ کی حاضری، بیمار پرسی، جماعت نماز میں حاضر سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقاً اللہ تعالیٰ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد 5، حدیث 3619، ص 433، مطبوعہ قادری پبلشرز اردو بازار لاہور)

22: جہاد کیلئے ایک دن کا پہرہ، دنیا و مافیہا سے بہتر

حدیث شریف = حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت شفیع اُمت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کا پہرہ، دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے، ان سب سے بڑھ کر ہے، جنت میں تمہارے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے) سے بہتر ہے۔ وہ شام جو بندہ رب تعالیٰ کے راستے (یعنی جہاد) میں گزارے، وہ دن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (بخاری، حدیث 2892)

23: جہاد جنت کا مختصر راستہ ہے

حدیث شریف = تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد جنت کا مختصر راستہ ہے۔ (بحوالہ: المغنی لابن قدامہ)

24: جہاد کی غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی بندے کے پیٹ میں جہاد کی غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی جمع نہیں ہوسکتا اور کسی آدمی کے دل میں ایمان اور بخل کبھی جمع نہیں ہو سکتے (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2396، ص 524، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

25: راہ خدا کا زخمی روز قیامت معطر ہوگا

حدیث شریف = حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجروح نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہوتا ہے مگر وہ شخص قیامت کے دن میدان میں آئے گا درانحالیکہ رنگ خون جیسا ہوگا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ (بخاری شریف (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 69، ص 73، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

26: اُمّت مسلمہ کی سیاحت، جہاد کرنا ہے

حدیث شریف = حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے سیاحت کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا میری اُمّت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ہے (سنن ابو داؤد (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 714، ص 270، مطبوعہ فرید بک لاہور)

27: جہاد کرنے والوں کے لئے جنت میں سو درجے

حدیث شریف = نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمائے ہیں۔ ان کے دو درجوں کا فاصلہ آسمان اور زمین کے آپس کے فاصلے کے برابر ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگو، وہ جنت کا

سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن (جل جلالہ) کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں۔ (بخاری، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، حدیث 2790)

28: چہرہ پرنور، بومہکدار اور ٹھکانہ جنت

حدیث شریف = حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں کالے رنگ کا بدصورت انسان ہوں، میرے پاس مال بھی نہیں، اگر میں ان کفار سے لڑوں اور شہید کیا جاؤں تو کیا جنت میں داخل ہوجاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! چنانچہ یہ آگے بڑھے اور کفار سے لڑتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

حضور اکرم ﷺ کا ان پر گزر ہوا اور وہ شہید پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے چہرہ کو اچھا کردیا اور تیری بو کو مہکدار اور تیرے مال کو کثیر کردیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کی دو بیویاں حورعین دیکھی ہیں۔ اس میت پر ایک جبہ ہے۔ وہ دونوں جھگڑرہی ہیں اور اس کی کھال اور جبہ کے درمیان داخل ہونا چاہتی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

29: دنیا سے آخری توشہ دودھ کی لسی

حدیث شریف = حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جس روز شہید ہونے والے تھے، اسی دن لوگوں نے سنا، وہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملا اور میں نے حورعین سے شادی کی اور آج کے دن میں دوستوں یعنی رسول پاک ﷺ اور آپ کی جماعت سے ملوں گا۔ پھر کہا کہ مجھ سے حضور کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا سے تیرا آخری توشہ دودھ کی لسی

ہوگی۔ وہ لڑتے رہے پھر کچھ وقت گزرنے پر اپنے غلام سے انہوں نے پانی طلب کیا۔ وہ ایک پیالہ دودھ کا لایا۔ انہوں نے اسے نوش فرمایا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ آج میں حضور ﷺ سے اور آپ کی جماعت سے ملوں گا (یعنی شہید ہو جاؤں گا) دودھ پی کر پھر وہ لڑائی میں شریک ہو گئے۔ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (طبرانی)

30: جب تک جہاد جاری رہے گا' لوگ بھلائی کے ساتھ رہیں گے

حدیث شریف = رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہو گے، جب تک تمہارا جہاد سرسبز ہے اور عنقریب آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی جو جہاد کے بارے میں شک کرے گی تو تم لوگ ان کے زمانے میں جہاد کرنا اور غزوہ کرنا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں جہاد کرنا ہی سربلندی کا باعث ہوگا۔ (الہیثمی)

31: جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہے

حدیث شریف = حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہے۔ یہ سن کر ایک خستہ حال شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ اے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ! کیا آپ نے بذات خود رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟

انہوں نے فرمایا جی ہاں! چنانچہ وہ صاحب اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹے اور انہوں نے انہیں (الوداعی) سلام کیا۔ پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ پھینکا اور تلوار لے کر دشمن کے مقابل آئے

اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

32: ایک دن جہاد کے لئے نکلنا، ہزار دن گھر میں رہنے سے بہتر ہے

حدیث شریف = حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سید عالم ﷺ سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کا پڑاؤ ان ہزار دنوں سے بہتر ہے جو گھر میں رہ کر گزارے جائیں۔

33: مجاہد کا آدھا دن، فضیلت بے انتہا

حدیث شریف = حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنے اصحاب کو ایک غزوہ کا حکم دیا۔ ایک مجاہد نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں ذرا ٹھہر جاؤں۔ حضور کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ لوں اور آپ ﷺ کو سلام کر کے آپ ﷺ سے رخصت لوں تو آپ ﷺ میرے لئے کوئی دعا کریں گے جو روز قیامت میرے لئے پیش رو ہو۔

جب حضور کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور یہ آدمی سلام کرتا ہوا سامنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنے آگے ہو چکے ہیں؟ اس مجاہد نے کہا جی ہاں! صرف آدھا دن۔ کیونکہ وہ لوگ صبح روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے وہ لوگ فضیلت میں تجھ پر ان سے زیادہ بڑھ چکے ہیں جتنا کہ مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے۔ (مسند احمد)

34: سب سے افضل شہداء

حدیث شریف = ایک شخص نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل شہید کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: افضل ترین شہداء وہ ہیں جو میدان جنگ میں قتل تو ہوجاتے ہیں مگر منہ نہیں پھیرتے، ان کا رب جل جلالہ انہیں دیکھ کر مسکراتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور جب تیرا رب دنیا میں کسی بندے پر مسکراتا ہے تو پھر اس کا حساب کتاب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ جنت کے بالا خانوں میں محو خرام ہوں گے۔ (مسند احمد)

35: اُمّت مسلمہ کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا

حدیث شریف = حضرت مطرب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ میری اُمت کا ایک گروہ حق کی خاطر ہمیشہ اپنے مخالفوں سے لڑتا رہے گا اور غالب رہے گا، یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال سے لڑے گا۔ (سنن ابوداؤد (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 712، ص 269، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

36: اُمّت مسلمہ کی ایک جماعت دشمنوں پر غالب رہے گی

حدیث شریف = حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری اُمت میں ہمیشہ ایسی جماعت رہے گی جو حق پر لڑتے رہیں گے اور اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری شخص مسیح دجال کو قتل کرے گا (المستدرک للحاکم، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 2392، ص 522، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

37: اُمّت کے دو گروہوں کو دوزخ سے آزادی کی بشارت

حدیث شریف = حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ نبی پاک ﷺ کے غلام تھے، راوی ہیں کہ سرکار کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچائے گا، ان میں سے ایک ہندوستان میں جہاد کریگا اور دوسرا حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا (سنن ترمذی (مترجم) جلد 2، کتاب الجہاد، حدیث 3179، ص 337، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

38: جہاد ہند کا شہید افضل ترین شہید ہے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمان ہندوستان میں جہاد کریں گے اگر وہ جہاد میری موجودگی میں ہوا تو میں اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کروں گا، اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں سب سے افضل ترین شہداء میں سے ہوں گا۔ اگر میں زندہ رہا تو میں وہ ابو ہریرہ ہوں گا جو عذاب جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ (سنن نسائی (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث 3177، ص 336، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

39: کفار کے لشکروں کی تباہی کیلئے دعا مانگنا سنت ہے

حدیث شریف = حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے سرورِ کونین ﷺ کو کفار کے لشکروں کے خلاف دعا مانگتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ

اے اللہ تعالیٰ: کتاب کے اتارنے والے! جلد حساب لینے والے! دشمن کے لشکر کو شکست دے اور ان کے قدم اکھیڑ دے (ترمذی (مترجم) جلد اول، باب ماجاء فی الدعا عند القتال، حدیث 1732، ص 818، مطبوعہ فرید بک لاہور)

40: مشرکین کے خلاف غزوۂ احزاب کے دن سرکار ﷺ کی دعا

حدیث شریف = حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن سرور کائنات ﷺ نے مشرکین کے خلاف دعا فرمائی کہ یا اللہ جل جلالہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ (بخاری، حدیث 2931)

پانچویں فصل

عیسائیوں کی مقدس کتاب بائبل میں جہاد کا تصور

بائبل میں جہاد کا تصور

موجودہ دور میں وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو عیسائی دنیا کی جانب سے دلی رنج پہنچایا جارہا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو ابھارا جارہا ہے، کبھی اسلام کے خلاف نازیبا کلمات بولے جاتے ہیں، کبھی سرور کائنات ﷺ کی شان میں مختلف طریقوں سے، کبھی توہین آمیز فلم بنا کر تو کبھی توہین آمیز خاکے بنا کر گستاخی کی جاتی ہے۔ کبھی قرآن مجید جلایا جاتا ہے تو کبھی شعائرِ اسلام کا کھل کر مذاق اڑایا جاتا ہے۔ الغرض کہ کسی نہ کسی طرح دنیائے عیسائیت کی جانب سے مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ کئے جاتے ہیں۔

سب سے بڑا الزام عیسائیوں کی جانب سے یہ لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا اور مسلمانوں پر فرض عبادت جہاد کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ وقفہ وقفہ سے عیسائی مشنری کی جانب سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ لہذا ہم نے مناسب سمجھا کہ جہاد کا تصور بائبل سے ثابت کیا جائے چنانچہ موجودہ بائبل کے ٹائٹل اور اصل عکس کے ثبوت کے ساتھ آپ کی خدمت میں بائبل سے جہاد کا تصور پیش کرتے ہیں ان شواہد کے ذریعے ہمارا عیسائی مشنری کو چیلنج ہے کہ وہ موجودہ بائبل کی آیتوں کو غلط قرار دے کر پابندی لگائیں یا قرآنی آیات میں موجود جہادی آیات پر پابندی کی بات کرنا اور اس پر بے بنیاد طعنہ زنی کرنا چھوڑ دیں۔

کتابِ مقدس

یعنی

پرانا اور نیا عہد نامہ

بائبل سوسائٹی

انارکلی ۔ لاہور

THE HOLY BIBLE IN URDU
REVISED VERSION

93

PAKISTAN BIBLE SOCIETY
LAHORE

1985 - 16.5M SBN 564 00266 6

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

ہُوئی بات جو اُس نے اپنے اُوپر فرض ٹھہرائی ہو جب تک پُوری نہ ہوئی ہو ۔ ۷ اور اُسکا آدمی یہ حال سُنکر اُس دن اُس سے کچھ نہ کہے تو اُسکی منتیں قائم رہینگی اور جو باتیں اُس نے اپنے اُوپر فرض ٹھہرائی ہیں وہ بھی قائم رہینگی ۔ ۸ لیکن اگر اُسکا آدمی جس دن یہ سب سُنے اُسی دن اُسے منع کرے تو اُس نے گویا اُس عورت کی منت کو اور اُسکے مُنہ کی نکلی ہوئی بات کو جو اُس نے اپنے اُوپر فرض ٹھہرائی تھی توڑ دیا ۹ اور خداوند اُس عورت کو معذور رکھیگا ۔ پر بیوہ اور مُطلّقہ کی ۱۰ منتیں اور فرض ٹھہرائی ہُوئی باتیں قائم رہینگی ۔ اور اگر اُس نے اپنے شوہر کے گھر ہوتے ہُوئے کچھ منت مانی ۱۱ یا قسم کھا کر اپنے اُوپر کوئی فرض ٹھہرایا ہو ۔ اور اُسکا شوہر یہ حال سُنکر خاموش رہا ہو اور اُسے منع نہ کیا ہو تو اُسکی منتیں اور سب فرض جو اُس نے اپنے اُوپر ٹھہرائے قائم ۱۲ رہینگے ۔ پر اگر اُسکے شوہر نے جس دن یہ سب سُنا اُسی دن اُسے باطل ٹھہرایا ہو تو جو کچھ اُس عورت کے مُنہ سے اُسکی منتوں اور ٹھہرائے ہُوئے فرض کے بارے میں نکلا ہے وہ قائم نہیں رہیگا ۔ اُسکے شوہر نے اُنکو توڑ ڈالا ہے اور ۱۳ خداوند اُس عورت کو معذور رکھیگا ۔ اُسکی ہر منت کو اور اپنی جان کو دُکھ دینے کی ہر قسم کو اُسکا شوہر چاہے تو قائم ۱۴ رکھے یا اگر چاہے تو باطل ٹھہرائے ۔ پر اگر اُسکا شوہر روز بروز خاموش ہی رہے تو وہ گویا اُسکی سب منتوں اور ٹھہرائے ہُوئے فرضوں کو قائم کر دیتا ہے ۔ اُس نے اُنکو قائم یُوں کیا کہ جس دن سے سب سُنا وہ خاموش ہی رہا ۔ ۱۵ پر اگر وہ اُنکو سُنکر بعد میں اُنکو باطل ٹھہرائے تو وہ اُس ۱۶ عورت کا گناہ اُٹھائیگا ۔ شوہر اور بیوی کے درمیان اور باپ بیٹی کے درمیان جب بیٹی نوجوانی کے ایام میں باپ کے گھر ہو اِن ہی آئین کا حکم خداوند نے مُوسیٰ کو دیا ۔

باب ۳۱

۱ (پھر خداوند نے مُوسیٰ سے کہا ۔ مدیانیوں سے بنی اسرائیل ۲ کا انتقام لے ۔ اِسکے بعد تُو اپنے لوگوں میں جا ملیگا ۔ تب مُوسیٰ نے لوگوں سے کہا اپنے میں سے جنگ کے لئے آدمیوں کو مسلح کرو تاکہ وہ مدیانیوں پر حملہ کریں اور مدیانیوں سے خداوند ۴ کا انتقام لیں ۔ اور اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے ۵ فی قبیلہ ایک ہزار آدمی لیکر جنگ کے لئے بھیجنا ۔ سو ہزاروں ہزار بنی اسرائیل میں سے فی قبیلہ ایک ہزار کے حساب سے بارہ ہزار مسلح آدمی جنگ کے لئے چُنے گئے ۔ ۶ یُوں مُوسیٰ نے ہر قبیلہ سے ایک ہزار آدمیوں کو جنگ کے لئے بھیجا اور الیعزر کاہن کے بیٹے فینحاس کو بھی جنگ پر روانہ کیا اور مقدس کے ظروف اور بلند آواز کے نرسنگے اُسکے ساتھ کر دئے ۔ ۷ اور جیسا خداوند نے مُوسیٰ کو حکم دیا تھا اُسکے مطابق اُنہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا ۔ ۸ اور اُنہوں نے اُن مقتولوں کے سوا عوی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا ۔ ۹ اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اُنکے بچوں کو اسیر کیا اور اُنکے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا ۔ ۱۰ اور اُنکی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور اُنکی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا ۔ ۱۱ اور اُنہوں نے سارا مالِ غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لے لئے ۔ ۱۲ اور اُن اسیروں اور مالِ غنیمت کو مُوسیٰ اور الیعزر کاہن اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے پاس اُس لشکرگاہ میں لے آئے جو یریحو کے مقابل یردن کے کنارے کنارے موآب کے میدانوں میں تھی ۔

۱۳ تب مُوسیٰ اور الیعزر کاہن اور جماعت کے سب سردار اُنکے استقبال کے لئے لشکرگاہ کے باہر گئے ۔ ۱۴ اور مُوسیٰ اُن فوجی سرداروں پر جو ہزاروں اور سیکڑوں کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے جھلایا ۔ ۱۵ اور اُن سے کہنے لگا کیا تُم نے سب عورتیں جیتی بچا رکھی ہیں ؟ ۱۶ دیکھو اِن ہی نے بلعام کی صلاح سے فغور کے معاملہ میں بنی اسرائیل سے خداوند کی حکم عدولی کرائی اور یُوں خداوند کی جماعت میں وبا پھیلی ۔ ۱۷ اِس لئے اِن بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو ۱۸ اور جتنی عورتیں مرد کا مُنہ دیکھ چکی ہیں اُنکو قتل کر ڈالو ۔ لیکن اُن لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو) ۱۹ اور تُم سات دن تک لشکرگاہ کے باہر ہی ڈیرے ڈالے پڑے رہو اور تُم میں سے جتنوں نے کسی آدمی کو جان سے مارا ہو اور جتنوں نے کسی مقتول کو چھوا ہو وہ سب اپنے آپ کو اور اپنے قیدیوں کو تیسرے دن اور ساتویں

بائبل کی اصل عبارت:

خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ مدیانیوں سے بنی اسرائیل کا انتقام لے اس کے بعد تو اپنے لوگوں میں جا ملے گا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا اپنے میں سے جنگ کے لئے آدمیوں کو مسلح کرو تاکہ وہ مدیانیوں پر حملہ کریں اور مدیانیوں سے خداوند کا انتقام لیں۔ اور اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے فی قبیلہ ایک ہزار آدمی لے کر جنگ کے لئے بھیجنا۔ سو ہزاروں ہزار بنی اسرائیل میں سے فی قبیلہ ایک ہزار کے حساب سے بارہ ہزار مسلح آدمی جنگ کے لئے چنے گئے۔ یوں موسیٰ نے ہر قبیلہ سے ایک ہزار آدمیوں کو جنگ کے لئے بھیجا اور الیعزر کاہن کے بیٹے فینحاس کو بھی جنگ پر روانہ کیا اور مقدس کے ظروف اور بلند آواز کے نرسنگے اس کے ساتھ کر دیئے۔ اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا، اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا۔ اور انہوں نے ان مقتولوں کو سوا عوی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے، جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا۔ اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان سے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے، اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا۔ انسان اور کیا حیوان ساتھ لئے اور ان اسیروں اور مال غنیمت کو موسیٰ اور الیعزر کاہن اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے پاس اس لشکر گاہ میں لے آئے جو یریحو کے مقابل یردن کے کنارے کنارے موآب کے میدانوں میں تھی۔ تب موسیٰ اور الیعزر کاہن اور جماعت کے سب سردار ان کے استقبال کے لئے لشکر گاہ کے باہر گئے اور موسیٰ ان فوجی سرداروں پر جو ہزاروں اور سیکڑوں کے

سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے، جھلایا اور ان سے کہنے لگا کیا تم نے سب عورتیں جیتی بچا رکھی ہیں؟ دیکھو ان ہی نے طعام کی صلاح سے فغور کے معاملہ میں بنی اسرائیل سے خداوند کی حکم عدولی کرائی اور یوں خداوند کی جماعت میں وبا پھیلی۔ اس لئے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں، سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں تو ان کو قتل کر ڈالو لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو

(کتاب گنتی باب ۳۱:۱تا۱۹)

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

۲ ہیں۔ تو اُنہوں نے جا کر موسیٰ اور الیعزر کاہن اور جماعت کے سرداروں سے کہا کہ ۳ عطارات اور دیبون اور یعزیر اور نمرہ اور حسبون اور الیعالی اور شبام اور نبو اور بعون۔ ۴ یعنی وہ ملک جس پر خداوند نے اسرائیل کی جماعت کو فتح دلائی چوپایوں کے لئے نہایت اچھا ہے اور تیرے خادموں کے پاس چوپائے ہیں۔ ۵ سو اگر ہم پر تیرے کرم کی نظر ہے تو اسی ملک کو اپنے خادموں کی میراث کر دے اور ہم کو یردن پار نہ لے جا۔ ۶ موسیٰ نے بنی جد اور بنی روبن سے کہا کیا تمہارے بھائی لڑائی میں جائیں اور تم یہیں بیٹھے رہو؟ ۷ تم کیوں بنی اسرائیل کو پار اُتر کر اُس ملک میں جانے سے جو خداوند نے انکو دیا ہے بے دل کرتے ہو؟ ۸ تمہارے باپ دادا نے بھی جب میں نے انکو قادس برنیع سے بھیجا کہ ملک کا حال دریافت کریں تو ایسا ہی کیا تھا۔ ۹ کیونکہ جب وہ وادی اسکال میں پہنچے اور اُس ملک کو دیکھا تو اُنہوں نے بنی اسرائیل کو بے دل کر دیا تاکہ وہ اُس ملک میں جو خداوند نے انکو عنایت کیا نہ جائیں۔ ۱۰ اور اُسی دن خداوند کا غضب بھڑکا اور اُس نے قسم کھا کر کہا کہ۔ ۱۱ اِن لوگوں میں سے جو مصر سے نکل آئے ہیں بیس برس اور اُس سے اوپر اوپر کی عمر کا کوئی شخص اُس ملک کو نہیں دیکھنے پائیگا جسکے دینے کی قسم میں نے ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے کھائی کیونکہ اُنہوں نے میری پوری پیروی نہیں کی۔ ۱۲ مگر یفنہ قنزی کا بیٹا کالب اور نون کا بیٹا یشوع اُسے دیکھینگے کیونکہ اُنہوں نے خداوند کی پوری پیروی کی ہے۔ ۱۳ سو خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا اور اُس نے انکو بیابان میں چالیس برس تک آوارہ پھرایا جب تک کہ اُس پشت کے سب لوگ جنہوں نے خداوند کے روبرو گناہ کیا تھا نابود نہ ہو گئے۔ ۱۴ اور دیکھو تم جو گنہگاروں کی نسل ہو اب اپنے باپ دادا کی جگہ اُٹھے ہو تاکہ خداوند کے قہر شدید کو اسرائیلیوں پر بڑھاؤ۔ ۱۵ کیونکہ اگر تم اُسکی پیروی سے پھر جاؤ تو وہ انکو پھر بیابان میں چھوڑ دیگا اور تم ان سب لوگوں کو ہلاک کراؤ گے۔ ۱۶ تب وہ اُسکے نزدیک آ کر کہنے لگے کہ ہم اپنے چوپایوں کے لئے یہاں بھیڑ سالے اور اپنے بال بچوں کے لئے شہر بنائینگے۔ ۱۷ پر ہم خود ہتھیار باندھے ہوئے تیار رہینگے کہ بنی اسرائیل کے آگے آگے چلیں جب تک کہ انکو انکی جگہ تک نہ پہنچا دیں اور ہمارے بال بچے اِس ملک کے باشندوں کے سبب سے فصیل دار شہروں میں رہینگے۔ ۱۸ اور ہم اپنے گھروں کو پھر واپس نہیں آئینگے جب تک بنی اسرائیل کا ایک ایک آدمی اپنی میراث کا مالک نہ ہو جائے۔ ۱۹ اور ہم اُن میں شامل ہو کر یردن کے اُس پار یا اُس سے آگے میراث نہ لینگے کیونکہ ہماری میراث یردن کے اِس پار مشرق کی طرف ہم کو مل گئی۔ ۲۰ تب موسیٰ نے اُن سے کہا اگر تم یہ کام کرو اور خداوند کے حضور مسلح ہو کر لڑنے جاؤ۔ ۲۱ اور تمہارے ہتھیار بند جوان خداوند کے حضور یردن پار جائیں جب تک کہ خداوند اپنے دشمنوں کو اپنے سامنے سے دفع نہ کرے۔ ۲۲ اور وہ ملک خداوند کے حضور قبضہ میں نہ آ جائے تو اُسکے بعد تم واپس آؤ۔ پھر تم خداوند کے حضور اور اسرائیل کے آگے بے گناہ ٹھہرو گے اور یہ ملک خداوند کے حضور تمہاری ملکیت ہو جائیگا۔ ۲۳ لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو تم خداوند کے گنہگار ٹھہرو گے اور یہ جان لو کہ تمہارا گناہ تم کو پکڑیگا۔ ۲۴ سو تم اپنے بال بچوں کے لئے شہر اور اپنی بھیڑ بکریوں کے لئے بھیڑ سالے بناؤ۔ جو تمہارے منہ سے نکلا ہے وہی کرو۔ ۲۵ تب بنی جد اور بنی روبن نے موسیٰ سے کہا کہ تیرے خادم جیسا ہمارے مالک کا حکم ہے ویسا ہی کرینگے۔ ۲۶ (ہمارے بال بچے ہماری بیویاں ہماری بھیڑ بکریاں اور ہمارے سب چوپائے جلعاد کے شہروں میں رہینگے) ۲۷ پر ہم جو تیرے خادم ہیں سو ہمارا ایک ایک مسلح جوان خداوند کے حضور لڑنے کو پار جائیگا جیسا ہمارا مالک کہتا ہے۔ ۲۸ تب موسیٰ نے اُنکے بارے میں الیعزر کاہن اور نون کے بیٹے یشوع اور اسرائیلی قبائل کے آبائی خاندانوں کے سرداروں کو وصیت کی۔ ۲۹ اور اُن سے یہ کہا کہ اگر بنی جد اور بنی روبن کا ایک ایک مرد خداوند کے حضور تمہارے ساتھ یردن کے پار مسلح ہو کر لڑائی میں جائے اور اُس ملک پر تمہارا قبضہ ہو جائے تو تم جلعاد کا ملک انکی میراث کر دینا۔ ۳۰ پر اگر وہ ہتھیار باندھ کر تمہارے ساتھ پار نہ جائیں تو انکو بھی ملک کنعان ہی میں تمہارے بیچ میراث ملے۔ ۳۱ تب بنی جد اور بنی روبن نے جواب دیا کہ جیسا خداوند نے تیرے خادموں کو حکم دیا ہے ہم ویسا ہی کرینگے۔ ۳۲ ہم ہتھیار باندھ کر

بائبل کی اصل عبارت: موسیٰ نے ان سے کہا اگر تم یہ کام کرو اور خداوند کے حضور مسلح ہو کر لڑنے جاؤ۔ اور تمہارے ہتھیار بند جوان خداوند کے حضور یردن پار جائیں جب تک کہ خداوند اپنے دشمنوں کو اپنے سامنے سے دفع نہ کرے (گنتی باب ۳۲: ۲۰ تا ۲۲)

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

۲۱ ہمارے خدا نے تمکو دیا ہے انکا مطلب کیا ہے؟ تو تو اپنے بیٹوں کو یہ جواب دینا کہ جب ہم مصر میں فرعون کے غلام تھے تو خداوند اپنے زور آور ہاتھ سے ہمکو مصر سے نکال لایا۔ ۲۲ اور خداوند نے بڑے بڑے اور ہولناک عجائب و نشان ہمارے سامنے اہل مصر اور فرعون اور اسکے سب گھرانے پر کر کے دکھائے۔ ۲۳ اور ہمکو وہاں سے نکال لایا تاکہ ہمکو اس ملک میں جسے ہمکو دینے کی قسم اُس نے ہمارے باپ دادا سے کھائی پہنچائے۔ ۲۴ سو خداوند نے ہمکو ان سب احکام پر عمل کرنے اور ہمیشہ اپنی بھلائی کے لئے خداوند اپنے خدا کا خوف ماننے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ ہمکو زندہ رکھے جیسا آج کے دن ظاہر ہے۔ ۲۵ اور اگر ہم احتیاط رکھیں کہ خداوند اپنے خدا کے حضور ان سب حکموں کو مانیں جیسا اُس نے ہم سے کہا ہے تو اسی میں ہماری صداقت ہوگی۔

باب ۷

۱ جب خداوند تیرا خدا تجھکو اُس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لئے تو جا رہا ہے پہنچا دے اور تیرے آگے سے اُن بہت سی قوموں کو یعنی حتیوں اور جرجاسیوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں نکال دے۔ ۲ اور جب خداوند تیرا خدا انکو تیرے آگے شکست دلائے اور تو انکو مار لے تو تو انکو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو اُن سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ اُن پر رحم کرنا۔ ۳ تو اُن سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا۔ نہ انکے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے انکی بیٹیاں لینا۔ ۴ کیونکہ وہ تیرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کر دینگے تاکہ وہ اور معبودوں کی عبادت کریں۔ یوں خداوند کا غضب تم پر بھڑکیگا اور وہ تجھکو جلد ہلاک کر دیگا۔ ۵ بلکہ تم اُن سے یہ سلوک کرنا کہ انکے مذبحوں کو ڈھا دینا۔ انکے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور انکی یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا اور انکی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دینا۔ ۶ کیونکہ تو خداوند اپنے خدا کے لئے ایک مقدس قوم ہے۔ خداوند تیرے خدا نے تجھکو روی زمین کی اور سب قوموں میں سے چن لیا ہے تاکہ اسکی خاص اُمت ٹھہرے۔ ۷ خداوند نے جو تم سے محبت کی اور تمکو چن لیا تو اسکا سبب یہ نہ تھا کہ تم شمار میں اور قوموں سے زیادہ تھے کیونکہ تم سب قوموں سے شمار میں کم تھے۔ ۸ بلکہ چونکہ خداوند کو تم سے محبت ہے اور وہ اُس قسم کو جو اُس نے تمہارے باپ دادا سے کھائی پورا کرنا چاہتا تھا اسلئے خداوند تمکو اپنے زور آور ہاتھ سے نکال لایا اور غلامی کے گھر یعنی مصر کے بادشاہ فرعون کے ہاتھ سے تمکو مخلصی بخشی۔ ۹ سو جان لے کہ خداوند تیرا خدا وہی خدا ہے۔ وہ وفادار خدا ہے اور جو اُس سے محبت رکھتے اور اُسکے حکموں کو مانتے ہیں انکے ساتھ ہزار پشت تک وہ اپنے عہد کو قائم رکھتا اور اُن پر رحم کرتا ہے۔ ۱۰ اور جو اُس سے عداوت رکھتے ہیں انکو انکے دیکھتے ہی دیکھتے ہلاک کر کے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ وہ اُسکے بارے میں جو اُس سے عداوت رکھتا ہے دیر نہ کریگا بلکہ اُسی کے دیکھتے دیکھتے اُسے بدلہ دیگا۔ ۱۱ اسلئے جو فرمان اور آئین اور احکام میں آج کے دن تجھکو بتاتا ہوں تو انکو ماننا اور اُن پر عمل کرنا۔

۱۲ اور تمہارے اِن حکموں کو سننے اور ماننے اور اُن پر عمل کرنے کے سبب سے خداوند تیرا خدا بھی تیرے ساتھ اُس عہد اور رحمت کو قائم رکھیگا جسکی قسم اُس نے تیرے باپ دادا سے کھائی۔ ۱۳ اور تجھ سے محبت رکھیگا اور تجھکو برکت دیگا اور بڑھائیگا اور اُس ملک میں جسے تجھکو دینے کی قسم اُس نے تیرے باپ دادا سے کھائی وہ تیری اولاد پر اور تیری زمین کی پیداوار یعنی تیرے غلہ اور مے اور تیل پر اور تیرے گائے بیل کے اور بھیڑ بکریوں کے بچوں پر برکت نازل کریگا۔ ۱۴ تجھکو سب قوموں سے زیادہ برکت دی جائیگی اور تم میں یا تمہارے چوپایوں میں نہ تو کوئی عقیم ہوگا نہ بانجھ۔ ۱۵ اور خداوند ہر قسم کی بیماری تجھ سے دور کریگا اور مصر کے اُن بُرے روگوں کو جن سے تو واقف ہے تجھکو لگنے نہ دیگا بلکہ انکو اُن پر جو تجھ سے عداوت رکھتے ہیں نازل کریگا۔ ۱۶ اور تو اُن سب قوموں کو جنکو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر دیگا نابود کر ڈالنا۔ تو اُن پر ترس نہ کھانا اور نہ اُنکے دیوتاؤں کی عبادت کرنا ورنہ یہ تیرے لئے ایک جال ہوگا۔ ۱۷ اور اگر تیرا دل یہ کہے کہ یہ قومیں تو مجھ سے زیادہ ہیں۔ میں انکو کیونکر نکالوں؟ ۱۸ تو بھی تو اُن سے نہ ڈرنا بلکہ جو کچھ خداوند تیرے خدا نے فرعون اور سارے مصر سے کیا اُسے خوب یاد رکھنا۔ ۱۹ یعنی اُن بڑے بڑے تجربوں کو جنکو تیری آنکھوں نے دیکھا اور اُن نشانوں اور معجزوں اور زور آور ہاتھ اور بلند بازو کو جن سے خداوند تیرا خدا تجھکو نکال لایا کیونکہ خداوند

۱۶۳

بائبل کی اصل عبارت: جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا

(کتاب استثناء باب ۷: ۲، ۳)

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

۱۰ دیتا ہے تاکہ تیرے مُلک کے بیچ جسے خُداوند تیرا خُدا تجھ کو میراث میں دیتا ہے بے گناہ کا خُون بہایا نہ جائے اور وہ خُون یُوں تیری گردن پر ہو۔ ۱۱ لیکن اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ سے عداوت رکھتا ہوا اُس کی گھات میں لگے اور اُس پر حملہ کر کے اُسے ایسا مارے کہ وہ مر جائے اور وہ خُود اُن شہروں میں سے کسی میں بھاگ جائے۔ ۱۲ تو اُس کے شہر کے بزرگ لوگوں کو بھیجکر اُسے وہاں سے پکڑوا منگوائیں اور اُسکو خُون کے اِنتقام لینے والے کے ہاتھ میں حوالہ کریں تاکہ وہ قتل ہو۔ ۱۳ تجھ کو اُس پر ذرا ترس نہ آئے بلکہ تُو اِس طرح بے گناہ کے خُون کو اسرائیل سے دفع کرنا تاکہ تیرا بھلا ہو۔

۱۴ تُو اُس مُلک میں جسے خُداوند تیرا خُدا تجھ کو قبضہ کرنے کو دیتا ہے اپنے ہمسایہ کی حد کا نشان جسکو اگلے لوگوں نے تیری میراث کے حصہ میں ٹھہرایا ہو مت ہٹانا۔

۱۵ کسی شخص کے خلاف اُسکی کسی بدکاری یا گناہ کے بارے میں جو اُس سے سرزد ہو ایک ہی گواہ بس نہیں بلکہ دو گواہوں یا تین گواہوں کے کہنے سے بات پکی سمجھی جائے۔ ۱۶ اگر کوئی جھوٹا گواہ اُٹھکر کسی آدمی کی بدی کی نسبت گواہی دے۔ ۱۷ تو وہ دونوں آدمی جنکے بیچ یہ جھگڑا ہو خُداوند کے حضور کاہنوں اور اُن دنوں کے قاضیوں کے آگے کھڑے ہوں۔ ۱۸ اور قاضی خُوب تحقیقات کریں اور اگر وہ گواہ جھوٹا نکلے اور اُس نے اپنے بھائی کے خلاف جھوٹی گواہی دی ہو۔ ۱۹ تو جو حال اُس نے اپنے بھائی کا کرنا چاہا تھا وہی تم اُسکا کرنا اور یُوں تُو ایسی بُرائی کو اپنے درمیان سے دفع کر دینا۔ ۲۰ اور دُوسرے لوگ سُنکر ڈرینگے اور تیرے بیچ پھر ایسی بُرائی نہیں کرینگے۔ ۲۱ اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے۔ جان کا بدلہ جان آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ دانت کا بدلہ دانت۔ ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔

باب ۲۰ ۱ (جب تُو اپنے دُشمنوں سے جنگ کرنے کو جائے اور گھوڑوں اور رتھوں اور اپنے سے بڑی فوج کو دیکھے تو اُن سے ڈر نہ جانا کیونکہ خُداوند تیرا خُدا جو تجھ کو مُلکِ مصر سے نکال لایا تیرے ساتھ ہے۔ ۲ اور جب معرکۂ جنگ میں تمہارا مُقابلہ ہونے کو ہو تو کاہن فوج کے آدمیوں کے پاس جا کر اُنکی طرف مخاطب ہو۔ ۳ اور اُن سے کہے سُنو اے اِسرائیلیو! تم آج کے دن اپنے دُشمنوں کے مُقابلہ کے لئے معرکۂ جنگ میں آئے ہو سو تمہارا دل ہراسان نہ ہو۔ تم نہ خوف کرو نہ کانپو۔ نہ اُن سے دہشت کھاؤ۔ ۴ کیونکہ خُداوند تمہارا خُدا تمہارے ساتھ ساتھ چلتا ہے تاکہ تم کو بچانے کو تمہاری طرف سے تمہارے دُشمنوں سے جنگ کرے۔ ۵ پھر فوجی حُکام لوگوں سے یُوں کہیں کہ تم میں سے جس کسی نے نیا گھر بنایا ہو اور اُسے مخصُوص نہ کیا ہو وہ اپنے گھر کو لَوٹ جائے تا نہ ہو کہ وہ جنگ میں قتل ہو اور دُوسرا شخص اُسے مخصُوص کرے۔ ۶ اور جس کسی نے تاکستان لگایا ہو پر اب تک اُسکا پھل اِستعمال نہ کیا ہو وہ بھی اپنے گھر کو لَوٹ جائے تا نہ ہو کہ وہ جنگ میں مارا جائے اور دُوسرا آدمی اُسکا پھل کھائے۔ ۷ اور جس نے کسی عورت سے اپنی منگنی تو کر لی ہو پر اُسے بیاہ کر نہیں لایا ہے وہ بھی اپنے گھر کو لَوٹ جائے تا نہ ہو کہ وہ لڑائی میں مارا جائے اور دُوسرا مرد اُس سے بیاہ کرے۔ ۸ اور فوجی حُکام لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر اُن سے یہ بھی کہیں کہ جو شخص ڈرپوک اور کچے دل کا ہو وہ بھی اپنے گھر کو لَوٹ جائے تا نہ ہو کہ اُسکی طرح اُسکے بھائیوں کا حوصلہ بھی ٹوٹ جائے۔ ۹ اور جب فوجی حُکام یہ سب کچھ لوگوں سے کہہ چکیں تو لشکر کے سرداروں کو اُن پر مُقرر کر دیں۔

۱۰ جب تُو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اُسکے نزدیک پہنچے تو پہلے اُسے صُلح کا پیغام دینا۔ ۱۱ اور اگر وہ تجھ کو صُلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بنکر تیری خدمت کریں۔ ۱۲ (اور اگر وہ تجھ سے صُلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اُسکا محاصرہ کرنا۔ ۱۳ اور جب خُداوند تیرا خُدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ ۱۴ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اُس شہر کے سب مال اور لُوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تُو اپنے دُشمنوں کی اُس لُوٹ کو جو خُداوند تیرے خُدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ۱۵ اُن سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دُور ہیں اور اِن قوموں کے شہر نہیں ہیں۔ ۱۶ پر اِن قوموں کے شہروں میں جنکو خُداوند تیرا خُدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔ ۱۷ بلکہ تُو اِنکو یعنی حِتی اور اموری اور کنعانی اور فرِزّی اور حوّی اور یبوسی قوموں کو جیسا خُداوند تیرے خُدا نے تجھ کو

۱۸ حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لئے کئے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو۔

۱۹ جب تو کسی شہر کو فتح کرنے کے لئے اس سے جنگ کرے اور مدت تک اسکا محاصرہ کئے رہے تو اسکے درختوں کو کلہاڑی سے نہ کاٹ ڈالنا کیونکہ انکا پھل تیرے کھانے کے کام میں آئیگا سو تو انکو مت کاٹنا کیونکہ کیا میدان کا درخت انسان ہے کہ تو اسکا محاصرہ کرے؟

۲۰ سو فقط ان ہی درختوں کو کاٹ کر اڑا دینا جو تیری دانست میں کھانے کے مطلب کے نہ ہوں اور تو اس شہر کے مقابل جو تجھ سے جنگ کرتا ہو بُرج وغیرہ کو بنا لینا جب تک وہ سر نہ ہو جائے۔

باب ۲۱

۱ اگر اس ملک میں جسے خداوند تیرا خدا تجھ کو قبضہ کرنے کو دیتا ہے کسی مقتول کی لاش میدان میں پڑی ہوئی ملے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اسکا قاتل کون ہے

۲ تو تیرے بزرگ اور قاضی نکل کر اس مقتول کے گرداگرد کے شہروں کے فاصلہ کو ناپیں۔

۳ اور جو شہر اس مقتول کے سب سے نزدیک ہو اس شہر کے بزرگ ایک بچھیا لیں جس سے کبھی کوئی کام نہ لیا گیا ہو اور نہ وہ جوئے میں جوتی گئی ہو۔

۴ اور اس شہر کے بزرگ اس بچھیا کو بہتے پانی کی وادی میں جس میں نہ ہل چلا ہو اور نہ اس میں کچھ بویا گیا ہو لے جائیں اور وہاں اس وادی میں اس بچھیا کی گردن توڑ دیں۔

۵ تب بنی لاوی جو کاہن ہیں نزدیک آئیں کیونکہ خداوند تیرے خدا نے انکو چن لیا ہے کہ خداوند کی خدمت کریں اور اسکے نام سے برکت دیا کریں اور ان ہی کے کہنے کے مطابق ہر جھگڑے اور مار پیٹ کے مقدمہ کا فیصلہ ہوا کرے۔

۶ پھر اس شہر کے سب بزرگ جو اس مقتول کے سب سے نزدیک رہنے والے ہوں اس بچھیا کے اوپر جسکی گردن اس وادی میں توڑی گئی اپنے اپنے ہاتھ دھوئیں

۷ اور یوں کہیں کہ ہمارے ہاتھ سے یہ خون نہیں ہوا اور نہ یہ ہماری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے۔

۸ سو اے خداوند اپنی قوم اسرائیل کو جسے تو نے چھڑایا ہے معاف کر اور بے گناہ کے خون کو اپنی قوم اسرائیل کے ذمہ نہ لگا۔ تب وہ خون انکو معاف کر دیا جائیگا۔

۹ یوں تو اس کام کو کر کے جو خداوند کے نزدیک درست ہے بے گناہ کے خون کی جواب دہی کو اپنے اوپر سے دور و دفع کرنا۔

۱۰ جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند تیرا خدا انکو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تو انکو اسیر کر لائے

۱۱ اور ان اسیروں میں کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تو اس پر فریفتہ ہو جائے اور اسکو بیاہ لینا چاہے

۱۲ تو تو اسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے۔

۱۳ اور وہ اپنی اسیری کا لباس اتار کر تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کرے۔ اسکے بعد تو اسکے پاس جا کر اسکا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے۔

۱۴ اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اسکو جانے دینا لیکن روپے کی خاطر اسکو ہرگز نہ بیچنا اور اس سے لونڈی کا سا سلوک نہ کرنا اسلئے کہ تو نے اسکی حرمت لے لی ہے۔

۱۵ اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں اور پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو۔

۱۶ تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہے فوقیت دیکر پہلوٹھا نہ ٹھہرائے۔

۱۷ بلکہ وہ غیر محبوبہ کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دونا حصہ دیکر اسے پہلوٹھا مانے کیونکہ وہ اسکی قوت کی ابتدا ہے اور پہلوٹھے کا حق اسی کا ہے۔

۱۸ اگر کسی آدمی کا ضدی اور گردن کش بیٹا ہو جو اپنے باپ یا ماں کی بات نہ مانتا ہو اور انکے تنبیہ کرنے پر بھی انکی نہ سنتا ہو۔

۱۹ تو اسکے ماں باپ اسے پکڑ کر اور نکال کر اس شہر کے بزرگوں کے پاس اس جگہ کے پھاٹک پر لے جائیں۔

۲۰ اور وہ اسکے شہر کے بزرگوں سے عرض کریں کہ یہ ہمارا بیٹا ضدی اور گردن کش ہے۔ یہ ہماری بات نہیں مانتا اور اڑاؤ اور شرابی ہے۔

۲۱ تب اسکے شہر کے سب لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دور کرنا۔ تب سب اسرائیل سنکر ڈر جائینگے۔

۲۲ اور اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اسکا قتل واجب ہو اور تو اسے مار کر درخت سے ٹانگ دے

۲۳ تو اسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

دھیان کر کے پورا کرنا اور جیسی منت تو نے خداوند اپنے خدا کے لئے مانی ہو اُسکے مطابق رضا کی قربانی جسکا وعدہ تیری زبان سے ہوا گذراننا ۝

۲۴ جب تو اپنے ہمسایہ کے تاکستان میں جائے تو جتنے انگور چاہے پیٹ بھر کر کھانا پر کچھ اپنے برتن میں نہ رکھ لینا ۝

۲۵ جب تو اپنے ہمسایہ کے کھڑے کھیت میں جائے تو اپنے ہاتھ سے بالیں توڑ سکتا ہے پر اپنے ہمسایہ کے کھڑے کھیت کو ہنسوا نہ لگانا ۝

باب ۲۴

اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اُس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اُس عورت کی طرف اُسکی التفات نہ رہے تو وہ اُسکا طلاق نامہ لکھکر ۲ اُسکے حوالہ کرے اور اُسے اپنے گھر سے نکال دے ۝ اور جب وہ اُسکے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے ۝ ۳ پر اگر دوسرا شوہر بھی اُس سے ناخوش رہے اور اُسکا طلاقنامہ لکھکر اُسکے حوالہ کرے اور اُسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اُس سے بیاہ کیا ہو مر جائے ۝ ۴ تو اُسکا پہلا شوہر جس نے اُسے نکال دیا تھا اُس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اُس سے بیاہ نہ کرنے پائے کیونکہ ایسا کام خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔ سو تو اُس ملک کو جسے خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے گنہگار نہ بنانا ۝

۵ جب کسی نے کوئی نئی عورت بیاہی ہو تو وہ جنگ کے لئے نہ جائے اور نہ کوئی کام اُسکے سپرد ہو۔ وہ سال بھر تک اپنے ہی گھر میں آزاد رہ کر اپنی بیاہی ہوئی بیوی کو خوش رکھے ۝ ۶ کوئی شخص چکی کو یا اُسکے اوپر کے پاٹ کو گرو نہ رکھے کیونکہ یہ تو گویا آدمی کی جان کو گرو رکھنا ہے ۝

۷ اگر کوئی شخص اپنے اسرائیلی بھائیوں میں سے کسی کو غلام بنانے یا بیچنے کی نیت سے چراتا ہوا پکڑا جائے تو وہ چور مار ڈالا جائے۔ یوں تو ایسی برائی اپنے درمیان سے دفع کرنا ۝

۸ تو کوڑھ کی بیماری کی طرف سے ہوشیار رہنا اور لاوی کاہنوں کی سب باتوں کو جو وہ تم کو بتائیں جانفشانی سے ماننا اور اُسکے مطابق عمل کرنا جیسا میں نے اُنکو حکم کیا ہے ویسا ہی دھیان دیکر کرنا ۝ ۹ تو یاد رکھنا کہ خداوند تیرے خدا نے جب تم مصر سے نکلکر آ رہے تھے تو راستہ میں مریم سے کیا کیا ۝

۱۰ جب تو اپنے بھائی کو کچھ قرض دے تو گرو کی چیز لینے کو اُسکے گھر میں نہ گھسنا ۝ ۱۱ تو باہر ہی کھڑے رہنا اور وہ شخص جسے تو قرض دے خود گرو کی چیز باہر تیرے پاس لائے ۝ ۱۲ اور اگر وہ شخص مسکین ہو تو اُسکی گرو کی چیز کو پاس رکھکر سو نہ جانا ۝ ۱۳ بلکہ جب آفتاب غروب ہونے لگے تو اُسکی چیز اُسے پھیر دینا تاکہ وہ اپنا اوڑھنا اوڑھکر سوئے اور تجھکو دعا دے اور یہ بات تیرے لئے خداوند تیرے خدا کے حضور راستبازی ٹھہریگی ۝

۱۴ تو اپنے غریب اور محتاج خادم پر ظلم نہ کرنا خواہ وہ تیرے بھائیوں میں سے ہو خواہ اُن پردیسیوں میں سے جو تیرے ملک کے اندر تیری بستیوں میں رہتے ہوں ۝ ۱۵ تو اُسی دن اِس سے پہلے کہ آفتاب غروب ہو اُسکی مزدوری اُسے دینا کیونکہ وہ غریب ہے اور اُسکا دل مزدوری میں لگا رہتا ہے تا نہ ہو کہ وہ خداوند سے تیرے خلاف فریاد کرے اور یہ تیرے حق میں گناہ ٹھہرے ۝

۱۶ (بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے ۝)

۱۷ تو پردیسی یا یتیم کے مقدمہ کو نہ بگاڑنا اور نہ بیوہ کے کپڑے کو گرو رکھنا ۝ ۱۸ بلکہ یاد رکھنا کہ تو مصر میں غلام تھا اور خداوند تیرے خدا نے تجھکو وہاں سے چھڑایا۔ اسی لئے میں تجھکو اِس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہوں ۝

۱۹ جب تو اپنے کھیت کی فصل کاٹے اور کوئی پولا کھیت میں بھول سے رہ جائے تو اُسکے لینے کو واپس نہ جانا۔ وہ پردیسی اور یتیم اور بیوہ کے لئے رہے تاکہ خداوند تیرا خدا تیرے سب کاموں میں جنکو تو ہاتھ لگائے تجھ کو برکت بخشے ۝

۲۰ جب تو اپنے زیتون کے درخت کو جھاڑے تو اُسکے بعد اُسکی شاخوں کو دوبارہ نہ جھاڑنا بلکہ وہ پردیسی اور

بائبل کی اصل عبارت: بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا (کتاب استثناء باب ۲۴: ۱۶)

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

درمیان ہیں دُور کر دو اور اپنے دِلوں کو خُداوند اِسرائیل کے خُدا کی طرف مائل کرو۔ ۲۴ لوگوں نے یشوع سے کہا ہم خُداوند اپنے خُدا کی پرستش کرینگے اور اُسی کی بات مانینگے۔ ۲۵ سو یشوع نے اُسی روز لوگوں کے ساتھ عہد باندھا اور اُنکے لئے سِکم میں آئین اور قانون ٹھہرایا۔ ۲۶ اور یشوع نے یہ باتیں خُدا کی شریعت کی کتاب میں لکھدیں اور ایک بڑا پتھر لیکر اُسے وہیں اُس بلُوط کے درخت کے نیچے جو خُداوند کے مَقدِس کے پاس تھا نصب کیا۔ ۲۷ اور یشوع نے سب لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ پتھر ہمارا گواہ رہے کیونکہ اُس نے خُداوند کی سب باتیں جو اُس نے ہم سے کہیں سُنی ہیں اِسلئے یہی تم پر گواہ رہے تا نہ ہو کہ تم اپنے خُدا کا اِنکار کر جاؤ۔ ۲۸ پھر یشوع نے لوگوں کو اُنکی اپنی اپنی میراث کی طرف رُخصت کر دیا۔ ۲۹ اور اِن باتوں کے بعد یُوں ہُؤا کہ نُون کا بیٹا یشوع خُداوند کا بندہ ایک سَو دس برس کا ہو کر رحلت کر گیا۔ ۳۰ اور اُنہوں نے اُسی کی میراث کی حد پر تِمنت سِرح میں جو اِفرائیم کے کوہستانی مُلک میں کوہ جعس کے شمال کی طرف کو ہے اُسے دفن کیا۔ ۳۱ اور اِسرائیلی خُداوند کی پرستش یشوع کے جیتے جی اور اُن بزرگوں کے جیتے جی کرتے رہے جو یشوع کے بعد زندہ رہے اور خُداوند کے سب کاموں سے جو اُس نے اِسرائیلیوں کے لئے کئے واقف تھے۔ ۳۲ اور اُنہوں نے یُوسف کی ہڈیوں کو جنکو بنی اِسرائیل مِصر سے لے آئے تھے سِکم میں اُس زمین کے قطعہ میں دفن کیا جِسے یعقوب نے سِکم کے باپ حمور کے بیٹوں سے چاندی کے سَو سِکوں میں خریدا تھا اور وہ زمین بنی یُوسف کی میراث ٹھہری۔ ۳۳ اور ہارون کے بیٹے اِلیعزر نے رحلت کی اور اُنہوں نے اُسے اُسکے بیٹے فینحاس کی پہاڑی پر دفن کیا جو اِفرائیم کے کوہستانی مُلک میں اُسے دی گئی تھی۔

قُضاۃ

باب ۱

۱ اور یشوع کی موت کے بعد یُوں ہُؤا کہ بنی اِسرائیل نے خُداوند سے پُوچھا کہ ہماری طرف سے کنعانیوں سے جنگ کرنے کو پہلے کون چڑھائی کرے؟ ۲ خُداوند نے کہا کہ یہوداہ چڑھائی کرے اور دیکھو میں نے یہ مُلک اُسکے ہاتھ میں کر دیا ہے۔ ۳ تب یہوداہ نے اپنے بھائی شمعون سے کہا کہ تُو میرے ساتھ میرے قرعہ کے حصہ میں چل تاکہ ہم کنعانیوں سے لڑیں اور اِسی طرح میں بھی تیرے قرعہ کے حصہ میں تیرے ساتھ چلُونگا۔ سو شمعون اُسکے ساتھ گیا۔ ۴ اور یہوداہ نے چڑھائی کی اور خُداوند نے کنعانیوں اور فرزیوں کو اُنکے ہاتھ میں کر دیا اور اُنہوں نے بزق میں اُن میں سے دس ہزار مرد قتل کئے۔ ۵ اور اُدونی بزق کو بزق میں پا کر وہ اُس سے لڑے اور کنعانیوں اور فرزیوں کو مارا۔ ۶ پر اُدونی بزق بھاگا اور اُنہوں نے اُسکا پیچھا کر کے اُسے پکڑ لیا اور اُسکے ہاتھ اور پاؤں کے انگوٹھے کاٹ ڈالے۔ ۷ تب اُدونی بزق نے کہا کہ ہاتھ اور پاؤں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ستر بادشاہ میری میز کے نیچے ریزہ چینی کرتے تھے سو جیسا میں نے کیا ویسا ہی خُدا نے مجھے بدلہ دیا۔ پھر وہ اُسے یروشلیم میں لائے اور وہ وہاں مر گیا۔ ۸ اور بنی یہوداہ نے یروشلیم سے لڑ کر اُسے لے لیا اور اُسے تہِ تیغ کر کے شہر کو آگ سے پھونک دیا۔ ۹ اِسکے بعد بنی یہوداہ اُن کنعانیوں سے جو کوہستانی مُلک اور جنوبی حصہ اور نشیب کی زمین میں رہتے تھے لڑنے کو گئے۔ ۱۰ اور یہوداہ نے اُن کنعانیوں پر جو حبرون میں رہتے تھے چڑھائی کی (اور حبرون کا نام پہلے قریت اربع تھا) وہاں اُنہوں نے سیسی اور اخیمان اور تلمی کو مارا۔ ۱۱ وہاں سے وہ دبیر کے باشندوں پر چڑھائی کرنے کو گیا (دبیر کا نام پہلے قریت سفر تھا)۔ ۱۲ تب کالب نے کہا جو کوئی قریت سفر

بائبل کی اصل عبارت:

تب یہوداہ نے اپنے بھائی شمعون سے کہا کہ تو میرے ساتھ میرے قرعہ کے حصہ میں چل تا کہ ہم کنعانیوں سے لڑیں اور اسی طرح میں بھی تیرے قرعہ کے حصہ میں تیرے ساتھ چلوں گا۔ سو شمعون اس کے ساتھ گیا اور یہوداہ نے چڑھائی کی اور خداوند نے کنعانیوں اور فرزیوں کو ان کے ہاتھ میں کر دیا اور انہوں نے بزق میں ان میں سے دس ہزار مرد قتل کئے اور ادونی بزق کو بزق میں پا کر وہ اس سے لڑے اور کنعانیوں اور فرزیوں کو مارا۔ پر ادونی بزق بھاگا اور انہوں نے اس کا پیچھا کر کے اسے پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں کے انگوٹھے کاٹ ڈالے (کتاب قضاۃ باب ۱: ۳ تا ۷)

بائبل میں جہاد کا تصور (بائبل کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیں)

٣ کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کو چھوڑ دینا روا ہے؟ ٤ اُس نے
جواب میں کہا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے اُنہیں بنایا
اُس نے ابتدا ہی سے اُنہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ
٥ اِس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی
کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں ایک جسم ہونگے؟ ٦ پس وہ
دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اِسلئے جسے خدا نے جوڑا ہے
اُسے آدمی جُدا نہ کرے۔ ٧ اُنہوں نے اُس سے کہا پھر موسیٰ
نے کیوں حکم دیا ہے کہ طلاقنامہ دیکر چھوڑ دی جائے؟ ٨ اُس
نے اُن سے کہا کہ موسیٰ نے تمہاری سخت دِلی کے سبب سے
تمکو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتدا سے
ایسا نہ تھا۔ ٩ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو
حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دُوسری
سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ
کرلے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ ١٠ شاگردوں نے اُس سے کہا کہ اگر
مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے تو بیاہ کرنا ہی اچھا
نہیں۔ ١١ اُس نے اُن سے کہا کہ سب اِس بات کو قبول نہیں کر سکتے
١٢ مگر وہی جنکو یہ قدرت دی گئی ہے۔ کیونکہ بعض خوجے ایسے
ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے
ایسے ہیں جنکو آدمیوں نے خوجہ بنایا اور بعض خوجے ایسے ہیں
جنہوں نے آسمان کی بادشاہی کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا
جو قبول کر سکتا ہے وہ قبول کرے۔
١٣ اُس وقت لوگ بچوں کو اُسکے پاس لائے تاکہ وہ اُن پر
ہاتھ رکھے اور دُعا دے مگر شاگردوں نے اُنہیں جھڑکا۔ ١٤ لیکن یسوع
نے کہا بچوں کو میرے پاس آنے دو اور اُنہیں منع نہ کرو کیونکہ
آسمان کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔ ١٥ اور وہ اُن پر ہاتھ رکھکر
وہاں سے چلا گیا۔
١٦ اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اُس سے کہا اے اُستاد
میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ ١٧ اُس نے
اُس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک
تو ایک ہی ہے لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو
حکموں پر عمل کر۔ ١٨ اُس نے اُس سے کہا کون سے حکموں پر؟ یسوع
نے کہا یہ کہ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔
١٩ اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند

٢٠ محبت رکھ۔ اُس جوان نے اُس سے کہا کہ میں نے اِن سب پر
عمل کیا ہے۔ اب مجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ ٢١ یسوع نے اُس
سے کہا اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں
کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا اور آکر میرے پیچھے ہو لے۔ ٢٢ مگر
وہ جوان یہ بات سُن کر غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا۔
٢٣ اور یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم سے سچ کہتا
ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے۔
٢٤ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا
اِس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔
٢٥ شاگرد یہ سُن کر بہت ہی حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ پھر کون نجات
پا سکتا ہے؟ ٢٦ یسوع نے اُنکی طرف دیکھکر کہا کہ یہ آدمیوں سے تو
نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ٢٧ اِس پر پطرس
نے جواب میں اُس سے کہا دیکھ ہم تو سب کچھ چھوڑ کر تیرے پیچھے
ہو لئے ہیں۔ پس ہم کو کیا ملیگا؟ ٢٨ یسوع نے اُن سے کہا میں تم
سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدایش میں اپنے جلال کے
تخت پر بیٹھیگا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھکر
اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا اِنصاف کروگے۔ ٢٩ اور جس کسی نے
گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچوں یا کھیتوں کو
میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اُسکو سو گنا ملیگا اور ہمیشہ کی زندگی
کا وارث ہوگا۔ ٣٠ لیکن بہت سے اوّل آخر ہو جائینگے اور آخر اوّل۔
باب ٢٠ ١ کیونکہ آسمان کی بادشاہی اُس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے
نکلا تاکہ اپنے تاکستان میں مزدور لگائے۔ ٢ اور اُس نے مزدوروں
سے ایک دینار روز ٹھہرا کر اُنہیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا۔ ٣ پھر
پہر دن چڑھے کے قریب نکلکر اُس نے اَوروں کو بازار میں بیکار کھڑے
دیکھا۔ ٤ اور اُن سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ۔ جو واجب ہے
تمکو دونگا۔ پس وہ چلے گئے۔ ٥ پھر اُس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے
قریب نکلکر ویسا ہی کیا۔ ٦ اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر
اَوروں کو کھڑے پایا اور اُن سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار
کھڑے رہے؟ ٧ اُنہوں نے اُس سے کہا اسلئے کہ کسی نے ہمکو
مزدوری پر نہیں لگایا۔ اُس نے اُن سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے
جاؤ۔ ٨ جب شام ہوئی تو تاکستان کے مالک نے اپنے کارندہ سے
کہا کہ مزدوروں کو بُلا اور پچھلوں سے لیکر پہلوں تک اُنکی مزدوری
دیدے۔ ٩ جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے تو

حرف آخر

تمام گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ بائبل کی پیش کردہ آیتوں کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی جائے کہ:

☆ خدا کی فطرت کے نزدیک بائبل کی آیات میں موجود قتل و غارت گری کی کیا حیثیت ہے؟

☆ کیا بائبل میں جہاد کا تصور ہے یا نہیں؟

☆ بائبل میں لوقا کی انجیل کے باب نمبر ۶ (آیت ۲۷ تا ۳۲) میں ہے کہ..... جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو اس کے سامنے دوسرا بھی پھیر دے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل ویسی ہی آیت ہے جس کا حوالہ پاپ بینڈ یکٹ نے اپنی تقریر میں ایک قرآنی آیت کا دیا ہے (یعنی دین میں جبر نہیں)

کیونکہ اگر آپ کی تشریح اس قرآنی آیت کے حوالے سے اگر صحیح ہے تو پھر مان لیا جائے کہ بائبل کی یہ آیت بھی۔ اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کمزور تھے تب انہوں نے یہ کہا اور جب طاقتور ہوئے تو انہوں نے آگے چل کر تلوار خریدنے کا حکم دیا..... اس پر کچھ تبصرہ کیجئے۔

ہمارا دعویٰ

آپ نے ابھی موجودہ بائبل کی آیات کا مطالعہ کیا اس میں کہیں مردوں کے قتل کا بیان ہے تو کہیں آگ لگانے کے عمل کا بیان بھی ہے اور کہیں انگوٹھے اور انگلیاں کاٹنے کا عمل نظر ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عورتوں اور معصوم بچوں کا قتل تک کا بیان اس میں مذکور ہے۔

لیکن! پورے قرآن اور احادیث رسول میں عورتوں اور بچوں کے قتل کا حکم نہیں ملے گا

جہاد میں اعضاء نہ کاٹو اور بچوں کو قتل نہ کرو

حدیث شریف = حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کسی آدمی کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجتے وقت خاص اس کی ذات کے بارے میں تقویٰ اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت فرماتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کے راستے میں لڑو۔ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں سے لڑو۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، مثلہ نہ بناؤ (اعضاء نہ کاٹو) اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ جب مشرک دشمن سے مقابلہ ہو تو انہیں تین باتوں میں سے ایک کی طرف بلاؤ۔ ان میں سے جس بات کو مان جائیں، قبول کر لو اور ان سے ہاتھ روک لو۔ انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔ اپنا وطن چھوڑ کر اس جگہ جا بسیں جہاں مہاجرین رہتے ہیں، انہیں یہ بتاؤ کہ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں وہی کچھ ملے گا جو مہاجرین کو ملتا ہے اور ان کی ذمہ وہی امور ہوں گے، جو مہاجرین کے ذمہ ہیں اور اگر وہاں جانے سے انکار کر دیں تو انہیں بتا دو کہ تم لوگ دیہاتی مسلمانوں کی طرف ہو تم پر وہی حکم جاری ہو گا جو دیہاتی مسلمانوں پر ہے۔ مال غنیمت اور فے میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا جب تک کہ جہاد نہ کرو۔ اگر وہ ان باتوں سے انکار کریں تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ان سے لڑو۔ اور جب کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ لوگ تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ نہ دو بلکہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دو، اس لئے کہ ہمارے لئے اپنا اور ساتھیوں کا ذمہ توڑنا، اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے ذمہ کے توڑنے سے بہتر ہے اور جب کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ انہیں

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق اتارو تو انہیں نہ اتارو بلکہ اپنے فیصلے پر اتارو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو پہنچو گے یا نہیں! اور اس کی مثل ذکر کیا (ترمذی (مترجم) جلد اول، باب ماجاء وصیۃ النبی ﷺ فی القتال، حدیث 1669، ص 796، مطبوعہ فرید بک لاہور)

جہاد میں عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت

حدیث شریف = حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ کے غزوات میں سے کسی ایک غزوہ (غزوہ فتح) میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو نبی پاک ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمادیا (بخاری (مترجم) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 267، ص 148، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

ہم یہاں اپنی درج گزارشات کو یہی کہہ کر ختم کرنا چاہیں گے کہ ہمارے رب نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ کافر کے جھوٹے خدا کو بھی برا نہ کہو، کہ وہ پلٹ کر تمہارے سچے خدا کو برا کہنے لگیں گے۔

آپ اندازہ لگائیں جن کی تعلیمات ایسی ہوں، کیا وہ تلوار سے اسلام قبول کرواتے ہوں گے؟

فرض کر لیجئے رائے کے آزادانہ اظہار کو بنیاد بنا کر اگر ہم پاپ بینڈ یکٹ کو جاہل اور احمق ترین انسان کہیں تو کیا کوئی عیسائی اسے برداشت کرے گا؟ جواب ہو گا ہرگز نہیں۔ تو ذرا سوچئے کہ آزادی اظہار رائے کے نام پر یورپین عدالتوں نے رسول پاک ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے مقدمے کو خارج کر دینا اور اس معاملے کے ذمہ داران کو کوئی وارننگ تک نہ دینا

کیا ہے؟

آپ خود انصاف کریں کہ کیا یورپین عدالت کے یہ جج صاحبان اس حوالے سے دوہرا معیار نہیں رکھتے؟

جب ۱۱/۹ کا واقعہ ہوا تو امریکہ کے عیسائیوں، برطانیہ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کو مارا اور قتل کیا۔ مسجدیں جلائیں، یہی نہیں پوری قوت سے افغانستان پر حملہ کیا اور عراق کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا اور اپنی اس جنگ کو انہوں نے War On Terror کا نام دیا لیکن یہ حقائق اب سامنے آ گئے کہ ۱۱/۹ ایک ڈرامائی واقعہ تھا اور اس کے پس پردہ ان کے کیا عزائم تھے؟ یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے۔ عیسائیوں کی یہ جنگ War on Terror نہیں بلکہ Terror on Terror تھی۔ افغانستان میں مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے عیسائیوں کے لئے War On Terror ہے اور عیسائی پاپ کی گستاخانہ تقریر کے بعد نتیجتاً چند مسلمانوں کا فلسطین میں اپنا ردعمل کرنا دہشت گردی ہے؟

یہ فیصلہ میں انصاف پسند قارئین کے سپرد کرتا ہوں۔

چھٹی فصل

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
تیرے نام پر سب کو وارا کروں میں

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ جہاد

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

کہتے ہیں غزوہ خیبر کے موقع پر "اسود راعی" نام کا ایک شخص تھا۔ یہ ایک حبشی تھا، جو یہودیوں کے مویشی چرایا کرتا تھا۔ وہ صحرا سے اس قدر مانوس تھا کہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ وہیں گزارتا تھا۔ ایک دن شام کو پلٹ کر آبادی میں آیا تو دیکھا کہ سارے یہودی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ تلواروں پر پانی چڑھایا جارہا ہے۔ کہیں نیزے اور تیروں کی نوکیں صیقل کی جارہی ہیں۔ جگہ جگہ سپاہیوں کو صف بندی کی مشق کرائی جارہی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے متعجبانہ لہجہ میں دریافت کیا! یہ کس کے ساتھ جنگ کی تیاری ہو رہی ہے؟ ایک یہودی نے جواب دیا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ عرب کے نخلستان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا مدعی ہے۔ وہ اپنے ساتھ دیوانوں کی ایک فوج لے کر فلاں مقام پر ٹھہرا ہوا ہے اور خیبر کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ یہ ساری تیاریاں اسی کے مقابلہ کے لئے ہو رہی ہیں۔ جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق امروز و فردا میں اس کی فوجیں ہمارے قلعہ کی فصیل تک پہنچ جائیں گی۔

یہ جواب سن کر چرواہے کے شعور میں اچانک جستجوئے شوق کا ایک چراغ جلا اور وہ حقیقت سے قریب ہو کر سوچنے لگا۔

بلاوجہ کوئی دیوانہ نہیں ہوتا اور وہ بھی دیوانوں کی فوج کی معیت میں جو جان دینے کے لئے ساتھ آئی ہے۔ جھوٹ اور فریب کی بنیاد پر ہر طرح کا سودا ہو سکتا ہے لیکن جان کا سودا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچتے ہی بیساختہ اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی "یقیناً وہ ایک سچا پیغمبر" یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اپنی بکریوں کو ساتھ لئے ہوئے بیخودی کے عالم میں وہ ایک طرف چل پڑا۔ بالآخر سراغ

لگاتے لگاتے وہ پیغمبر اسلام کے لشکر میں پہنچ گیا۔ حضور جان نور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے پہلا سوال کیا:

آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

حضور ﷺ نے اس کے دل کے کشور کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا: اس بات کی کہ اللہ واحد لاشریک ہے، اس نے اپنے بندوں کی ہدایات کے لئے نبیوں اور رسولوں کی ایک طویل سلسلہ دنیا میں قائم فرمایا، جس کی آخری کڑی میں ہوں۔

اس نے پھر دریافت کیا کہ اگر میں خدا کی توحید پر ایمان لاؤں اور آپ کی نبوت کا اقرار کرلوں تو مجھے صلہ کیا ملے گا؟

آپ نے فرمایا: عالم آخرت کی دائمی آسائش

پھر اس نے حقیقت سے قریب ہو کر اپنی بے مائیگی کا اس طرح اظہار کیا۔

یارسول اللہ! میں ایک حبشی نژاد ہوں ـــــ میرے جسم کا رنگ سیاہ ہے ـــــ میرا چہرہ نہایت بدشکل ہے...... میں ایک صحرا نشیں چرواہا ہوں ـــــ میرے بدن کے پسینے سے بدبو نکلتی ہے ـــــ لوگ مجھے حقیر نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر میں بھی آپ کے دیوانوں کی فوج میں شامل ہو کر راہ خدا میں قتل کردیا جاؤں تو کیا مجھے بھی جنت میں داخل کی اجازت مل سکے گی؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ضرور ملے گی اور پورے اعزاز واکرام کے ساتھ ملے گی۔ یہ سنتے ہی وہ بیخود ہو گیا اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے بکریوں کی بابت دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: دوسرے کی چیز ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔ انہیں قلعہ کی طرف لے جاؤ اور کنکر مار کر ہنکا دو۔ یہ سب اپنے اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب اسے ولولہ شہادت کے ہیجان سے ایک لمحہ قرار نہیں تھا۔ فوراً الٹے پاؤں واپس لوٹ آیا اور مجاہدین اسلام کی صفوں میں شامل ہو گیا۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دوسرے دن جب میدان میں سپاہیوں کی قطار

کھڑی ہوئی تو جذبہ شوق کی بیتابی اس کے سیاہ چہرہ سے شبنم کے قطروں کی طرح ٹپک رہی تھی۔ طبل جنگ بجتے ہی اس کے ضبط و شکیب کا بند ٹوٹ گیا اور وہ اضطراب کے عالم میں دشمنوں کی یلغار میں کود پڑا۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کے سیاہ ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلوار کا منظر ایسا بھلا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کالی گھٹاؤں میں بجلی کوندر ہی ہو۔نہایت بے جگری کے ساتھ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ زخموں سے سارا جسم لہولہان ہو گیا تھا، لیکن شوق شہادت میں وہ دشمن کی طرف بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ چاروں طرف سے اس پر تلواریں ٹوٹ پڑیں۔اب وہ نیم جاں ہو کر زمین پر تڑپ رہا تھا۔گھائل جسم میں اس کی روح مچل رہی تھی کہ اب جنت کا فاصلہ بہت قریب رہ گیا تھا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب اس کی نعش حضور سید العلمین ﷺ کے سامنے پیش کی گئی تو اس فیروز بخت انجام پر سرکار ﷺ کی پلکیں بھیگ گئیں۔فرمایا: اسے جنت کی نہر حیات میں غوطہ دیا گیا۔اب اس کے چہرے کی چاندنی سے جنت کے بام و در چمک رہے ہیں۔اس کے پسینہ کی خوشبو سے حوران بہشت اپنے اپنے آنچل معطر کر رہی ہیں۔جنت کی دو حسین و جمیل حوریں اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے اسے باغ خلد کی سیر کرا رہی ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کے اس بیان پر بہت سے صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین کے قلوب رشک سے مچل گئے۔اس کے نصیبے کی ارجمندی پر سب محو حیرت تھے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے کوئی عمل خیر نہیں کیا تھا...... اس کے نامہ عمل میں نہ ایک وقت کی نماز تھی، نہ ایک سجدہ تھا...... سفید و شفاف کفن کی طرح زندگی کا سادہ ورق لئے ہوئے گیا اور بڑے بڑے زاہدان شب زندہ دار کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

سچ کہا ہے کہ عارفان طریقت نے! عشق و اخلاص کی ایک ادائے جنوں انگیز ہزار برس کی بے ریا عبادت و ریاضت پر بھاری ہے۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

ابھی حضور ﷺ کو توحید کی طرف بلاتے ہوئے زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا، ابھی آپ ﷺ دارارقم بھی تشریف نہیں لے گئے تھے مگر جن کی فطرت نیک تھی، انہیں توحید کی اس پکار میں اپنائیت نظر آئی، ان کے دلوں نے اس حق بات کو قبول کرنے میں تردد سے کام نہ لیا۔ ایسے خوش قسمت کم ہی تھے جنہوں نے اپنی جان و مال کی پرواہ کیے بغیر بالکل شروع وقت میں توحید و رسالت سے اپنا رشتہ جوڑا تھا کیونکہ اس وقت ایمان لانا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ چلنا تو دور کی بات، آپ ﷺ کی حمایت و تائید میں بولنا تک کفار کو برداشت نہ تھا۔ خاص کر اگر یہ معاملہ کسی اجنبی، غیر قریشی اور پھر غلام کی طرف سے پیش آجائے تو اس شخص کا تو خدا ہی حافظ۔

آج جس ہستی کا تذکرہ پڑھ، سن کر ایمان کو جلا دینے اور کچھ کرنے کی ہمت باندھنے کا ارادہ ہے وہ کوئی صاحب حیثیت نہ تھی، نہ خاندانی اعتبار سے، نہ علاقائی سطح پر کوئی نامور تھی، اور نہ معاشرہ میں اس کا کوئی مقام تھا۔ دنیاوی اعتبار سے وہ غلام تھے۔ ان کی ذات پر دوسروں کا قبضہ تھا، وہ اپنی مرضی سے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ہر وقت آقا کی خدمت میں حاضری دینا لازمی تھا، ان کا مال ان کا نہ تھا، ان کے ارادے کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی تھی، جب تک آقا اس کی تصدیق نہ کر دے۔ مگر ایمانی دعوت میں وہ مٹھاس تھی جو ہر چیز سے بڑھ کر تھی، توحید و رسالت کی آواز میں وہ نورانیت تھی جو دلوں میں جھانکتی تھی جب ایمان کی بات دل میں اتر جاتی ہے تو بندہ اپنے آپ کو حقیقتاً اللہ ہی کا بندہ سمجھنے لگتا ہے پھر اسے اپنی حیثیت اور دوسروں سے تعلقات کا مرتبہ سمجھ میں آتا ہے۔

انہیں جب ایمان کی دعوت پہنچی تو باوجود غلام ہونے کے انہوں نے اسے گلے لگا لیا حالانکہ اس وقت مسلمان ہونے والوں کو طرح طرح سے آزمایا جا رہا تھا۔ مختلف قسم کی سزائیں دی

جاری تھیں، تپتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹایا جارہا تھا، دہکتے انگاروں پر ڈالا جارہا تھا، کانٹوں پر گھسیٹا جارہا تھا، مارنا گالی دینا، آوازیں کسنا اور دباؤ ڈالنا تو معمولی بات تھی پھر غلاموں کی تو کوئی حیثیت بھی نہ تھی۔

یہ ان لوگوں کا حوصلہ، ایمانی پختگی اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نصرت کا کرشمہ تھا کہ وہ ان سب مصائب کو خندہ پیشانی سے سہہ لیتے تھے اور اپنے دلوں کو خوب خوب منور کرتے تھے۔ انہوں نے جب اسلام قبول کرلیا تو انہیں بھی مختلف نوعیت کی سزائیں دی گئیں، ایسی ایسی تکالیف پہنچائی گئیں کہ سلیم الفطرت آدمی اسے دیکھ کر بھی تکلیف محسوس کرتا تھا مگر ان کی غلامی کی بناء پر یہ کچھ نہ کرسکتے تھے۔ صرف دل وجان سے جس ذات کی خاطر قربانی دی جارہی ہے، اس کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ آئے دن ان کو مختلف مصائب کا سامنا تھا۔ ایسے ہی دنوں میں سے ایک دن جب یہ کفار کے نرغے میں تھے اور کفار اپنا غصہ اتار رہے تھے اور اس کے لئے مختلف حربے استعمال کررہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا، ان سے ان کی تکالیف دیکھی نہ گئیں، لہذا خرید کر آزاد کر دیا۔

اب ہر دم حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے مولیٰ بن چکے تھے، اس طرح ان سے جو تعلق ہوگیا، وہ ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی، دین پر استقامت اور دین کی خاطر مصائب جھیلنے کی بدولت ان کو ایمان وعمل کا وہ اعلیٰ مرتبہ نصیب فرمایا تھا کہ سرور کائنات ﷺ کو بھی ان پر پکا اعتماد تھا، جس وقت حضور ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمارہے تھے، ان کو خاص مصلحت کی بناء پر عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا تھا، صرف چند ہی با اعتماد اور رازداں حضرات کے علم میں یہ بات تھی ان معتمد اشخاص میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

یہ صرف رازدار ہی نہ تھے، بلکہ ان کے ذمہ اس سفر کے دوران ایک خدمت بھی سپرد تھی، وہ یہ کہ دن کو مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چراتے تھے، عشاء کے وقت آکر حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ

عنہ کو بکریوں کا دودھ پلاجاتے تھے، اس طرح انہیں اس مبارک سفر ہجرت میں بھی حضور ﷺ کی خدمت کا موقع ملا۔

بلکہ انہیں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا شرف بھی ملا کیونکہ جب حضور ﷺ کفار وقریش کے نرغے سے باہر ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے ساتھ بٹھالیا اس طرح مدینہ منورہ داخل ہوتے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح یہ بھی ساتھ تھے۔

مدینہ منورہ میں عام مہاجرین صحابہ کی طرح یہ بھی بیمار ہوئے، پھر حضور ﷺ کی دعا کے طفیل صحت یابی ہوئی۔

غزوہ احد میں انہوں نے شرکت کی اور دین والی دین کی طرف سے دفاع کا فریضہ انجام دیا۔ بدری صحابی ہونے کا مرتبہ حاصل کیا، مگر اس موقع پر انہیں شہادت کا وہ عظیم رتبہ نہ مل سکا جس کی انہیں تلاش تھی اور وہ اس کو پاکر رب سے ملنے کے متمنی تھے، البتہ غزوہ احد کے بعد اسی سال جو مشہور سریہ "سریہ القراء" پیش آیا اس سریہ میں جو پاکیزہ جماعت شریک تھی، اس میں یہ بھی شامل تھے۔ اس سریہ میں جب ان کو شہادت کا مرتبہ ملنے لگا تو انہوں نے با آواز بلند کہا "فزت واللہ" اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا جس جملہ نے ان کے قاتل کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ قاتل میں، مقتول یہ اور یہ کہہ رہا کہ وہ کامیاب ہو گیا مگر جب اس قاتل کو یہ بات سمجھائی گئی تو یہی بات اس کے مسلمان ہونے کا سبب بن گئی۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ اگرچہ غلام تھے، رنگ کے کالے تھے، مال واسباب سے خالی تھے، دنیاوی عزت، شہرت اور عہدہ سے تہی دامن تھے مگر تقویٰ، پاکیزگی، اللہ ورسول کی محبت دین کا جذبہ، شہادت کا شوق اور اخلاق کی بلندی ان میں موجود تھی اور یہی وہ متاع ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہوا تو فرشتوں نے ان کو آسمانوں میں چھپالیا اور علیین میں اتار دیا، دنیا والوں کی نظروں سے غائب کر دیا۔ رضی اللہ

عنہ

یہی صحابی رسول حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو راضی کر دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا تعلق اوس سے تھا، ان کا والد ابو عامر اپنے قبیلے کا بااثر شخص تھا، دنیاوی اعتبار سے اس کو مالداری اور سرداری حاصل تھی۔ اسلام سے قبل اپنے مذہب سے لگاؤ تھا، نبی موعود کا منتظر تھا۔ اپنے اوپر مذہبی رنگ چڑھایا تھا اور خاص لباس پہن کر راہب بن گیا تھا۔

شاید اس کی دین داری بغرض دنیاداری تھی، اس لئے رہبانیت کو اللہ کی محبت کی بناء پر نہیں اپنایا تھا بلکہ قبیلہ میں اپنی جاہ وعزت جمانے اور قبیلے والوں پر اثر و رسوخ پیدا کرنے کی خاطر اس نے ایسا کیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی تو نبی کریم ﷺ کی آمد پر جس کا وہ خود بھی منتظر تھا، سیخ پا نہ ہوتا اور حضور ﷺ کے مدینہ تشریف آوری سے اتنی بد دلی ہوئی کہ مدینہ میں رہنا اس کے لئے دشوار ہو گیا اور مکہ کی طرف کوچ کر گیا، جہاں اس نے اس حسد و کینہ کو جو اس نے حضور ﷺ کے متعلق چھپا رکھا تھا، اس کا برملا اظہار کیا۔

وہ سمجھتا تھا کہ محمد نے میری سیادت اور سرداری پر قبضہ کیا، کیونکہ لوگوں کو اب حقیقی رہنما مل چکا تھا۔ اس لئے ایسے راہبوں کی ضرورت نہ تھی، اس لئے اب لوگوں نے اس کی طرف التفات کرنا چھوڑ دیا جس کو وہ اپنی تذلیل سمجھتا تھا۔

معرکہ احد کے لئے کفار قریش کو ابھارنے والوں میں یہ شخص بھی تھا، اسی نے کفار مکہ کو یقین دلایا تھا کہ میری قوم (قبیلہ اوس جس کا یہ سردار تھا) مجھے دیکھے گی تو محمد کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ

ہوجائے گی اوراسی زعم میں اس نے یہ کیا تھا کہ معرکہ احد میں کفار کی طرف سے سب سے پہلے یہی للکارنے آیا تھا اوراپنی قوم سے مخاطب ہوکر کہا تھا

یامعشر الاوس انا ابو عامر

اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں جس کا جواب یہ ملا اے فاسق! اللہ تعالیٰ کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

جب اس نے دندان شکن اور خلاف توقع جواب سنا تو کہنے لگا۔ میری قوم میرے بعد بدل گئی۔

ہاں! یہی وہ ابو عامر ہے جس کو لوگ کہا کرتے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا وہ راہب نہیں فاسق ہے اور فاسق کے نام سے ہی مشہور ہوا اور کفروفسق کی حالت میں کافروں کے ملک میں ہرقل کے پاس جہاں وہ فتح مکہ کے بعد بھاگ نکلا تھا، مرا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے لئے سعادت کی بات تھی، کہ ایسے باپ کا بیٹا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں نور ایمان سے منور فرمایا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے فضلاء اور سرداروں میں شمار ہوئے۔

انہیں دین اسلام سے سچا لگاؤ تھا، حضور ﷺ سے خاص محبت تھی اور وہ اپنے والد کے کرتوت سے نالاں تھے حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے یارسول اللہ ﷺ! اجازت ہوتو اپنے والد کو قتل کردوں؟ مگر آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے اندر دین کا جذبہ تھا، وہ دین اسلام کے دفاع کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کے متمنی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کا رتبہ عطا فرمایا اور بہترین انداز عطا فرمایا اور شہادت کے بعد ان کے ساتھ وہ قصہ پیش آیا جو نہ اس سے پہلے پیش آیا نہ بعد میں کبھی واقع ہوا۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ صبح غزوہ احد کا معرکہ پیش آنے والا تھا، رات کو ان کی شادی ہوئی۔ انہوں نے حضور ﷺ سے رات اپنی بیوی کے پاس گزارنے کی اجازت لی جس کی حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ صبح کے وقت ابھی انہوں نے غسل بھی نہ کیا تھا کہ آواز آئی کہ منادی جہاد کیلئے مسلمانوں کو پکار رہا ہے، اسی وقت اٹھے اور مسلح ہو کر میدان کارزار کی طرف چل پڑے اور حضور ﷺ جس وقت صفوں کی درستگی فرما رہے تھے، یہ بھی جا پہنچے اور انہیں غسل کا دھیان ہی نہ رہا۔

جب میدان گرم ہوا تو ان کا مقابلہ ابوسفیان سے ہوا، ابھی ابوسفیان کو قتل کرنے ہی والے تھے کہ پیچھے سے شداد بن اسود جو ابن شعوب اللیثی کے نام سے معروف ہے، اس نے ایسا وار کیا کہ ان کی بیوی کا دیکھا ہوا خواب پورا ہوا جو انہوں نے رات ہی کو دیکھا تھا کہ آسمان کا ایک دروازہ بند کر لیا گیا جس سے وہ سمجھ گئی کہ حنظلہ اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں، اس طرح ان کو شہادت کا درجہ مل گیا۔

مگر چونکہ وہ حالت جنابت میں تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ انتظام کیا کہ فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غسل دلوایا جس کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ بارش کے پانی سے چاندی کے برتن میں آسمان و زمین کے درمیان حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔

جس کی وجہ سے ان کا لقب "غسیل الملائکہ" فرشتوں کا نہلایا ہوا، پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا جذبہ جہاد عطا فرمائے جو ہر فکر و خیال کو بھلا دے۔ آمین

حضرت سعد بن خثیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ اور جذبہ جہاد

آج ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ ہے۔ مدینہ کی گلیوں میں ایک شور برپا ہے، ہر طرف جہاد میں

نکلنے کی ترغیب ہے، سرور کائنات ﷺ کے ساتھ میدان کارزار کی طرف جانے کے لئے ہر کوئی مشتاق ہے، مہاجرین وانصار ہر کوئی اپنی جان فدا کر کے دائمی سعادت حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ حضور ﷺ اپنے شیداؤں کو لے کر روانہ ہونے والے تھے۔ ایک طرف یہ منظر تھا تو دوسری طرف اسی مدینہ کے ایک گھر میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ باپ بیٹے سے کہہ رہے تھا بیٹا! ہم میں سے ایک کا عورتوں کے پاس رہنا ضروری ہے، اس لئے تم قربانی دو اور مجھے حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے دو۔

اگر دنیا میں کوئی بات ہوتی تو یقیناً اس کو ہزار بار قربان کرتا مگر یہاں تو سامنے جنت ہے، روح نکلنے کی دیر ہے کہ جنت کی حوریں منتظر ہیں۔ بیٹے نے ادب سے عرض کیا! ابا جان! جنت کے سوا اور کوئی معاملہ ہوتا تو ضرور میں آپ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا، لیکن مجھے اس سفر میں اپنی شہادت کی قوی امید ہے۔

باپ کی بھی یہی تمنا تھی کہ شہادت پا کر جنت پہنچوں اور بیٹا بھی دل میں وہی تمنا رکھتا ہے، دونوں ساتھ بھی نہیں جا سکتے تھے، اب انہوں نے مسئلہ اس انداز سے حل کیا کہ فرشتے بھی ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے ہوں گے، ان باپ بیٹے نے آپس میں قرعہ ڈالا، بیٹا باپ سے زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا اور اسی کے نام قرعہ نکلا اور وہ شہادت کی راہ پر گامزن ہوا اور مرتبہ شہادت سے ہمکنار ہوا۔

یہ بیٹا جو غزوۂ بدر میں نہ صرف شامل ہوا بلکہ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوا، حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کا بیعت عقبہ میں شریک ہونے پھر بنو عمرو کے نقیب بننے کی سعادت حاصل ہونے کے علاوہ انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اول وہلہ میں انہیں کے ہاں قیام فرمایا (جو بیت العزاب یا بیت الاعزاب کہلاتا تھا) پھر یہاں سے حضور ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنت کی تلاش میں اپنے والد محترم کو چھوڑ تو گئے اور جنت میں بھی

پہنچ گئے مگران کے والد جنت سے کبھی غافل نہ ہوئے، باپ، بیٹے کا یہی حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد کا موقع قریب کردیا۔ اس وقت ان کے والد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ علیہ السلام! مجھے افسوس ہے غزوہ بدر مجھ سے رہ گیا، اس میں شرکت کا بڑا خواہشمند تھا اور انتہائی شوق تھا مگر اس کی سعادت بیٹے سعد نے حاصل کرلی اور قرعہ اس کے نام نکلا۔ آج رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے کہ نہایت حسین وجمیل شکل میں جنت کے باغات اور نہروں میں سیر وتفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے ابا جان! تم بھی یہیں آجاؤ! دونوں مل کر جنت میں ساتھ رہیں گے۔ میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا، وہ میں نے بالکل حق پایا۔ یارسول اللہ علیہ السلام اس وقت سے اپنے بیٹے کی رفاقت کا شوق ہے، بوڑھا ہوگیا ہوں، ہڈیاں کمزور ہوگئیں، اب تمنا یہ ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جاملوں۔ یارسول اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو شہادت اور جنت میں سعد کی رفاقت نصیب فرمائے۔

حضور علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری فرمائی اور معرکۂ احد میں شہادت سے مشرف ہوئے۔

اس طرح باپ بیٹے جنت میں اکٹھے مل گئے اور دونوں کی خواہشیں پوری ہوئیں۔ رضی اللہ عنہما وارضاہ

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر مومن کو یہ جذبہ عطا فرمائے کہ میدان جہاد میں جانے کے لئے قرعہ ڈالنے کی ضرورت پیش آجائے ورنہ آج مسلمان جس قدر ذلت کی چادر اوڑھے آرہے ہیں، اس سے چھٹکارا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

حضرت رہب بن قابوس رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

آج وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ بکریاں لے کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا مدینہ منورہ سنسان ہے۔ علاقہ مردوں سے خالی ہے، کیونکہ یہ وہ وقت تھا جب معرکہ احد کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو لے کر کوچ کر چکے تھے اور زمانہ بھی وہ تھا کہ جہاد کا جذبہ شہادت کا شوق ہر ایک کے دل میں تھا۔ کفار کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کی ہمت ہر کوئی رکھتا تھا، کفر کی نفرت دلوں میں پائی جاتی تھی۔ بچے بوڑھے اور جوان حتیٰ کہ عورتیں تک میدان جہاد میں جانے کے لئے بے چین ہوتی تھیں۔ وہ کوئی آج کا دور نہ تھا کہ خود جہاد کرے اور نہ اوروں کو جہاد کی طرف جانے کی اجازت دے اور حتی الامکان پابندیوں میں جکڑ کر قید و بند میں ڈال کر رخنہ ڈالا جائے۔ اس لئے مدینہ منورہ مردوں سے خالی تھا، انہیں حیرانی ہوئی، پوچھا کیا بات ہے کہ آج مجھے مدینہ میں مرد نظر نہیں آ رہے؟ بتایا گیا کہ احد کے پہاڑ پر کفار سے مقابلہ پیش آیا ہے، مسلمان وہاں جا چکے ہیں، اس لئے ایسی ویرانی ہے۔

یہ دونوں مسلمان ہوئے اور بکریاں چھوڑ چھاڑ کر میدان کارزار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر میدان جنگ کا نقشہ کچھ یوں تھا کہ اولاً مسلمانوں کے دلیرانہ جانباز حملوں سے قریش کے پیر اکھڑ گئے اور قریش کے سورما ادھر ادھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے۔ ساتھ آئی ہوئی عورتیں پریشان و بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف دوڑنے لگیں اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

ادھر جن صحابہ کو حضور ﷺ نے گھاٹی پر متعین کیا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ تم کسی حال میں اپنی جگہ سے نہ ہلنا، انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمان مال غنیمت جمع کر رہے ہیں وہ بھی مال غنیمت جمع کرنے والوں میں شامل ہو گئے جبکہ ان کے امیر نے سختی سے منع کیا، مگر وہ اس بھگدڑ میں ان کی آواز سنی نہ گئی، نتیجہ یہ نکلا کہ گھاٹی پر متعین امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے

ساتھ صرف دس افراد رہ گئے۔

اس وقت کفار کی طرف سے میمنہ پر خالد بن ولید افسر تھے۔ انہوں نے جب گھاٹی کو خالی پایا تو حملہ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے اب میدان خالی تھا۔

اب انہوں نے مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کیا جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مگر حضور ﷺ اپنی جگہ سے ذرہ برابر پیچھے نہ ہٹے۔

جس وقت حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر اپنے بھتیجے کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے تو یہی حالت تھی کہ مسلمانوں بالخصوص حضور ﷺ پر کفار مسلسل حملہ آور ہو رہے تھے، یہ بھی اس جنگ میں شامل ہو گئے اور حضور ﷺ کے قریب حضور ﷺ کے دفاع کے لئے تیار ہو گئے۔ اتنے میں کفار کا ایک جتھا حضور ﷺ کے سامنے آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس جتھے کو کون دور کرے گا؟ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں دور کروں گا۔ پھر انہوں نے ان کی طرف تیر پھینکنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ پھر گئے، اس کے بعد دوسرا جتھا آیا حضور ﷺ نے دوبارہ اشارہ فرمایا کہ اس جتھے کا مقابلہ کون کریگا؟ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور اب انہوں نے اپنی تلوار سنبھالی حتیٰ کہ وہ سب لوٹ گئے پھر ایک جماعت اعدا آئی، حضور ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ مقابلہ کون کرے گا؟ اس پر حضرت وہب مزنی رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا قم وابشر بالجنۃ جنت کی بشارت کے ساتھ جاؤ، اس فرمان پر وہ خوش وخرم یہ کہتے ہوئے اٹھے "اللہ کی قسم نہ کسی کو واپس ہونے دوں گا اور نہ خود اپنی واپسی کی کوشش کروں گا" یہ کہہ کر کفار پر تلوار سے حملہ کرتے ہوئے گھس گئے۔ یہاں تک کہ آخری حد تک پہنچ گئے۔

مگر یہ کب تک لڑتے، سینکڑوں زخم آ چکے تھے، یہ تو ایمان غیرت، جنت کی بشارت اور حضور ﷺ کی محبت تھی جو اب تک لڑتے رہے ورنہ ان زخموں کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان

زخموں کے ساتھ بھی کوئی لڑسکتا ہے، بالآخر کفار نے گھیرا ڈال کر ان کو شہید کر دیا اور اپنا غصہ نکالنے کے لئے ان کا مثلہ کیا (ناک، کان، ہونٹ وغیرہ کاٹ دیئے)

آج حضرت وہب رضی اللہ عنہ کفار کے نرغے میں تھے، تیر وتلوار کی بارش میں وہ کفار کا مقابلہ کر رہے تھے اور اس بے جگری وجانبازی سے لڑ رہے تھے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے بطل جلیل بھی کہہ گئے کہ "میں نے وہب جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی"

ان کی شہادت کے بعد حضور نے اپنے دست مبارک سے ان کو کفنایا اور خود ہی دفنایا حالانکہ حضور ﷺ خود بھی زخمی تھے اور آپ ﷺ کے لئے کھڑا ہونا دشوار تھا مگر ان کی تدفین کے آخر تک کھڑے رہے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، میں تو ان سے راضی ہوں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب جتھا سامنے آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا جو اس لشکر کو مجھ سے دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں میرا ساتھی بنائے گا۔ اس کے بعد یہ بڑھے اور جام شہادت نوش فرمالیا۔

حضرت وہب مزنی رضی اللہ عنہ نے اگر چہ اپنی زندگی میں زیادہ کارنامے انجام نہیں دیئے مگر پہلا اور آخری کارنامہ ایسا انجام دیا جس پر اکابر صحابہ تک رشک کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ میری خواہش کہ میں اس عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچوں، ہاں وہب کے عمل کے ساتھ اللہ سے ملاقات کی آرزو ہے۔

یہ حضرت وہب بن قابوس المزنی رضی اللہ عنہ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد سوائے جہاد کے عمل اور کوئی عمل نہ کیا مگر جہاد کے اس عمل سے انہیں جو اللہ ورسول کی رضا حاصل ہوئی، اس نے انہیں اکابر صحابہ کی نظر میں قابل رشک بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کو سمجھنے اور عملی شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میدان موتہ میں صحابہ کرام کا جذبہ جہاد

یہ میدان موتہ ہے۔ رومیوں کا ایک لشکر جرار مسلمانوں کے مقابل صف آراء ہے، رومی تعداد میں ایک لاکھ ہیں تو مسلمان صرف تین ہزار، میدانہ موتہ میں تاریخ اسلام کا عظیم الشان معرکہ لڑا گیا۔ زور کا رن پڑا تو سپہ سالار لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی مرحلہ میں شہید ہوکر فائز المرام ہو گئے۔ لشکر اسلام کی کمان خاندان نبوت کے ایک عظیم المرتبت فرد نے سنبھالی۔ وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تیزی سے آگے بڑھے۔ مسلمان لشکر کا علامتی پرچم ہاتھوں میں تھا اور تلوار لہراتے ہوئے رومی فوج کی صفوں میں جا گھسے، ساتھ ساتھ یہ ایمان افروز شعر بھی پڑھے جا رہے تھے۔

جاجذا الجنة واقترابها
طیبة وبارد شرابها
والروم روم قد دنا عذابها
کافرة بعیدة انسابها
علی اذلاقیتها ضرابها

"واہ واہ جنت اور اس کا قرب؟ اس کا ٹھنڈا میٹھا فرحت افزا پانی؟ اور یہ حسب نسب دور رومی کافر، مجھ پر فرض ہے کہ میں جب ان سے ملوں تو ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں"

اس سرشاری اور کیف و مستی کے عالم میں رومیوں کی صفوں کو اپنی تیز دھار تلوار سے کاٹتے چلے جا رہے تھے کہ کسی کافر نے وار کیا اور آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، لشکر اسلام کا پرچم فوراً بائیں ہاتھ میں تھام لیا، تلوار کافروں کے خون سے اور جسم اپنے لہو سے رنگین ہو رہا تھا، اسی حالت میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک دوسرا وار آیا اور بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا، لیکن ہمت اور حوصلہ نہیں

ہارا، انہیں کٹے ہوئے بازوؤں کو سینے سے چمٹا کر پرچم اسلام کو تھام لیا، شاید قدرت کو یہ ادا اتنی پسند آ گئی کہ پھر زیادہ دیر نہیں لگی اور ایک وار نے اس بطل جلیل کو شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز کر دیا۔ تاریخ دین حق پر فدا کاری و جانبازی کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ، والد کا نام عبد مناف ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ سرکار اعظم ﷺ کے ابن عم تھے، سابقون اور اولون میں سے ہیں۔ دین اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا نام بتسیواں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس برس بڑے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

ایک ایسا نوجوان جس کو اللہ تعالیٰ نے نہایت حسین اور خوبصورت پیدا فرمایا تھا پھر ان کا گھرانہ مکہ کے امیر گھرانوں میں شامل تھا۔ والدین کو اس نوجوان سے خوب محبت تھی، اس پر خرچ کرتے وقت وہ کنجوسی سے کام نہیں لیتے تھے۔

چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتا تھا، ایک جوڑے کی قیمت دو دو سو تک ہوتی تھی (جو اس زمانہ میں ایک بڑی رقم تھی) خوشبو ایسی استعمال کرتا کہ جس گلی سے گزرتا وہ گلی مہک جاتی تھی۔

میانہ قد، حسین چہرہ اور خوبصورت زلفیں پھر عمدہ پوشاک کہ ان ساری چیزوں نے مل کر اس کو مکہ کا حسین ترین نوجوان بنا دیا تھا۔

جب والدین آسودہ حال ہوں اور لڑکا لطافت پسند اور نظافت کا دلدادہ تو اس نوجوان کا زیادہ وقت آرائش و زیبائش آور بناؤ سنگھار اور زلفیں درست کرنے میں خرچ ہونا کوئی غیر معمولی

بات نہیں ہوتی۔

اس نوجوان کا بھی زیادہ تر وقت فضول کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ محنت اور جفاکشی کبھی حاشیہ خیال میں نہ گزری تھی، بڑی عیش وعشرت کی زندگی گزر رہی تھی، نہ کسی چیز کا غم نہ کسی کا خوف، دنیا کی ساری نعمتیں میسر تھیں، زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی کہ ایسے وقت میں سرکار اعظم ﷺ کا ظہور ہوا جو دنیا کی تھوڑی سی مشقت پر آخرت کی دائمی راحت، چین وسکون اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاصل کرنے کا طریقہ بتا رہے تھے۔

یہ نوجوان جس کو ظاہری حسن، دنیاوی نازونعم اور مال ودولت کا وافر حصہ مل چکا تھا، وہ باطنی طور پر فطرت سلیمہ، پاکیزہ سیرت دل ودماغ کی نظافت اور اخلاق سے بھی مالا مال تھا۔ چنانچہ جب حق کی دعوت کی آواز اس تک پہنچی، اس نے لبیک کہا اور اسلام کے پہلے مرکز دارارقم حاضر ہوکر اسلام کی دولت لے کر لوٹا۔

مگر یہ وہ زمانہ تھا جب حق کے پرستاروں پر ہر قسم کا ظلم وستم کفار نے روا رکھا تھا اور اہل اسلام پر مکہ کی زمین تنگ ہورہی تھی۔ اس لئے انہوں نے ایک زمانہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔

لیکن حقیقت کب تک چھپ سکتی ہے؟ پھر توحید کی خوشبو اور سرکار اعظم ﷺ کے دامن سے وابستگی کس طرح چھپاتے؟ ایک دن نماز پڑھتے ہوئے عثمان بن طلحہ نے دیکھ کر گھر والوں کو بتادیا۔

یہیں سے ان کی آزمائش شروع ہوئی۔ والدین کی محبت عداوت میں بدل گئی، پہلے دینے کا معاملہ تھا تو اب چھیننے کا دور شروع ہوگیا۔ نازونعم کی ساری چیزیں ضبط ہوگئیں، رسیوں میں جکڑ کر تنہائی کی قید میں ڈال دیئے گئے اور موقع دیا گیا کہ اس دین کو چھوڑ دو پھر وہ محبت وشفقت پلٹ سکتی ہے جو پہلے تھی۔

مگر جس کی آنکھوں میں سرکار اعظم ﷺ کا چہرہ مبارک سما گیا ہو، اس کو کسی اور سے محبت

کی کیا ضرورت ہوتی ہے، نہ دنیاوی کروفر کی، جوں جوں مصیبت و مشقت میں اضافہ ہوتا گیا، محبت رسول ﷺ کی چنگاری کو ہوا ملتی گئی۔

یہ جوان جس سے زیادہ مکہ میں کوئی حسین، خوش پوشاک اور نازو نعم کا پلا ہوا نہ تھا، اس کی حالت یہ ہوگئی کہ ایک مرتبہ سرکار اعظم ﷺ کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی اور اس پر بھی جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے، اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ سرکار اعظم ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر اور پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے حتی کہ جب یہ شہید ہوئے تو ان کو کفن کا کپڑا پورا میسر نہ ہوا کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پاؤں کی طرف ''اذخر'' (ایک قسم کی گھاس) ڈال دو۔

یہ عظیم نوجوان صحابی رسول حضرت سیدنا معصب بن عمیر القرشی رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ راہ حق میں قربان کر دیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بڑے چست و چالاک اور پھرتیلے تھے، اتنے تیز رفتار تھے کہ دوڑ کر سرپٹ بھاگتے گھوڑے سے آگے نکل جاتے تھے۔ تیراندازی میں بھی بڑے ماہر تھے۔ ایک دفعہ عجیب حادثہ ہوا، مدینے شریف سے باہر ایک جگہ تھی جسے غابہ کہتے تھے۔ وہاں امام المجاہدین ﷺ کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ کافر ڈاکوؤں نے وہاں حملہ کیا، اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں اپنے ساتھ لے کر واپس چل دیئے۔ یہ سب کچھ رات کے آخری پہر میں طلوع سحر کے قریب ہوا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیر کمان لئے ہوئے صبح کی اذان سے پہلے ہی جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ کسی نے ان کو اس حادثہ کی اطلاع دی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فوراً ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے زور سے اعلان کیا "ڈاکہ پڑ گیا ہے مدد کے لئے جلدی آؤ" یہ اعلان کر کے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ خود اکیلے ان کافروں کے پیچھے دوڑے اور جلد ہی ان کے قریب پہنچ گئے اور ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور ساتھ ساتھ نعرے لگا رہے تھے "انا ابن الاکوع، الیوم یوم الرضع" (میں ابن اکوع ہوں آج تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا نشانہ بے خطا تھا جس کافر کو لگتا وہ زخمی یا ہلاک ہو کر گر پڑتا۔ پہلے تو کافر یہ سمجھتے رہے کہ بہت سارے مسلمان ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور تیر چلا رہے ہیں۔ اس لئے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے رہے مگر بعد میں اندازہ ہو گیا کہ یہ اکیلا لڑکا ہے جو ہمیں پریشان کئے ہوئے ہے۔ اس لئے کافروں نے کئی بار کوشش کی پلٹ کر حملہ کریں اور ان کو پکڑ لیں مگر جوں ہی کوئی کافر گھوڑا موڑ کر ان کی طرف آتا، یہ کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپ جاتے اور تیر مار کر دشمن کو زخمی کر دیتے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کافی دیر تک ان کا تعاقب کیا، کافر اتنے بدحواس ہو گئے کہ

امام المجاہدین علیہ السلام کی لوٹی ہوئی اونٹنیاں بھی پیچھے چھوڑ دیں اور جان بچا کر تیزی سے بھاگنے کے لئے اپنے سامان سفر اور زائد ہتھیاروں کے بوجھ سے بھی آزاد ہوتے گئے، تیس چادریں اور تیس نیزے، انہوں نے راستے میں پھینکیں اور بھاگتے چلے گئے۔ آگے چل کر ان کو کافروں کی ایک اور جماعت مدد کے لئے مل گئی، اب ان کی جان میں جان آئی اور سب نے مل کر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو گھیرنے کی کوشش کی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور للکار کر کہا "میں ابن اکوع ہوں، قسم اس ذات کی جس نے امام المجاہدین علیہ السلام کو عزت دی تم میں سے کوئی مجھے نہیں پکڑ سکا اور میں جس کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں"

وہ لوگ گھبرا کر رک گئے، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو باتوں میں لگائے رکھا تاکہ مدینہ سے مسلمانوں کی مدد آجائے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد دور سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار آتا دکھائی دیا۔ ان کے میدان میں پہنچتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ کچھ دیر بعد کافروں کا سردار مارا گیا، باقی کافر بھاگ گئے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ایک بار پھر ان کے پیچھے دوڑے، دیر تک ان کا تعاقب کرتے رہے، یہاں تک کہ شام ہو گئی، بھاگنے والے کافر ایک تالاب کے پاس پانی پینے کے لئے رک گئے مگر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو آتا دیکھ کر خوف کے مارے برا حال ہوا اور پانی بھی نہ پیا۔ ان میں سے ایک آدمی ذرا پیچھے رہ گیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے دوڑتے دوڑتے ایک پہاڑ کی گھاٹی میں اس کو جالیا اور تیر چلاتے ہوئے نعرہ لگایا "میں ابن اکوع ہوں۔ آج ذلیل لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے" تیر اس کے کاندھے سے پار ہو گیا اور وہ تکلیف سے چلاتا ہوا بولا ارے تو وہی صبح والا ابن اکوع ہے (ابھی تک ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہاں

اس کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کے دو گھوڑے اپنے قبضے میں لے لئے اور امام المجاہدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ کافر جو اونٹنیاں، چادریں اور

نیزے چھوڑ گئے تھے، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کو جمع کر لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی کو ذبح کر کے ان کی کلیجی اور کوہان بھون رہے تھے تا کہ امام المجاہدین ﷺ تناول فرمائیں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ امام المجاہدین ﷺ میں عرض کی سو آدمی میرے ساتھ کر دیں تو میں دشمنوں کا مزید تعاقب کر کے ان کو ختم کر دوں، امام المجاہدین ﷺ کو اس کم عمر جانثار کی جرأت اور ہمت پر بے حد خوشی ہوئی۔ امام المجاہدین ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا "اب مزید تعاقب مناسب نہیں ہے وہ لوگ اپنے قبائل میں پہنچ گئے ہیں"

رات بھر آرام کے بعد صبح دم جب مدینہ منورہ کی طرف واپسی ہوئی تو امام المجاہدین ﷺ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز عطا کیا کہ ان کو اپنے ساتھ اپنی اونٹنی پر بٹھالیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات بھلا اور کیا ہو سکتی تھی۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

یہ سن گیارہ ہجری کی بات ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی رحلت کے بعد عرب کے قبائل میں فتنہ ارتداد بھڑک اٹھا اور لوگ کثرت سے مرتد ہونے لگے۔ لیکن مسندِ خلافت پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جلوہ افروز تھے جنہوں نے اس دین کی خاطر سب کچھ قربان کیا تھا اور ان کو دین سے اس سے زیادہ محبت تھی جتنی کفار کو اپنی جان سے، اس لئے انہوں نے گن گن کر ان مرتدین کی خبر لی۔

ان مرتدین میں طاقت وقوت اور جنگ وجدال کے اعتبار سے اور افرادی قوت کے لحاظ سے مسیلمہ کذاب ہی ایسا تھا جس سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ضرورت تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا مگر بعض وجوہ کی بناء پر اس کو شکست ہوئی، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صحابی کو ایک لشکر دے کر روانہ فرمایا جنہیں دربار رسالت سے

''سیف اللہ'' کا خطاب ملا تھا۔

مسیلمہ کذاب کے ساتھ چالیس ہزار سے زائد جنگجو تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس بمشکل تیرہ ہزار مجاہدین تھے۔

بقول ابن جریر رحمہ اللہ ''مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہیں آیا''

کیونکہ مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں میں عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حتی کہ صراحتاً کہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہے کہ ''محمد'' سچا ہے اور مسیلمہ جھوٹا لیکن قبیلہ کا جھوٹا ہمیں زیادہ محبوب ہے (یعنی مسیلمہ) قبیلہ مضر کے سچے سے (یعنی محمد ﷺ)

دونوں لشکروں کی نجد کے علاقے ''یمامہ'' میں مڈبھیڑ ہوئی، ابھی لڑائی شروع ہو رہی تھی کہ مسیلمہ کذاب کا بیٹا شرحبیل نے لوگوں کو عصبیت کے ساتھ ابھارنا شروع کیا کہ اے بنو حنیفہ! آج تم اپنی ناموس کے لئے کٹ مرو، ورنہ مسلمان تمہاری عورتوں اور لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔

پھر مرتدین نے مسلمانوں پر اتنا تیز اور زوردار وار کیا کہ مسلمانوں کی صفیں ٹوٹنے لگیں، پاؤں لڑکھڑانے لگے اور ان کے قدم پھسلنے لگے اور پیچھے کو ہٹنے لگے، لیکن معاً مسلمانوں نے جان لیا کہ اگر آج مسیلمہ کے سامنے شکست کھا گئے تو اسلام کی خاطر کوئی کھڑا نہیں ہوگا پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہو سکے گی، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی لشکر کو از سر نو ترتیب دیا، مسلمانوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور نہایت پامردی سے لڑنے لگے۔ مسیلمی لشکر کے جوان کٹ کٹ کر گرنے لگے، مگر وہ پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔

مسلمانوں کے سپہ سالاروں نے بھی خوب کمال دکھایا، خود بھی داد شجاعت دے رہے تھے، اور اپنے اپنے ماتحت مجاہدین کو بھی ابھار رہے تھے انہیں ابھارنے والوں میں ''براء بن مالک رضی اللہ عنہ'' بھی تھے، جب انہوں نے مسلمانوں کو خطرے میں دیکھا تو ان کو سخت جوش آیا اور مسلمانوں کو پکارا:

ابن یامعشر المسلمین انا البراء بن مالك هلم الی

اے مسلمانوں کے گروہ! کدھر جاتے ہو میں براء بن مالک ہوں میری طرف آؤ۔

اے انصار! تم میں سے کوئی بھی مدینہ جانے کو نہ سوچے، آج کے بعد تمہارے لئے کوئی مدینہ نہیں ہے، بس اللہ تعالیٰ ہے...... پھر جنت ...... ان کا ابھارنا تھا کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور انہوں نے تازہ دم ہو کر جوش کے ساتھ دشمنوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑنے لگے، پھر مسلمانوں کا ایک جانباز دستہ جس میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی شجاعت کے جوہر دکھار ہے تھے، مرتدین کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا مسیلمہ کے سر پر پہنچ گیا۔ مسیلمہ نے جب دیکھا کہ اب پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو اپنے قلعہ بند باغ میں جا گھسا۔

اس باغ کا نام کذاب نے ''حدیقۃ الرحمن'' رکھا تھا۔ بعد میں اس کا نام ''حدیقۃ الموت'' پڑ گیا۔

اس قلعہ کی دیواریں بہت اونچی تھی اور دروازہ بہت مضبوط تھا، اس موقع پر براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے تم ڈھال پر رکھو پھر مجھے اس باغ میں پھینکو، یا میں شہید جاؤں گا یا تمہارے لئے دروازہ کھول دوں گا۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ڈھال پر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے انہیں حدیقۃ الموت تک پہنچا دیا جہاں پر مسیلمی لشکریوں پر بجلی بن کر گرے پھر دس دشمنان خدا کو قتل کرنے کے بعد دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے لیکن وہ خود زخموں سے چور چور ہو چکے تھے اور انہیں اس وقت اسی سے زائد زخم آچکے تھے۔ باغ کا دروازہ کھلتے ہی مسلمان فوج نے مرتدین کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا اور بیس ہزار مرتدین کام آئے، مسیلمہ بھاگنے کی فکر میں تھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے تاک کر برچھی مارا جس سے وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

دبلے پتلے سیدنا براء رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی ایک مثال ہے ورنہ ان کی بہادری کے قصے

اتنے میں جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوتیلے (باپ شریک) بھائی تھے۔ ان کی شخصیت میں مسلمانوں کے لئے کئی اسباق پنہاں ہیں۔ یہ یتیم تھے، کیونکہ ان کے والد مالک بن نضر، ام سلیم والدہ انس سے ان کے اسلام لانے سے ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، جہاں انہیں قتل کر دیا گیا۔ لیکن ان کی یتیمی نے ان کی بہادری اور ہمت میں کمی نہیں کی، نہ انہیں میدان جہاد سے روکا چنانچہ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں وہ شریک رہے ہیں، بلکہ آخر زندگی تک لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ خوبصورت آواز کے مالک تھے، مگر آج کے نوجوانوں اور جوانوں کی طرح وہ کوئی فنکار بنے نہ اداکار، بلکہ اس آواز کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں استعمال کرتے رہے، چنانچہ حضور ﷺ کے سفروں میں یہ مردوں کے حدی خواں ہوا کرتے تھے۔

یہ ایسے کمزور جسم والے تھے کہ آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں، جو ان کی طرف دیکھتا، اس کو ان پر رحم آ جاتا تھا لیکن جب یہ میدان جنگ میں اترتے تو ان میں بلا کی قوت پیدا ہو جاتی اور شیر کی طرح بپھرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایران کے بادشاہ یزدگرد نے اپنے ایک سردار ہرمزان کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اہواز اور فارس سے نکال دے، اس پر ہرمزان نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے تستر کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ اسے اپنی افرادی قوت پر ناز تھا، اس لئے قلعہ سے باہر نکل کر لڑائی شروع کی، مگر مسلمانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر ایسا جواب دیا کہ اس کو منہ کی کھانی پڑی۔ اس معرکہ میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے تن تنہا سو کفار قتل کئے اور جو دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر قتل کئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

اسی معرکہ میں ایک دن دشمن نے مسلمانوں پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ اس وقت لوگوں نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو وہ حدیث یاد دلائی جو

ان کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی کہ کتنے ہی کمزور ضعیف، گرد آلود، پراگندہ بال، دو پرانی چادر والے جن کی طرف لوگوں کی کوئی توجہ نہیں ہوتی، ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتا ہے اور براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ! میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو کامیابی عطا فرما اور مجھے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ ملا دے۔

اس کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑے اور خود داد شجاعت دیتے رہے یہاں تک کہ ان کا مقابلہ ہرمزان سے ہوا جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا اور تازہ دم تھا، خوب مقابلہ ہوا پھر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا زخم لگا جس نے ان کو اپنے مقصد تک پہنچا دیا اور وہ سرخرو ہو کر اپنے پروردگار کے حضور پہنچ گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

ستر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ جہاد

بیئر معونہ ایک مشہور لڑائی ہے۔ اس میں ۷۰ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک پوری جماعت شہید ہوئی۔ جن کو قراء کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب حضرات قرآن پاک کے حافظ تھے۔ ان میں چند مہاجرین تھے اور باقی سب انصار حضور اقدس ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی، کیونکہ یہ رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گزارتے تھے اور دن کو حضور رحمت دو عالم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ اس مقبول جماعت بارگاہ رسالت مآب ﷺ کو نجد کا رہنے والا ایک شخص جس کا نام عمر بن مالک اور کنیت ابو براء تھی۔ اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے صحابہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس شخص نے پورا پورا اطمینان دلایا۔ آپ ﷺ نے ان ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے ہمراہ بھیج دیا اور ایک خط عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامرہ کا رئیس تھا، تحریر فرمایا، جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے روانہ ہو کر بیئر معونہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور دو ساتھی ایک حضرت عامر بن امیہ اور دوسرے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہم کے اونٹوں کو لے کر چرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ دو اور ساتھی لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضور ﷺ کا مبارک نامہ دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ منزل کے قریب پہنچ کر حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ آپ یہیں ٹھہریں، میں حاضر ہوتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغابازی نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا۔ ورنہ یہیں سے چلے جانا۔ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عامر بن طفیل، اس عامر بن مالک کا بھتیجا جو مسلمانوں کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ عامر بن طفیل کو مسلمانوں سے سخت عداوت تھی۔ حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نامہ مبارک دیا۔ عامر پر شیطان اس قدر غالب ہوا۔ اس کو اتنا

غصہ آیا کہ اس نے خط پڑھا بھی نہیں اور حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ایسا تیر مارا جو پار نکل گیا۔ اس نے نہ چچا کی پرواہ کی اور نہ سفارتی آداب کو خاطر میں لایا۔ اس کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ ان مسلمانوں میں سے کسی کو موت چھوڑو۔ لوگ ابوبراء کی پناہ کی وجہ سے متردد تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے آس پاس سے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت جمع کی اور ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقابلہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چاروں طرف سے گھیرے میں آگئے۔ کہاں تک مقابلہ کرتے۔ بہر حال مقابلہ کرتے کرتے سب شہید ہو گئے۔ کعب بن زید میں ابھی زندگی باقی تھی لیکن کفار مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔

حضرت عمر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اونٹ چرانے گئے تھے، انہوں نے دیکھا کہ مردار خور جانور اڑ رہے ہیں۔ دونوں حضرات یہ سوچ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ آ کر دیکھا تو تمام ساتھی جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ سوار خون آلودہ تلواریں لئے ان کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر پہلے دونوں صحابہ رک گئے باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے۔

عمر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ چلو واپس چل کر حضور ﷺ کو اطلاع دیں مگر حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جائے گی۔ میرا دل تو نہیں مانتا کہ شہادت چھوڑ کر یہاں سے چلا جاؤں۔ ہمارے دوست یہاں پڑے ہیں، ہمیں بھی ان سے مل جانا چاہئے۔ چنانچہ دونوں میدان میں گھس گئے۔ حضرت منذر شہید ہو گئے اور حضرت عمر ابن امیہ گرفتار ہوئے۔ عامر بن فضیل کی ماں کے ذمے کسی منت کے سلسلے میں ایک غلام آزاد کرنا باقی تھا، لہٰذا حضرت عمر بن امیہ کو عامر کی ماں نے آزاد کرا دیا۔

غزوہ احد میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شجاعتیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانمردی

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں پر غلبہ کیا اور حضور اکرم ﷺ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے آپ کو مقتولوں اور شہیدوں میں جا کر تلاش کیا مگر نظر نہ آئے تو میں نے اپنے آپ سے کہا ممکن ہے حق تعالیٰ نے ہمارے فعل کی بناء پر ہم پر غضب فرمایا ہو اور اپنے نبی ﷺ کو آسمان پر اٹھا لیا ہو۔ میں نے خود سے کہا اس سے بہتر یہی ہے کہ میں خوب جنگ کروں یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں۔ میں نے تلوار سونت کر مشرکوں پر حملہ کر دیا اور ان کے پرے کے پرے الٹ دیئے۔ اچانک میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ صحیح وسلامت ہیں۔ میں نے جان لیا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرمائی ہے۔

منقول ہے کہ جب مسلمانوں کو افراتفری کا سامنا کرنا پڑا اور حضور اکرم ﷺ کو تنہا چھوڑ گئے اور حضور اکرم ﷺ جوش میں آئے اور آپ کی پیشانی سے پسینہ ظاہر ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ کیا ہے تم کیوں اپنے بھائیوں کے ساتھ نہیں مل گئے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "لا کفر بعد الایمان" ایمان کے بعد کفر نہیں۔ "ان لی اسوۃ" بے شک میرے لئے آپ ہی کی اقتداء ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے تو آپ سے سروکار ہے۔ ان ساتھیوں اور بھائیوں سے نہیں جو غنیمت کے درپے ہو گئے اور ہزیمت کھا گئے۔ ان سے مجھے کیا سروکار۔ اسی لمحہ کافروں کی ایک جماعت حضور اکرم ﷺ کی جانب حملہ آور ہوئی۔ فرمایا اے علی اس ٹولی کو مجھ سے دور رکھنا اور نصرت وخدمت کا حق بجا لانا۔ کیونکہ یہی وقت نصرت ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے گھیرے

کو سید عالم ﷺ کے گرد سے توڑ کر انہیں متفرق کر دیا اور بہت سوں کو واصل جہنم کر دیا۔

مروی ہے کہ اس نازک مرحلہ میں فرشتے بھی حاضر ہوئے تھے۔ جبرائیل و میکائل علیہما السلام دو مردوں کی صورت میں سفید پاجامہ پہنے حضور ﷺ کے داہنے اور بائیں کھڑے تھے اور آپ کی محافظت کرتے تھے اور کافروں کے ساتھ محاربہ میں مشغول تھے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ نے کمال بہادری دکھائی اور حضور ﷺ کی نصرت کی تو جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ کمال بہادری و جوانمردی دکھائی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ یہ کمال اتحاد، اخلاص، یگانگی کا اظہار ہے۔ حدیث میں ہے جب حضور ﷺ نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا "اور میں تم دونوں کا ہوں" بیان کرتے ہیں کہ غیب سے ایک آواز آئی۔ لوگوں نے سنی جو کہہ رہا تھا "کوئی جوانمرد نہیں بجز علی کے اور کوئی تلوار نہیں بجز ذوالفقار کے" معراج النبوۃ اور کشف الغمہ میں اس واقعہ کے متعلق مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا علی تم نے اپنی تعریف سنی جو وہ فرشتہ جس کا نام آسمان میں رضوان ہے کہہ رہا ہے وہ کہتا ہے "لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

الغرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مقابلہ و محاربہ اور مجادلہ و شجاعت کا ایسا حق ادا کر دیا ہے کہ اس سے زیادہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قیس سے مروی ہے وہ اپنے باپ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا احد کے دن مجھ پر سولہ تلوار کی واریں پڑیں جن میں سے چار واروں پر تو زمین پر آ گیا۔ اور ہر مرتبہ مجھے ایک مرد خوبرو خوش بازو اٹھاتا اور وہ مجھے پاؤں پر کھڑا کر دیتا۔ اور کہتا کافروں پر حملہ کرو۔ کیونکہ تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہو اور یہ دونوں تم سے راضی و خوش ہیں۔

جنگ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس واقعہ کو حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا

حضور ﷺ نے فرمایا۔تم اسے پہچانتے ہو۔میں نے عرض کیا نہیں۔لیکن دحیہ کلبی کی شکل سے ملتی جلتی صورت تھی۔فرمایا اے علی اللہ تمہاری آنکھوں کو خوب روشن کرے وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی احد کے روز بڑی دلاوری دکھائی۔اور یہی بہادری ان کے لئے داخلہ جنت کا سبب بنی۔انہوں نے عظیم قتال کیا۔حضور ﷺ نے فرمایا طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا اور ابن قیمہ کی تلوار کے واروں کو اپنے ہاتھ پر روکتے رہے۔ان زخموں سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں کو تیروں کی ڈھال بنائے رہے جب ایک کافر نے حضور ﷺ پر تیر پھینکا تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی چھنگلیا پر لگا اور وہ بے کار ہو گئی۔حدیث میں ہے کہ روز احد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے 80 زخم کھائے تھے۔اس کے باوجود حفاظت کا حق ادا کرتے رہے۔ایک مرتبہ تلوار کی دو ضربیں ان کے سر پر پڑیں اور وہ انتہائی الم کی حالت میں گر کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آ کر ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے اور ان کو ہوش میں لائے۔ہوش میں آنے کے بعد یہی انہوں نے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ کا کیا حال ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔بخیریت ہیں اور آپ ﷺ نے ہی مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تو انہوں نے کہا الحمد للہ اب ہر وہ مصیبت جو اس کے بعد ہو، آسان ہے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن نضر جو انس بن مالک کے چچا ہیں، واقعہ بدر

میں حاضر نہ تھے، انہوں نے چاہا کہ روز احد حاضر ہو کر تلافی مافات کر کے گزشتہ عدم حاضری کا بدلہ ادا کریں۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ہم نے سنا ہے کہ حضور ﷺ شہادت پا چکے ہیں اور اس کے بعد وہ صحابہ کے پاس پہنچے اور کہا کیا یہ جائز ہوگا کہ تم زندہ رہو اور تمہارے نبی ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ یہ کہہ کر تلوار کشید کر کے دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ اتفاقاً حضرت سعد بن ابی وقاص ملے۔ ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ ملے ان سے فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ اس کے بعد لشکر کفار کے قلب پر حملہ کیا اور خوب داد شجاعت دی، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور یہ بات پایہ صحت تک پہنچی کہ ان کو کچھ اوپر 80 زخم آئے تھے۔ چنانچہ ان کا حلیہ شریف شہیدوں کے درمیان معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ان کی بہن نے ان ہی انگلی کے ایک تل سے انہیں پہچانا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بخاری جلد دوم، ص 138)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چھوڑنے کی صفت سے موصوف تھے اور روز احد بھی تیر اندازی پر مامور تھے۔ حضور اکرم ﷺ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے "ارم سعد فداک ابی وامی" اے سعد تیر پھینک تجھ پر میرے ماں باپ فدا۔ مالک بن زبیہ کہ کافر تھا اور اس نے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر کے شہید کیا تھا اور بہت سوں کو زخمی کیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس کی آنکھ پر تیر مارا جو اس کی گدی سے باہر نکل گیا اور وہ جہنم رسید ہوا۔ اور مسلمانوں نے اس کی شیطنیت سے نجات پائی اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرمائے اور تمہارے تیر کا نشانہ درست رکھے۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایسے مستجاب الدعوات ہوئے کہ لوگ ان کی دعا کے متلاشی رہا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ

حضرت سعد آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کے لئے تو شفا کی دعا فرماتے ہیں۔اپنے لئے کیوں دعا نہیں کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بینائی لوٹا دے۔فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قضا مجھے بینائی سے زیادہ محبوب ہے۔حق تعالیٰ جو چاہے کرے، اپنے لئے تو اس کا حکم، اپنی آنکھ کی بینائی سے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی جانبازی

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے تھے اور خود کو حضور ﷺ کی ڈھال بنائے ہوئے تھے۔وہ فن تیر اندازی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔اور کمان کو بہت سخت کھینچا کرتے تھے۔اس روز انہوں نے تین کمانیں توڑی تھیں، وہ نعرہ مار کر تیر کو اپنے ترکش سے نکال کر پھینکتے تھے۔ان کے پاس پچاس تیر تھے اور ہر تیر پر جب دشمن کی طرف اسے پھینکتے تو نعرہ لگاتے اور کہتے:

"اے اللہ کے رسول میری جان آپ کی جان سے کم ہے اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے۔اور میری جان وتن آپ پر فدا ہوں"

جب ان کے تیر ختم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ زمین سے چوب اٹھا کر دیتے اور فرماتے: اے ابوطلحہ اسے پھینکو، چنانچہ جب وہ اسے کمان کے چلہ میں رکھ کر کھینچتے اور دشمن کی جانب پھینکتے تو وہ تیر بن جاتا اور جب کوئی مسلمان شخص حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرتا اور اس کے پاس تیر موجود ہوتے تو فرماتے ان تیروں کو ابوطلحہ کے لئے چھوڑ جاؤ اور حضور اکرم ﷺ اس سے فرماتے کہ "لشکر اسلام میں ابوطلحہ چالیس مردوں سے بہتر ہے"

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے سعد! آؤ مل کر دعا کریں ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا کی۔ اول حضرت سعد نے دعا کی۔ یا اللہ جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرمانا۔ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔ اے اللہ! کل میدان جہاد میں ایک بہادر سے مقابلہ ہو، میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور میں بہتوں کو قتل کر کے پھر خود بھی شہید ہو جاؤں اور شہید ہونے کے بعد کافر میرے ناک کان کاٹ لیں پھر قیامت میں جب تیرے حضور پیش کیا جاؤں تو فرمائے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسول ﷺ کے راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی تو دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں، جس طرح مانگی تھیں (کنزالعمال، اسدالغابہ)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نام کے ایک صحابی ہیں جو ایک پاؤں سے لنگ تھے۔ جنگ احد کے دن جب وہ اپنے فرزندوں کے ساتھ جہاد کے لئے آئے تو لنگڑانے کی وجہ سے حضور ﷺ نے انہیں میدان میں اترنے سے روک دیا۔ گڑگڑاتے ہوئے انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے لڑنے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ میری تمنا ہے کہ لنگڑاتے ہوئے جنت میں چلا جاؤں۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری دیکھ کر حضور ﷺ نے انہیں

میدان میں اترنے کی اجازت دے دی۔ اجازت پاتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑے اور کافروں کے ہجوم میں گھس کر ایسی بے جگری کے ساتھ لڑے کہ صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ دشمن کی فوجوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ گھائل ہوکر زمین پر گر پڑے، یہاں تک کہ وہ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔

جنگ ختم ہوجانے کے بعد جب ان کی اہلیہ حضرت ہندہ نے ان کا جنازہ اونٹ پر لاد کر جنت البقیع کی طرف لے جانا چاہا تو ہزار کوششوں کے باوجود اونٹ ادھر کا رخ ہی نہیں کرتا تھا۔ بار بار میدان جنگ ہی کی طرف بھاگ کر جاتا تھا۔ جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت ابن جموح رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا: گھر سے نکلتے وقت کیا ابن جموح نے کچھ کہا تھا؟

انہوں نے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی تھی "اللھم لا تعذنی الی اھلی" (یا اللہ مجھے میدان جہاد سے اپنے اہل وعیال کی طرف واپس نہ کرنا)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی دعا قبول ہوگئی ہے۔ اب یہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں جائے گا۔ ان کو اسی میدان میں دفن کردو۔

کفار سر مبارک نہ کاٹ سکے

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسا تو کوئی نہ تھا جس کی رگ رگ میں حمیت وشجاعت کا خون گردش نہ کر رہا ہو، دین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ ان کے لئے سب سے بڑی سعادت تھی۔ مگر بعض صحابہ کی شان نرالی تھی۔ ان کی شجاعت و بہادری سے کافر لرز جایا کرتے تھے۔ کافر ان کا نام نفرت سے ضرور لیتے تھے مگر مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی لہذا اپنی بزدلی چھپانے کے لئے ان کے سر کی قیمت لگا دیتے تھے۔

آج جن صحابی کا ذکر ہے وہ بھی ان انوکھی شان رکھنے والوں میں سے ایک ہیں جن کے سر کی قیمت لگی تھی اور بہت بھاری قیمت لگی تھی۔ سو اونٹ، اس وقت کے حساب سے سو اونٹ کی قدر یوں سمجھیں جیسے آج کل سو مرسڈیز گاڑیاں ہوتی ہیں۔ یہ ایسے بہادر و جانثار صحابی کا تذکرہ ہے جن کی شجاعت کا سکہ کفار کے دماغ میں بیٹھ چکا تھا جنہوں نے کفار کی نامی گرامی شخصیات کو جہنم پہنچانے کا فریضہ انجام دیا تھا۔ جنہوں نے مسلمانوں کے بڑے بڑے دشمنوں کو راستہ سے ہٹا کر اسلام کے لئے راستہ صاف کیا تھا۔

جن کی بے باکی اور کفار پر شدت کا یہ عالم تھا کہ جب، کسی کافر کو قتل کرنا ہو تو حضور ﷺ یہ خدمت انہی کے سپرد فرماتے تھے اور یہ فریضہ بخوبی انجام دیتے تھے۔ جن کی بے خوفی کی یہ حالت تھی کہ کافر کو تیر چلاتے وقت کہہ دیا کرتے تھے میں ابن الافلح ہوں۔ جن کو لڑنے کا حکم زبان رسالت سے جاری ہوا تھا۔ جب حضور ﷺ کے استفسار پر انہوں نے عرض کیا کہ دشمن سے اس طرح لڑوں گا کہ جب دو سو ذراع پر ہو تو تلوار سے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا

"ھکذا انزلت الحرب" یعنی لڑائی اس طرح نازل ہوئی جو لڑے اس طرح لڑے۔

اس جنگی مہارت اور حکمت کے ساتھ انہیں کفر سے شدید قسم کی نفرت بھی تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہیں چھوئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی کہ اے اللہ! مجھے بھی کوئی مشرک نہ چھوئے، جب ایمانی حلاوت، دینی حمیت اور کفار کی عداوت سے کسی مومن کا صاف دل مرکب ہو جائے تو اس کے سامنے مجال ہے کہ کوئی کافر ٹک سکے۔ چنانچہ ان کے سامنے کفار کے مشہور بہادر آئے مگر منہ کی کھا کر جہنم سدھار گئے۔ غزوہ احد میں انہوں نے سلافہ بنت سعد کو غم واندوہ میں مبتلا کر کے اس کے سینے میں آتش غضب بھر دیا تھا۔ سلافہ غزوہ احد میں قریش کی عورتوں کے ساتھ مردوں کو ڈھولک کی تھاپ پر جوش دلانے آئی تھی اور اپنے جوانوں کے سینوں میں قبائلی غیرت بھرنے آئی تھی۔ میدان بدر کا غم اور انتقام یاد دلانے آئی تھی اور اپنے بیٹوں اور شوہر کو لڑتے دیکھ کر خوش ہونا چاہتی تھی۔ مگر اسے انتظار کے باوجود نہ بیٹوں میں سے کوئی نظر آیا، نہ شوہر تک رسائی ہوئی۔ اچانک خون میں لت پت ایک بیٹے پر نظر پڑی۔ پاؤں سر پر رکھ کر بیٹے کا سر گود میں لیا اور پوچھا، تجھے اس انجام تک کس نے پہنچایا۔ بمشکل بیٹا یہ الفاظ کہہ سکا کہ تیر مارنے والے نے کہا تھا۔ انا ابن الاقلح

پھر اس خاتون کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے تینوں بیٹوں کا قاتل یہی شخص ہے۔ اب تو اس کے پاس رونے کے لئے آنسو بھی نہ تھا، شدت غضب سے بپھر گئی اور یہ منت مانی کہ میں اس شخص کے سر کو حاصل کر کے اس کی کھوپڑی میں شراب پی کر دل کی بھڑاس نکالوں گی اور اعلان کرایا کہ جو شخص اس آدمی کے سر کو لا کر میری خدمت میں پیش کرے گا، اسے منہ مانگا انعام دوں گی۔ بعض کہتے ہیں کہ سو اونٹ انعام میں دینے کا اعلان کیا۔ پھر کیا تھا منافقین ومشرکین ہر طرف سے ان کے درپے ہو گئے مگر آپ کا کیا خیال ہے، وہ شخصیت چھپ گئی ہوگی؟ نہیں خدا کی قسم نہیں۔

منافقین کا ایک ٹولہ سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دن ٹھہر کر اپنے آپ کو مسلمان اور دینی تعلیم کا خواہش مند ظاہر کیا اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایک جماعت

روانہ فرمادیں جو ہمیں احکام اسلام کی تبلیغ کرے۔ حضور ﷺ کی نظر انتخاب ان پر پڑی اور ان کو امیر مقرر فرما کر نو ساتھی اور ان کے ہمراہ کر دیئے۔

جب یہ لوگ مقام رجیع پہنچے تو ان بد باطن غداروں نے بدعہدی کی اور دو سو آدمیوں کو لے کر جن میں سو تیر انداز تھے، ان کے تعاقب میں آ گئے۔ جب ان حضرات کو خطرہ محسوس ہوا تو یہ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے۔ ان غداروں نے کہا نیچے آ جاؤ، ہم تمہیں پناہ دیں گے، مگر اس جماعت کا امیر نور نبوت سے حصہ پا چکا تھا۔ نور ایمان سے ان کا دل منور ہو چکا تھا فرمایا کہ کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا۔ (اللہ تعالیٰ آج کے مسلمانوں کو بھی یہ سبق سکھا دے) اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر دے، جو فوراً قبول ہوئی اور حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی پھر جب لڑائی ہونے لگی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اللھم انی احمی لك الیوم دینك فاحم لی لحمی" اے اللہ! آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میرے گوشت کی کافروں سے حفاظت فرما۔ اس کے بعد یہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت سے کفار کے نوجوانوں کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگی کہ خاطر خواہ انعام کے وہ مستحق ہو سکیں اور وہ اس کے تصور سے خوش ہو رہے تھے۔ ادھر سلافہ اپنا غم ٹھنڈا کرنے کے لئے تڑپ رہی تھی۔ کفار فرحاں فرحاں حضرت عاصم بن ثابت بن قیس اوسی رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر ان کے سر کی حفاظت کا ذمہ لے لیا تھا۔

یہ انعام کے متمنی جب قریب ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ بھڑوں کا ایک لشکر ہے جنہوں نے ان کی لاش کا احاطہ کر رکھا ہے جو کوئی کافر ان کے قریب آنا چاہتا، زہریلے ڈنگ مار کر دور بھگا دیتا ہے، ناکام کوشش کے بعد انہوں نے آپس میں طے کیا کہ جب رات ہو گی، یہ بھڑ دفع ہو جائیں گی تب آرام سے کاٹ کر لے جائیں گے۔

ابھی رات شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ سیاہ بادل نے آسمان کو گھیر لیا اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ان لوگوں نے اس سے پہلے اتنی تیز بارش دیکھی بھی نہیں تھی اور پھر بارش کے پانی

نے سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔ اس کے بعد سیلاب نے ان کی لاش کو ایسی جگہ پہنچا دیا کہ کفار ان کی لاش کو تلاش کر کر کے تھک تو ضرور گئے مگر انہیں اپنی تمنا سے نامراد و خاسر پلٹنا پڑا۔ آج بھی اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت میں اپنے آپ کو لگا دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کا انتظام کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو شعور عطا فرما دے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں چونکہ بہادری کے جوہر نہ دکھا سکے تھے لہذا جب غزوہ احد کے لئے میدان سجا تو آپ اس میں ایسے شہسوار بن کر کودے کہ سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد کی یاد ستاتی تو آپ رونے لگتے اور فرماتے کہ یہ دن تو تھا ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں (افراتفری کے عالم میں) سب سے پہلے سرور کائنات ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص بڑی بہادری و جوانمردی سے آپ ﷺ کی حفاظت کر رہا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ خدا کرے یہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہوں اور واقعی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہی تھے اور مجھے اس وقت سب سے بڑھ کر یہی شے محبوب تھی کہ سرور کونین ﷺ کی حفاظت پر اس جوانمردی سے نچھاور کرنے والا میری قوم کا فرد ہو۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام للامام الذہبی، جلد 2، ص 190)

فرشتے پروں پر اٹھا لیتے

غزوہ احد کے موقع پر جب مسلمانوں پر حسن اخلاق کے پیکر سید عالم ﷺ کی شہادت کی افواہ بجلی بن کر گری تو سب شکستہ دل ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس عالم میں بارہ ایسے جانثار بھی تھے، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے گرد سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے تھے اور آپ ﷺ کو دشمنان اسلام کی شرانگیزی سے محفوظ رکھنے کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ ان بارہ جانثاروں میں گیارہ انصاری اور ایک مہاجر تھے اور یہ مہاجر حضرت طلحہ بن عبید اللہ

رضی اللہ عنہ تھے۔

امام المجاہدین ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہمراہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کی کوشش فرمارہے تھے۔ جب مشرکین کو معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً اس طرف حملہ کردیا۔ پس امام المجاہدین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمنان اسلام کو کون روکے گا؟ شہادت کی تمنا سے سرشار سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں انہیں روکتا ہوں مگر آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور ارشاد فرمایا کہ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ چنانچہ ایک انصاری نے آگے بڑھ کر کفار کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش کی تاکہ آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھ کر محفوظ ہوجائیں مگر وہ شہید ہوگئے۔ اس طرح ایک ایک کرکے تمام انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں سرور کائنات ﷺ کے نام پر قربان کردیں اور سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کو مزید آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تو امام المجاہدین ﷺ کی اجازت سے کفار پر ایسا حملہ کیا کہ انہیں چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ اور آخر کار کفار کو اپنے مذموم ارادے میں کامیابی کی کوئی راہ نظر نہ آئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ایک روایت میں آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ کفار کے اس حملے میں ایک شخص نے سرور کائنات ﷺ پر وار کرنا چاہا تو میں نے اپنا ہاتھ آگے کردیا جس کی وجہ سے میرا ہاتھ شل ہوگیا اور تکلیف کی شدت سے منہ سے آواز نکل گئی تو امام المجاہدین ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے کاش! تم بسم اللہ کہتے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو فرشتے تمہیں اپنے پروں پر اٹھا لیتے اور لوگ تمہیں اپنی آنکھوں سے آسمان میں پرواز کرتا ہوا دیکھ لیتے۔

(دلائل النبوہ للبیہقی، جلد 3، ص 236)

شجاعت کے ستر سے زائد تمغے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں جب ہم حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے ان کے جسم اطہر پر ستر سے زائد چھوٹے بڑے زخم ہیں اور ان کی انگلیاں بھی کٹ چکی ہیں۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم، حدیث 369، جلد اول، ص 112)

سفر آخرت

جنگ جمل کے دوران گیارہ جمادی الاخری 36ھ (بروز جمعرات) مروان بن حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں ایک تیر مارا جس سے خون کی رگ بری طرح کٹ گئی، جب اس کا منہ بند کرتے تو ٹانگ پھول جاتی اور اگر چھوڑتے تو کثرت سے خون بہنے لگتا۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، اس کو ایسے ہی چھوڑ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، یعنی میری شہادت اسی کے ساتھ مقدر کی گئی ہے۔ بس اسی کے سبب ساٹھ یا چونسٹھ سال کی عمر میں آپ اس وطن اقامت کو چھوڑ کر وطن اصلی میں جا بسے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد 2، ص 320)

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو جب حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو فوراً آپ رضی اللہ عنہ جسد خاکی کے پاس تشریف لائے، سواری سے اتر کر حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے نورانی چہرے اور داڑھی مبارک سے گرد و غبار صاف کر کے انتہائی درد بھرے انداز میں فرمایا "اے کاش! یہ دن دیکھنے سے بیس سال پہلے ہی

میں اس دنیا سے چلا جاتا" (تاریخ مدینہ دمشق، الرقم 2983، جلد 25، ص 115)

قبر کی منتقلی کے وقت جسم سلامت و تر و تازہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کو بصرہ کے قریب دفن کر دیا گیا مگر جس مقام پر آپ کی قبر شریف بنی، وہ نشیب میں تھا۔ اس لئے قبر مبارک کبھی کبھی پانی میں ڈوب جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بار بار متواتر خواب میں آ کر اپنی قبر بدلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم میں ایک صحابی کا مکان خرید کر اس میں قبر کھودی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو پرانی قبر سے نکال کر اس قبر میں دفن کر دیا۔ کافی مدت گزر جانے کے باوجود آپ کا مقدس جسم سلامت اور بالکل ہی تر و تازہ تھا۔ (اسد الغابہ، جلد 3، ص 87)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کفر کی حمایت میں جس جوش و جذبہ کے ساتھ میدان جنگ میں شریک ہوتے تھے، اسلام لانے کے بعد اس سے زیادہ جوش و جذبہ اور شجاعت و بہادری کا مظاہرہ اسلام کی حمایت اور کفر کی مخالفت میں زندگی بھر کیا اور رسول پاک ﷺ کی جانب سے سیف اللہ (اللہ تعالیٰ کی تلوار) کا لقب پایا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور مدینہ طیبہ آنے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد غزوۂ موتہ کے لئے رسول پاک ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر ملک شام روانہ کیا تھا اور یہ فرمایا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور ان کی بھی شہادت کی صورت میں حضرت عبداللہ بن

رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا جائے۔ (صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ یکے بعد دیگرے تینوں شہید ہو گئے پھر لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لیا (فتح الباری، جلد 7، ص 512) رسول پاک ﷺ نے موتہ سے خبر آنے سے پہلے ہی مدینہ طیبہ میں ان حضرات کی شہادت کی اطلاع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دی اور فرمایا، ان تینوں کی شہادت ہو چکی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے (یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے) جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری) اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس زور کے ساتھ شمشیر زنی کی تھی کہ اس دن ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں، بالآخر ایک یمنی تلوار نے آخر تک ساتھ دیا۔ (صحیح بخاری)

غزوہ موتہ میں مسلمان پورے علاقہ کو فتح نہیں کر سکے تھے بلکہ کچھ جزوی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر کو کسی بڑے نقصان کے بغیر بحفاظت واپس لے آئے تھے، اسی کو آپ نے فتح سے تعبیر فرمایا ہے۔ (فتح الباری، جلد 7، ص 513)

وصال کے وقت افسوس کے ساتھ کہنے لگے۔ فلاں فلاں معرکوں میں شرکت کی اور زندگی بھر شہادت کی تلاش و جستجو میں رہا، جسم پر ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں ہے جہاں تلوار نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو لیکن شہادت مقدر میں نہ تھی اور آج بستر پر موت آ رہی ہے۔ وصال سے کچھ پہلے فرمایا "میرے انتقال کے بعد میرا گھوڑا اور میرے اسلحہ وقف فی سبیل اللہ ہیں" یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کل ترکہ بس آپ رضی اللہ عنہ کا یہی تھا۔ (سیر اعلام النبوۃ جلد اول، ص 382)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ کے مشہور خاندان قبیلہ اوس کی ایک شاخ قبیلہ بنی عبدالاشہل سے ہے۔ رسول پاک ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لے آنے کے بعد آپ

مسلسل دین کی دعوت اور رسول اللہ ﷺ کی نصرت وحمایت میں مشغول رہے۔ غزوہ بدر سے ہی غزوات میں شرکت شروع کردی تھی۔ غزوہ خندق میں ایک مشرک کے تیر سے زخمی ہوئے، تیر ہاتھ کی ایک ایسی نس میں لگا جس سے کسی طرح بھی خون نہ رکتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے کئی بار اس زخم پر گرم لوہے سے داغ لگوائے، اس وقت خون کو روکنے کے لئے یہ بھی ایک طریقہ علاج تھا۔ کئی بار کے بعد خون کا بہنا بند ہوا۔ جب ان کا خون کسی طرح نہ رکتا تھا تو انہوں نے دعا کی تھی۔

اے اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ مجھے کوئی چیز بھی تیرے راستہ میں جہاد کرنے اور ان لوگوں سے جنگ اور قتال کرنے سے زیادہ محبوب نہیں ہے جنہوں نے بھی تیرے نبی ﷺ کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے گھر (مکہ) سے نکالا ہے۔ الٰہی اگر قریش سے ابھی کوئی اور جنگ ہونا باقی ہو تو مجھے ابھی مزید زندگی کی عطا فرما تا کہ ان سے تیرے راستہ میں جہاد کروں، پروردگار جل جلالہ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ بظاہر اب قریش سے مزید کوئی جنگ نہیں ہونی، اگر ایسا ہی ہے تو مجھے اسی زخم میں شہادت عطا فرمادے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے کے بعد جو دعا کی تھی، وہ مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذریعہ ان کی زندگی میں ہی بنو قریظہ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور جیسے ہی وہ بنو قریظہ کے تصفیہ سے فارغ ہوئے۔ زخمی ہونے کے چند دن بعد ہی آپ کا وصال ہوا اور وہی زخم شہادت کا سبب بنا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی کلاب سے تھا۔ نبی پاک ﷺ آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ رسول پاک ﷺ کو آپ کی بہادری اور قائدانہ صلاحیت پر بڑا اعتماد تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جب بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کسی

غزوہ میں بھیجا، ہمیشہ لشکر کا امیر انہی کو بنایا۔

(فتح الباری، جلد 7، ص 87)

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ خود غزوہ میں تشریف لے جاتے تو مدینہ میں اپنا خلیفہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنا کر جاتے۔

8ھ میں غزوۂ موتہ کے لئے جو لشکر آپ نے روانہ فرمایا تھا، اس کا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی کو بنایا تھا۔ موتہ ملک شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ مسلمانوں کا مقابلہ روم کی ٹڈی دل فوج سے ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انتہائی بہادری اور جوانمردی کے ساتھ جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کو ان کی شہادت کی بہت تکلیف ہوئی، اسی غزوہ میں آپ ﷺ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی زید کے لئے دعائے مغفرت کرو، وہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے۔ (سیر اعلام، جلد اول، ص 229)

اعرابی کا جذبہ جہاد

حضرت اشداد بن ہاد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان اختیار کیا اور آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا اور کہا کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ (سفر جہاد میں) چلوں گا۔ آپ نے ایک صحابی کو اس بارے میں وصیت فرمائی۔ (خیر خبر رکھنے کی)

جب غزوۂ خیبر میں آپ ﷺ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو اس اعرابی کا بھی حصہ لگایا اور یہ ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ جب یہ وہاں سے واپس آیا اور ساتھیوں نے اسے اس کا

حصہ دیا تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا یہ غنیمت کا حصہ ہے جو رسول پاک ﷺ نے تقسیم میں تمہیں دیا ہے۔ اس نے کہا میں نے اس وجہ سے آپ ﷺ کا اتباع نہیں کیا۔ میں نے تو آپ ﷺ کا اتباع اس وجہ سے کیا ہے کہ میرے یہاں تیر لگے اور اپنے حلق کی طرف تیر ہی سے اشارہ کیا تا کہ میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔

ساتھی نے اس سے کہا۔ اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سچا کر دکھائے گا۔ پھر ان اصحاب رسول اللہ نے دشمنوں سے جہاد کیا۔ حتیٰ کہ وہ اعرابی تیر لگنے سے زخمی ہوا۔ اس کو حضور ﷺ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ وہی ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا معاملہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سچا کر دکھایا۔

آپ ﷺ نے اس کو اپنے مبارک جبہ میں کفن دیا پھر آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر فرمایا ''اے میرے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، ہجرت کر کے تیرے راستے میں نکلا ہے، شہید ہو کر قتل کیا گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔ (نسائی)

زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھر کیا ہے
نبی کے دامن رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے
راہ حق میں یہی تو منزل مقصود ہے اپنی
شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی
تمنا ہے کہ اڑ کر جا پڑے دل تیر قاتل پر
نظر روئے نبی پر ہو، گلا شمشیر قاتل پر

ماں کا جذبہ جہاد اپنی اولاد کے لئے

حضرت خنسا رضی اللہ عنہا کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

جنگ قادسیہ میں حضرت خنسا رضی اللہ عنہا نے اپنے چاروں بیٹوں کو یوں نصیحت فرمائی:
تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی، دنیا کی فنا ہونے والی زندگی سے کس قدر بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تکالیف پر صبر کرو (اور کفار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

لہذا کل صبح کو جب تم صحیح سالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑو۔ اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلے میں مدد مانگتے ہوئے آگے بڑھو۔ جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر ہے تو اس کی گرم آگ میں گھس جاؤ۔ کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ ان شاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حدیث شریف = حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میرے منہ سے نکلتی تو مجھے اس کے مقابلہ میں ہر چیز سے عزیز ہوتی۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، نبی پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ لوگوں کو مشرکین سے لڑنے کی دعوت دے رہے تھے۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم

نے کہا تھا۔ آپ اور آپ کا خدا جائے اور لڑیں، لیکن ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے لڑیں گے۔ تو میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چمکنے لگا اور اس کی بات نے آپ ﷺ کو خوش کر دیا۔ (بخاری (مترجم) جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث 1136، ص 542، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

جنگ بدر میں بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نہتے اور غیر مسلح تھے۔ رسول پاک ﷺ نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو ایک لکڑی دی۔ یہ لکڑی ان کے ہاتھ میں پہنچ کر ایک لمبی چمکدار تلوار بن گئی۔ اسی تلوار سے انہوں نے جنگ بدر میں جہاد کیا۔ وہ تلوار بہت عرصہ تک حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، اسی سے تمام جہاد کئے اور لڑائیاں لڑیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتدین سے لڑتے ہوئے عکاشہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (بیہقی)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں، میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک پتھر پر دیکھا۔ یہ اس پر چڑھ کر آواز دے رہے تھے "اے مسلمانوں کی جماعت! کیا تم لوگ جنگ سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں۔ کیا تم جنگ سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں۔ آؤ میری طرف آؤ۔"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ان کے کانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کا کان کٹ کر لٹک گیا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور وہ نہایت سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ (حاکم)

کمسن مجاہد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

جب ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان میں حق و باطل اور اسلام اور کفر کے پہلے معرکے یعنی بدر کے لئے نکلنے کی تیاری ہوئی تو جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کمسن بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو رسول پاک ﷺ نے واپس کرنا چاہا کہ یہ کمسن ہیں، دشمن سے کیا مقابلہ کرے گا، لیکن حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ان کا یہ جذبہ اور تڑپ دیکھ کر آپ ﷺ نے انہیں ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے گلے میں تلوار لٹکائی۔ (مستدرک حاکم)

جہاد کی اجازت نہ ملنے پہ ساری رات روتے رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مجھے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں جہاد میں چلنے کے لئے پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے چھوٹا ہونے کی وجہ سے جہاد میں لے جانے کے لئے قبول نہیں فرمایا۔ میرے اوپر کبھی ایسی رات سخت نہیں گزری تھی۔ رنج کی وجہ سے ساری رات نیند نہیں آئی اور میں روتا ہی رہا کہ رسول پاک ﷺ نے جہاد میں لے چلنے کے لئے منظور نہیں فرمایا۔

پھر جب اگلا سال آیا تو میں پھر جہاد میں چلنے کے لئے پیش کیا گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے منظور فرما لیا تو میں نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (ابن عساکر)

شہادت کی نیت سے جہاد کا ارادہ کرنے والے کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں روک سکتا

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جہاد کے لئے ملک شام کی طرف چلے گئے اور ان کے چلے جانے کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں فتویٰ کے کام میں خلل پیدا ہو گیا اور کوئی اہل مدینہ کو فتویٰ دینے والا نہ رہا تو میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی حاجت کے لئے روک لیا جائے اور فتویٰ دینے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا جس آدمی نے شہادت کی نیت سے جہاد کا ارادہ کر لیا، میں اسے کیسے روک سکتا ہوں۔
(طبقات ابن سعد)

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت ابونوفل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے۔ اہل مکہ کو ان کی روانگی سے انتہائی قلق تھا۔ کوئی روٹی کھانے والا مکہ میں ایسا نہ بچا جو انہیں پہنچانے نہ نکلا ہو۔ جب یہ مکہ سے نکل کر ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو لوگ بھی ان کے گرد اگرد کھڑے ہو گئے۔ وہ سب رو رہے تھے، جب انہوں نے لوگوں میں یہ صدمہ دیکھا تو کہا:

"اے لوگو! خدا کی قسم! میں تم لوگوں سے ناراض ہو کر نہیں جا رہا ہوں اور نہ ایک شہر کو چھوڑ کر دوسرا شہر اختیار کر رہا ہوں۔ لیکن یہ امر جہاد فی سبیل اللہ ایسا ہے کہ جس کے لئے کچھ لوگ نکلے تھے، جو نہ خاندانی تھے اور نہ دولت مند تھے۔ وہ اس جہاد کی بدولت ہم سے آگے بڑھ گئے۔ خدا کی قسم! اگر مکہ کے پہاڑ سونے کے ہو جائیں اور ہم ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیں تب بھی ہم ان کے ایک دن کے ثواب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ متقی وہ آدمی ہے جس نے یہ کام (جہاد) کیا۔ یہ کہہ کر اپنے گھر والوں کے ساتھ وہ ملک شام کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر جہاد ہی میں لگے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔" (الاستیعاب)

ساتویں فصل

جذبہ جہاد سے سرشار
مسلمان خواتین کی داستانیں
جن کے جذبے پر زمین
و آسمان کو بھی رشک آیا

اسلام کی پہلی شہید خاتون

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ان کے خاوند یاسر اور بیٹا عمار قریش کے ظلم وستم کا بار بار نشانہ بنے۔ ایک دفعہ امام المجاہدین ﷺ کا بازار سے گزر ہوا۔ دیکھا کہ قریش ان تینوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ ایسی دردناک سزا دے رہے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے آل یاسر صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے"

ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دردناک سزا دی لیکن ان کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ وہ چٹان کی طرح مضبوط رہیں۔ ابوجہل نے ہر چند انہیں کہا کہ تم اس دین سے کنارہ کشی اختیار کر لو لیکن انہوں نے ابوجہل کی بات نہیں مانی۔ اس کم بخت نے دو اونٹ منگوائے۔ دونوں کو مخالف سمت میں کھڑا کر دیا گیا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسرے ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی گئی پھر کہا باز آ جاؤ۔ اب بھی وقت ہے لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کا دامن چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس بدبخت نے حکم دیا کہ دونوں اونٹوں کو مخالف سمت میں بھگا دیا جائے اور خود ذلیل انسان نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے دل پر نیزہ دے مارا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے جسم کو دو ٹکڑوں میں چیر دیا گیا۔ اس طرح انہیں اسلام کی پہلی شہید خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ واقعہ ہجرت سے سات سال پہلے کا ہے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت یاسر بھی دشمنوں کی اذیت ناک سزا کی تاب نہ لاتے ہوئے پردہ فرما گئے۔

اسلام کی بہادر اور عظیم بیٹیاں

وہ ایک بہادر بھائی کی دلیر بہن تھیں......!

اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ اور سربلندی کے لئے لڑی جانے والی جنگوں میں انہوں نے جو گراں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے، بلاشبہ تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ذکر ہے۔ جب اسلامی لشکر دمشق کے علاقے میں دشمنان اسلام کے خلاف برسر پیکار تھے اور ہر روز ان کے مبارک قدم آگے ہی آگے بڑھتے چلے جارہے تھے۔ ایک دن جرنیل اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے پیش قدمی کرتا ہوا آرہا ہے۔ آپ نے اس لشکر سے مقابلے کے لئے مسلمانوں میں سے ایک بہت بہادر اور دلیر شخص کو منتخب کیا۔ اس شخص کا نام ضرار بن ازور (رضی اللہ عنہ) تھا......!

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت شخص تھے جن کے والد محترم اور چچا جان بھی میدان جہاد ہی میں شہید ہوئے تھے اور اب وہ...... ان کے حسین نقوش پا پر محو سفر تھے۔ آپ کی جرأت و بہادر کا یہ عالم تھا کہ خود خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا۔

''ضرار موت سے بے خوف، فن حرب کا ماہر اور بہادروں سے بازی لے جانے والا ہے''

چنانچہ آپ کی قیادت میں پانچ سو مجاہدین کا مختصر سا لشکر دشمن سے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

یہ حضرات جب میدان جنگ میں پہنچے تو دیکھا کہ مدمقابل کی تعداد بارہ ہزار مسلح افراد ہے۔ اب بعض لوگوں کے ذہن میں آیا کہ واپس لوٹ جانا چاہئے۔ لیکن ضرار رضی اللہ عنہ ایسا

کیسے کر سکتے تھے...... وہ مرد میدان تھے...... میدان سے فرار ان کا شیوہ ہی نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے اس ٹڈی دل لشکر کے خلاف جنگ شروع کر دی...... ایک خونریز اور خطرناک جنگ...... جس میں ایک طرف اسلحہ اور افراد کی طاقت تھی اور دوسری طرف ایمان اور جذبے کی قوت...... مسلمان اپنی کم تعداد کے باوجود بڑی بے جگری سے لڑے...... خود ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ میں نیزہ لئے وہ کافروں پر چڑھ دوڑتے تھے اور کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے، اس دن انہوں نے بے شمار کافروں کو قتل کیا حتیٰ کہ لشکر کفار کے سپہ سالار کا بیٹا بھی ان کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

لڑتے لڑتے دن ڈھل گیا...... اور شام ہوگئی...... اب مسلمان بہت تھک چکے تھے۔ اسی دوران کافروں نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو کر ان کا محاصرہ کر لیا اور پھر اس تن تنہا مجاہد پر حملہ آور ہو کر زخمی کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔ اس سالار کی گرفتاری نے مسلمانوں کی حالت کمزور کر دی...... لیکن اس کے باوجود بھی وہ لڑتے رہے۔

اسی اثناء میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کی خبر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ملی...... اپنے شیر صفت جرنیل کی گرفتاری پر آپ سخت پریشان ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے فوری طور پر لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا اور میدان جنگ کی جانب کوچ کر گئے جہاں حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے بعد مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے برسرپیکار تھے۔

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ...... حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی رہائی اور مسلمانوں کی مدد کے لئے اپنا لشکر لے کر روانہ ہوئے...... تو اثنائے راہ میں اچانک آپ نے بلند قامت، کوتاہ گردن گھوڑے پر ایک سوار کو دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک چمکدار، لمبا نیزہ تھا اور جس کی وضع قطع، شکل و شباہت سے دانائی اور باگیں کاٹنے اور پھیرنے

سے شجاعت ٹپکتی تھی۔ وہ سوار گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑے، زین پر پوری طرح جمے ہوئے، زرہ کے اوپر سیاہ کپڑا پہنے، سبز عمامہ کا پٹکا کمر سے باندھے ہوئے تھا اور اس عمامے کو اس نے اپنے سینے سے پشت تک ڈال رکھا تھا۔ یہ ڈھکا چھپا پراسرار سوار فوج کے آگے آگے شعلہ جوالہ کی طرح جا رہا تھا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے اس شان و شوکت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا ''کاش کہ میں اس سوار سے واقف ہوتا کہ یہ کون ہے؟ واللہ یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہوتا ہے'' یہ سوار چونکہ سب سے آگے آگے مشرکین کی طرف جا رہا تھا، اس لئے آپ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

ادھر حضرت رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ نہایت استقلال اور بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی کمک کے لئے آتے دیکھا اور لشکر کے پہنچتے ہی اس سوار کو بھی رومیوں پر اس طرح گرتے دیکھا جس طرح باز چڑیا پر۔ اس کا ایک حملہ تھا جس نے ان کے لشکر پر تہلکہ مچا دیا۔ اس شہ سوار نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور بڑھتے بڑھتے وسط لشکر روم میں گھستا چلا گیا۔ وہ کوندتی ہوئی بجلی تھی کہ آناً فاناً کافروں کے سروں پر گرتی ہوئی چمکتی، دو، چار کو بھسم کر کے پانچ سات کے بدن پر [illegible] کے پھر اسی جگہ نمودار ہوئی۔ اس سوار کا نیزہ جس وقت لشکر کے درمیان میں بلند ہوا تو وہ کافروں کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر وہ سوار دوبارہ پلٹا اور بڑھ کر اس بے جگری کے ساتھ نڈر ہو کر حملہ کیا کہ لوگوں کو کاٹتے، لشکر کو چیرتے ہوئے بہادروں کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی اور رومیوں میں بڑھ کر مسلمان لشکریوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

رافع بن عمیرہ الطائی رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکریوں کا خیال تھا کہ یہ خالد ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سوا ایسے کارہائے نمایاں کون کر سکتا ہے؟ یہ اسی خیال میں تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضرت رافع بن عمیرہ الطائی نے زور سے چلا کر پوچھا۔

''اے دلیر! یہ سوار جو اپنی جان کو خدا کے راستے میں بے خوف وخطر پیش کر رہا ہے اور خدا کے دشمنوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے، کون ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خدا کی قسم! میں اس سے خود ناواقف اور اس کی شجاعت، دلیری اور جرأت سے خود حیران اور متعجب ہوں''

حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اے امیر! یہ عجیب شخص ہے کہ رومیوں کے لشکر میں گھس جاتا ہے اور دائیں بائیں نیزے مار مار کر لوگوں کو گرا دیتا ہے''

پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''مسلمانو! حمایت دین کے لئے متحد ہو جاؤ اور ایک متفقہ حملہ کر دو''

یہ حکم سنتے ہی بہادران اسلام نے باگوں کو درست کیا، نیزوں کو سنبھالا اور صف بندی کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صف کے آگے کھڑے ہوئے۔ ارادہ تھا کہ دشمن پر حملہ کروں کہ اچانک وہی سوار جو خود خون میں لت پت اور اس کا گھوڑا پسینے میں غرق تھا، رومیوں کے لشکر سے شعلہ جوالہ کی طرح نکلا۔ رومیوں کا اگر کوئی سپاہی اس کے قریب آ جاتا تو پشت دے کر بھاگ جاتا تھا اور یہ تن تنہا رومیوں کے کئی کئی آدمیوں کے ساتھ رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کر دیا اور جو رومی اس سوار پر حملہ کر رہے تھے، ان کے حملہ سے اس کو بچا لیا اور اس طرح یہ سوار مسلمانوں کے لشکر میں آ ملا۔ مسلمانوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ گویا وہ گلاب کے پھول کی ایک ارغوانی پنکھڑی تھی جو خون میں رنگی ہوئی تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی اور کہا۔

''اے شخص! تو نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں خرچ اور اپنے غصہ کو اس کے دشمنوں پر صرف

کیا ہے۔ تجھے باری تعالیٰ جل مجدہ جزائے خیر عنایت کرے۔ بہتر ہوگا کہ تو اپنے نقاب کو کھول دے تا کہ معلوم ہو سکے کہ تو کون ہے"

لیکن اس سوار نے ان کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کی اور قبل اس کے کہ آپ سے مخاطب ہو، لوگوں میں جا گھسا، اہل عرب نے چاروں طرف سے چیخنا اور کہنا شروع کر دیا۔

"خدا کے بندے امیر افواج اسلامیہ تجھے آواز دے رہا ہے مگر تو اس سے اعراض کرتا اور بھاگتا ہے۔ تجھے چاہئے کہ اس کے پاس جا کر اپنے نام، حسب اور نسب بتا تا کہ تیرے عہدے، ترقی اور مرتبہ میں سربلندی حاصل ہو"

مگر سوار نے اس کی بات کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس سوار کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا تو آپ خود بہ نفس نفیس اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

"سخت افسوس کی بات ہے کہ میرا اور تمام مسلمانوں کے دل تیرے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہیں اور تو اس قدر بے پرواہ! تو کون ہے؟

آخر آپ کے بے حد اصرار پر نقاب کے اندر سے نسوانی زبان میں اس سوار نے اس طرح کہنا شروع کیا۔

"اے امیر! میں آپ سے کسی نافرمانی کے باعث اعراض نہیں کر رہی ہوں، بلکہ مجھے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے شرم آتی ہے، کیونکہ میں حجاب میں زندگی گزارنے والیوں میں سے ہوں۔ مجھ سے اصل میں یہ کام میرے درد دل نے کرایا ہے اور میرا رنج ہی مجھے یہاں تک کھینچ لایا ہے"

آپ نے فرمایا:

"تم کون ہو؟"

اس نے کہا:

''ضرار جو قیدی ہیں میں ان کی بہن خولہ بنت ازور ہوں، قبیلہ مذحج کی چند عرب عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دفعتاً کسی نے مجھے ضرار کی گرفتاری کی خبر دی، میں فوراً سوار ہو کر یہاں پہنچی اور جو کچھ کام کیا، وہ خود آپ کے سامنے ہے''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دل یہ سن کر بھر آیا۔ آپ رونے لگے اور فرمایا۔

''ہم سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہئے۔ مجھے خداوند تعالیٰ جل مجدہ کی ذات والا صفات سے امید ہے کہ ہم تمہارے بھائی تک پہنچ کر ان کو چھڑانے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔''

حضرت خولہ نے کہا:

''میں اس حملہ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ سب سے آگے رہوں گی''

عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب تھا۔ جب خولہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور ان کے ساتھ ہی تمام مسلمان حملہ آور ہو گئے۔ خولہ بنت ازور کے حملہ نے رومیوں قافیہ تنگ کر دیا اور ان پر ان کا حملہ اتنا گراں گزرا کہ آپس میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔

''اگر تمام اہل عرب اسی سوار کی طرح بہادر اور جری ہیں تو ہم ان کے مقابلے کی تاب کبھی نہیں لا سکتے۔''

جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا تو رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ قدموں میں لغزش آ گئی۔ قریب تھا کہ پاؤں اکھڑ جائیں مگر کافروں کے سپہ سالار دروان نے یہ حالت دیکھ کر پکارنا شروع کیا:

''اے قوم سنبھلو، ثابت قدم رہو، اگر تم نے ثابت قدمی دکھلائی تو یاد رکھو مسلمان اب بھاگے اور تمام اہل دمشق تمہاری مدد کو اب آئے''

یہ سنتے ہی رومی پھر ڈٹ گئے، لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم اب کسی طرح نہ جم سکے اور لشکر تتر بتر

ہو کر متفرق ہو گیا۔

اس جنگ میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ رومیوں کے دستے کے دستے چیرتی، ان کے درمیان میں گھس کر دائیں بائیں نیزہ مارتی چلی جاتی تھیں، ان کی آنکھیں اپنے پیارے بھائی کو چاروں طرف تلاش کرتی جاتی تھیں اور وہ زور زور سے پکارتی اور یہ اشعار پڑھتی جا رہی تھیں:

''ضرار کہاں ہیں؟''

میں آج انہیں نہیں دیکھتی اور نہ انہیں میرے اقرباء اور میری قوم دیکھتی ہے۔

اے میرے اکلوتے اور ماں جائے بھائی!

میرے عیش کو تم نے مکدر کر دیا اور میری نیند کو کھو دیا''

ان کے یہ اشعار سن کر تمام مسلمان رونے لگے۔ لڑائی برابر ہوتی رہی، لیکن باوجود تلاش کے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا کہیں سراغ نہ ملا۔ اب آفتاب ڈھل چکا تھا، دونوں لشکر متفرق ہوئے، مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور ان گنت رومی مارے گئے۔ ہر ایک فوج اپنی اپنی قیام گاہ پر پہنچی۔ مسلمانوں کی فتح سے رومیوں کے دل ٹوٹ چکے تھے اور ارادہ تھا کہ بھاگ جائیں مگر سپہ سالار کے خوف نے انہیں یہاں روک رکھا تھا۔

جس وقت مسلمان اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ہر ایک سپاہی سے اپنے بھائی کے متعلق دریافت کرنا شروع کیا مگر کسی فرد نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے ضرار کو قیدی یا مقتول دیکھا ہے۔ جب انہیں بھائی کی طرف سے بالکل ناامیدی ہو گئی تو وہ رونے لگیں اور نہایت مایوسی کے عالم میں اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنے لگیں:

''ماں جائے بھائی! کاش مجھے یہ خبر ہوتی کہ آیا جنگل میں تمہیں ڈال دیا گیا یا کہیں ذبح کر ڈالا

تمہاری بہن تم پر قربان

افسوس مجھے یہی خبر ہو جاتی کہ میں تم سے کبھی پھر ملوں گی یا نہیں

بھائی! واللہ! تم نے اپنی بہن کے دل میں ایک ایسی سلگتی ہوئی چنگاری چھوڑی ہے جس کے شرارے کبھی ٹھنڈے نہیں ہو سکتے۔

تم اپنے والد جو کافروں کے قاتل تھے، ان سے جناب محمد ﷺ کے سامنے جا ملے میری طرف سے تمہیں قیامت تک سلام پہنچتا رہے"

یہ باتیں سن کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمان رونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ اسی وقت دوبارہ حملہ کر دیا جائے، لیکن اتفاق سے اسی وقت آپ نے چند سوار رومی لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھتے دیکھے۔ جس وقت یہ سوار مجاہدین کے قریب پہنچے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پیادہ ہو کر لفون لفون (امان امان) پکارنے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فرمایا:

"ان کے امان مانگنے کو قبول کرو اور انہیں میرے پاس لاؤ"

حکم کے مطابق جب وہ حاضر کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کون ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم دشمن کے سپاہی ہیں۔ آپ سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے، اس لئے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ ہمارے جس بہادر نے تمہارے سردار کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا، اس کے متعلق تمہیں کچھ علم ہے یا نہیں؟

انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارے سردار دروان نے اس بہادر کو سو سواروں کے ساتھ خچروں پر سوار کر کے حمص کی جانب روانہ کر دیا تھا تا کہ وہ شاہ ہرقل کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

یہ خبر سن کر حضرت خالد بہت خوش ہوئے، آپ نے فوراً حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ رافع! تم اپنے ساتھ سو تجربہ کار سواروں کو لے کر فوراً ہی چل پڑو اور دشمن کے اس دستے کا تعاقب کرو جو حضرت ضرار کو گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم قریب ہی کہیں انہیں پا لو گے۔

سپہ سالار کا حکم سن کر حضرت رافع رضی اللہ عنہ فوراً تیار ہو گئے اور اپنے لیے سو سواروں کا بھی انتخاب کر لیا۔ لیکن قبل اس کے آپ روانہ ہوتے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو اس دستے کی روانگی کی خبر مل گئی۔ یہ پتہ چلتے ہی ان کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہتھیار لگائے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''ایہا الامیر! میں آپ کو طاہر و مطہر حضرت محمد خیر البشر ﷺ کا واسطہ دے کر درخواست کرتی ہیں کہ جو دستہ آپ روانہ کر رہے ہیں، مجھے بھی ان کے ہمراہ جانے کی اجازت دیں تاکہ میں بھی ان کی کوئی مدد کر سکوں''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے انہیں بھی اجازت دے دی۔

مجاہدین کا یہ دستہ دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوا تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا باقی مجاہدین سے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ جس وقت یہ دستہ سلیمہ کی سڑک پر پہنچا تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے ادھر ادھر دیکھا، جب انہیں اس جگہ سے گھوڑوں یا کسی فوج کے گزرنے کے آثار نظر نہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ دوستو خوش ہو جاؤ، دشمن ابھی یہاں تک پہنچا نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے مجاہدین کو وادی حیات میں چھپا دیا۔ یہ حضرات ابھی کمین گاہوں میں چھپے ہی تھے کہ دور سے گرد و غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ غبار قریب آیا تو معلوم ہوا کہ دشمنوں کا وہی دستہ ہے جو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو لئے جا رہا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت ضرار کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور ان کے درمیان یہ عظیم مجاہد یہ اشعار پڑھتا جا رہا تھا:

''اے جاسوس!

میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں قیدی ہوں

اور مشکیں بندھا ہوا ہوں

شام کے بے دین اور کافر میرے آس پاس ہیں

اور وہ سب زرہ پہنے ہوئے ہیں

اے دل! تو غم وحسرت کے مارے مرجا

اور اے میری بہادری کے آنسو! میرے رخسار پر بہہ جا

کیا تو جانتا ہے کہ میں پھر ایک دفعہ اپنے خاندان اور خولہ کو دیکھ سکوں گا؟

اور میں اس عہد کو یاد دلاؤں گا جو ہمارے درمیان تھا''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا یہ اشعار سنتے ہی بے قرار ہو گئیں اور کمین گاہ میں بیٹھے بیٹھے ہی پکار اٹھیں کہ بھائی جان! خداوند تعالیٰ جل مجدہ نے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیا۔ آپ کی گریہ وزاری کو سن لیا۔ میں ہوں آپ کی بہن خولہ!

یہ کہہ کر انہوں نے زور سے تکبیر کہی اور حملہ کر دیا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان بھی تکبیر پڑھ کر حملہ آور ہو گئے۔

اس دستے کے ایک مجاہد کہتے ہیں کہ میں بھی اس وقت اس جماعت میں تھا جس وقت ہم نے تکبیر کے نعرے لگائے تو الہام الٰہی کی بدولت ہمارے گھوڑے بھی خوشی میں آ کر زور زور سے ہنہنانے لگے۔ ہمارے ایک ایک سوار نے رومیوں کے ایک ایک سوار کو آگے رکھ لیا اور ابھی ایک گھنٹہ بھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ ہمارا ہر سپاہی اپنے حریف کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ خداوند تعالیٰ جل مجدہ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو رہائی دلوائی اور ہم نے رومیوں کے گھوڑوں اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔

ایک اور مجاہد کہتے ہیں کہ ہم ابھی ان سو سواروں سے لڑنے میں مشغول تھے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کو چھڑایا، مشکیں کھولیں اور سلام کیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو شاباش دی۔ مرحبا کہا اور ایک خالی گھوڑے پر جو دوڑتا ہوا پھر رہا تھا، سوار ہو گئے۔ ہاتھ میں ایک گرا ہوا نیزہ اٹھایا اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

''یارب! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں

تو نے میری دعا قبول فرمائی

میرا رنج دور کر دیا اور میری بے چینی کو ہٹا دیا

تو نے میری تمنائیں پوری کر دیں

اور مجھے میری بہن سے ملوا دیا

میں آج اپنے دل کو اپنے دشمنوں سے تسکین دوں گا''

اور پھر دونوں بہن بھائی دشمنان اسلام کے خلاف مزید جنگوں کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

عظیم بھائی کی رہائی کے لئے دلیر بہن کی جانبازی وسرفروشی کے اس واقعہ کو ابھی کچھ زیادہ دن نہ گزر پائے تھے کہ ایک اور حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعہ پیش آ گیا۔

ایک دن امین الامۃ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ مسلمان مجاہدین کی خواتین کی حفاظت کے لئے ان کو کسی محفوظ مقام کی جانب لے جا رہے تھے، ان خواتین میں خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ جبکہ ایک ہزار مسلمان مجاہدین عورتوں کی اس جماعت کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ سفر جاری تھا کہ اچانک شام کے عیسائیوں نے اپنے ایک کمانڈر بولص اور ان کے بھائی پطرس کی قیادت میں اس مختصر سے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کی تعداد سولہ ہزار لشکریوں پر مشتمل تھی۔ اور دوسری طرف مسلمان بہت کم تعداد میں تھے۔ چنانچہ عیسائیوں نے بغیر کسی خاص مزاحمت کے کئی خواتین اسلام کو گرفتار کر لیا۔ ان گرفتار شدہ خواتین کو لے کر پطرس اور عیسائی جنگجوؤں کی ایک بڑی تعداد میدان جنگ سے روانہ ہو کر نہر استریاق کے کنارے آ گئی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ تاہم آپ ہمت ہارنے والے نہیں تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک ہزار مجاہدین ہی کو لے کر بولص کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ناپاک کافروں کے درمیان معرکہ کارزار گرم

ہوا۔غبار سردوں پر بلند ہونے لگا اور اس زور و شور سے تلواریں چلیں کہ ارض سحور لالہ زار بن گئی۔

اسی دوران ایک صحابی سہیل بن صباح رضی اللہ عنہ سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں صورتحال کی اطلاع دی۔آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور مسلمانوں کا لشکر لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔مجاہدین کے اس لشکر میں حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

میدان جنگ میں پہنچ کر بہادران اسلام نے اس زور سے حملہ کیا کہ صلیبیں جھک گئیں۔ رومیوں کو اپنی ذلت و خواری کا یقین ہو گیا۔حضرت ضرار رضی اللہ عنہ آگ کے شعلہ کی طرح بولص کی طرف بڑھے،اس دشمن خدا نے جب آپ کی طرف دیکھا تو ہوش اڑ گئے،کانپنے لگا اور چونکہ ان کی بہادری،شجاعت اور سپہ گیری کے جوہر اس سے پہلے بھی وہ بچشم خود دیکھ چکا تھا،اس لئے انہیں دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

''اے عربی!تمہیں اپنے دین کی قسم!اس شیطان کو مجھ سے علیحدہ رکھو،میرے پاس نہ آنے دو''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں شیطان اسی وقت تو ٹھہروں گا جب تیرے کہنے پر تیرے پاس آنے سے رک جاؤں گا''

یہ کہہ کر آپ نے اچانک اس کے ایک نیزہ مارا۔بولص نے جس وقت اپنی طرف نیزہ آتا ہوا دیکھا تو جان بوجھ کر گھوڑے سے گر پڑا اور پیدل اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔آپ بھی گھوڑے سے کود کر اس کے تعاقب میں دوڑے اور فرمایا:

''تو کہاں جاتا ہے؟حالانکہ شیطان تیرے پیچھے پیچھے تیری طلب میں ہے''

اس نے جواب دیا:

''او دیہاتی!مجھے زندہ رہنے دے،میری زندگی کے ساتھ تمہاری عورتوں اور بال بچوں کی

بھی زندگی وابستہ ہے"

یہ سن کر آپ نے اس کے قتل سے ہاتھ روک دیا اور زندہ گرفتار کر لیا۔ ادھر مسلمانوں نے دل کھول کر رومیوں پر ایک حملہ کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

معرکہ کے آخر میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اپنی بہن کی گرفتاری کے متعلق علم ہوا تو آپ کو نہایت دکھ ہوا۔ آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بھی اس کی اطلاع دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"گھبراؤ نہیں! ہم نے ان کے سردار اور قوم کو گرفتار کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی عورتوں کی رہائی کے لئے دمشق ضرور چلنا چاہئے۔ ان قیدیوں کے عوض ہم اپنی عورتوں کو چھڑا لیں گے"

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

"آپ باقی ماندہ عورتوں کو آہستہ آہستہ لے کر چلیں، میں خواتین کی رہائی کے لئے جا رہا ہوں"

آپ نے دو ہزار سوار منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور گرفتار خواتین کی رہائی کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس وقت حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اور آپ کے لشکر کے آگے آگے چلتے ہوئے، یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

"یا رب......!

تو ہماری جن مصیبتوں کو دیکھ رہا ہے، انہیں دور کر دے

اور مجھے جلدی سے حسرت کی موت نہ دے

تاوقتیکہ میں اپنی بہن کو دیکھ لوں

میری یہی خواہش ہے دلی تمنا ہے

میرے دوستو! میرے ساتھ دشمن کی طرف چلو

تا کہ میں اپنی مراد اور مقصد کو جلدی سے پہنچ جاؤں

پھر اگر...... میں مر نہ جاؤں تو میری داڑھی منڈوا دینا''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ اشعار سن کر ہنسنے لگے۔

مجاہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ قافلہ جو اپنی بہنوں کی رہائی کے لئے محوِ سفر تھا، چلتا چلتا جب نہر استریاق کے قریب پہنچا تو دور سے انہیں ایک ایسا غبار دکھائی دیا جس کے اندر تلواریں چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ عجیب بات ہے!''

حضرت قیس نے کہا:

''میرے خیال میں یہ دمشق کے باقی ماندہ سپاہی ہیں جو زندہ بچ کر واپس جا رہے ہیں''

حضرت خالد نے فرمایا:

''نیزے تان لو اور اس وقت تک تیار رہو، جب تک حقیقت حال معلوم نہ ہو جائے''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیزوں کا رخ سامنے کی طرف کر لیا اور غبار کی طرف بڑھنے لگے۔

دوسری طرف ایک اور معرکہ برپا تھا......

☆......☆......☆

ہوا یوں کہ جب بولص کا بھائی پطرس خواتین عرب کو گرفتار کر کے نہر استریاق پر پہنچا تو اپنے بھائی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ وہاں اس نے اپنے سامنے ان عورتوں کو بلا کر کھڑا کیا۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا سے زیادہ خوبصورت چونکہ اس کو کوئی عورت نظر نہ آئی اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میری ہے اور میں اس کا ہوں۔ اس کے بارے میں کوئی مجھ سے جھگڑا نہ کرے۔ لوگوں نے اس کی اس بات کو منظور کر لیا۔ پھر اسی طرح ہر ایک دمشقی ایک ایک عورت کی طرف اپنے ناپاک ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہنے لگا کہ یہ عورت میرے لئے ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بکریوں اور اس مال کو جو لوٹ کر لے گئے تھے، جمع کیا اور بولص کا

انتظار کرنے لگے۔

ان گرفتار شدہ عورتوں میں اکثر قوم حمیر، قبیلہ عمالقہ اور تبابعہ کی بڑی بوڑھیاں تھیں، جو گھوڑے کی سواری، راتوں رات سفر کرنے اور وقت پر قبائل عرب سے مقابلہ کرنے کی خوگر اور عادی تھیں۔ یہ سب عظیم اور غیرت مند خواتین آپس میں جمع ہوئیں اور حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے انہیں مخاطب کر کے کہا:

''حمیر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تبع کی یادگارو!

کیا تم اس بات پر رضا مند ہو اور یہ چاہتی ہو کہ رومی کافر اور بے دین تم پر غالب آ جائیں؟ تم ان کی لونڈیاں، باندیاں بن کر رہو۔ کہاں گئی تمہاری وہ شجاعت اور کیا ہوئی تمہاری وہ غیرت جس کا چرچا عرب کی لونڈیوں میں اور جس کا ذکر عربی مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس میں تمہیں غیرت وحمیت سے خالی اور شجاعت و براعت سے دور دیکھ رہی ہوں۔ میرے نزدیک اس آنے والی مصیبت سے تمہارا قتل ہو جانا بہتر اور رومیوں کی خدمت کرنے سے مر جانا افضل ہے۔''

یہ سن کر عفیرہ بنت عفار حمیریہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اے بنت ازور! تم نے ہماری شجاعت و براعت، عقل و دانائی بزرگی اور مرتبہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا، وہ واقعی سچ ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہمیں گھوڑے کی سواری کی عادت ہے اور دشمن کا رات کے وقت بھی قافیہ تنگ کر دینا آتا ہے۔ مگر یہ تو بتلایئے کہ جو شخص نہ گھوڑا رکھتا ہو، نہ نیزہ اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو نہ تلوار، ایسا شخص کیا کر سکتا ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں دشمن نے اچانک گرفتار کر لیا۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی سامان نہیں، ہم بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھٹکتے پھر رہے ہیں''

یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''قبیلہ تابعہ کی بیٹیو! تمہاری غفلتوں کا کچھ ٹھکانا ہے؟ خیموں کی لکڑیاں اور ستون تو موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں اٹھا اٹھا کر بدبختوں پر حملہ آور ہوں۔ ممکن ہے کہ ارحم الراحمین ہماری

مدد کرے اور ہم غالب آ جائیں۔ ورنہ کم از کم شہید ہی ہو جائیں تا کہ یہ کلنک کا ٹیکہ تو ہماری پیشانیوں پر نہ لگنے پائے"

عفیرہ بنت غفار رضی اللہ عنہ نے کہا:

"واللہ میرے نزدیک بھی یہ آپ کی رائے بہت زیادہ صحیح اور پسندیدہ ہے"

اس کے بعد ہر ایک عورت نے خیمہ کی ایک ایک لکڑی اٹھائی۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا خود بھی کمر باندھ کر ایک بڑی سی لکڑی کاندھے پر رکھ کر آگے ہوئیں۔ ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار، ام ابان بنت عتبہ، سلمہ بنت نعمان بن المقرر اور دیگر عورتیں چلیں۔

اسلام کی ان بہادر بیٹیوں نے "ھلْ من مبارز" کا نعرہ مارا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئیں۔ اس وقت حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنی اس نسوانی فوج کو مخاطب کیا اور اس طرح تنظیم اور قواعد کا سبق دینے لگیں۔

زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے ملی رہنا۔

متفرق ہرگز نہ ہونا

اگر خدانخواستہ تم متفرق ہو گئیں تو یاد رکھنا تمہارے سینوں کو نیزے توڑ دیں گے اور تمہاری گردنوں کو تلواریں کاٹ ڈالیں گی۔

تمہاری کھوپڑیاں اڑ جائیں گی اور تم سب یہیں ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گی۔

یہ کہہ کر آپ نے قدم بڑھایا اور ایک رومی کے سر پر اس زور سے لکڑی ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ رومیوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ ایک نے دوسرے سے پوچھنا شروع کیا کہ کیا ہوا؟ اچانک لکڑیاں اٹھائے عورتوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو پطرس نے چیخ کر عورتوں سے کہا:

بدبختو یہ کیا کرتی ہو؟

حضرت عفیرہ بنت عفار الحمیریہ نے جواب دیا

"آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان لکڑیوں کے ذریعے تمہارے دماغوں کو درست اور

تمہاری عمروں کو ختم کر کے اپنے اسلاف کے چہروں سے ننگ و عار کا دھبہ مٹا دیں"

پطرس یہ سن کر ہنسا اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تم پر تف ہے، تمہیں چاہئے کہ تم انہیں جدا جدا کر کے زندہ ہی پکڑ لو۔ تم میں سے جو شخص خولہ کو پکڑے اسے چاہئے کہ کسی برے کام کا خیال تک نہ لائے کیونکہ وہ میری ہے۔

پطرس کا یہ حکم سنتے ہی رومیوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر حلقہ باندھ لیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان تک پہنچیں مگر جیسے ہی کوئی شخص ان کے قریب پہنچتا تھا یہ پہلے لکڑیوں سے اس کے گھوڑے کے ہاتھ پیر توڑ دیتی تھیں اور جس وقت وہ سوار الٹے منہ گرتا تھا تو ضربیں مار مار کر اس کا سر توڑ دیتی تھیں، اس لئے ان تک کوئی نہ پہنچ سکا۔

ان بہادر خواتین نے اسی طرح تیس سوار موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ پطرس یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا اور اس کے ساتھ اس کے ہمراہی بھی پیدل ہو گئے۔ پھر وہ سب نیزے اور تلواریں لے کر خواتین اسلام کی طرف بڑھے۔ خواتین آپس میں ایک دوسرے کی طرف لپکیں اور آپس میں کہنے لگیں:

"ذلت کی زندگی سے عزت کے ساتھ مر جانا بہت زیادہ افضل ہے"

اس کے بعد پطرس نے عورتوں کے مقابلے میں اگرچہ بہت ہاتھ پیر مارے مگر ان کی بہادری اور شجاعت کے سامنے کف افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی طرف اس نے دیکھا جو ایک شیرنی کی طرف دوڑ رہی تھیں اور ان کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

ہم قبیلہ تبع اور حمیر کی لڑکیاں ہیں
ہمارے لئے تمہیں قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں
کیونکہ ہم لڑائی میں دہکتی ہوئی آگ ہیں
آج تم سخت عذاب میں مبتلا ہو گے!

پطرس نے جب آپ کی زبان سے یہ اشعار سنے، آپ کا حسن و جمال دیکھا اور قدرعنا ملاحظہ کیا تو آپ کے قریب آ کر کہنے لگا:

"اے عربیہ! تم اپنے ان کاموں سے باز آ جاؤ۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ میں تمہارا مالک بن جاؤں؟ حالانکہ میں وہ شخص ہوں جس کی تمنا میں تمام عیسائی عورتیں رہتی ہیں، پھر میں زراعتی زمین، باغات، مال واسباب اور بہت زیادہ مویشیوں کا مالک اور بادشاہ ہرقل کے نزدیک ذی مرتبت اور صاحب عزت شخص ہوں اور یہ سب کچھ تمہارے لئے ہی ہے، تمہیں چاہئے کہ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور اپنی جان کو اپنے ہاتھوں سے نہ گنواؤ"

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا:

"کافر...... بدبخت...... فاجر کے بچے...... خدا کی قسم! اگر میرا بس چلے تو میں ابھی اس لکڑی سے تیرا سر توڑ کر بھیجا باہر نکال ڈالوں۔ واللہ! میں اپنی اونٹ اور بکریاں بھی تجھ سے نہ چراؤں چہ جائیکہ تو میری برابری اور ہمسری کا دعویٰ کرے"

پطرس یہ سن کر غصہ میں بھر گیا اور ساتھیوں سے کہنے لگا کہ تمام ملک شام اور گروہ عرب میں اس سے زیادہ اور کیا شرم کی بات ہوگی کہ عورتیں تم پر غالب آ جائیں۔ یسوع مسیح اور بادشاہ ہرقل کے خوف سے ڈرو اور انہیں قتل کر دو۔

رومی یہ سن کر جوش میں آ گئے اور سب نے مل کر خواتین پر یک لخت حملہ کر دیا۔ خواتین اس شدید حملہ کو صبر و استقامت سے برداشت کر رہی تھیں کہ اسی دوران انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو دیکھا جو گرد و غبار اڑاتا ہوا ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مجاہدین کی تلواریں چمکتی ہوئی خواتین کو نظر آ رہی تھیں۔

☆......☆......☆

ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ فاصلے پر ٹھہر کر اپنے جان بازوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے، جو مجھے اس صورتحال کی خبر دے۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے آگے

بڑھ کر خود کو پیش کیا اور پھر گھوڑے کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی۔ وہ عورتوں کے قریب پہنچ کر واپس لوٹے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خواتین اسلام کی دلیرانہ جنگ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا:

''تعجب ہے...... رافع ان عورتوں کی تو حرب وضرب اکثر جگہ مشہور ہے، اگر صورتحال واقعی وہی ہے جیسے تم نے بیان کی ہے اور ان عورتوں نے ایسی ہی بہادری اور شجاعت دکھائی ہے تو یاد رکھو! انہوں نے مردوں اور عربوں کی لڑکیوں پر قیامت تک اپنا سکہ بٹھا کر اپنے سر سہرا باندھ لیا اور عورتوں کی پیشانیوں سے ننگ و عار کا دھبہ دھو دیا ہے۔

لشکر اسلام کے ساتھ آنے والے دیگر مجاہدین نے بھی جب یہ صورتحال سنی تو خوشی کے مارے ان کے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے تو ایک والہانہ جوش و جذبہ کے ساتھ زبردست قسم کی چھلانگ لگائی، آپ کے جسم پر اس وقت جو پرانی سی چادر تھی، اسے اتار پھینکا، نیزہ ہاتھ میں لیا اور یہ سوچ کر گھوڑے پر سوار ہو گئے کہ سب سے پہلے میں ہی خواتین کی مدد کے لئے پہنچوں گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ضرار! ذرا ٹھہرو، جلدی نہ کرو، جو شخص کسی کام کو صبر واستقلال سے کرتا ہے وہ ہمیشہ خوشی کے ساتھ اسے پورا کر لیتا ہے۔ لیکن جو لوگ جلد بازی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں، انہیں دامن مراد بھرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوتی''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''ایہا الامیر! مجھے اپنی بہن کی مدد اور نصرت کے لئے پہنچنے سے صبر نہیں آ رہا''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ان شاء اللہ! فتح اور خوشی نزدیک ہے''

اس کے بعد آپ نے لشکر اسلام کے قریب گھوڑوں کو ترتیب کے ساتھ قطاروں میں کھڑا کیا، اسلامی پرچم کو بلند کیا اور خود لشکر کے درمیان میں پہنچ کر فرمایا:

''معاشر المسلمین! جس وقت تم دشمن کے قریب پہنچ جاؤ تو بکھر کر فوراً چاروں طرف سے انہیں گھیر لینا۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ اس طرح ہماری خواتین کو رہائی عطا فرمائے گا اور ہمارے بچوں پر رحم کرے گا''

اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر کے آگے آگے چلے...رومی اس وقت عورتوں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے، اچانک انہیں مسلمانوں کا لشکر دکھائی دیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے چیخ کر کہا:

''تبابعہ کی بیٹیو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت نازل ہوئی ہے اور اس نے محض اپنی مہربانی سے تمہارے دلوں کو خوش کر دیا ہے''

پطرس نے جس وقت فرزندان توحید کی فوج کو اس شان وشوکت سے اپنے سر پر آتے دیکھا کہ ان کے نیزے نیستان کی تیروں کی طرح ایک دوسرے سے چسپاں اور ان کی تلواریں برق کی مانند چمکتی ہوئی نظر آ رہی ہیں تو اس کا دل دھڑکنے لگا۔ ہاتھ پیر میں رعشہ آ گیا۔ شانے کا گوشت بھڑکنے لگا۔ باقی رومی بھی بوکھلا اٹھے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پطرس رومیوں کے درمیان سے نکلا اور عورتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

''چونکہ ہماری بھی بہو، بیٹیاں، مائیں، بہنیں اور خالائیں ہیں اس لئے میرے دل میں تمہارے لئے محبت وشفقت آ گئی ہے۔ لہذا میں تمہیں اس صلیب کے صدقہ چھوڑتا ہوں۔ جب تمہارے مرد قریب آ جائیں تو انہیں میری اس بات کی اطلاع دے دینا''

یہ کہہ کر پطرس نے بھاگنے کا ارادہ کیا اور گھوڑے کی باگ موڑ دی، مگر قبل اس کے کہ وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا، اس نے مسلمانوں کے لشکر کے درمیان سے دو سواروں کو دیکھا جن میں سے ایک زرہ پہنے ہوئے تھا اور دوسرا ننگے بدن، یہ دونوں سوار عربی گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزے ہاتھ میں لئے نکلے اور سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہوئے شیر کی طرح اس کی طرف لپکے۔ یہ دونوں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار افواج اسلامیہ اور دوسرے حضرت ضرار بن ازور رضی

اللہ عنہ تھے...... حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے جب اپنے بھائی کو دیکھا تو آواز دی اور کہنے لگیں:

''بھائی جان! کہاں چلے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد اور تعاون سے تو ہمیں پہلے ہی مستغنی کر دیا''

پطرس حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگا:

''تم اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤ، اگرچہ تمہاری جدائی مجھے ناگوار گزرے گی، مگر میں تمہیں ان کے حوالے کرتا ہوں''

یہ کہہ کر اس نے بھاگنا چاہا مگر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے فرمایا:

''تم ہماری طرف دوستی اور مہربانی کا ہاتھ بڑھاؤ اور ہماری طرف سے بے رخی اور کج ادائی ہو، یہ ہم عربوں کا شیوہ نہیں ہے، تم اپنی خواہش کی تلاش میں مگن رہو''

یہ کہہ کر آپ اس کے سامنے آ گئیں...... پطرس بولا

''میرے دل سے تمہاری محبت نکل چکی ہے، اس لئے مجھے اب اپنی صورت نہ دکھلاؤ''

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''مگر مجھے تو ہر حالت میں تیرا ساتھ دینا چاہئے''

یہ کہہ کر آپ اس کی طرف لپکیں

ادھر حضرت خالد اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہما بھی پطرس پر جھپٹے۔ باقی مسلمانوں نے بھی اسی کی طرف رخ کیا۔ پطرس نے جب یہ منظر دیکھا تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو کہنے لگا:

''اے عربی! یہ لو...... اپنی بہن کو لے لو...... یہ تمہیں مبارک ہو...... یہ میری طرف سے تمہیں ایک ہدیہ ہے''

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بہت اچھا! میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا مگر میرے پاس اس وقت اس ہدیہ کا بدلہ دینے کو سوائے میرے اس نیزے کی نوک کے اور کچھ نہیں ہے...... لے اسے لے لے''

اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

ترجمہ ''جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم بھی اسے اس سے اچھی یا وہی دعا لوٹا دیا کرو''

پھر آپ نے پطرس پر حملہ کر دیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا نیزہ اس کے دل میں لگا اور ادھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے پیروں پر ایک ضرب رسید کی۔ گھوڑا چکرا کر سر کے بل گر پڑا اور وہ دشمن خدا زمین پر آ گرا۔ اس کے گرتے گرتے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنا نیزہ اس کے پہلو میں گاڑ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پکار اٹھے:

''شاباش! یہی وہ نیزہ ہے جس سے حملہ کرنے والا کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھتا''

اس کے بعد مسلمانوں نے رومیوں پر زبردست یلغار کی اور انہیں گھیر گھیر کر تین ہزار رومیوں کو جہنم واصل کر دیا۔ اس خونریز معرکہ میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے تیس رومی کافر قتل کیے اور آپ کی بہادر بہن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لکڑی سے ہی بہت سے رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆......☆......☆
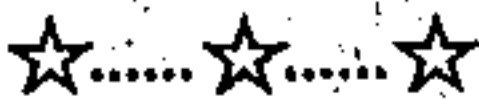
جنگ یرموک مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک تاریخی جنگ تھی، جو سرزمین شام میں لڑی گئی۔ اس جنگ میں لشکر کفار چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھا اور مسلمان ان کے مقابلہ میں بہت تھوڑے تھے...... اس لئے یہ جنگ کئی دنوں تک جاری رہی اور مسلمان حوصلہ مندی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس جنگ کے دوران ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب مسلمان مردوں کے حوصلے پست ہونے لگے اور ان کی صفوں میں سستی اور انتشار پھیلنے لگا۔ ایسے موقع پر خواتین اسلام نے ہمت و جوانمردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ ان خواتین میں

خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں!

یرموک کے میدان میں جب مسلمانوں پر عرصہ حیات بالکل تنگ ہو گیا۔ مسلمان کثرت سے شہید ہونے لگے اور رومی ان میں آکر مل گئے تو قریشی خواتین نے مردانہ وار اٹھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ جنگ برابر جاری تھی، شعلے بھڑک رہے تھے کہ خواتین نے اپنی قومی حمیت اور القابات کو زور زور سے پکار کر لڑنا شروع کیا اور اپنے فرزندوں کے گھوڑوں کے چہروں پر لکڑیاں مار مار کر انہیں میدان جنگ کی طرف لوٹا دیا۔ یہ بہادر خواتین خود بھی برابر لڑ رہی تھیں کہ اچانک رومیوں نے ان پر ایک سخت حملہ کر دیا۔ اس حملہ کی تاب نہ لا کر کئی قبائل کی خواتین پسپا ہونے لگیں۔ لیکن اس وقت حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا اور دیگر بہادر خواتین ان عورتوں کی طرف بڑھیں اور ان کے چہروں اور سروں پر لکڑیاں مار مار کر کہنے لگیں کہ تم ہمارے درمیان سے نکل جاؤ، تم نے ہماری جماعت کو بھی سست کر دیا۔ یہ سن کر وہ خواتین پھر لڑائی کی طرف مڑیں اور بے خوف وخطر ہو کر لڑنے لگیں۔

جنگ یرموک کے ایک مجاہد حازم بن معن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جنگ کے دوران جب ہم دشمن کی کثرت اور دباؤ کی وجہ سے بھاگ کر عورتوں کی طرف آئے تو ان عورتوں نے ہمارے چہروں پر مار مار کر ہمیں واپس جنگ کی طرف لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ مارتی جاتی تھیں اور چیخ چیخ کر کہتی جاتی تھیں:

اللہ اللہ لا تمغوا الاسلام بھزمتکم واتقوا اللہ ربکم

(اللہ بہت بڑا ہے لوگو! اپنی شکست سے اسلام میں رخنہ نہ ڈالو اور اپنے پروردگار سے ڈرو)

حضرت عیاض بن سہیل طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یرموک کی جنگ میں..... خولہ بنت ازور، خولہ بنت ثعلبہ انصاریہ، کعوب بن مالک، سلمی بنت ہاشم، نعم بنت قناص، ہند بن عتبہ، لبنی بنت جریر..... رضی اللہ عنہن ..... کمر کس کر، لاٹھیاں لے کر عورتوں کے آگے آگے تھیں اور خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا یہ اشعار پڑھتی جا رہی تھیں:

اے وفادار عورتوں سے بھاگنے والو!

ان عورتوں سے جو خوبصورت ہیں اور صاحب اولاد ہیں

کیا تم انہیں دشمنوں کے سپرد کر رہے ہو

جو ہماری لڑکیوں کے ساتھ ہمارے مالک ہو جائیں گے

یہ کافر بڑی بدکاری سے تجاوز کرنے والے ہیں

ہم بہت پراگندہ حال ہو جائیں گی!

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ایسے ہی اشعار پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو ترغیب دلاتی رہیں حتیٰ کہ شکست خوردہ مسلمان ان کے یہ اشعار سن کر ایک مرتبہ پھر میدان جنگ کی طرف لوٹ آئے۔

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یرموک کی جنگ میں رومیوں میں سے ایک کافر نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھیں اور تلوار سے اس کا مقابلہ کرنے لگیں۔ آپ کی تلوار آپکے ہاتھ سے گر گئی اور اس کافر کی تلوار آپ کے سر پر آ کر لگی۔ سر سے خون جاری ہو گیا اور آپ زمین پر گر پڑیں۔ آپ کی سہیلی حضرت عفیرہ رضی اللہ عنہا نے انہیں زمین پر گرتے دیکھا تو چلائیں اور کہا کہ خدا کی قسم ضرار! اپنی بہن کی وجہ سے غمگین ہو گئے۔ یہ کہتے ہی آپ نے اس رومی پر حملہ کیا اور اس کو تلوار کا ایک ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ اس کا سر دور جا گرا۔ پھر آپ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں، ان کے سر اپنے زانوؤں پر رکھا اور پوچھنے لگیں کہ کیا حال ہے؟

اس وقت حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے سر سے خون بہہ رہا تھا جس کی وجہ سے آپ کے سر کے بال لالے کے پھول کی طرح سرخ ہو چکے تھے، کہنے لگیں:

''اچھی ہوں...... خدا کا شکر ہے...... مگر میرا یہ خیال ہے کہ میں چند گھڑی کی مہمان ہوں...... اگر تمہیں میرے بھائی ضرار کا کچھ پتہ ہو تو بتاؤ''

حضرت عفیرہ بولیں:

"اے بنت ازور! مجھے ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں"

یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح دعا کی:

"الٰہی! مجھے میرے بھائی کا بدلہ بنا دیجئے اور ان کی وجہ سے اسلام کو کوئی درد نہ پہنچایئے"

پھر حضرت عفیرہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اٹھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ اٹھ سکیں۔ چنانچہ چند عورتوں نے مل کر انہیں اٹھایا اور ان کے خیمے میں لاکر لٹا دیا۔ جب رات ہو گئی تو سب نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ وہ تندرستوں کی طرح لوگوں کو پانی پلا رہی ہیں اور سر کے زخم کا ان پر کوئی اثر نہیں۔ اتنے میں حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے، آپ نے جب اپنی پیاری بہن کے سر پر زخم دیکھا تو فرمانے لگے کہ یہ کیا ہوا؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"یہ ایک کافر نے تلوار ماردی تھی، جسے عفیرہ نے قتل کر دیا"

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا:

"بہنا! تمہیں خوش ہو جانا چاہئے کہ میں نے تمہارے ایک زخم کے بدلے کافروں کے بہت سے زخم کھول دیئے اور بے شمار کافروں کو قتل کر ڈالا ہے"

یہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا اور ان جیسی دوسری بہادر خواتین ہی کی ثابت قدمی اور قربانی تھی جس نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیئے اور بالآخر وہ یرموک کی تاریخی جنگ جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔

سلام اے خولہ...... رضی اللہ عنہا...... کہ آج بھی تیرے حسین نقوش پا...... اسلام کی غیرت مند اور بہادر بیٹیوں کے لئے...... بہترین راہنما ہیں......!!

آٹھویں فصل

مجاہدین اسلام

اور

جذبہ جہاد

حضرت طارق بن زیاد علیہ الرحمہ کا جذبہ جہاد

جنگ کا آغاز

رمضان کا مہینہ تھا، 27 ویں شب تھی، مسلمان رات بھر عبادت و ریاضت، ذکر و تلاوت اور دعاؤں میں مشغول رہے۔ تلواریں اور خنجر تیز کر لئے گئے، گھوڑوں پر زینیں کس لی گئیں، افق پر سحر کے آثار نمودار ہوئے تو سرزمین اندلس پر مجاہدین کی اذانیں ہوا کے دوش پر دور دور تک سنائی دے رہی تھیں۔ نماز فجر کے بعد مجاہدین اسلام میدان جنگ میں صف آراء ہوئے۔ یہ 27 رمضان المبارک 92ھ (19 جولائی 711ء) کی تاریخی صبح تھی۔

یہ وہی یادگار دن تھا جس میں طارق بن زیاد کے دل سے نکلنے والی دعاؤں کو اقبال مرحوم کے تخیل نے زبان بخش کر اس شہرہ آفاق نظم میں ڈھال دیا۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خون عرب سے

جنگ کے نقارے پر چوٹ پڑی اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر پل پڑے۔ بارہ ہزار افراد پر مشتمل اسلامی لشکر کے اکثر سپاہی پیدل تھے۔ ان کے پاس ننگی تلواروں، عربی کمانوں اور نیزوں کے سوا کوئی اسلحہ نہ تھا، جبکہ راڈرک کی اکثر فوج گھڑ سوار تھی۔ وہ زرہ بکتروں میں ملبوس تھے اور ہر قسم کا بہترین اسلحہ انہیں مہیا تھا۔ ان کے لئے خوراک ورسد اور کمک کی بھی کوئی کمی نہ تھی، خود راڈرک بڑے غرور کے ساتھ قلب لشکر میں پہیوں والے شاندار مرصع تخت پر بیٹھا تھا۔ اس تخت کے آگے دو گھوڑے جوتے گئے تھے۔ راڈرک اس متحرک تخت پر بیٹھے بیٹھے اپنی فوج کا جائزہ لے رہا تھا اور اسے احکامات دے رہا تھا۔

گھمسان کی جنگ میں دونوں فریقوں کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ نصرانیوں کے گھڑ سوار دستے جب گرد و غبار کے بادل اڑاتے، پیادہ مسلم سپاہیوں پر حملہ آور ہوتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سامنے آنے والی ہر شے تہہ و بالا ہو جائے گی اور مزاحمت کرنے والے مسلمان گھوڑوں کے سموں تلے کچلے جائیں گے، مگر صحابہ کرام کے تربیت یافتہ تابعین کی سرکردگی میں لڑنے والے بربر مجاہدین اپنی جگہ سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتے۔ ان کی صفوں میں ذرہ برابر رخنہ پیدا نہ ہوتا، وہ حملہ آور گھڑ سواروں کو نیزوں کے انیوں اور تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیتے اور ان کی بڑی تعداد کو خاک و خون میں لت پت کر کے بقیہ دشمنوں کو پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیتے۔

یہ یادگار جنگ ایک دو نہیں، پورے آٹھ روز تک بڑی شدت سے جاری رہی، شروع میں عیسائیوں کے حوصلے اپنی تعداد کی کثرت کے باعث بلند تھے۔ مجاہدین اسلام کی عددی کمی کو اپنی فتح کا پیش خیمہ سمجھ رہے تھے مگر چند روز کے خونریز معرکوں نے نصرانیوں کو یہ یقین دلا دیا کہ ان کا مقابلہ ایک ایسی قوم سے ہے جس کو محض عددی اکثریت اور اسلحہ کی برتری کی بناء پر شکست دینا ناممکن ہے۔

شاندار فتح

5 شوال کو دونوں فریق لڑتے لڑتے نڈھال ہو چکے تھے تاہم مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے اور ان کی روحانی قوت اور ایمانی جوش وجذبے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جبکہ نصرانیوں کے نہ صرف کس بل نکل چکے تھے، ان کی ہمت بھی جواب دے چکی تھی۔ لڑائی کے دوران مجاہدین نے نصرانیوں میں کم ہمتی کے آثار محسوس کر کے ان کے دونوں بازوؤں پر چند جارحانہ حملے کر کے ان کی صفیں چیر دیں اور انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ لشکر کے دائیں اور بائیں حصے کی شکست کے باوجود راڈرک لشکر کے مرکزی دستے کو بڑی پامردی سے لڑاتا رہا، یہ دیکھ کر طارق بن زیاد اپنے کچھ جانثاروں کے ساتھ حریف کے قلب کی صفوں میں گھس گئے، ان کی نظر راڈرک پر پڑی تو للکار کر کہا "یہ ہے عیسائیوں کا بادشاہ" اور اس کے محافظوں کے گھیرے کو توڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھے، راڈرک موت کو اپنی طرف لپکتے دیکھ کر بدحواس ہو کر بھاگ نکلا اور پھر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ دریائے گواڈلیٹ کے کنارے دلدل میں اس کا سفید گھوڑا پھنسا ہوا ملا۔ اس کا ایک جواہرات سے مرصع زرتار کرتا اور ایک سنہرا موزہ بھی اس دلدل میں پایا گیا جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جان بچانے کے لئے دریا میں کود کر غرق ہو چکا ہے۔ راڈرک کے فرار ہوتے ہی دشمن نے میدان خالی کر دیا۔ لاشوں کو شمار کیا گیا تو تین ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے جبکہ عیسائی مقتولین ان گنت تھے۔

اظہار مسرت

وادی لکہ کا یہ معرکہ اندلس کی فتح کی کلید بن گیا۔ عیسائی اس کے بعد کہیں قدم جما کر نہ لڑ سکے اور مسلمان دشمنوں کے شہروں کو آسانی سے فتح کرتے چلے گئے۔ طارق بن زیاد نے ان فتوحات کی مسرت میں چند عربی اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

''ہم آبنائے میں ایسی کشتیوں پر سوار ہوئے جن کی درزیں ڈامر سے بند کی گئی تھیں۔

اس امید میں کہ اللہ نے ہم سے ہماری جان، مال اور اہل وعیال کو خرید لیا ہے، اس جنت کے بدلہ میں جس میں جب بھی ہمیں کسی شے کی خواہش ہوگی، وہ ہمیں مل جائے گی۔ ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ کس طرح ہماری جانیں لگاتار قربان ہو رہی ہیں، اس لئے کہ ہمیں اس سے کہیں زیادہ قابل قدر شے (یعنی جنت) بدلے میں حاصل ہو رہی ہیں''

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ کا جذبہ جہاد

فاتح بیت المقدس حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ جب بیت المقدس کو فتح کرنے نکلے تو ان کے ساتھ جذبہ ایمانی اور جذبہ جہاد سے سرشار سترہ ہزار فوج تھی، جنگ سے ایک دن پہلے حضرت صلاح الدین الدین ایوبی علیہ الرحمہ نے سترہ ہزار فوج سے خطاب کیا۔

''اے میرے مجاہدو! یہاں سے مصر بہت دور ہے مگر جنت بہت قریب ہے، اگر اب بھی کسی کو مصر جانا ہے تو وہ مصر چلا جائے اور جسے جہاد کرنا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے''

اللہ اللہ! یہ سننا تھا کہ ساری کی ساری اسلامی فوج نے حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کی آواز پر لبیک کہا۔

صلاح الدین ایوبی پر یہودیوں کا وار

جب عیسائیوں اور یہودیوں نے حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کا جوش ایمانی دیکھا تو حسین وجمیل عورتوں سے اس پر وار کیا۔

عورتیں بن سنور کر حضرت صلاح الدین ایوبی کے دربار میں آ گئیں تا کہ وہ شہوت پرستی کا شکار ہو۔

مگر اللہ اکبر! حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ جس کی نظروں میں سرکارِ اعظم ﷺ کے جلوے بسے ہوئے تھے، وہ کہاں ان عورتوں کی طرف دیکھتا۔

یہودی، عیسائی کیا دیکھتے ہیں کہ جب وہ عورتیں حضرت صلاح الدین ایوبی کے دربار سے نکلتی ہیں تو سرکارِ اعظم ﷺ کا کلمہ پڑھ کر نکلتی ہیں۔

صلاح الدین ایوبی رو پڑے

مسلمانوں کی جذبہ جہاد سے سرشار سترہ ہزار فوج نے تین لاکھ یہودیوں کو جہنم رسید کیا۔ آخر کار مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کر لیا۔ یہ وہ بیت المقدس ہے جہاں سے سرکارِ اعظم ﷺ کا سفرِ معراج شروع ہوا۔

اسلامی تاریخ کے اعتبار سے سفرِ معراج کی شب رجب شریف کی ستائیسویں رات ہے اور اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے مسلمان مجاہدین کے جوشِ ایمانی کی بدولت یہ انعام دیا کہ جس دن حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ نے بیت المقدس فتح کیا۔ اس دن رجب کے مہینے کی چھبیس تاریخ تھی۔

جب مسلمان مجاہد آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے، تو کیا دیکھا حضرت صلاح الدین ایوبی سجدے میں جا کر رو رہے ہیں۔ مسلمان مجاہدین نے کہا کہ آج تو فتح کا دن ہے۔ خوشی کا دن ہے، آج یہ رونا کیسا؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے دور تک دیکھتی ہیں۔ حضرت صلاح الدین ایوبی نے کہا "تمہاری نگاہیں بیت المقدس کی فتح پر ہیں اور میری نگاہیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ جیسے بیت المقدس آج آزاد ہوا ہے۔ کل اسی طرح مسلمانوں سے چھین لیا جائے گا۔

افسوس! صد افسوس! آج بیت المقدس ہم سے چھین لیا گیا۔ آج قبلہ اول یہودیوں کے قبضے میں ہے۔

نویں فصل

تاجدارِ کائنات امام المجاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

اور

دورِ نبوی کے 40 سرایا

تاجدار کائنات امام المجاہدین علیہ وسلم ﷺ کے غزوات

حضور اکرم ﷺ کے غزوات مبارک جن میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ ابن اسحق رحمۃ اللہ علیہ اور موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ستائیس ہیں اور باقی حضرات نے ان کی تعداد پچیس بتائی ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اٹھائیس جبکہ بعض روایات سے ان کے علاوہ تعداد بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ سرایا جن میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا (اور خود تشریف نہیں لے گئے) ابن سعد اور حافظ دمیاطی علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق 56 ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرایا کی تعداد 47 ہے۔ جبکہ بعض نے 48 اور بعض نے 36 کی تعداد بھی بتائی ہے۔ واللہ اعلم

غزوۃ الابواء

اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں، ودان ایک بڑی بستی کا نام ہے، جو ابواء کے مقام سے چھ یا آٹھ میل کے فاصلے پر ہے، ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ اس کا نام ابواء اس لئے پڑا کہ اس علاقے میں سیلاب بہت زیادہ آتے تھے۔

اس غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صرف مہاجر مسلمان تھے۔ آنحضرت ﷺ قریش کے ایک تجارتی قافلے کا راستہ روکنے اور بنی ضمرہ کی سرکوبی کے لئے 12 صفر 2 ہجری میں تشریف لے گئے۔ اس غزوہ میں لڑائی نہیں ہوئی اور بنی ضمرہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔

غزوہ بواط

''بواط'' ینبع کے پہاڑ کا نام ہے۔ اسی کی نسبت سے اس غزوہ کا نام ''غزوہ بواط'' پڑ گیا۔ یہ غزوہ ربیع الاول کے مہینے میں اور ایک قول کے مطابق ربیع الثانی کے مہینے میں پیش آیا۔ اس غزوہ

میں بھی آپ ﷺ قریش کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے، جس کا سردار امیہ بن خلف تھا، اس قافلے میں دو ہزار پانچ سو اونٹ تھے جن پر تجارتی سامان لدا ہوا تھا۔

''بواط'' پہنچنے سے پہلے قریش کا قافلہ نکل چکا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ اس دفعہ بھی بغیر جنگ کئے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

غزوۃ العشیرہ

''عشیرہ'' بھی ایک مقام کا نام ہے، آنحضرت ﷺ اس غزوہ کے لئے ڈیڑھ سو صحابہ اور ایک قول کے مطابق دو سو صحابہ کے ساتھ قریش کے تجارتی قافلے کے تعاقب کے لئے نکلے، اس قافلے کا امیر ابوسفیان تھاؓ۔ ان کے ساتھ ستائیس آدمی تھے اور ایک قول کے مطابق انتالیس آدمی تھے۔ اس قافلے کے ساتھ پچاس ہزار دینار تھے اور ایک ہزار اونٹ تھے جن پر سامان تجارت لدا تھا۔

عشیرہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ تجارتی قافلہ چند دن پہلے گزر کر ملک شام کی طرف جا چکا ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ بغیر جنگ کئے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ البتہ اس موقع پر آپ ﷺ نے بنی مدلج کے ساتھ امن کا معاہدہ فرمالیا۔

غزوہ بدر الاولیٰ

یہ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق غزوۃ العشیرہ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا۔ آپ ﷺ اس میں کرز بن جابر الفہری کے پیچھے نکلے تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ کی چراہ گاہوں اور مویشیوں پر حملہ کیا تھا۔ آپ ﷺ اس کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ایک وادی میں قیام فرمایا جس کا نام سفوان تھا، یہ وادی بدر کے قریب ہے، اس

لیے اس غزوہ کا نام غزوہ بدر الاولیٰ پڑ گیا۔ آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر زین جابر الفہری بھاگ گیا۔ اس لیے اس غزوہ میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔

غزوۃ بدر الکبریٰ

یہ عظیم الشان معرکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کے راؤسا کو ہلاک فرمایا، سترہ رمضان المبارک 2ھ کی صبح پیش آیا۔

غزوہ بنی سلیم

ابن اسحق علیہ الرحمہ کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بدر سے واپس تشریف لے آئے، تو ابھی آپ ﷺ نے سات راتیں بھی قیام نہیں فرمایا تھا کہ آپ ﷺ خود بنی سلیم سے مقابلہ کے لئے نکلے اور آپ ﷺ کدر نامی چشمے تک پہنچ گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے تین دن قیام فرمایا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

غزوہ بنی قینقاع

2ھ شوال کی پندرہ تاریخ، جبکہ آپ ﷺ کی ہجرت کا بیسواں مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ یہ غزوہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں میں سے یہ سب سے پہلا قبیلہ تھا جس نے عہد شکنی کی اور حضور اکرم ﷺ کو سختی سے جواب دیا اور جنگ کے لئے قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعے کا سخت محاصرہ کر لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور وہ یہ معاہدہ کر کے قلعے سے اتر آئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہوں گے اور ان کی عورتیں

اور بچے خود ان کے رہیں گے۔ قلعے سے اترنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کی مشکیں باندھ دیں اور اس کام پر حضرت منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی منت سماجت کرنے پر انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے مال واسباب سمیت جلاوطن ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ وہ اذرعات کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد)

غزوہ سویق

5 ذی الحجہ 2 ھ میں آپ ﷺ دوسو سواروں کو لے کر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کے لئے نکلے، مگر مشرکین بھاگ گئے اور جاتے وقت خود کو ہلکا کرنے کے لئے ستو کی تھیلیاں پھینکتے گئے، اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام سویق پڑ گیا۔ سویق عربی میں ستو کو کہتے ہیں۔

غزوہ غطفان

اس غزوہ کو غزوہ انمار اور غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں۔ یہ ربیع الاول 3 ھ میں پیش آیا۔ آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور خود چار سو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ ہوئے مگر اس غزوہ میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔

غزوہ بنی سلیم

اس کو غزوہ نجران یا بجران بھی کہتے ہیں یہ جگہ حجاز کا معدن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا، دشمن بھاگ چکے تھے اس لئے جمادی الاولی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی فرمائی۔ یہ پہلے والے غزوہ بنی سلیم کے علاوہ ہے اور سیرت کی کتابوں میں غزوہ بجران

کے نام سے مشہور ہے۔

غزوہ احد

یہ غزوہ 7 شوال 3ھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا اُس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد سو تھی جبکہ مشرکین کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے پاس سات سو زرہیں دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے ابتداء میں جتنے مشرک بھی مقابلے کے لئے نکلے مسلمانوں نے انہیں خاک وخون میں تڑپا دیا یہاں تک کہ جب مشرکوں کا جھنڈا اٹھانے والا کوئی نہیں رہا تو ایک عورت نے یہ جھنڈا اٹھا لیا یہ دیکھ کے پھر مشرک لڑنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن جب آخری جھنڈا بردار بھی قتل ہو گیا تو مشرک بھاگ کر بے تحاشہ دوڑنے لگے اور ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ان کی عورتیں ہلاکت ہلاکت پکار رہی تھی مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں پیچھے درے پر مقرر مسلمان تیراندازوں میں سے اکثر نے اپنی وہ جگہ چھوڑ دی جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل [جو دونوں اس وقت مشرکین کے ساتھ تھے] نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔ اسی اثنا میں شیطان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ اڑا دی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ڈٹ کر لڑتے رہے۔

غزوہ حمراء الاسد

اتوار کی صبح 16 شوال 3ھ میں یہ غزوہ پیش آیا قریش مکہ جب غزوہ احد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا چنانچہ ہمیں واپس

جا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ کے زخمی صحابہ نے بھی بھرپور ساتھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکل کر آٹھ میل دور حمراء الاسد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا مشرکین کو جب اسکی اطلاع ملی تو وہ خوف زدہ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ ربیع الاول 4ھ میں پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا چھتیسواں مہینہ شروع ہوا تھا یہودیوں کے قبیلے بنی نضیر نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رعب طاری کر دیا اور انہوں نے صلح کی درخواست کی چنانچہ انہیں اسلحہ کے سوا باقی اتنا سامان جو ان کے اونٹ اٹھا سکیں لے کر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی گئی ان میں سے اکثر نے خیبر کا رخ کیا جبکہ بعض شام جا کر آباد ہو گئے اس واقعے کے بیان میں قرآن مجید کی سورہ حشر نازل ہوئی۔

غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ 4ھ میں پیش آیا رقاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذات الرقاع پڑ گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ رقاع اس جگہ کے ایک درخت یا پہاڑ کا نام تھا اس کی طرف یہ غزوہ منسوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ بنی

محارب بنی ثعلبہ اور بنی غطفان کے مقابلے کے لئے نکلے تھے اس غزوے میں آپ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ الخوف بھی پڑھائی۔

غزوہ بدر صغریٰ

اس غزوے کو غزوہ بدر موعد بھی کہتے ہیں۔ یہ غزوہ شعبان 4ھ میں پیش آیا گذشتہ سال احد کے موقع پر ابوسفیان سے آئندہ سال بدر کے مقام پر جنگ کا وعدہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ ابوسفیان بھی مکہ سے نکلا مگر اسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

غزوہ دومتہ الجندل

ربیع الاول 5ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دومتہ الجندل نامی مقام کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے جب دومتہ الجندل والوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس ربیع الثانی 5ھ میں واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

غزوہ خندق یا احزاب

یہ غزوہ شوال 5ھ میں پیش آیا جب مشرکین نے مدینہ منورہ پر مشترکہ چڑھائی کی۔ اور ابوسفیان کی قیادت میں قریش، عینیہ بن حصن کی قیادت میں غطفان کے مشرک بنوفزارہ بنومرہ

اور اشجع قبائل کے مشرکین کے ساتھ مل کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تین ہزار مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے مشورے سے مدینہ کے باہر خندق کھودی، مشرکین کا لشکر اس خندق کے پاس آ کر رک گیا۔ خندق کے دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر تھا۔ بیس دن سے زائد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے اور تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ آخر کار مشرکین میں انتشار اور پھوٹ پڑ گئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو الٹ کر رکھ دیا اور اس طرح مشرکین ناکام واپس لوٹ گئے۔

غزوہ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا ظہر کے وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کی طرف کوچ کا حکم دیا ہے میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزاتا ہوں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ جو مسلمان بھی فرمانبردار ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ 23 ذی القعدہ 5ھ بدھ کے دن کا واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرام تھے اور لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ فرما لیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا بنو قریظہ والے سخت تنگی میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں رعب ڈال دیا چنانچہ وہ قلعوں سے اتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا آپ نے یہ

فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو فرمایا کہ آپ نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے کو جاری فرما دیا اور بنو قریظہ کے چھ سو یا سات سو اسلام دشمن یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

غزوہ بنی لحیان

یہ غزوہ ربیع الاول 6ھ میں پیش آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سو سواروں کے ہمراہ حضرت حبیب بن عدی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے مگر بنو لحیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔

غزوہ ذی قرد

یہ غزوہ 6ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا ذی قرد نامی مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور مال غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے۔

غزوہ بنی مصطلق

اس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق یہ شعبان 6ھ میں پیش آیا

جبکہ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خندق سے پہلے شعبان 5ھ میں پیش آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حارث بن ابوضرار نے مسلمانوں پر حملے کے لئے بہت ساری فوج جمع کر لی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تیز رفتاری سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لا سکے ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد عورت بچے بوڑھے گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے آئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا تو مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیئے۔

غزوہ حدیبیہ

یہ غزوہ ذی قعدہ 6ھ میں پیش آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ عمرے کے لئے نکلے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ستر اونٹ بھی تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے کے لئے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو روک لیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام سے موت پر اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت لی مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہو گئی۔

غزوہ خیبر

خیبر قلعوں والے ایک شہر کا نام ہے۔ غزوہ حدیبیہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم 7ھ میں خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خیبر

کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے خیبر تباہ ہو گیا بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔

یہودی آپ ﷺ کے لشکر کو دیکھ کر گلیوں میں بھاگنے لگے۔ آپ ﷺ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور باقی کو قیدی بنایا۔

عمرۃ القضاء

اس کا نام قصاص بھی ہے علامہ سہیلی نے اسی نام کو ترجیح دی ہے بعض اہل سیر نے اسے غزوات میں شمار نہیں کیا محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ مختلف سرایا کو روانہ فرماتے رہے۔ پھر ذی قعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے سال کے عمرے کو قضا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے جب آپ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھی تھی

فتح مکہ

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت مبارکہ میں رمضان 8ھ میں مکہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

غزوہ حنین

اسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں یہ غزوہ 6 شوال 8ھ میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے جب مکہ مکرمہ فتح کرلیا تو حنین میں مقیم ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کردیں چنانچہ یہ سارے قبائل اوران کی تمام شاخیں اپنے سردار مالک بن عوف نصری کی قیادت میں جمع ہوگئیں ان کی تعداد بیس ہزار تھی یہ لشکر مسلمانوں کی طرف سے روانہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے ان میں دس ہزار کا مدنی لشکر اور دو ہزار اہل مکہ تھے ابتداء میں مسلمانوں کو ہوازن اور ثقیف کے تیراندازوں نے پیچھے دھکیل دیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں تیراندازوں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو آوازیں دیتے رہے بالآخر مسلمان جمع ہوگئے اور دشمنوں کو شکست ہوئی اوران کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے جبکہ ان کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

غزوہ طائف

شوال 8ھ ہی میں غزوہ طائف پیش آیا حنین میں شکست کے بعد ثقیف کے لوگ طائف واپس آکر قلعہ بند ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر سمیت تشریف لاکر ان کا محاصرہ کرلیا اہل طائف نے خوفناک تیراندازی کی جس سے بارہ مسلمان شہید ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دبابہ اور منجنیق بھی استعمال فرمائی کئی صحابہ کرام دبابہ میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب لگانے کے لئے آگے بڑھے تو اہل قلعہ نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کردیں جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں

نے آپ کو اللہ اور قرابتوں کے واسطے دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ اور قرابتوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں پھر آپ نے قلعے کے پاس یہ آواز لگوائی کہ جو غلام بھی قلعے سے اتر کر آجائے گا وہ آزاد ہے چنانچہ بارہ تیرہ غلام نیچے اتر آئے ان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہ دیلی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ لومڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر آپ یہاں ٹھہرے رہے تو اسے پکڑلیں گے اور اگر آپ چھوڑ دینگے تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد اہل طائف خود مسلمان ہو گئے اور ان کے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہو گئے۔

غزوہ تبوک

رجب 9ھ بروز جمعرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار جانثاروں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا تھا اور انہیں ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے دی تھی اور اس لشکر کا اگلا حصہ بلقاء تک پہنچ چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نکلنے کا حکم دیا چنانچہ مخلص اہل ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے جبکہ منافق بہانے بنانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دینے پر مالدار مسلمانوں نے خوب اپنا مال خرچ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائیں حاصل کیں جبکہ بعض غریب مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں نکلنے کے لئے سواری مانگنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں اس پر وہ

روتے روتے واپس ہو گئے اور ان کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زائد راتیں تبوک میں قیام فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔

یہ وہ غزوات تھے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔

سبحان اللہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ سال کے عرصے میں ستائیس یا اٹھائیس بار ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر میدانوں میں نکلیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کے دعوے کرنے والے کچھ لوگ زندگی بھر جہاد کا نام تک نہ لیں کیا آج ہماری زندگیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی سے زیادہ قیمتی ہیں؟ کیا ہمارے اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قیمتی ہیں؟ یا نعوذ باللہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مصروف ہیں؟ یا ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ذمے داریاں ہیں؟ کچھ بھی نہیں بلکہ بات تو صرف ایمان کی ہے بے شک جس میں ایمان ہوگا وہ یہ سن کر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بار جہاد کے لئے نکلے تھے کبھی چین سے گھر نہیں بیٹھے گا بلکہ وہ بھی جنت اور نجات کے ان میدانوں کی طرف دیوانہ وار دوڑے گا۔

دورِ نبوی ﷺ کے 40 سرایا

(1) سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

سن وقوع: رجب 1ھ/ جنوری 623ء

قائد سریہ: حضرت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 2

مقام روانگی: نخلہ

مدمقابل قافلہ: قریش

(2) نام سریہ حمزہ

سن وقوع: رمضان 1ھ/ مارچ 623ء

قائد سریہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 30

مقامِ روانگی: سیف البحر

مقابل: قریش کے تین سوار

(3) سریہ عبیدہ بن حارث

سن وقوع: شوال 1ھ/ اپریل 623ء

قائد سریہ: حضرت عبداللہ بن حارث

تعداد مجاہدین: 60 یا 80

روانگی: رابغ

مدمقابل: قریش کے دوسو سوار

(4) سریہ سعد بن ابی وقاص

سن وقوع: ذوالقعدة 1ھ/مئی 623ء

قائد سریہ: حضرت سعد بن ابی وقاص

تعداد مجاہدین: 20

مقام روانگی: خرار

مدمقابل: قافلہ قریش

(5) قتل عصماء یہودیہ

سن وقوع: 26 رمضان 2ھ/فروری 624ء

قائد سریہ: حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہما

تعداد مجاہدین: ایک

مقام روانگی: مدینہ

مدمقابل: عصماء یہودیہ

(6) قتل ابی عفک یہودی

سن وقوع: شوال 2ھ/ مارچ 624

قائد سریہ: حضرت سالم بن عمیر

تعداد مجاہدین: ایک

مقام روانگی: مدینہ

مدمقابل: ابی عفک یہودی

(7) سریہ ابی سلمہ

سن وقوع: یکم محرم الحرام 3ھ/ دسمبر 624ء

قائد سریہ: ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: ڈیڑھ سو

مقام روانگی: بنوہذیل

مدمقابل: طلیحہ مع لشکر

(8) قتل کعب بن اشرف

سن وقوع: ربیع الاول سن 3ھ/ اگست 624ء

قائد سریہ: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: ایک

مقام روانگی: مدینہ

مدمقابل: کعب بن اشرف یہودی

(9) سریہ زید بن حارثہ

سن وقوع: جمادی الاولیٰ 3ھ/ اکتوبر 624ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ

تعداد مجاہدین: 100

مقام روانگی: راہ عراق

مدمقابل: قافلہ قریش

(10) قتل ابی رافع

سن وقوع: جمادی الثانی 3ھ/نومبر 624ء

قائد سریہ: حضرت عبداللہ بن عفک رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: پانچ

مقام روانگی: خیبر کے قریب

مدمقابل: ابورافع

(11) سریہ عبداللہ بن انس

سن وقوع: 5 محرم 4ھ/ جون 625

قائد سریہ: عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: ایک

مقام روانگی: بیر معونہ

مدمقابل: خالد بن سفیان ہذلی

(12) سریہ القراء

سن وقوع: صفر 4ھ/ جولائی 625ء

قائد سریہ: منذر بن عمرو ساعدی

تعداد مجاہدین: 70

مقام روانگی: قرطار

مدمقابل: عامر بن حفیل اور اس کا قبیلہ

(13) سریہ محمد بن مسلمہ

سن وقوع: 10 محرم 6ھ/ مئی 627ء

قائد سریہ: محمد بن مسلمہ انصاری

تعداد مجاہدین: 30

مقام روانگی: غمر

مدمقابل: بنی حنیفہ ثمامہ بن اثمال کا لشکر

(14) سریہ عکاشہ بن محض

سن وقوع: ربیع الآخر 6ھ/ اگست 627ء

قائد سریہ: عکاشہ بن محض رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 40

مقام روانگی: ذی القیصہ

مدمقابل: اہل غمر

(15) سریہ محمد بن مسلمہ

سن وقوع: ربیع الآخر 6ھ/ اگست 627ء

قائد سریہ: محمد بن مسلمہ

تعداد مجاہدین: 10

مقام روانگی: ذی القیصہ

مدمقابل: بنی ثعلبہ، بنی عوال

(16) سریہ ابو عبیدہ بن جراح

سن وقوع: ربیع الآخر 6ھ/اگست 627ء

قائد سریہ: ابو عبیدہ بن جراح

تعداد مجاہدین: 40

مقام روانگی: ذی القیصہ

مد مقابل: بنی ثعلبہ، بنی عوال

(17) سریہ جموح

سن وقوع: ربیع الآخر 6ھ/اگست 627ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ جموم بنی سلیم

(18) سریہ عیص

سن وقوع: جمادی الاولی 6ھ/ستمبر 627ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 170

مقام روانگی: عیص

مد مقابل: قافلہ قریش

(19) سریہ طرف

سن وقوع: جمادی الاولی 6ھ/ستمبر 627ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 15

مقام روانگی: طرف

مدمقابل: بنی ثعلبہ

(20) سریہ حسمی

سن وقوع: جمادی الاولیٰ 6ھ/ستمبر 627ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 500

مقام روانگی: حسمی

مدمقابل: ہنید جذامی، قبیلہ جزام

(21) سریہ وادی القریٰ

سن وقوع: رجب 6ھ/نومبر 627ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

مقام روانگی: وادی القریٰ

مدمقابل: بنی فزارہ

(22) سریہ دومتہ الجندل

سن وقوع: شعبان 6ھ/دسمبر 627ء

قائد سریہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف

تعداد مجاہدین: 700

مقام روانگی: دومتہ الجندل

مد مقابل: اہل دومۃ الجندل

(23) سریہ فدک

سن وقوع: شعبان 6ھ/ دسمبر 627ء

قائد سریہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 100

مقام روانگی: فدک

مد مقابل: بنو سعد

(24) سریہ ام قرفہ

سن وقوع: 7 رمضان 6ھ/ جنوری 628ء

قائد سریہ: حضرت زید بن حارثہ

تعداد مجاہدین: چند مسلمان

مقام روانگی: بنی فزارہ

مد مقابل: بنی فزارہ

(25) سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

سن وقوع: شوال 6ھ/ فروری 628ء

قائد سریہ: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 30

مقام روانگی: مدینہ

مد مقابل: یہودی

(26) سریہ بعث عمرو بن امیہ

سن وقوع: شوال 6ھ/فروری 628ء

قائد سریہ: حضرت عمرو بن امیہ

تعداد مجاہدین: 2

مقام روانگی: مکہ

مدمقابل: قافلہ ابوسفیان

(27) سریہ کرز بن جابر فہری

سن وقوع: شوال 6ھ/فروری 628ء

قائد سریہ: حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 30

مقام روانگی: تعاقب میں

مدمقابل: عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ

(28) سریہ اخرم بن ابی العوجا

سن وقوع: ذی الحجہ 7ھ/اپریل 629ء

قائد سریہ: حضرت اخرم رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 50

مقام روانگی: بنی سلیم

مدمقابل: بنی سلیم

(29) سریہ غالب بن عبداللہ

سن وقوع: صفر 8ھ/مئی 629ء

قائد سریہ: حضرت غالب بن عبداللہ قریشی

تعداد مجاہدین: ایک چھوٹی جماعت

مقام روانگی: مقام کدیر

مدمقابل: بنی ملوح

(30) سریہ عمرو بن العاص

سن وقوع: جمادی الثانی 8ھ/ستمبر 629ء

قائد سریہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 260

مقام روانگی: ذات السلاسل

مدمقابل: بنی قضاء

(31) سریہ ابو عبیدہ

سن وقوع: رجب 8ھ/اکتوبر 629ء

قائد سریہ: حضرت ابو عبیدہ بن جراح

تعداد مجاہدین: 300

مقام روانگی: سیف البحر

مدمقابل: قبیلہ جہنہ

(32) سریہ عیینہ بن حصن فزاری

سن وقوع: محرم 9ھ/اپریل 630ء

قائد سریہ: حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 50

مقام روانگی: سقیا

مدمقابل: بنو تمیم

(33) بعث ولید بن عقبہ

سن وقوع: 9ھ/630ء

قائد سریہ: ولید بن عقبہ

مقام روانگی: بنی مصطلق

مدمقابل: بنی مصطلق

(34) سریہ عبداللہ بن عوسجہ

سن وقوع: صفر 9ھ/مئی 630ء

مدمقابل: بنی عمرو بن حارثہ

(35) سریہ قطبہ بن عامر

سن وقوع: صفر 9ھ/مئی 630ء

قائد سریہ: حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 20

مقام روانگی: خثعم

مدمقابل: خثعم

(36) سریہ ضحاک بن سفیان

سن وقوع: ربیع الاول 9ھ/ جون 630ء

قائد سریہ: حضرت ضحاک بن سفیان

مدمقابل: سفیان کلابی

(37) سریہ علقمہ بن مجزز مدلی

سن وقوع: 9 ربیع الاول 9ھ/ جون 630ء

قائد سریہ: حضرت علقمہ بن مجزز

تعداد مجاہدین: 300

مقام روانگی: جدہ

مدمقابل: کفار حبشہ

(38) سریہ علی بن ابی طالب

سن وقوع: 9 ربیع الاول 9ھ/ جون 630ء

قائد سریہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 200

مقام روانگی: قبیلہ طی

مدمقابل: قبیلہ طی

(39) سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

سن وقوع: ربیع الثانی 9ھ/ جولائی 630ء

قائد سریہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: ایک جماعت

مقام روانگی: نجران

مدمقابل: اہل نجران

(40) سریہ علی رضی اللہ عنہ

سن وقوع: رمضان 10ھ/ دسمبر 631ء

قائد سریہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تعداد مجاہدین: 300

مقام روانگی: یمن

مدمقابل: اہل یمن

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی تلواریں تھیں۔ آیئے! ان کے مختصر تذکرے سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں۔

الماثور: یہ آپ کو اپنے والد کی طرف سے وراثت میں ملی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے تھے۔

العضب: غزوہ بدر میں جاتے وقت یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش کی

تھی۔

ذوالفقار: غزوہ بدر کے مال غنیمت میں ہاتھ آئی اور پھر تمام جنگوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہی، اس کا وسط ریڑھ کی ہڈی کے مشابہ تھا۔ اس تلوار کے قبضے، دھار، پٹے اور نیام کے نچلے حصے میں چاندی استعمال ہوئی تھی۔

الصمصام: (کاٹنے والی مضبوط، جو کبھی نہ مڑ سکے) یہ حضرت عمر بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ہدیہ کی تھی۔

القلعی: یہ قلعہ نامی جگہ سے ملی تھی۔

البتار: بہت خوب کاٹنے والی

الرسوب: جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔ ایک روایت کے مطابق یہ وہ تلوار ہے جو ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحفہ میں دی تھی۔

المخذم: کاٹنے والی تلوار

القضیب: بہت زیادہ کاٹنے والی

نبی الملاحم ﷺ کے نیزے اور برچھیاں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے جن میں تین تو آپ ﷺ کو بنو قینقاع سے ہاتھ لگے تھے۔ ایک نیزہ المثوی نام کا تھا۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ نیزہ جسے لگتا تھا، وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا (بلکہ وہیں دم توڑ دیتا تھا) باقی نیزوں کے نام "ریان، ابیضاء، اطھر، المز" تھے۔

آپ ﷺ کے پاس برچھی تھی جس کا نام "الجنعہ" تھا۔ اس کا تذکرہ علامہ سہیلی علیہ الرحمہ

نے کیا ہے اور ایک بڑی برچھی تھی اس کا نام ''البیضاء'' تھا جبکہ ایک چھوٹی برچھی ''العزہ'' نام کی تھی۔ آپ ﷺ چلتے وقت اسے ہاتھ میں رکھتے اور عید کے دن آپ ﷺ کے آگے نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا تھا، اسی نیزے کو عیدگاہ میں بطور سُترہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی زرہیں

آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں:

1۔ذات الوصول

2۔ذات الوشاح

3۔ذات الحواشی

4۔السعدیہ: یہ سعد نامی ایک علاقہ کی طرف منسوب ہے، جہاں زرہیں بنتی تھیں، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی، جو آپ علیہ السلام نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔

5۔فضہ

6۔البتراء

7۔الخزیق

آپ ﷺ کے خود (جنگی ٹوپیاں)

آپ ﷺ کے پاس لوہے کے دو خود (جنگی ٹوپیاں) تھیں۔

1۔الموشح

2۔السبوغ یا ذوالسبوغ، یہی خود فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی کمانیں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ کمانیں تھیں۔

1۔ الروحاء

2۔ الصفراء

3۔ البیضاء۔ یہ آپ ﷺ کو بنو قینقاع سے ملی تھی۔

4۔ الزوراء

5۔ الکتوم، اس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ تیر مارتے وقت اس کی آواز بہت کم ہوتی تھی، یہ غزوہ احد میں ٹوٹ گئی۔ اسے الزوہرا بھی کہا گیا۔

بعض روایات میں ایک اور کمان کا بھی تذکرہ ہے، اس کا نام "السداد" تھا اور اس کے ساتھ جو ترکش تھا اس کا نام "الکافور" تھا اور اس کے ساتھ پٹہ بھی تھا جس کا حلقہ چمڑے کا اور سرا چاندی کا تھا اور آپ ﷺ کے ایک ترکش کا نام "ذوالجمع" تھا (حضور اکرم ﷺ کی یہ تمام کمانیں نبع اور سوحط نامی درختوں کی لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے 38 نامور کمانڈر صحابہ رضی اللہ عنہم

نمبر	اسمائے گرامی	کب اسلام لائے	مقام شہادت یا وفات	سن شہادت ووفات
1	حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام احد	3ھ/624ء
2	عبیدۃ بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام بدر	2ھ/623ء
3	عبداللہ بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام احد	3ھ/624ء
4	عمیر بن عدی الخطمی الاوسی رضی اللہ عنہ	ابتداً	شہادت بمقام احد	3ھ/624ء
5	سالم بن عمیر الاوسی رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	وفات بمقام مدینہ	دور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
6	محمد بن مسلمۃ الاوسی الانصاری رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	وفات بمقام مدینہ	64ھ/623ء
7	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	وفات بمقام مدینہ	55ھ/675ء
8	زید بن حارثۃ الکلبی رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام موتہ	8ھ/629ء
9	عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ	ابتداً	وفات بمقام غزۃ	54ھ/673ء
10	عبداللہ بن جبیر الاوسی الانصاری رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام احد	3ھ/624ء
11	ابوسلمۃ بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام مدینہ	4ھ/625ء
12	المنذر بن عمر الساعدی الخزرجی رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام بیر معونہ	4ھ/625ء
13	مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام الرجیع	4ھ/625ء
14	حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	شہادت بمقام بزاخہ	11ھ/632ء
15	ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ	ابتداً۔ بدری صحابی	وفات بمقام عمواس	18ھ/639ء

16	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	وفات بمقام مدینہ	32ھ/652ء
17	علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	شہادت بمقام کوفہ	40ھ/660ء
18	عبداللہ بن عتیک الخزرجی رضی اللہ عنہ	ابتدأ	شہادت بمقام یمامہ	11ھ/632ء
19	عبداللہ بن رواحہ الخزرجی رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	شہادت بمقام موتہ	8ھ/629ء
20	کرز بن جابر رضی اللہ عنہ	ہجرت کے بعد	شہادت بمقام مکہ	8ھ/629ء
21	عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ	غزوہ احد کے بعد	وفات بمقام مدینہ	دور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
22	عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	شہادت بمقام مدینہ	23ھ/643ء
23	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	وفات بمقام مدینہ	13ھ/534ء
24	بشیر بن سعد الخزرجی رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	شہادت بمقام عین التمر	12ھ/633ء
25	غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ	ابتدأ	وفات بمقام عین التمر	12ھ/633ء
26	ابن ابی العوجاء السلمی رضی اللہ عنہ	فتح مکہ سے قبل	شہادت بمقام دیار بنی سلیم	7ھ/628ء
27	شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	شہادت بمقام یمامہ	11ھ/629ء
28	کعب بن عمیر الغفاری رضی اللہ عنہ	ابتدأ /	شہادت بمقام ذات الطلاح	8ھ/629ئ
29	جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	ابتدأ	شہادت بمقام موتہ	8ھ/629ء
30	ابوقتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ	ابتدأ	وفات بمقام مدینہ	54ھ/673ء
31	خالد بن الولید رضی اللہ عنہ	فتح مکہ سے قبل	وفات بمقام حمص	21ھ/641ء
32	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	فتح مکہ سے قبل	وفات بمقام قاہرہ	43ھ/664ء
33	سعد بن زید الاوسی رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔بدری صحابی	وفات بمقام قاہرہ	43ھ/664ء
34	الطفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ	ابتدأ	شہادت بمقام یمامہ	11ھ/632ء

35	عیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ	فتح مکہ سے قبل	وفات بمقام مدینہ دور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
36	قطبہ بن عامر الخزرجی رضی اللہ عنہ	ابتدأ۔ بدری صحابی	وفات بمقام مدینہ دور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
37	الضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ	ابتدأ	شہادت بمقام بلاد بنی سلیم 11ھ/632ء
38	علقمہ بن مجزز المدلجی رضی اللہ عنہ	فتح مکہ سے قبل	شہادت بمقام بلاد حبشہ 20ھ/640ء

باب 7

وضو کے فضائل و برکات

قرآن مجید اور

احادیث کی روشنی میں

وضو کے فضائل و برکات

القرآن:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (سورۂ مائدہ آیت 6)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

القرآن:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورۂ توبہ آیت 108)

ترجمہ: اور اللہ خوب پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

وضو آدھا ایمان ہے

حدیث شریف: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا' وضو آدھا ایمان ہے۔ (مسلم' باب فضل الوضوء حدیث 534)

اعضاء وضو کو زیور سے سنوارا جائے گا

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا' مومن کا زیور قیامت کے دن وہاں تک پہنچے گا' جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہے یعنی اعضاء کے جن حصوں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ (مسلم

باب تبلغ الحلیۃ حدیث 586)

اعضاءِ وضو قیامت کے دن چمکدار ہوں گے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا' میری اُمت قیامت کے دن اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے وضو میں ڈھلنے کی وجہ سے روشن اور چمکدار ہوں گے لہذا جو شخص اپنی روشنی کو بڑھانا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بڑھائے۔

(بخاری' باب فضل الوضوء حدیث 136)

کامل وضو کرنے والے کے تمام گناہ معاف

حدیث شریف: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کونین ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو بندہ کامل وضو کرتا ہے یعنی ہر عضو کو اچھی طرح تین مرتبہ دھوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (مسند بزار' مجمع الزوائد)

وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنے کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص مستحباب اور آداب کا اہتمام کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے پھر

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

پڑھے' اس کے لئے یقینی طور پر جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم' باب الذکر المستحب عقب الوضوء' حدیث 553)

آخرت کے لئے ثواب ذخیرہ کر دیا جاتا ہے

حدیث شریف: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کے بعد

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

پڑھتا ہے تو ان کلمات کو ایک کاغذ پر لکھ کر اس پر مہر لگادی جاتی ہے جو قیامت تک نہیں توڑی جائے گی یعنی اس کے ثواب کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیا جائے گا۔ (مستدرک)

تین مرتبہ ہر عضو دھونا سنت ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا جو وضو میں ایک ایک مرتبہ ہر عضو کو دھوتا ہے تو یہ فرض کے درجے میں ہے اور جو وضو میں دو دو مرتبہ ہر عضو کو دھوتا ہے تو اسے اجر کے دو حصے ملتے ہیں اور جو وضو میں تین تین مرتبہ ہر عضو کو دھوتا ہے تو یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے۔ (مسند احمد)

وضو کی برکت سے ہر گناہ جھڑ جاتا ہے

حدیث شریف: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی نماز کے ارادے سے وضو کرنے کے لئے اٹھتا ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہتھیلیوں کے گناہ پانی کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب کلی کرتا ہے، ناک میں پانی ڈالتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو اس کی زبان اور ہونٹوں کے گناہ پانی کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کے کان

اور آنکھ کے گناہ پانی کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب ہاتھوں کو کہنیوں تک اور پیروں کو ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اپنے ہر گناہ اور غلطی سے اس طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہو۔ پھر جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی وجہ سے درجہ بلند فرماتا ہے اور اگر بیٹھا رہتا ہے تو بھی گناہوں سے پاک وصاف ہو کر بیٹھا رہتا ہے۔ (مسند احمد)

وضو پر وضو کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، جو شخص وضو ہونے کے باوجود تازہ وضو کرتا ہے، اسے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(ابو داؤد باب الرجل یجدد الوضوء حدیث 62)

آٹھواں باب

مسواک کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

مسواک کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (مسلم' باب السواک' حدیث 589)

مسواک کرنا پیغمبروں کی سنت میں سے ہے

حدیث شریف: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں۔ حیا کا ہونا' خوشبو لگانا' مسواک کرنا' اور نکاح (ترمذی' باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ' حدیث 1080)

مسواک پروردگار کی خوشنودی کا ذریعہ ہے

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا' مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ (نسائی' باب الترغیب فی السواک' حدیث 5)

تلاوت قرآن کیلئے مسواک کے ذریعے اپنے منہ صاف رکھو

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا' جب بندہ مسواک کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی تلاوت خوب دھیان سے سنتا ہے' پھر اس کے بہت قریب آ جاتا ہے' یہاں تک کہ اس کے

منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے۔ قرآن کریم کا جو بھی لفظ اس نمازی کے منہ سے نکلتا ہے سیدھا فرشتہ کے پیٹ میں پہنچتا ہے (اور اس طرح یہ فرشتوں کا محبوب بن جاتا ہے) اس لئے تم اپنے منہ قرآن کریم کی تلاوت کے لئے صاف ستھرے رکھو یعنی مسواک کا اہتمام کرو۔ (مسند بزار، مجمع الزوائد)

مسواک والی دو رکعتیں، ستر رکعتوں سے افضل

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسواک کر کے دو رکعتیں پڑھنا بغیر مسواک کئے ستر رکعتیں پڑھنے سے افضل ہے۔
(بزار، مجمع الزوائد)

نواں باب

تلاوتِ قرآن کی فضیلت

قرآنِ مجید اور

احادیث کی روشنی میں

تلاوت قرآن کی فضیلت

القرآن: يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔ (سورۂ یونس آیت 57)

القرآن:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

القرآن:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (سورۂ عنکبوت آیت 45)

ترجمہ: اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی۔

القرآن:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (سورۂ فاطر آیت 29)

ترجمہ: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں۔

تلاوت قرآن کسی اور سے سننا بھی سنت ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ جبکہ آپ پر قرآن اترا ہے؟ آپ نے فرمایا، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔ چنانچہ میں نے آپ کے سامنے سورۂ نساء پڑھی یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچا (اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو اپنی اُمت پر گواہ بنائیں گے) تو آپ ﷺ نے فرمایا، بس اب رک جاؤ۔ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی چشمان کرم سے آنسو جاری ہیں۔ (بخاری، باب فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید حدیث 4582)

تلاوت کرنے والے کو دگنا عطا کیا جائے گا

حدیث شریف: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اس کو دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ

کے کلام کو سارے کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے خود اللہ کو تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔
(ترمذی، باب فضائل القرآن، حدیث 2926)

تلاوت کرنے والوں کا آسمان پر ذکر ہوتا ہے

حدیث شریف: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ سے فرمایا: قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کیا کرو۔ اس عمل سے آسمانوں میں تمہارا ذکر ہوگا اور یہ عمل زمین میں تمہارے لئے ہدایت کا نور ہوگا۔ (شعب الایمان)

تلاوت کرنے والے کی قرآن شفاعت کرے گا

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم ایسی شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑا کرنے والا ہے کہ اس کا جھگڑا تسلیم کرلیا گیا جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے یعنی اس پر عمل کرے اس کو یہ جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پیٹھ پیچھے ڈال دے یعنی اس پر عمل نہ کرے اس کو یہ جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان)

تلاوت کرنے والے کی قرآن سفارش کرے گا

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا، میری شفاعت اس کے بارے میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے سے روکا (کہ یہ رات کو نوافل میں میری تلاوت کرتا تھا) میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ چنانچہ دونوں اس کے لئے شفاعت کریں گے۔ (مسند احمد، طبرانی)

سورۂ فاتحہ کی برکات

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی (سورۂ فاتحہ کے آخر میں) آمین کہتا ہے تو اسی وقت فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں۔ اگر اس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری باب فضل التامین حدیث 781)

سورۂ واقعہ فقر کو دور کرتی ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی اس پر فقر نہیں آئے گا۔ (شعب الایمان)

سورۂ ملک قبر کے عذاب سے نجات دلانے والی ہے

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک قبر پر خیمہ لگایا۔ ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے اچانک اس جگہ کسی کو سورۂ ملک پڑھتے ہوئے سنا تو سرور کائنات ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ میں نے ایک جگہ خیمہ لگایا تھا مجھے معلوم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک میں نے اس جگہ کسی کو سورۂ ملک آخر تک پڑھتے ہوئے سنا۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور قبر کے عذاب سے نجات دلانے والی ہے۔ (ترمذی باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک حدیث 289)

دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے پر جنت میں ایک محل

حدیث شریف: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے

فرمایا جس شخص نے دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک محل بنادے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ پھر تو میں بہت زیادہ پڑھا کروں گا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا' اللہ بھی بہت زیادہ اور بہت عمدہ ثواب دینے والا ہے۔
(مسند احمد)

تین سورتیں ہر شر سے حفاظت کرتی ہیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (مجھے) سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہو' میں چپ رہا۔ پھر فرمایا کہو' میں چپ رہا۔ پھر فرمایا کہو' میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا کہوں؟ ارشاد فرمایا' صبح شام سورۂ اخلاص' سورۂ فلق اور سورۂ ناس تین مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ سورتیں ہر (تکلیف دینے والی) چیز سے تمہاری حفاظت کریں گی۔ (ابو داؤد' باب مایقول اذا اصبح' حدیث 5082)

کثرت سے تلاوت کرنے والے پر رشک کرنا چاہئے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دو ہی شخصوں پر رشک کرنا چاہئے۔ ایک وہ جس کو اللہ نے قرآن شریف عطا کیا ہو اور دن رات اس کی تلاوت میں مشغول رہتا ہو۔ دوسرا وہ جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہو۔ (مسلم' باب فضل من یقوم بالقرآن' حدیث 1893)

تلاوت کرنے والے کی مثال مُشک کی کھلی تھیلی کی سی ہے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: قرآن سیکھو' پھر اس کو پڑھو' اس لئے کہ جو شخص قرآن سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے' اس کی مثال اس کھلی تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی

خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے قرآن سیکھا پھر باوجود اس کے کہ قرآن اس کے سینے میں ہے' وہ سوجاتا ہے یعنی اس کو تہجد میں نہیں پڑھتا' اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی طرح ہے جس کا منہ بند کردیا گیا ہو۔ ترمذی' باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ' حدیث 2876)

ہر آیت کے بدلے ایک درجہ بلند

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: صاحبِ قرآن قیامت کے دن (اللہ کے دربار میں) آئے گا تو قرآن اللہ سے عرض کرے گا' اس کو جوڑا عطا فرما' اللہ کی طرف سے اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر وہ درخواست کرے گا اے میرے رب! اور پہنا تو اللہ کی طرف سے اکرام کا جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر وہ درخواست کرے گا اے رب! اس شخص سے راضی ہوجا تو اللہ اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور (اس کے لئے) ہر آیت کے بدلہ میں ایک نیکی بڑھادی جائے گی۔ (ترمذی' باب ان الذی لیس فی جوفہ من القرآن کالبیت الخرب' حدیث 2915)

سو آیات کی تلاوت ساری رات عبادت کے برابر

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص رات میں سو آیات کی تلاوت کرے' وہ اس رات عبادت گزاروں میں شمار کیا جائے گا۔ (مستدرک)

حافظِ قرآن کا محشر میں مقام

حدیث شریف: ابوداؤد' احمد اور حاکم نے معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے قرآن کو پڑھا اور اس کو پورا یاد کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو اس کے باپ کو قیامت کے

دن ایک تاج پہنایا جائے گا' جس کی روشنی دنیا میں آئے ہوئے آفتاب کی روشنی سے بہتر ہوگی۔ تو پھر تمہارا خود اپنا اس شخص کی نسبت کیا خیال ہے جو کہ اس پر عمل کرے۔

حافظ قرآن اپنے گھر والوں میں دس افراد کی شفاعت کرے گا

حدیث شریف: ترمذی' ابن ماجہ اور احمد نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے قرآن کو پڑھا اور سے یاد کرلیا اور اس کے حلال کو حلال سمجھا اور اس کے حرام کو حرام مانا' اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت فرمائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہوگئی ہوگی۔

حافظ قرآن کے جسم کو آگ نہ چھوئے گی

حدیث شریف: طبرانی نے عصمت بن مالک سے روایت کی ہے کہ اگر قرآن کسی کھال میں ہو تو اس کو آگ نہ چھوئے گی۔

تلاوت قرآن گھر میں کرنے کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اس میں خیر و برکت کی کثرت ہوتی ہے اور جس گھر میں قرآن نہیں پڑھا جاتا اس کی خیر و برکت گھٹ جاتی ہے۔ (بزار)

لیٹتے ہوئے ایک سورت پڑھنے کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو مسلمان لیٹتے

ہوئے کتاب اللہ کی کوئی سورت پڑھ لیتا ہے۔ اللہ پاک اس پر ایک فرشتہ کو محافظ مقرر کر دیتا ہے وہ فرشتہ کسی اذیت دینے والی چیز کو اس کے پاس نہیں آنے دے گا' یہاں تک کہ جب تک وہ مسلمان بیدار ہوتا ہے اس وقت وہ فرشتہ بھی اپنی خدمت سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ (دارمی)

قرآن مجید عظیم دولت ہے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن ایسی تونگری ہے کہ اس کے بعد فقیر ہوتا ہی نہیں اور نہ اسکے برابر کوئی اور تونگری ہے۔ (طبرانی)

قرآن سے خالی دل ویران مکان کی طرح ہے

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ شخص جس کے پیٹ میں قرآن کا کچھ حصہ نہیں ہے' وہ اس گھر کی طرح ہے جو ویران ہو۔ (ترمذی)

صبح کو ایک آیت سیکھنا سو رکعت سے بہتر ہے

حدیث شریف: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک یہ بات کہ تو صبح کو قرآن کی ایک آیت سیکھے' تیرے لئے نماز کی ایک سو رکعت ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

قرآن کو دیکھ کر پڑھنا ہزار درجہ اجر ہے

حدیث شریف: حضرت اوس بن اوس الثقفی سے مرفوعاً روایت ہے۔ ایک آدمی کا بغیر مصحف میں نظر کئے قرآن پڑھنا ہزار درجہ اجر کا باعث ہے اور جبکہ مصحف میں دیکھ کر پڑھنا اس کے اجر کو دوگنا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دو ہزار درجات تک پہنچ جاتا ہے (نظر کرنے کا ثواب' قرآن کو اٹھانے' چھونے اور اس میں تفکر کر کے معانی کے استنباط کرنے وغیرہ کا ثواب جمع ہو جاتا

ہے یا یہ کہ قرآن کو دیکھنا ایک عبادت ہے اور اسے پڑھنا دوسری عبادت ہے) (طبرانی' بیہقی)

قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ غور و تامل بھی کرنا چاہئے

☆......امام غزالی کیمیائے سعادت ص 183 میں فرماتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تیرے بھائی کا خط تجھے پہنچے' تو اگر راہ میں ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔ راستہ سے الگ ہو بیٹھتا ہے اور اس کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور اس میں غور و تامل کرتا ہے اور یہ کتاب میرا خط ہے۔ میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اس میں غور و تامل کرے اور اس پر کار بند رہے اور تو اس سے انکار کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اور جو تو پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا۔

کیمیائے سعادت ص 631 پر فرماتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ قرآن کو جلد از جلد پڑھ کر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ صرف زبان سے پڑھ رہے ہیں اور دل اس سے بالکل غافل ہیں۔ ان کی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ جلد سے جلد ایک ختم ہو جائے پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اتنے بار ختم کیا اور آج اتنی منزلیں ختم کر لیں۔ افسوس کہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن کی ہر آیت مقدس نامہ ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے نام بھیجا ہے۔

تو پڑھتے وقت چاہئے کہ جہاں گناہ گاروں کے لئے وعید ہو' وہاں خوف میں غرق ہو جائے' جہاں خوشخبری ہو' وہاں مسرور ہو۔ مثالوں اور واقعات سے عبرت حاصل کرے اور نصیحتیں دل کے کانوں سے سنے۔

دسواں باب

مسلمانوں کا احترام اور تعظیم اور ان پر ظلم کرنے کی مذمت احادیث کی روشنی میں

احترام مسلم

مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مسلمانوں کو ستایا نہ کرو' ان کو عار نہ دلایا کرو اور ان کی لغزشوں کو نہ تلاش کیا کرو۔
(صحیح ابن حبان)

مسلمان کو ناحق مارنا رب کی ناراضگی کا باعث ہے

حدیث شریف: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا' جس شخص نے کسی مسلمان کی پیٹھ کو ننگا کر کے ناحق مارا' وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔ (الطبرانی فی الکبیر والاوسط' مجمع الزوائد جلد 6' ص 384)

مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا' مسلمان کو گالی دینا بے دینی ہے اور (اسے) قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری' باب ما نہی من السباب واللعن' حدیث 6044)

مسلمان کو گالی دینے والا ہلاکت کے قریب ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' مسلمان کو گالی دینے والا اس آدمی کی طرح ہے جو ہلاکت و بربادی کے قریب

ہو۔(الطبرانی فی الکبیر'الجامع الصغیر'جلد 2'ص 38)

مسلمانوں پر ظلم کرنے والے کا قیامت کے دن انجام

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا۔ ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم (پیسہ) اور (دنیا کا) سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز' روزہ' زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا' مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر تہمت لگائی ہوگی' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون بہایا ہوگا' اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم باب تحریم الظلم' حدیث 6579)

مومن کی عزت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو دیکھ کر (تعجب سے) ارشاد فرمایا۔ لا الٰہ الا اللہ (اے کعبہ!) تو کس قدر پاکیزہ ہے' تیری

خوشبو کس قدر عمدہ ہے اور تو کتنا زیادہ قابل احترام ہے' (لیکن) مومن کی عزت واحترام تجھ سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو قابل احترام بنایا ہے اور (اسی طرح) مومن کے مال' خون اور عزت کو بھی قابل احترام بنایا ہے اور (اسی احترام کی وجہ سے) اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ ہم مومن کے بارے میں ذرا بھی بدگمانی کریں (الطبرانی فی الکبیر' مجمع الزوائد' جلد 3' ص 630)

قیامت سے پہلے مسلمان بھائی سے معافی مانگ لی جائے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی پر بھی اپنے (دوسرے مسلمان) بھائی کا اس کی عزت وآبرو سے پہلے معاف کرالے جس دن نہ دینار ہوں گے' نہ درہم (اس دن سارا حساب نیکیوں اور گناہوں سے ہوگا لہذا) اگر اس ظلم کرنے والے کے پاس کچھ نیک عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کے بقدر نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے اتنے ہی گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری باب من کانت لہ مظلمۃ عند الرجل' حدیث 2449)

بدترین سود مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا ہے

حدیث شریف: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا' بدترین سود اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا ہے (یعنی اس کی عزت کو نقصان پہنچانا ہے' چاہے کسی طریقے سے ہو' مثلاً غیبت کرنا' حقیر سمجھنا' رسوا کرنا وغیرہ

وغیرہ) (طبرانی فی الاوسط' الجامع الصغیر' جلد 2' ص 22)

مسلمان پر ہتھیار اٹھانے والا مومن نہیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا' جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے' وہ ہم میں سے نہیں۔
(مسلم' باب قول النبی من حمل علینا السلاح' حدیث 280)

مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ مت کرو

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہیں شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے اور وہ (ہتھیار اشارے اشارے میں مسلمان بھائی کے جا لگے اور اس کی سزا میں وہ اشارہ کرنے والا) جہنم میں جا گرے۔ (بخاری' باب قول النبی حمل علینا السلاح فلیس منا' حدیث 7076)

مومن کا قتل اللہ کے نزدیک

حدیث شریف: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا' مومن کا قتل کیا جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا کے ختم ہو جانے سے زیادہ بڑی بات ہے۔ (نسائی باب تعظیم الدم' حدیث 3995)

مومن کا قاتل جہنمی ہے

حدیث شریف: حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سرکار اعظم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے سب کے سب کسی مومن کے قتل کرنے میں شریک ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ (ترمذی باب الحکم فی الدعا حدیث 1398)

مسلمانوں میں جدائی کرنے والے بدترین لوگ ہیں

حدیث شریف: حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے اور بدترین بندے چغلیاں کھانے والے دوستوں میں جدائی کروانے والے اور اللہ تعالیٰ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ یا کسی پریشانی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگے رہنے والے ہیں۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا حق مت مارو

حدیث شریف: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے (جھوٹی) قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لئے دوزخ واجب کر دی ہے اور جنت کو حرام کر دیا ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ کوئی معمولی ہی چیز ہو (تب بھی یہی سزا ہو گی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگرچہ پیلو (کے درخت) کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو (مسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم،

حدیث 353)

اپنے مسلمان بھائی کو کبھی حقیر نہ سمجھو

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو خرید و فروخت میں خریداری کی نیت کے بغیر محض دھوکہ دینے کے لئے بولی میں اضافہ نہ کرو ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے بے رخی اختیار نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر بھائی بھائی رہو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر زیادتی کرتا ہے اور (اگر کوئی دوسرا اس پر زیادتی کرے) تو اس کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا اور نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے (اس موقع پر رسول پاک علیہ السلام نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ ارشاد فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔ انسان کے برا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کا خون اس کا مال اس کی عزت و آبرو دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے۔ (مسلم باب تحریم ظلم المسلم حدیث 6541)

مذاق میں اپنے مسلمان بھائی کی چیز نہ چھپاؤ

حدیث شریف: حضرت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے سامان کو نہ مذاق میں لے اور نہ حقیقت میں (بلا اجازت) لے۔ (ابوداؤد باب من یاخذ الشیء من مزاح حدیث 5003)

حدیث شریف: حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی پاک ﷺ کے صحابہ نے یہ قصہ سنایا کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ان میں سے ایک صحابی کو نیند آ گئی۔ دوسرے آدمی نے جا کر (مذاق میں) اس کی رسی لے لی (جب سونے والے کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسی نظر نہیں آئی) تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔ (ابوداؤد باب من یاخذ الشیء من مزاح' حدیث 5004)

گیارہواں باب

ذکر اللہ کی فضیلت

قرآن مجید اور

احادیث کی روشنی میں

رب تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورۂ بقرہ آیت 152)

ترجمہ: سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں۔

ذکراللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ اسلام کے احکام بہت ہیں۔ مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جو میں اپنے اوپر لازم کرلوں۔ آپ نے فرمایا تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رکھو (ابن ماجہ)

ذکر کے وقت ہونٹوں پر رحمت

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب بندہ میرے ذکر سے اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (ابن ماجہ)

عذاب سے نجات دلانے والا عمل

☆...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ذکر سے زیادہ اور کوئی عمل اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں ہے۔

(ابن ماجہ' الجامع الاحکام القرآن' جلد 2' ص 172)

ذکر کی مجلس کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں حضرات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا' جو جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے' سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں فرماتا ہے۔ (مسلم حدیث 6855' باب فضل الاجتماع' علی تلاوۃ القرآن)

ذکر کے حلقے جنت کے باغات ہیں

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا ذکر کے حلقے۔ (ترمذی حدیث 3510' باب اسماء اللہ الحسنیٰ)

ذکر اللہ کرنے والا عذاب سے بری

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے کچھ آنسو پر گر پڑیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔ (مستدرک للحاکم)

ذکر کرنے والے زندہ' نہ کرنے والے مردہ

حدیث شریف: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا' ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی طرح

ہے۔ ذکر کرنے والا زندہ اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہو زندہ شخص کی طرح ہے۔ یعنی وہ آباد ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہوتا ہو تو وہ مردہ شخص کی طرح ہے یعنی ویران ہے۔ (بخاری و مسلم)

ذکر کرنے والوں کو محشر میں آسانی

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا' مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مفرد لوگ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مر مٹنے والے' ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دے گا' چنانچہ وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے آئیں گے۔ (ترمذی)

ذکر اللہ' راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے بھی افضل

حدیث شریف: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر (کرنے والے) افضل ہیں۔ (طبرانی' مجمع الزوائد)

کثرت سے ذکر اللہ کرنے والا نفاق سے بری ہے

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے' وہ نفاق سے بری ہے۔ (طبرانی' مجمع الزوائد)

موت کے وقت بھی زبان پر ذکر اللہ ہو

حدیث شریف: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری آخری گفتگو جو رسول

اللہ ﷺ سے وصال کے وقت ہوئی' وہ یہ تھی کہ میں نے پوچھا: تمام اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے سب سے افضل عمل اور اللہ تعالیٰ کے سب سے قرب دلانے والا عمل بتائیے۔ ارشاد فرمایا: تمہاری موت اس حال میں آئے کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔ (مسند بزار' مجمع الزوائد)

ذکر والی زبان جسے ملی' اسے ہر خیر مل گئی

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جس کو وہ مل گئیں' اس کو دنیا و آخرت کی ہر خیر مل گئی۔

شکر کرنے والا دل

ذکر کرنے والی زبان

مصیبتوں پر صبر کرنے والا بدن

اور ایسی بیوی جو نہ اپنے نفس میں خیانت کرے' یعنی پاک دامن رہے اور نہ شوہر کے مال میں خیانت کرے (طبرانی' مجمع الزوائد)

ذکر کی توفیق رب کا احسان عظیم ہے

حدیث شریف: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی طرف سے روزانہ دن رات بندوں پر احسان اور صدقہ ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی احسان کسی بندے پر اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کی توفیق نصیب فرمادے۔
(طبرانی' مجمع الزوائد)

ذکراللہ کے بغیر گزرے ہوئے لمحات پر جنت میں بھی افسوس ہوگا

حدیث شریف: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت والوں کو جنت میں جانے کے بعد دنیا کی کسی چیز پر افسوس نہیں ہوگا۔ سوائے اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزری ہوگی۔ (طبرانی' بیہقی' جامع الصغیر)

نرم نرم بستروں پر ذکر کرنے والے جنت کے اعلیٰ درجوں پر ہونگے

حدیث شریف: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذکر کی برکت سے ان کو جنت کے اعلیٰ درجوں میں پہنچا دیتا ہے۔ (ابو یعلیٰ' مجمع الزوائد)

ذکر کی مجلس کے تمام شرکاء کو مغفرت کی بشارت

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار کریم ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں گھومتی پھرتی ہے۔ جب وہ کسی ایک جماعت کو پالیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہاری مطلوبہ چیز ہے۔ اس کے بعد وہ سب فرشتے مل کر آسمان دنیا تک ان لوگوں کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے زیادہ باخبر ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں۔ وہ تیری پاکی' بڑائی' تعریف اور بزرگی بیان کرنے میں مشغول ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟

فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تسبیح اور تعریف کرتے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت کا سوال کر رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اور بھی زیادہ جنت کے شوق تمنا اور اس کی طلب میں لگ جاتے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! اے رب انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر دیکھ لیتے تو اور بھی زیادہ اس سے ڈرتے اور بھاگنے کی کوشش کرتے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اچھا تم گواہ رہو۔ میں نے ان مجلس والوں کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ ایک شخص کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں میں شامل نہیں تھا بلکہ وہ اپنی کسی ضرورت سے مجلس میں آیا تھا (اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا) ارشاد ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایسی مجلس والے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی (ہماری رحمت سے) محروم نہیں ہوتا۔ (بخاری شریف)

ذکر کی مجلس میں شریک گناہ گار پر بھی رحمت

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی چلنے پھرنے والی ایک جماعت ہے جو ذکر کے حلقوں کی تلاش میں ہوتی

ہے۔ جب وہ ذکر کے حلقوں کے پاس آتی ہے اور ان کو گھیر لیتی ہے تو اپنا ایک قاصد (پیغام دے کر) اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان پر بھیجتی ہے۔ وہ ان سب کی طرف سے عرض کرتا ہے۔ ہمارے رب! ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری نعمتوں کی بڑائی بیان کر رہے ہیں۔ تیری کتاب کی تلاوت کر رہے ہیں' تیرے نبی رحمت ﷺ پر درود شریف بھیج رہے ہیں اور اپنی آخرت اور دنیا کی بھلائی مانگ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو۔ فرشتے کہتے ہیں ہمارے رب ان کے ساتھ ساتھ ایک گنہ گار بندہ بھی تھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ان سب کو میری رحمت سے ڈھانپ دو کیونکہ یہ ایسے لوگوں کی مجلس ہے کہ ان میں بیٹھنے والا بھی (ہماری رحمت سے) محروم نہیں ہوتا۔ (مسند بزار' مجمع الزوائد)

ذکر کرنے والے کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصود صرف رب تعالیٰ کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس مجلس کے ختم ہونے پر) اعلان کرتا ہے کہ بخشے بخشائے اٹھ جاؤ۔ تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا۔ (مسند احمد' طبرانی' مسند ابو یعلیٰ' مسند بزار' مجمع الزوائد)

سو مرتبہ "سبحان اللہ" کہنے پر اجر

حدیث شریف: حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول پاک ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے سوال کیا: ہم

میں سے کوئی آدمی ایک ہزار نیکیاں کس طرح کما سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''سبحان اللہ'' سو مرتبہ پڑھے۔ اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے ایک ہزار گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (مسلم' باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء' حدیث 6852)

سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھتا ہے' اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (مسند بزار' مجمع الزوائد)

کلماتِ طیبات کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ''لاالہ الا اللہ'' کہتا ہے۔ اسکے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جو شخص ''سبحان اللہ وبحمدہ'' سو مرتبہ پڑھتا ہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں ہی رہیں گی) سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اس لئے کہ) تم میں سے ایک شخص اتنی نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں وہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کی چاہے گا' مدد فرمائے گا اور ہلاک ہونے سے بچا لے گا۔ (مستدرک' ترغیب والترہیب)

تسبیح کی فضیلت

حدیث شریف: قبیلہ بنو سلیم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول رحمت شفیع

اُمت علیہ السلام نے ان باتوں کو میرے ہاتھ یا اپنے دست مبارک پر گن کر فرمایا "سبحان اللہ" کہنا آدھے ترازو کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور "الحمدللہ" کہنا پورے ترازو کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور "اللہ اکبر" کا ثواب زمین و آسمان کے درمیان کی خالی جگہ کو پر کردیتا ہے۔ (ترمذی' باب فیہ حدیثان التسبیح نصف المیزان' حدیث 3519)

سمندر کے جھاگ کے برابر بھی گناہ معاف

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرکار اعظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زمین پر جو شخص بھی "لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر' ولاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (ترمذی' باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتحمید' حدیث 3460)

بارہواں باب

سچی توبہ کے فضائل
وبرکات
احادیث کی روشنی میں

سچی توبہ کے فضائل و برکات

توبہ کرنے والے پر رحمت

حدیث شریف: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے میرے بندے! بے شک جب تک تو میری عبادت کرتا رہے گا اور مجھ سے (مغفرت) کی امید رکھے گا میں تجھ کو معاف کرتا رہوں گا۔ چاہے تجھ میں کتنی ہی برائیاں کیوں نہ ہوں۔ میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ کے ساتھ بھی مجھ سے اس حال میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں بھی زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا یعنی بھرپور مغفرت کر دوں گا۔ (مسند امام احمد)

توبہ کرنے والے پر کرم

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرور کونین ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کوئی بندہ گناہ کر لیتا ہے پھر (نادم ہو کر) کہتا ہے میرے رب! میں تو گناہ کر بیٹھا' اب تو مجھے معاف فرما دے' تو اللہ تعالیٰ (فرشتوں کے سامنے) فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں کو معاف کرتا ہے اور اس کو پکڑ بھی سکتا ہے (سن لو) میں نے اپنے بندے کی مغفرت فرما دی۔ پھر وہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے' گناہ سے رکا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو (نادم ہو کر) کہتا ہے میرے رب! میں تو ایک اور گناہ کر بیٹھا تو اس کو بھی معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے' کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور اس پر پکڑ بھی کر سکتا ہے؟ (سن

لو) میں نے اپنے بندے کی مغفرت فرمادی۔ پھر وہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گناہ سے رکا رہتا ہے۔

اس کے بعد پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو (نادم ہوکر) کہتا ہے۔ میرے رب! میں تو ایک اور گناہ کر بیٹھا تو اس کو بھی معاف فرمادے تو رب تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے۔ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور اس پر پکڑ بھی فرماسکتا ہے؟ (سن لو) میں نے اپنے بندے کی مغفرت فرمادی۔ بندہ جو چاہے کرے یعنی ہر گناہ کے بعد توبہ کرتا رہے۔ میں اس کی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔ (بخاری' باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ' حدیث 7507)

توبہ کرنے والوں پر اللہ خوش ہوتا ہے

حدیث شریف: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس شخص کی خوشی کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کی اونٹنی کسی سنسان جنگل میں اپنی رسی گھسیٹتی ہوئی نکل جائے' جہاں نہ کھانا ہو نہ پانی' اور اس اونٹنی پر اس شخص کا کھانا اور پانی رکھا ہوا ہو اور وہ اس اونٹنی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جائے پھر وہ اونٹنی ایک درخت کے تنے کے پاس سے گزرے تو اس کی نکیل درخت کے تنے میں اٹک جائے اور اس شخص کو وہ اونٹنی اس تنے میں اٹکی ہوئی مل جائے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کو بہت ہی زیادہ خوشی ہوگی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی اس شخص کو (ایسے سخت حال میں مایوس ہونے کے بعد) سواری کے مل جانے سے ہوتی ہے (مسلم' باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بہا' حدیث 6959)

توبہ کرنے والوں پر رب تعالیٰ کا دستِ رحمت

حدیث شریف: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات بھر اپنا دست رحمت بڑھائے رکھتا ہے تاکہ دن کا گنہ گار رات کو توبہ کر لے اور دن بھر اپنا دست رحمت بڑھائے رکھتا ہے تاکہ رات کا گنہ گار دن میں توبہ کر لے (اور یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے (اس کے بعد کوئی توبہ قبول نہیں ہوگی) (مسلم، باب قول التوبۃ من الذنوب حدیث 6989)

موت کی آخری علامت تک توبہ کر لیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ یعنی نزع کی کیفیت شروع نہ ہو جائے (ترمذی، باب ان اللہ یقبل توبۃ العبد، حدیث 3537)

ف = موت کے وقت جب بندے کی روح جسم سے نکلنے لگتی ہے تو حلق کی نالی میں ایک قسم کی آواز پیدا ہوتی ہے جسے غرغرہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد زندگی کی کوئی امید نہیں رہتی۔ یہ موت کی یقینی اور آخری علامت ہوتی ہے لہذا اس علامت کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کرنا یا ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔

گناہ سرزد ہونے پر فوراً توبہ کرنی چاہئے

حدیث شریف: حضرت ام عصمہ عوصیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو جو فرشتہ اس کے گناہ لکھنے پر مقرر ہے وہ اس گناہ کو لکھنے سے تین گھڑی یعنی کچھ دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ اگر اس نے ان تین گھڑیوں کے دوران کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگ لی تو وہ فرشتہ آخرت میں اسے

اس گناہ پر مطلع نہیں کرے گا اور نہ قیامت کے دن (اس گناہ پر) اسے عذاب دیا جائے گا۔
(مستدرک)

گناہ سرزد ہونے پر فوراً توبہ کرنی چاہیے

حدیث شریف: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: یقیناً بائیں طرف کا فرشتہ گنہ گار مسلمان کے لئے چھ گھڑیاں (کچھ دیر) قلم کو (گناہ کے) لکھنے سے اٹھائے رکھتا ہے یعنی نہیں لکھتا پھر اگر یہ گنہ گار بندہ نادم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگ لیتا ہے تو فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا ورنہ ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

توبہ کی برکت سے تنگ دستی اور غم دور ہوتے ہیں

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ ہر غم سے اسے نجات عطا فرماتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد باب فی الاستغفار حدیث 1518)

کثرت سے استغفار کرو

حدیث شریف: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ قیامت کے دن) اس کا نامہ اعمال اس کو خوش کر دے تو اسے کثرت سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

تیرہواں باب

مومن کی اہم خوبی
حُسنِ اخلاق
قرآن مجید اور
احادیث کی روشنی میں

مومن کی اہم خوبی "حسن اخلاق"

القرآن:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں (سورۂ آل عمران آیت 134)

القرآن:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

(سورۂ فرقان آیت 63)

ترجمہ: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ

(سورۂ لقمان آیت 18 تا 19)

ترجمہ: اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا فخر کرتا اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر بے شک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی۔

دن رات عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کرنے والا

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

(ابوداؤد باب فی حسن الخلق حدیث 4798)

کامل ترین ایمان والے کون؟

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم ہے۔ (ترمذی باب فی استکمال الایمان حدیث 2612)

حُسن سلوک سے کائنات کو اپنا بنایا جا سکتا ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے مال سے تو غلاموں کو خریدتا ہے پھر ان کو آزاد کرتا ہے وہ بھلائی کا معاملہ کر کے آزاد آدمیوں کو کیوں نہیں خریدتا جبکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے؟ یعنی جب وہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے گا تو لوگ اس کے غلام بن جائیں گے۔ (الجامع الصغیر جلد 2، ص 149)

اپنے مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنے پر اجر

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنے کے لئے اس طرح ملتا ہے جس طرح رب تعالیٰ پسند فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کردے گا۔ (الطبرانی فی الصغیر' مجمع الزوائد' جلد 8' ص 353)

میزان میں سب سے بھاری چیز

حدیث شریف: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا (قیامت کے دن) مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی (ابوداؤد' باب فی حسن الخلق' حدیث 4799)

تواضع پر انعام' تکبر کرنے پر سزا

حدیث شریف: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کی (رضامندی حاصل کرنے) کے لئے تواضع کو اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرماتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں اونچا ہوتا ہے۔

اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا ہو جاتا ہے اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی نظروں میں وہ کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان' جلد 6' ص 276)

رب کے نزدیک سب سے بڑھ کر عزت والا

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں عرض کیا۔ اے میرے رب! تیرے بندوں میں تیرے نزدیک زیادہ عزت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ بندہ جو بدلہ لے سکتا ہو اور پھر معاف کر دے۔

(بیہقی فی شعب الایمان' جلد 3' ص 319)

خادم کی غلطیوں کو روزانہ ستر مرتبہ معاف کرو

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں (اپنے) خادم کی غلطی کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ علیہ السلام خاموش رہے۔ انہوں نے پھر وہی عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں (اپنے) خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزانہ ستر مرتبہ۔ (ترمذی' باب ماجاء فی العفوعن الخادم' حدیث 1949)

شفقتِ رسالت مآب ﷺ

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں دس سال سرور کونین ﷺ کی خدمت کی۔ میں نوعمر لڑکا تھا۔ اس لئے میرے سارے کام رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے مطابق نہیں ہو پاتے تھے یعنی نوعمری کی وجہ سے مجھ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں (لیکن دس سال کی اس مدت میں) کبھی آپ علیہ السلام نے مجھے اُف تک بھی

نہیں فرمایا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ یا یہ کیوں نہ کیا۔ (ابوداؤد' باب فی الحلم واخلاق النبی' حدیث 4774)

غصہ پر قابو پانے والا طاقتور ہے

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو (اپنے مقابل کو) پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے۔ (بخاری' باب الحذر من الغضب' حدیث 6114)

غصہ پی جانے والے پر انعام

حدیث شریف: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص غصہ کو پی جائے جبکہ اس میں غصہ کے تقاضہ کو پورا کرنے کی طاقت بھی ہو (لیکن اس کے باوجود جس پر غصہ ہے' اس کو کوئی سزا نہ دے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ساری مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اس کو اختیار دے گا کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے' اپنے لئے پسند کر لے۔ (ابوداؤد' باب من کظم غیظا' حدیث 4777)

اللہ تعالیٰ کو محبوب دو خصلتیں

حدیث شریف: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے قبیلہ عبد قیس کے سردار حضرت اشج رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ ایک حلم یعنی نرمی اور برداشت' دوسرے جلد بازی سے کام نہ کرنا۔ (مسلم' باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ' حدیث 117)

چودھواں باب

دعا کی فضیلت واہمیت
اور دعا کی قبولیت کے مقامات
احادیث کی روشنی میں

دعا کی فضیلت و اہمیت

دعا عبادت کا مغز ہے

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی، باب منہ الدعاء مخ العبادۃ، حدیث 3371)

دعا عبادت ہی ہے

حدیث شریف: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا دعا عبادت ہی ہے۔ (ترمذی، باب ومن سورۃ المومن، حدیث 3247)

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

حدیث شریف: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کے فیصلہ کو ٹال نہیں سکتی اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھا سکتی اور آدمی (بسا اوقات) کسی گناہ کے کرنے کی وجہ سے روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (مستدرک)

دعا مانگنا ہر صورت فائدہ مند ہے

حدیث شریف: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ یا تو اس کو وہی عطا فرما دیتا ہے جو اس نے مانگا ہے یا کوئی تکلیف اس دعا (کی برکت) سے دور فرما دیتا ہے یا اس کے لئے اس کے برابر اجر کا ذخیرہ کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: جب یہ بات ہے تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ دینے والا ہے۔ (ترمذی' باب انتظار الفرج وغیر ذلک حدیث 3573)

دعا مانگنے والوں کو خالی نہیں لوٹایا جاتا

حدیث شریف: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بہت زیادہ حیا کی صفت ہے وہ بغیر مانگے بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ جب آدمی رب تعالیٰ کے سامنے مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں ان ہاتھوں کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے حیا آتی ہے۔ (ترمذی' باب ان اللہ حیی کریم' حدیث 3556)

دعا مانگنے والے کے ساتھ رب کی رحمت ہوتی ہے

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تاجدار کائنات ﷺ

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جس وقت وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (مسلم باب فضل الذکر والدعاء حدیث 6829)

دعا سے بڑھ کر کوئی بلند چیز نہیں

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (ترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء حدیث 3370)

سختیوں کے وقت سے زیادہ خوشحالی میں دعا کرے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور بے چینیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ خوشحالی کے زمانے میں زیادہ دعا کیا کرے۔ (ترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ حدیث 3382)

دعا مومن کا ہتھیار ہے

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا مومن کا ہتھیار ہے دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ (مستدرک)

دعا کی قبولیت میں جلد بازی نہ کرے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا' بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے' بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا' بندہ کہتا ہے میں نے دعا کی پھر دعا کی لیکن مجھے تو قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ پھر اکتا کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ (مسلم' باب بیان انہ یستجاب للداعی' حدیث 6936)

دعا مانگتے وقت نگاہیں نیچی رکھی جائیں

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔ (مسلم' باب النہی عن رافع البصر' الی السماء فی الصلوٰۃ)

اجتماعی دعا کی برکت

حدیث شریف: حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو جماعت ایک جگہ جمع ہو اور ان میں سے ایک دعا کرے اور دوسرے آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے۔ (مستدرک)

ہر رات میں ایک قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ مسلمان بندہ اس میں دنیا و آخرت کی جو خیر مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔ (مسلم باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیہا الدعاء حدیث 1770)

آدھی رات میں دعا مانگنے والوں پر کرم

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو رب تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف تجلی خاص فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرتے میں اس کی دعا قبول کروں گا؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کی مغفرت کروں؟ (بخاری باب الدعاء والصلوٰۃ من آخر اللیل حدیث 1145)

پانچ کلمات کے ذریعہ مانگنے والے کو عطا کیا جاتا ہے

حدیث شریف: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو شخص بھی ان پانچ کلمات کے ذریعہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا

شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(طبرانی، مجمع الزوائد)

اسم اعظم کیا ہے؟

حدیث شریف: حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم نہ بتادوں کہ جس کے ذریعہ سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور سوال کیا جائے تو پورا فرماتا ہے؟ یہ وہ دعا ہے کہ جس کے ذریعہ حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو تین اندھیروں میں پکارا تھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(تین اندھیروں سے مراد رات، سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے ہیں)

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ یا تمام ایمان والوں کے لئے عام ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تم نے رب تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا:

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان اس دعا کو اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ پڑھے اگر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اس کو شہید کا ثواب دیا جائے گا اور اگر اس بیماری سے اسے شفا مل گئی تو اس شفا کے ساتھ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے جائیں گے۔ (مستدرک للحاکم)

پانچ قسم کی دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ قسم کی دعائیں خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں۔ مظلوم کی دعا جب تک وہ بدلہ نہ لے لے حج کرنے والے کی دعا جب تک وہ لوٹ نہ آئے مجاہد کی دعا جب تک وہ واپس نہ آئے بیمار کی دعا جب تک وہ صحت یاب نہ ہو اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا۔ پھر نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور ان دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو اپنے کسی بھائی کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے کی جائے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

تین دعاؤں کو رد نہیں کیا جاتا

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعائیں خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں جن کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (اولاد کے حق میں) باپ کی دعا' مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا (ابو داؤد باب الدعا بظہر الغیب' حدیث 1536)

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم نیکی کا حکم کرو ورنہ تم پر کسی ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیا جائے گا جو تمہارے چھوٹے پر رحم نہیں کرے گا اور تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے مگر ان کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی وہ معافی مانگیں گے مگر ان کو معافی نہیں ملے گی۔ (بحوالہ از کتاب: مکاشفۃ القلوب امام غزالی علیہ الرحمہ)

معلوم ہوا کہ دعاؤں کی قبولیت میں رکاوٹ کا ایک سبب نیکی کا حکم نہ دینا ہے۔آج ہم نے واقعی نیکی کی دعوت کو عام کرنا چھوڑ دیا ہے۔

اپنے لئے تو سبھی جیتے ہیں

ہم نیک اعمال کرتے ہیں۔مثلاً نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ اور دیگر نیک اعمال کرتے ہیں اس کا فائدہ ہماری ذات کو ہوتا ہے اور یہ ہم پر ضروری بھی ہے کہ ہم ان فرائض کو ادا کریں لیکن اس کا فائدہ ہماری ذات کو ہوتا ہے ان کے ثمرات و برکات صرف ہمیں ملیں گے۔اس لئے یہ کوئی کمال نہیں ہوا۔مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ پیغام حق اور نصیحت کی باتیں دوسرے مسلمان بھائیوں تک پہنچائے۔

کیونکہ ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو علم دین اور حق باتوں کے بارے میں معلومات نہیں ہوتی وہ عقائد کے معاملہ میں بالکل کورے ہوتے ہیں۔ایسے مسلمان بھائیوں کو عقائد کے بارے میں سمجھایا جائے تاکہ ان کا ایمان محفوظ رہے اور ساتھ ساتھ اصلاحی باتیں بھی بتائی جائیں تاکہ ان کے دل میں عمل کا جذبہ بھی بیدار ہو۔یہ ہے دوسروں کے لئے زندگی گزارنا جو کہ ہم پر لازم ہے۔

یہ حدیث شریف آپ نے سنی ہوگی کہ مومن وہ ہے جو اپنے لئے پسند کرے وہی چیز اپنے مومن بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ہم الحمدللہ مومن ہیں۔نماز،روزہ اور اس کے علاوہ دینی مجالس میں جانا،عقائد اصلاح سے بھرپور لٹریچر جو ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ یہی معاملات ہم اپنے مسلمان بھائیوں،اپنے گھر والوں،اپنے عزیزوں،رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کے لئے بھی پسند کریں تاکہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہم سے

پوچھ گچھ نہ ہو۔

اپنے مسلمان بھائیوں کے عقائد اور اصلاح کی فکر کرنا چھوڑ دینا بھی دعاؤں کی قبولیت میں رکاوٹ کا سبب ہے لہذا ہمیں یا شیخ اپنی دیکھ والے کام کو چھوڑ کر ہر مسلمان کے عقائد اور اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

جلدی مچانے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی

''احسن الوعاء'' میں آداب دعا بیان کرتے ہوئے مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدائے تعالیٰ عزوجل تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں کرتا۔

(1)......جو گناہ کی دعا مانگے۔

(2)......ایسی بات چاہے کہ قطع رحم ہو۔

(3)......ایسا شخص جو دعا کی قبولیت میں جلدی کرے کہ میں نے جو دعا مانگی وہ اب تک قبول نہیں ہوئی۔

ایسا شخص گھبرا کر دعا چھوڑ دیتا ہے اور قبولیت سے محروم رہ جاتا ہے۔

''احسن الوعا لآداب الدعاء'' پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ ایک مقام پر دعا کی قبولیت میں جلدی مچانے والوں کو آپ نے اپنے مبارک انداز اور بہت علمی انداز میں سمجھایا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

دنیاوی افسروں کے آرزو مندوں کو دیکھا جاتا ہے کہ تین تین برس تک انتظار میں گزارتے ہیں۔ صبح و شام ان کے دروازے پر دوڑتے ہیں اور وہ (افسران) ہیں کہ رخ نہیں ملاتے، جواب نہیں دیتے، جھڑکتے، دل تنگ ہوتے، ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ امیدواری میں لگایا تو بیگار (بیکار محنت سر پر) ڈالی۔ یہ حضرت گرہ (یعنی امیدوار جیب) سے کھاتے، گھر سے منگواتے،

بیکار بیگار (فضول محنت) کی بلاء اٹھاتے ہیں اور وہاں برسوں گزریں۔ ہنوز (یعنی ابھی تک) روز اول ہے مگر یہ نہ امید توڑیں، نہ پیچھا چھوڑیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دروازے پر اول تو آتا ہی کون ہے؟ اور آئے بھی تو اکتاتے گھبراتے کل کا ہوتا کام آج ہو جائے۔ ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گزارا اور شکایت ہونے لگی صاحب! پڑھا تو تھا کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ احمق اپنے لئے اجابت (یعنی قبولیت) کا دروازہ خود بند کر لیتے ہیں۔ سرکار اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

''تمہاری دعا قبول ہوتی ہے جب تک تم جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہ ہوئی''

دعا کی قبولیت میں تاخیر کا ایک اور سبب

محترم حضرات! دعا کی قبولیت میں تاخیر کی کافی مصلحتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

سرکار اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی پیارا دعا کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ یا الٰہی! جل جلالہ تیرا بندہ تجھ سے کچھ مانگتا ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ ٹھہرو! ابھی نہ دو تا کہ پھر مانگے کہ مجھ کو اس کی آواز پسند ہے اور جب کوئی فاسق یا کافر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا کام جلدی کر دو تا کہ پھر نہ مانگے کہ مجھ کو اس کی آواز مکروہ (یعنی ناپسند) ہے (بحوالہ: بیہقی)

دعا کی قبولیت میں تاخیر بھی نظر کرم ہے

حضرت مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اے میرے عزیز! تیرا رب جل جلالہ فرماتا ہے کہ میں دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔ جب مجھ سے دعا مانگے، مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن یقین سمجھ کہ وہ تجھے اپنے در سے محروم نہیں کرے گا اور اپنے وعدے کو وفا فرمائے گا۔ وہ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے میرے

محبوب ﷺ! مانگنے والے کو نہ جھڑکنا۔ پھر وہ رب جل جلالہ کس طرح اپنے خوان کرم سے دور کرے گا بلکہ وہ تجھ پر نظر کرم رکھتا ہے کہ تیری دعا کے قبول کرنے میں دیر کرتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید بن قطان رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ عرض کی اے مالک مولیٰ جل جلالہ! میں اکثر دعا کرتا ہوں اور تو قبول نہیں فرماتا؟ حکم ہوا۔ اے یحییٰ رضی اللہ عنہ! میں تیری آواز کو دوست رکھتا ہوں۔ اس واسطے تیری دعا کی قبولیت میں تاخیر کرتا ہوں۔

(بحوالہ احسن الوعاء)

بعض اوقات ہمارے ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ دعا آخر کیوں قبول نہیں ہوئی جبکہ احادیث میں قبولیت کی سند موجود ہے۔

حضرت علامہ مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمہ نے اس کی وجوہات لکھی ہیں۔

(1)...... دعا کرتے وقت دل کو حاضر رکھنا چاہئے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ غافل کی دعا نہیں سنتا۔

(2)...... دعا میں جلدی نہ کرے کیونکہ جلدی کرنے سے دعا قبول نہیں ہوتی۔

(3)...... ادب کا فوت ہونا، اپنی خطا پر نادم نہ ہونا، خدا تعالیٰ کی شکایت کرنا یہ دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

(4)...... سرکار اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سفر دراز کرے۔ بال الجھے، کپڑے گرد آلود، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور یا رب! یا رب! کہے مگر اس کا کھانا، پینا اور پرورش حرام ہے تو اس کی دعا کہاں قبول ہو۔

دعا کی قبولیت کے مقامات

(1)...... دعا کے وقت باوضو، قبلہ رو، دو زانوں بیٹھے، نیچی نگاہیں کئے اعضاء کو خاشع بنائے، باادب ہاتھوں کو سینے، شانوں یا چہرے کے مقابل اور ہتھیلیاں پھیلی رکھے۔

(2)...... آنسو ٹپکنے میں کوشش کرے، اگر چہ ایک ہی قطرہ ہو کہ یہ دعا کی قبولیت کی دلیل ہے۔ رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالی جائے۔

(3)...... شب قدر اور رمضان کی راتوں میں۔

(4)...... روز عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ خصوصا میدان عرفان میں۔

(5)...... ٹھیک آدھی رات کے اس وقت تجلی خاص ہوتی ہے۔

(6)...... سحری کے وقت۔

(7)...... جمعہ کے دن وہ ساعت جس وقت امام خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھ جائے۔ اس وقت یہ ساعت شروع ہوتی ہے اور امام کے سلام پھیرنے تک یہ ساعت رہتی ہے۔

(8)...... مسجد کو جاتے وقت۔

(9)...... وقت اذان

(10)...... تلاوت قرآن مجید کے بعد

(11)...... جب مسلمان جہاد میں صفیں باندھیں۔

(12)...... جب کفار سے لڑائی گرم ہو۔

(13)...... آب زم زم پیتے وقت۔

(14)...... افطاری کے وقت

(15)...... برسات برستے وقت

(16)...... جب مرغ اذان دے۔

(17) اجتماعی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ (الحمد للہ یہ سعادت اہلسنت کو حاصل ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہیں)

(18)...... جہاں اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب ﷺ کا ذکر ہوتا ہو۔

(19)...... مسلمان میت کے پاس خصوصا جب اس کی آنکھیں بند کریں۔

(20)......رجب کی چاند رات، شب برات، شب عید الفطر اور شب عید الاضحیٰ

(21)......کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی۔

(22)......ملتزم سے لپٹ کر۔

(23)......زیر میزاب

(24)......حطیم

(25)......حجر اسود

(26)......رکن یمانی

(27)......خلف مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

(28)......صفا اور مروہ میں

(29)......مزدلفہ اور منیٰ میں

(30)......مسجد نبوی ﷺ میں

(31)......مواجہ شریف سرکار اعظم ﷺ امام ابن الجزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دعا یہاں قبول نہ ہوگی تو کہاں ہوگی)

(32)......منبر نبوی ﷺ کے پاس

(33)......مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں کے پاس

(34)......مسجد قباء شریف اور مسجد الفتح شریف میں

(35)......جبل احد شریف اور مزارات بقیع واحد

(36)......مزار اقدس امام اعظم ابو حنیفہ کے پاس (مقدمہ شامی میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ دو رکعت نماز پڑھتا اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی قبر مبارک کے پاس جا کر دعا مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے۔)

(37)......ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ تین افراد کی دعائیں مقبول ہیں۔

(۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) ماں باپ کی اپنی اولاد کو کوسنا

(38)...... سرکار اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنی جانوں پر بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کو بددعا نہ دو، اپنے خادم کو بددعا نہ دو اور اپنے مالوں کو بددعا نہ کرو کیونکہ دعا کی قبولیت کی گھڑی ہو سکتی ہے۔

(39)...... عادل بادشاہ

(40)...... مردِ صالح

(41)...... ماں باپ کا فرمانبردار

(42)...... اولاد کی دعا والدین کے حق میں

(43)...... حجاج کرام کی دعا جب تک نہ پلٹے

(44)...... عمرہ کرنے والوں کی دعا

(45)...... بیمار کی دعا

(46)...... دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے والے کی

(47)...... والدین کی دعا اولاد کے حق میں

(48)...... کسی مسلمان پر احسان کرنے والے کی دعا

(49)...... بزرگوں کے وسیلے سے

(50)...... سرکار اعظم ﷺ کے وسیلے سے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (سورۃ المائدہ، آیت 35)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

حدیث شریف: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سرکار ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میری بینائی کے لئے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر چاہو تو دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کرو۔ یہ بہتر ہوگا۔ اس نے کہا کہ دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے کہو "اے اللہ جل جلالہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلے سے حاضر ہوں۔ اے محمد ﷺ! میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ اے اللہ! میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔ (ابن ماجہ، حدیث 1443، ص 396، مطبوعہ فرید بک لاہور)

صحیح بخاری میں ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ! ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں۔ ہم پر باران رحمت نازل فرما۔

(بخاری، کتاب الاستسقاء، حدیث 1009، ص 1629، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

کن کن باتوں کے لئے دعا نہ کی جائے

(1)..... انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ مانگنے کی دعا نہ کرے۔

(2)..... لغو اور بے فائدہ دعا نہ کرے۔

(3)..... گناہ کی دعا نہ کرے کہ مجھے پرایا مل جائے یا کوئی فاحشہ زنا کرے۔

(4)..... قطع رحم کی دعا نہ کرے مثلاً فلاں رشتہ داروں سے لڑائی ہو جائے۔

(5)..... اللہ تعالیٰ سے حقیر چیز نہ مانگے کہ پروردگار جل جلالہ غنی ہے۔

(6)..... رنج و مصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا نہ کرے کہ مسلمان کی زندگی اس کے حق میں غنیمت ہے۔

(7)...... کسی مسلمان کو یہ بد دعا نہ کرے کہ تو کافر ہو جائے۔

(8)...... کسی مسلمان پر لعنت نہ کرے اور اسے مردود اور ملعون نہ کہے۔

(9)...... کسی مسلمان کو یہ بد دعا نہ دے کہ تجھ پر خدا تعالیٰ کا غضب ہو اور تو آگ یا دوزخ مین داخل ہو۔

(10)...... اپنی جانوں، اولادوں، خادموں اور اموالوں پر بد دعا نہ کرو۔

یہ تمام دعائیں نہیں کرنی چاہئے۔ احادیث میں ان دعاؤں سے منع فرمایا گیا ہے۔ ہم اکثر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ نہ جانے ہم سے ایسا کون سا گناہ ہو گیا ہے کہ ہماری دعائیں اللہ تعالیٰ نہیں سنتا۔

ہم نے کبھی غور کیا! ہم ذرا سوچیں!

اپنے آپ سے سوال کریں؟

☆ ہم پر اللہ تعالیٰ نے پنجگانہ نماز فرض کیں اور جماعت کو واجب رکھا۔ کیا ہم نے فرض نمازیں با جماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کیں؟

☆ کیا ہم نے کوئی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی؟

☆ کیا ہم نے کوئی سجدہ اپنے پروردگار جل جلالہ کے شایان شان کیا؟

☆ کیا ہم نے ماہ رمضان کے روزے حقیقی طور پر رکھے؟

☆ کیا ہم نے حقوق العباد صحیح معنوں میں ادا کئے؟

☆ کیا ہم نے اپنے والدین کی خدمت اور ادب کی؟

☆ کیا ہم غیبت سننے اور کرنے سے بچے؟

☆ کیا ہم نے بد نگاہی اور بد گمانی ترک کی؟

☆ کیا ہم بد عہدی اور بد گوئی سے محفوظ رہے؟

☆ کیا ہم مسلمانوں کو تکلیفیں دینے سے باز رہے؟

☆ کیا ہم فلموں، ڈراموں اور گانے سننے سے بچے؟

☆ کیا ہم نے سنت کے مطابق زندگی گزاری؟

☆ کیا ہم کسی بھی طرح سے حرام کھانے سے بچے؟

☆ کیا ہم نے پڑوسیوں اور اپنی بیوی کے حقوق ادا کیے؟

☆ کیا ہم ے اپنی اولاد کو اسلامی تربیت دی؟

☆ کیا ہم نے دین کے کام کو بڑھانے کے لئے محنت کی؟

یہ تمام سوالات ہم اپنے ضمیر سے کریں تو یقینا یہی جواب آئے گا کہ ہم غافل رہے پھر ہم کس منہ سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم نے کون سا گناہ کیا ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

بلکہ ہمیں تو یہ کہنا چاہئے کہ ہم نے کون سی ایسی نیکی کی ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ یہ اس کا فضل ہے کہ وہ ہمیں معاف فرما دیتا ہے۔ اسی لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے رب جل جلالہ سے دعا مانگیں تو دل میں پوری ہونے کی امید رکھیں مگر کسی وسوسے کا شکار نہ ہوں۔

مومن کی دعا کے ثمرات اس کو ہر حال میں ملتے ہیں۔ دعا کرنے سے اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں یا اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے یا اس دعا کی برکت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ہم سے جس قدر ہو سکے، گناہوں سے بچنا چاہئے۔ اپنے رب جل جلالہ سے ہر حال میں خوش رہنا چاہئے۔ کیا معلوم کہ وہ کس حال میں ہم سے راضی ہو۔ شکوہ اور شکایت سے بچنا چاہئے کہ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

اے میرے اللہ جل جلالہ! ہمیں تیری رضا پر راضی رہنے والا اور ہمیں ایسا نیک بنا دے کہ ہم مستجاب الدعوات بن جائیں۔ آمین

پندرہواں باب

اسلامی عقائد پر سوالات

کے جوابات

قرآن وحدیث

کی روشنی میں

1۔ شرک کی کیا تعریف ہے؟

2۔ شرک کی کتنی اقسام ہیں؟

3۔ بدعت کیا ہے؟

4۔ نماز کیا ہے؟

5۔ یارسول اللہ ﷺ کہنا کیسا؟

6۔ کیا حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ عمل کیا؟

7۔ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

8۔ علم غیب سے متعلق اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے؟ تفصیل سے جواب دیں۔

9۔ کیا حضور ﷺ کا نور ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟

10۔ کیا انبیاء کرام علیہم السلام بعد از وصال حیات ہیں؟ ان کا حیات ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

11۔ وسیلہ کا لغوی معنی کیا ہے؟

12۔ کیا غیر اللہ کا وسیلہ پکڑنا شرعاً جائز ہے؟

13۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے مراد اعمال صالحہ کا وسیلہ ہے؟

14۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے؟

15۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا کیسا؟

16۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز تاریخ ولادت، جھنڈے لگانا اور عید کہنا کہاں سے ثابت ہے؟

17۔ کیا عید میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے؟

18۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات بنانا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

19۔ مزارات پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

20۔ قبروں پر پھول اور شجر وغیرہ ڈالنا کیسا ہے؟

21۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات پر حاضری کیوں دی جاتی ہے؟

22۔ کیا اسلام میں کسی کی یاد منانے کی کوئی گنجائش ہے؟

23۔ کیا نذر و نیاز کرنا جائز ہے کیونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا ناجائز ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

24۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

25۔ کیا بعد از وصال اولیاء اللہ رحمہم اللہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جا سکتے ہیں؟

26۔ اذان میں یا اذان کے علاوہ نام محمد ﷺ پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

27۔ کیا اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا جائز ہے؟

28۔ کیا اذان کے بعد درود و سلام پڑھنا جائز ہے؟

29۔ نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟

30۔ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت کریں؟

31۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا ثابت کریں؟

32۔ حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

33۔ بزرگوں کی کھڑے ہو کر تعظیم کرنا اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شریعت میں کیسا ہے؟

34۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کا مختار بنایا ہے؟

35۔ کیا حضور ﷺ کو تقسیم کرنے کا بھی اختیار ہے؟

36۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شریعت کا بھی مختار بنایا ہے؟

37۔ معراج کی حقیقت قرآن سے ثابت کریں؟

38۔حدیث شریف کامفہوم یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ معراج کی رات میں نے سرکار اعظم ﷺ کا جسم گم نہ پایا'

اس کا جواب دیں؟

39۔شب معراج' سرکار اعظم ﷺ کا اپنے رب کا دیدار کرنا احادیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

40۔شب معراج میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرنا اور اس رات کی برکتیں احادیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

41۔ستائیس رجب کے دن روزہ رکھنا کیسا؟

42۔شب برأت کی کیا حقیقت ہے؟

43۔شب برأت میں قبرستان جانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

44۔کیا تعویذ باندھنا یا پہننا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے؟

45۔کن تعویذات اور دھاگے گلے میں باندھنے سے منع کیا گیا ہے؟

46۔کیا انبیاء کرام علیہم السلام پیدائشی نبی ہوتے ہیں؟

47۔کیا اولیاء اللہ کی کرامات قرآن مجید سے ثابت ہیں؟

48۔کیا اولیاء اللہ کے تبرکات سے نفع حاصل ہوتا ہے؟

49۔موئے مبارک کی عظمت احادیث کی روشنی میں بیان کریں؟

50۔ہر جگہ موئے مبارک کہاں سے آگئے۔کیا حضور ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا؟

51۔ایصال ثواب کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں؟

52۔مرشد ورہنما کیوں ضروری ہے؟

53۔کیا اولیاء اللہ کا عرس منانا صحیح ہے؟

54۔میت کی پیشانی یا کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا کیسا؟

55۔آپ لوگ حضور ﷺ کی اتنی تعریف کرتے ہو کہ اللہ سے بڑھا دیتے ہو؟

56۔عبدالعلی، عبدالرسول اور عبدالمصطفیٰ نام رکھنا کیسا؟

57۔کیا سرکار ﷺ لکھنا جانتے تھے؟

58۔لفظ اُمّی کا کیا مطلب ہے؟

59۔کیا والدین رسالت مآب توحید پرست تھے؟

60۔کیا آزر بت پرست حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا؟

61۔کیا حضور ﷺ کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی؟

62۔کیا انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے؟

63۔محفلِ نعت کا رواج کب سے ہے؟

64۔نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا کیسا ہے؟

65۔نعل پاک کی کیا حقیقت ہے؟

66۔تین مسجدوں کے سوا کسی جگہ کا سفر نہ کیا جائے پھر مزارات اولیاء کی زیارت کے لئے کیوں سفر کیا جاتا ہے؟

67۔ولایت کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں؟

68۔مردوں کو زندہ کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر اولیاء اللہ مردوں کو کیسے زندہ کر سکتے ہیں؟

سوال: شرک کی کیا تعریف ہے؟

جواب}......علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب شرح عقائدِ نسفی میں شرک کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں "کسی کو شریک ٹھہرانے سے مراد یہ ہے کہ مجوسیوں کی طرح کسی کو الٰہ (خُدا) اور واجب الوجود سمجھا جائے یا بُت پرستوں کی طرح کسی کو عبادت کے لائق سمجھا جائے۔"

شرک کی تعریف سے معلوم ہوا کہ دوخداؤں کے ماننے والے جیسے مجوسی (آگ پرست) مشرک ہیں اسی طرح کسی کو خدا کے سوا عبادت کے لائق سمجھنے والا مشرک ہوگا جیسے بُت پرست جو بتوں کو مستحقِ عبادت سمجھتے ہیں۔

سوال: شرک کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب}......شرک کی تین اقسام ہیں:

1)......شرک فی العبادۃ 2)......شرک فی الذات 3)......شرک فی الصفات

(1) شرک فی العبادۃ:......شرک فی العبادۃ سے مُراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مستحقِ عبادت سمجھا جائے۔

(2) شرک فی الذات:......شرک فی الذات سے مُراد ہے کہ کسی ذات کو اللہ تعالیٰ جیسا ماننا، جیسا کہ مجوسی دوخداؤں کو مانتے تھے۔

(3) شرک فی الصفات:......کسی ذات وشخصیت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ جیسی صفات ماننا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی نبی ﷺ میں مانی جائیں یا کسی ولی علیہ الرحمہ میں تسلیم کی جائیں، کسی زندہ میں مانی جائیں یا فوت شدہ میں، کسی قریب والے میں تسلیم کی جائیں یا دور

والے میں، شرک ہر صورت میں شرک ہی رہے گا جو نا قابلِ معافی جرم اور ظلمِ عظیم ہے۔

شیطان شرک فی الصفات کی حقیقت کو سمجھنے سے روکتا ہے اور یہاں اُمت میں وسوسے پیدا کرتا ہے لہٰذا قرآن مجید کی آیات سے اس کو سمجھتے ہیں۔

1)......اللہ تعالیٰ رؤف اور رحیم ہے:

القرآن: اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤف اور رحیم ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت 143 پارہ 2)

سرکارِ اعظم ﷺ بھی رؤف اور رحیم ہیں۔

القرآن: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں (بھاری) ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مومنوں پر ''رؤوف اور رحیم'' ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت 128 پارہ 11)

پہلی آیت پر غور کریں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ رؤوف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں پھر دوسری آیت میں سرکارِ اعظم ﷺ کو رؤوف اور رحیم فرمایا گیا تو کیا یہ شرک ہوگیا؟

اس میں تطبیق یوں قائم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رؤف اور رحیم ہے جب کہ سرکارِ اعظم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی عطا سے رؤوف اور رحیم ہیں لہٰذا جہاں ذاتی اور عطائی کا فرق واضح ہوجائے وہاں شرک کا حکم نہیں لگتا۔

2)......علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں:

القرآن: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ کے سوا غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ (سورۂ نمل

،آیت 65 پارہ 20)

رسولوں کو بھی علمِ غیب عطا کیا گیا:

القرآن: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں ہی کو آگاہ فرماتا ہے ہر کسی کو (یہ علم) نہیں دیتا۔

(سورۂ جن، آیت 26/27 پارہ 29)

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پہلی آیت سے یہ ثابت ہوا مگر دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں کو بھی عطا کیا ہے تو کیا یہ شرک ہو گیا؟

اس میں تطبیق یوں قائم ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عالم الغیب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول اللہ تعالیٰ کی عطا سے علمِ غیب جانتے ہیں لہٰذا جہاں ذاتی اور عطائی کا فرق واضح ہو جائے وہاں شرک کا حکم نہیں لگتا۔

3)......مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہے:

القرآن: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

ترجمہ: یہ اس لئے کہ مسلمانوں کا مددگار اللہ ہے۔ (سورۂ محمد، آیت 11 پارہ 26)

جبریل اور اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں:

القرآن: فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج

(سورۂ تحریم، آیت 4 پارہ 28)

ترجمہ: بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مومنین مددگار ہیں۔

پہلی آیت پر غور کریں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر دوسری

آیت میں جبریل اور اولیاء اللہ کو مددگار فرمایا تو کیا یہ شرک ہو گیا؟

اس میں تطبیق یوں قائم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر مددگار ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام اور اولیاء کرام، اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار ہیں۔

جو ذات باری تعالیٰ عطا فرمارہی ہے اس میں اور جس کو عطا کیا جارہا ہے ان حضراتِ قدسیہ میں برابری کا تصور محال ہے اور جب برابری ہی نہیں تو شرک کہاں رہا؟

خوب یاد رکھیں! جہاں باذنِ اللہ اور عطائی کا فرق آجائے وہاں شرک کا تصور محال اور ناممکن ہو جاتا ہے۔

اُمتِ محمدی ﷺ کبھی شرک پر متفق نہیں ہوگی۔

حدیث شریف:...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا بیشک میں تمہارا سہارا اور تم پر گواہ ہوں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنے حوضِ کوثر کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا کے جال میں پھنس جاؤ گے۔

(بخاری شریف جلد اول، کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1258 ص 545 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

سوال: بدعت کیا ہے؟

جواب}...... بدعت کا لغوی معنی: نیا کام، نئی ایجاد، نئی بات۔

بدعت کا شرعی معنی: ہر وہ کام جو سرکارِ اعظم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

(1)......بدعتِ حسنہ (2)......بدعتِ سیئہ

بدعتِ حسنہ کی تعریف:......یہ وہ طریقہ ہے جو سرکارِ اعظم ﷺ کی ظاہری حیات کے بعد ایجاد ہوا ہو اور وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو مثلاً نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنا، مساجد میں محرابیں بنانا، مساجد کے بلند مینار تعمیر کروانا، قرآن مجید پر اعراب لگوانا، جمعہ کے دن دو اذانیں دینا، درسِ نظامی (عالم بنانے کا کورس) کا اجراء وغیرہ وغیرہ۔

کتاب کشاف اصطلاحات الفنون جلد اوّل صفحہ نمبر 122 میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ہے کہ وہ بدعت جو کتاب اللہ، سُنّت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت ہے۔

حدیث شریف:......ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا جس نے اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا۔ جب کہ ان کے ثوابوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے برا طریقہ جاری کیا پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لئے اپنا گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر بھی جو اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی ہو۔ (بحوالہ: ترمذی جلد 2، ابواب علم، رقم الحدیث 872، صفحہ 239 مطبوعہ فرید بک لاہور)

تفسیرِ روح البیان میں ہے کہ ہر وہ کام جسے علماء اور عارفین ایجاد کریں اور وہ سُنّت کے خلاف نہ ہو تو یہ اچھا کام ہے۔

مُسلم شریف کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ اچھا کام جو سرکارِ اعظم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو بعد میں ایجاد ہوا اور شریعت کے مخالف نہ ہو تو ایسے کام کو اپنانا اور ایجاد کرنا دونوں باعثِ اجر ہیں۔

بدعتِ سیئہ کی تعریف:......ہر وہ کام جو سرکارِ اعظم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا

ہو اور وہ شریعت کے مخالف ہو۔

جیسے: عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا۔

کتاب نیل الاوطار باب صلوٰۃ التراویح جلد سوم صفحہ نمبر 57 میں ہے کہ اگر بدعت ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیۂ ہے۔

کتاب اصطلاحات الفنون صفحہ نمبر 133 جلد اول میں ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ بدعت جو کتاب، سُنّت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو تو یہ بدعت ضالہ (سیۂ) یعنی بُری بدعت ہے۔

معلوم ہوا کہ ''بدعت'' جو گمراہی کا سبب بنتی ہے اور جسے بدعت ضالہ یا بدعت ضلالۃ کہا گیا ہے وہ اس نئی ایجاد یعنی بدعت پر صادق آتی ہے جو کتاب اللہ، سُنّتِ رسول، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو۔

اس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ دین میں ہر وہ اچھا کام جو شریعت سے نہ ٹکرائے وہ بدعت نہیں لہٰذا ایام بزرگانِ دین، متبرک راتوں میں عبادات، چہلم، سوئم، برسی، میلادِ مصطفی ﷺ یہ سب اچھے کام ہیں اِن تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا ذکر ہوتا ہے اگر ان کاموں پر بدعت کا فتویٰ لگایا گیا تو ہر وہ کام بدعت ہوگا جو سرکارِ اعظم ﷺ کے زمانے میں نہ ہوتا تھا۔

سوال: نماز کیا ہے؟

جواب }...... تمام ضروریاتِ دین پر دل وجان سے ایمان لانے کے بعد پہلا فرض نماز ہے نماز ایسا فرض ہے جو کسی صورت معاف نہیں ہے اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھیں، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھنا لازم ہے اس فرض کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ آدمی آنکھوں سے اندھا ہے، کانوں سے بہرہ ہے، زبان سے بول نہیں سکتا،

ہاتھ اور پاؤں سے معذور ہے ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔

نماز کے فوائد:

1)......نماز بے حیائی، پریشانیوں اور بیماریوں سے بچاتی ہے۔

2)......نماز روزی میں خیر و برکت لاتی ہے۔

3)......نمازی کو دنیا، آخرت، قبر اور حشر میں سُرخروئی عطا کی جاتی ہے۔

نماز چھوڑنے کے نقصانات:

1)......بے نمازی کا حشر فرعون، ھامان اور ابی بن خلف جیسے کفار کے ساتھ ہوگا۔

2)......بے نمازی جب مرے گا تو اُسے ایسی پیاس لگے گی کہ اگر اُسے پوری دنیا کا بھی پانی پلا دیا جائے پھر بھی اُس کی پیاس نہیں بجھے گی۔

3)......بے نمازی کی قبر میں سانپ اور بچھو مسلّط کر دیئے جائیں گے۔

یہ تمام عذابات بے نمازی کے لئے ہیں۔ بے نمازی وہ نہیں جو سال یا مہینے بھر نماز نہ پڑھے بلکہ بے نمازی وہ ہے جو سال یا مہینے میں ایک وقت کی بھی نماز جان بوجھ کر چھوڑ دے۔

سوال: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا کیسا؟

جواب: یہ وہ لفظ ہے جس کی تعلیم خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو دی چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

حدیث شریف = حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نابینا شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے شفا عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چاہو تو صبر کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا۔ دعا فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا

یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ (یَارَسُوْلَ اللہ) اِنِّی قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ (ابن ماجہ، جلد اول، حدیث 1443 ص 396 مطبوعہ فرید بک لاہور)

یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں۔ اے محمد ﷺ! میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں اے اللہ ﷻ میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ امام ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ف = اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کہنے کی تعلیم خود رسول پاک ﷺ نے دی۔ یا محمد ﷺ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ہے۔ ہمارے لئے "یارسول اللہ ﷺ" کہنے کا حکم ہے۔ اگر یارسول اللہ ﷺ کہنا ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ سائل کو کبھی اس کی تعلیم نہ دیتے۔

☆ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابھی مجلس برخاست نہ ہوئی اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ، كَاَنَّهُ لَمْ یَكُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ (وہ شخص آیا گویا کبھی وہ نابینا تھا ہی نہیں) (بحوالہ: عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول من ذہب بصرہ، حدیث 233)

☆ مشہور محدث امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ترمذی کے مطابق نقل کی

فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرِئَ (اس نابینا نے اس طرح عمل کیا تو اسے شفا نصیب ہو گئی)

(بحوالہ: مسند احمد جلد چہارم، ص 134)

☆امام حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ

(یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے)

(بحوالہ: المستدرک، کتاب صلاۃ التطوع، ص 1180)

☆امام ابوذکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ (متوفی 676ھ) نے باب اذکار صلاۃ الحاجۃ کے تحت اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا قَالَ التِّرْمَذِيْ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے)(بحوالہ: کتاب الاذکار ص 216)

یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ المعجم الصغیر للطبرانی 2۔ دلائل النبوۃ للبیہقی 3۔ الترغیب والترہیب للمنذری

4۔ مجمع الزوائد للہیثمی 5۔ المستدرک للحاکم 6۔ مسند احمد

سوال: کیا حضور علیہ وسلم صلی اللہ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ عمل کیا؟

جواب: جی ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو اس عمل کی تعلیم دی۔

☆امام سلیمان بن احمد طبرانی رضی اللہ عنہ (متوفی 360ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ اس کے کسی کام کی طرف دھیان دیتے۔ ایک دن اس کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو اس نے معاملہ بتایا تو میں نے اس سے کہا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرو اور یوں دعا کرو۔ اے اللہ جل جلالہ میں

تجھ سے مانگتا ہوں اپنے نبی رحمت محمد (ﷺ) کی طرف متوجہ ہورہا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرمادے۔

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو اور میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں اس شخص نے جا کر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اس عمل کو کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ دربان نے ان کا دروازہ کھول دیا اور انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام بتایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا۔ اس وقت تک مجھے آپ کا کام یاد نہ رہا جب بھی کام ہو میرے پاس آجایا کرو۔

پھر اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس معاملہ کی طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان کے ہاں میری سفارش کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی قسم! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تمہاری کوئی سفارش نہیں کی۔ ہاں ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے آپ ﷺ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنے نابینا پن کے بارے میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میرا کوئی معاون نہیں اور میرے لئے بڑی مشکل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وضو خانے جاؤ، وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابھی ہم مجلس سے الگ ہوئے نہ تھے اور نہ ہی طویل گفتگو ہوئی تھی کہ وہ نابینا شخص آگیا کہ پہلے نابینا ہی نہ تھا۔

امام طبرانی رضی اللہ عنہ نے نقل کر کے لکھا

وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ (یہ حدیث صحیح ہے) (بحوالہ: المعجم الکبیر جلد اول ص 183)

☆علمائے اسلام نے قیامت تک اس عمل کی اجازت عطا فرمائی:

☆امام محمد بن جزری علیہ الرحمہ (متوفی 833ھ) نے امام ترمذی سے نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے دعاء حاجت اپنی کتاب حصن حصین کے صفحہ نمبر 205 پر یوں نقل کی جسے حاجت پیش آئے وہ وضو کرے اور اچھی طرح کرے۔ دو رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دعا کرے۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوں۔ اے محمد ﷺ کے لئے اپنی حاجت میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ (حصن حصین ص 255 مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، کراچی)

☆حضرت امام احمد بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ (متوفی 311ھ) نے روایت میں اضافہ بھی نقل کیا

وَاِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ
(اگر کبھی ضرورت پڑے تو ایسا کرلیا کرو)

(بحوالہ: تاریخ ابن ابی خیثمہ، بحوالہ مصباح الزجاجۃ)

دوران اذان یارسول اللہ ﷺ کہنے کا ثبوت:

☆حضرت امام سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ نے باب الاذان میں فائدہ کے عنوان کے تحت قہستانی کے حوالہ سے لکھا کہ کنزالعباد میں ہے۔ جب موذن سے ''اشہد ان محمدا رسول اللہ'' کے کلمات سنیں تو پہلی دفعہ کہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ تعالی کی رحمتوں کا نزول

ہو۔

اور دوسری دفعہ سن کر یہ پڑھیں

قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْهَامَيْهِ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ فِي الْجَنَّةِ

یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر کہیے۔ اے اللہ جل جلالہ میرے سمع و بصر میں اضافہ کر' تو ایسے شخص کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے۔

اس پر مذکور حدیث کا حوالہ دیا۔

وَذَكَرَ دَيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدُوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَّسَحَ الْعَيْنَ

یعنی اور امام دیلمی علیہ الرحمہ نے الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی ذکر کیا جس نے آنکھوں پر انگوٹھے رکھے (حاشیہ طحطاوی علی المراقی ص 111)

☆ امام محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی 1252ھ) کے تتمہ عنوان کے تحت یہی گفتگو لکھی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ

یعنی مستحب یہ ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سن کر پڑھا جائے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ اور دوسری مرتبہ پڑھا جائے قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ یعنی یارسول اللہ ﷺ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

امام شامی علیہ الرحمہ نے کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا پھر کتاب الفردوس سے حدیث نبوی ذکر کی (بحوالہ: فتاویٰ شامی جلد 2' ص 84)

نقایہ کے شارح نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

یعنی واضح رہے کہ اذان میں اولاً شہادت رسالت کے جواب میں یہ کہنا مستحب ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دوسری مرتبہ کے جواب میں یوں کہا جائے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

(بحوالہ: فتاویٰ رضویہ، جلد 5، ص 435)

معلوم ہوا کہ علمائے اُمت نے بھی یارسول اللہ ﷺ کہا اور اُمت کو کہنے کی ترغیب دی۔

ہر مسلمان نماز میں حضور ﷺ کو خطاب کر کے سلام عرض کرتا ہے

حدیث شریف = حضرت شقیق بن سلمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جب نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو (سلام پھیرنے سے پہلے) یہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر سلام فلاں اور فلاں پر سلام تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر سلام نہ کہو اس لئے کہ وہ بذات خود ہی سلام ہے لیکن یہ کہو (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) اور جب تم نے یہ (وعلی عباد اللہ الصالحین) کہا تو یہ دعا ہر بندہ خواہ آسمان میں ہو یا آسمان اور زمین کے درمیان ہوگا، اس کو پہنچ جائے گی۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اور اس کے بعد جو دعا تجھے اچھی لگے وہ پڑھ لے (بخاری، کتاب الاذان، حدیث نمبر 835، ص 135، مطبوعہ دارالسلام ریاض

سعودی عرب)

اقوال علمائے اُمّت:

☆ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ (متوفی 505ھ) نماز کے ہر عمل کے وقت حضورِ قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے نمازیو! جب تم حالت نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے
السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ پر پہنچو

وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمِ وَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ وَلِیَصْدُقْ اَمَلَكَ فِیْ اَنَّهُ یَبْلُغُهُ وَیَرُدُّ عَلَیْكَ مَا هُوَ اَوْفٰی مِنْهُ

یعنی تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو حاضر سمجھ کر عرض کرے۔ نبی محترم! آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات کی امید بھی رکھو کہ ہمارا سلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے بہتر جواب سے نوازتے ہیں (بحوالہ: احیاء علوم الدین جلد اول، ص 99)

☆ امام علاء الدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح درمختار میں رقم طراز ہیں:

وَیَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِیَهَا مُرَادَةً لَهُ وَجْهِ (الْاِنْشَاءِ) كَاَنَّهُ یُحَیِّی اللّٰهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَاءِهٖ لَا (الْاِخْبَارِ) عَنْ ذٰلِكَ. وَظَاهِرُهُ اَنَّ ضَمِیْرَ عَلَیْنَا لِلْحَاضِرِیْنَ لَا حِكَایَةَ سَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی

یعنی نمازی الفاظ تشہد کے معانی کا ارادہ کرکے ان کو بطریق انشاء کہے گویا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کررہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر کی حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شبِ معراج ہوا (الدر المختار، جلد اول، ص 177)

3۔ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ سَیِّدِیْ عَلِیَّ الْخَوَّاصَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ لِلْمُصَلِّیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی التَّشَھُّدِ لِیُنَبِّہَ الْغَافِلِیْنَ فِیْ جُلُوْسِھِمْ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی شُھُوْدٍ فِیْ تِلْكَ الْحَضْرَۃِ فَاِنَّہٗ لَایُفَارِقُ حَضْرَۃَ اللّٰہِ اَبَدًا فَیُخَاطِبُوْنَہٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَھَۃً

یعنی میں نے سیدی علی خواص علیہ الرحمہ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے (بحوالہ: کتاب المیزان، ص 145)

علمائے اسلام کا سرکار اعظم ﷺ کو "یا" کہہ کر ندا دینا

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا۔ کسی نے کہا ان کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے محبوب ہیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے باآواز بلند ندا دی۔ یا محمد ﷺ! پاؤں فوراً درست ہوگیا (ادب المفرد، حدیث 993، ص 261، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور)

☆ تاریخ ابن جریر میں ہے "اِنَّ الصَّحَابَۃَ بَعْدَ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کَانَ شِعَارُھُمْ فِی الْحُرُوْبِ یَا مُحَمَّدُ ﷺ۔ جنگوں میں یا محمد ﷺ" پکارنا بعد از وصال صحابہ کا شعار اور طریقہ تھا۔

☆ جنگ یمامہ میں جب مسلمانوں کا مقابلہ مسیلمہ کذاب کی فوج سے ہوا "ثُمَّ نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ کَانَ شِعَارُھُمْ یَوْمَئِذٍ یَا مُحَمَّدَاہُ" پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق نعرہ لگایا۔ اس وقت مسلمان یا محمداہ ﷺ کا نعرہ لگاتے تھے

(البدایہ والنہایہ، جلد 6 ص 318)

☆ تاریخ فتوح الشام ص 298 میں ہے۔ دورانِ جنگ صحابیٔ رسول حضرت کعب بن حمزہ کی فوج پر حملہ ہوا تو اس وقت پکارتے "یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل" اے محمد مصطفی ﷺ! اے محمد مصطفی ﷺ! اے اللہ کی مدد تشریف لاؤ۔

1= حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ سواك

عند حلول حادث العمم

اے بہترین مخلوق (ﷺ) آپ کے سوا میرا

کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں

2)...... حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں لکھتے ہیں:

یا رحمۃ للعالمین ادرك لزین العابدین

محبوس ایدی الظالمین فی موکب المزدھم

یا رحمت للعالمین ﷺ، زین العابدین کی مدد کریں

وہ لوگوں کے ہجوم میں ظالموں کی قید میں ہے۔ (قصیدہ زین العابدین)

3)...... امام جامی رضی اللہ عنہ کی ندا :

ز مهجوری بر آمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی ز محرومان چرا فارغ نشینی

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ رحم فرماؤ یا نبی ﷺ

رحم فرماؤ کیا آپ رحمۃ للعالمین ﷺ نہیں پھر مجرموں سے فارغ کیوں بیٹھے ہیں۔

4)...... امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ندا :

یا سیّد السادات جئتك قاصدًا ارجو ارضاك وحتمی بحماك

اے سیّدوں کے سیّد! پیشواؤں کے پیشوا! ﷺ

میں دلی قصد سے آپ کے حضور میں آیا ہوں آپ کی مہربانی اور خوشنودی کی امید رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو سب برائیوں سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اکابر اولیاء اللہ سے اس بات کا ثبوت ملا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو لفظ ''یا'' کے ساتھ مخاطب کرنا جائز ہے بلکہ صحابہ کرام اور اولیاء کرام کی سنت ہے۔

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کے اقوال کی روشنی میں اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں

القرآن: ویکون الرسول علیکم شهیدا

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (سورۂ بقرہ آیت 143، پارہ 2)

القرآن: یا ایها النبی انا ارسلنك شاهدا (پارہ 22)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر (سورۂ احزاب آیت 45، پارہ 22)

القرآن: وجئنا بك علی هولاء شهیدا

ترجمہ: اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں (سورۂ نساء آیت 41، پارہ 5)

القرآن: النبی اولی بالمومنین من انفسھم

ترجمہ: نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں (سورۂ احزاب آیت 5 پارہ 21)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم نور مجسم ﷺ تمہارے ہر عمل اور ہر ہر فعل کے گواہ ہوں گے (تفسیر ابن جریر، جلد 2، ص 6)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا وصال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ تمہارا اچھا عمل دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور تمہارا برا عمل دیکھ کر دعائے مغفرت کرتا ہوں (البحر الزخار، مسند البزار، جلد 5، ص 308-309 / البدایہ والنہایہ جلد 4، ص 257)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اُمت کے ہر عمل و فعل پر گواہی دیں گے اور گواہی وہی دیتا ہے جو ہر عمل و فعل اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرتا ہو، بغیر دیکھے کوئی گواہی نہیں دیتا۔

منکرین کا الزام ہے کہ امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اور ان کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ ہر جگہ موجود ہیں، حالانکہ یہ بہت سنگین بہتان ہے۔

اسی کو بنیاد بنا کر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ اہلسنت (بریلوی) حضرات اپنی محافلوں میں ایک خالی کرسی رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ محفل میں تشریف لاکر اس پر بیٹھیں گے، مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں اہلسنت (بریلوی) حضرات اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہوئے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہلسنت (بریلوی) اقامت کے دوران ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' پر اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اس وقت تشریف لاتے ہیں۔

اہلسنت کا عقیدۂ حاضر وناظر

عقیدۂ اہلسنت کے مطابق حضور ﷺ کے لئے جو لفظ حاضر وناظر بولا جاتا ہے۔اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جزو میں ہوتی ہے۔اسی طرح روح دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری وساری ہے۔

جس کی بناء پر حضور ﷺ اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور اہل اللہ اکثر و بیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور ﷺ کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور ﷺ بھی انہیں رحمت اور نظر عنایت سے سرخرو و محظوظ فرماتے ہیں۔گویا حضور ﷺ کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا سرکار ﷺ کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور ﷺ کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔

معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں حیات حسی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور پوری کائنات آپ ﷺ سامنے موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے کائنات کے ذرے ذرے پر آپ ﷺ کی نگاہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی عطا سے جب چاہیں، جہاں چاہیں جس وقت چاہیں، جسم و جسمانیت کے ساتھ تشریف لے جا سکتے ہیں۔

ہم محفل میلاد کے موقع پر کرسی حضور ﷺ کے لئے نہیں بلکہ علماء و مشائخ کے بیٹھنے کے لئے رکھتے ہیں۔صلوٰۃ وسلام کے وقت اس لئے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ باادب بارگاہ رسالت ﷺ میں سلام پیش کیا جائے اور ذکر رسول ﷺ کی تعظیم اور ادب کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور ہم "اشھدان محمدا رسول اللہ" پر نہیں بلکہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی آمد کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

بعد از وصال تصرف فرمانا

حدیث شریف: حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں۔ میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر انور گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (حسین کو شہید کردیا گیا ہے) میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک ہوا ہوں (ترمذی شریف، جلد دوم، ابواب المناقب، حدیث نمبر 1706، صفحہ نمبر 731، مطبوعہ فرید بک لاہور)

ف: حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک ہوا ہوں۔ اس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ بعد از وصال ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے حیات کی ضرورت ہے لہذا حضور ﷺ بعد از وصال بھی حیات ہیں۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور ﷺ وصال کے بعد بھی اپنے رب جل جلالہ کی عطا کی طاقت سے جب چاہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

حاضر و ناظر کے متعلق اکابر شارحین اور علمائے اسلام کا عقیدہ

شارح بخاری علامہ امام قسطلانی علیہ الرحمہ اور شارح موطا علامہ امام زرقانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی ظاہری زندگی اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد اس میں کوئی فرق نہیں کہ آپ اپنی امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور آپ کو ان احوال و نیات و عزائم و خواطر و خیالات کی بھی معرفت و پہچان ہے اور اللہ کے اطلاع فرمانے سے یہ سب کچھ آپ پر ایسا ظاہر ہے جس میں کوئی خفیہ و پردہ نہیں (شرح مواہب اللدنیہ جلد 8 ص 305)

شارح مشکوٰۃ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ علماء امت میں سے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ بحقیقت حیات دائم و باقی اور اعمال اُمّت پر حاضر و ناظر ہیں اور متوجہان آنحضرت ﷺ کو فیض پہنچاتے اور ان کی تربیت فرماتے ہیں (حاشیہ اخبار الاخیار صفحہ نمبر 155)

اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں امتیازی فرق

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مستقل اور بالذات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت غیر مستقل اور عطائی نہیں، بندوں کی صفت مستقل اور بالذات نہیں بلکہ بندوں کی صفات غیر مستقل اور عطائی ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا رب کریم کی عطا سے ہے بالذات نہیں۔ جب آپ کی تمام صفات عطائی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات سے برابری کیسے جب ذاتی اور عطائی صفات میں برابری نہیں تو یقیناً شرک بھی لازم نہیں آئے گا۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنی کے لحاظ سے حاضر و ناظر کہا ہی نہیں جاسکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے کوئی اسم گرامی حاضر و ناظر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو مجازی معنی کے لحاظ سے حاضر و ناظر کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حاضر کا حقیقی معنی یہ ہے کہ کوئی چیز کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو، جب اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں سے پاک ہے تو یقیناً اسے حقیقی معنی کے لحاظ سے حاضر نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"لاتدرکہ الابصار" آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔

اسی طرح ناظر کا بھی اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ناظر مشتق ہے۔ نظر سے اور نظر کا حقیقی معنی یہ ہے:

النظر تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشئی ورؤیۃ
کسی چیز کو دیکھنے اور ادراک کرنے کے لئے آنکھ اور بصیرت کو پھیرنا
حقیقی معنی کے لحاظ سے ناظر اسے کہتے ہیں جو آنکھ سے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ جب اعضاء سے پاک ہے تو حقیقی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا ممکن ہی نہیں، اسی وجہ سے لاینظر الیھم یوم القیمۃ کی تفسیر علامہ آلوسی نے روح المعانی میں یوں کی

لایعطف علیھم ولا یرحم
کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اور رحم نہیں فرمائے گا۔

مقام توجہ

جب اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنی کے لحاظ سے حاضر و ناظر کہنا ہی ممکن نہیں تو واویلا کس بات کا کہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک لازم آئے گا۔ میں تو اکثر کہتا ہوں کہ ہمارے اللہ تعالیٰ کی شان بہت بلند وبالا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مخلوق اور رب کریم کا محتاج سمجھ کر جتنی بھی آپ کی تعریف کریں، اللہ تعالیٰ سے برابری لازم نہیں آئے گی کیونکہ وہ معبود، خالق اور غنی ہے۔

ہاں ان کو فکر ہو سکتی ہے جن کے نزدیک خدا کا علم محدود ہے وہ معاذ اللہ مخلوق اور محتاج ہے۔ یقیناً ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی زیادہ شان ماننے سے اللہ تعالیٰ کی برابری لازم آئے گی۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں کوئی فکر نہیں کیونکہ ہمارا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”برتو از خیال او قیاس و گمان وہم“ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو خیال و قیاس و گمان و وہم سے بالاتر ہے۔

اب فرق واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ مکان، جسم، ظاہر طور پر نظر آنے، حواس سے مدرک ہونے کے بغیر ہر جگہ شاہد و موجود ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے وہ حاضر ہے

اور اپنے بندوں پر رحمت و مہربانی کرنے کے لحاظ سے وہ ناظر ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے مزار شریف میں اپنی جسمانیت کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ کی اُمّت اور اس کے اعمال واحوال آپ کے سامنے ہیں۔ آپ اپنے حواس سے امت کے اعمال واحوال کو ادراک کررہے ہیں۔

اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کی شان ناپسند ہو تو اس کا علاج تو کچھ نہیں ورنہ روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ جسم، مکان، حدوث وامکان حواس میں آنے اور حواس کے ذریعے ادراک کرنے سے پاک ذات اور جسم، مکان، حدوث، امکان حواس میں آنے اور حواس سے ادراک کرنے کی محتاج ذات میں کوئی محتاج برابری کا ذرہ بھر بھی تماثل نہیں۔

سوال: علم غیب سے متعلق اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے؟ تفصیل سے جواب دیں؟

ہمارا عقیدہ: امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیب کا علم عنایت فرمایا۔ (ملفوظات ص 93، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

خود رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

القرآن: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ترجمہ: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں (سورۂ تکویر، آیت 24، پارہ 30)

☆ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت جلد چہارم میں 357 پر ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب آتا ہے، وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔

القرآن: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ

ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (سورۂ جن آیت 26/27، پارہ 29)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں ہی کو آگاہ فرماتا ہے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

القرآن: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(سورہ آل عمران، آیت 179، پارہ 4)

ترجمہ: اللہ کی شان نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

القرآن: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ

(سورۂ ہود آیت 49' پارہ 12)

ترجمہ: اے محبوب! یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

القرآن: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ

ترجمہ: اے محبوب! یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں

(سورۂ آل عمران آیت 44 پارہ 3)

حدیث شریف: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن رسول پاک ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا (ترمذی جلد

دوم، ابواب الفتن، رقم الحدیث 68، ص 44، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

2: سرکار اعظم ﷺ نے قیامت تک کی ہونے والی ہر چیز کی خبر دی تو میں نے (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے) ہر چیز کو دریافت کئے بغیر نہیں چھوڑا (مسلم شریف)

3: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں تمام زمین کو دیکھ لیا۔ (مسلم شریف)

4: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا (قیامت کے قریب) اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا بھیجے گا' جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی' اس وقت جس شخص کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ ''ہوا'' اس کی (روح) قبض کرلے گی۔ (مسلم شریف)

5: ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ (مسلم شریف)

6: سرکار اعظم ﷺ نے ایک قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری امت میں پیدا ہوگی وہ مخلوق کی بدترین قسم ہوں گے۔ (مسلم شریف)

7: سرکار اعظم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آخری زمانے میں ایسی قوم پیدا ہوگی جن کی عمر اور شعور کم ہوگا۔ (مسلم شریف)

8: سرکار اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ (خلافت) اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک لوگوں میں بارہ خلفاء پیدا نہ ہوجائیں۔ (مسلم شریف)

9: ان فتنوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال کرلو حالتِ ایمان میں صبح کرنے والا شخص شام کے وقت کافر ہوچکا ہوگا یا شام کے وقت مومن رہنے والا شخص صبح کے وقت کافر ہوچکا ہوگا۔ (مسلم شریف)

10: ایک انصاری نے رات کے وقت اپنے مہمان کی خدمت کی صبح پھر سرکار اعظم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا تمہاری کل کی رات مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔

(مسلم شریف)

11: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری بعثت سے پہلے مکہ میں موجود ایک پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا اور اسے میں آج بھی پہچانتا ہوں۔ (مسلم شریف)

12: سرکار اعظم ﷺ ''حرا پہاڑ'' پر موجود تھے۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی۔ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: اے حرا! رک جا! کیونکہ تیرے اوپر صرف نبی یا صدیق یا شہید موجود ہیں۔ (مسلم شریف)

13: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار کا اتنا حصہ کھل گیا اور پھر راوی نے اپنی انگلی کے ذریعہ نوے کا نشان بنا کر دکھایا۔ (مسلم شریف)

14: ایک مرتبہ سرکار اعظم ﷺ مدینہ منورہ کی ایک چھت پر چڑھے اور پھر فرمایا جو میں دیکھ رہا ہوں کیا تم وہ دیکھ رہے ہو؟ میں فتنوں کو اس طرح نازل ہوتے دیکھ رہا ہوں جیسے تمہارے گھروں میں بارش کے قطرے گرتے ہیں۔ (مسلم شریف)

15: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے جتنی زمین سمیٹ گئی میری اُمت کی حکومت وہاں تک ہوگی۔ (مسلم شریف)

16: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: عنقریب دریائے فرات سے سونے کا ایک خزانہ نکلے گا جو شخص وہاں موجود ہوگا وہ اس میں سے کچھ حاصل نہ کرے۔ (مسلم شریف)

17: سرکار اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کا رخ اس وقت مشرق کی طرف تھا' فرمایا فتنہ یہاں سے ہوگا' فتنہ یہاں سے ہوگا' فتنہ یہاں سے ہوگا' جہاں سے شیطان کے سینگ نکلتے ہیں۔ (مسلم شریف)

18: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قبیلہ دوس کی عورتیں ''ذوالخلصہ'' کا طواف نہیں کریں گی۔ (مسلم شریف)

19: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا (قیامت سے کچھ پہلے) حبشہ سے تعلق رکھنے والا چھوٹی

پنڈلیوں کا مالک شخص خانہ کعبہ کو منہدم کردے گا۔ (مسلم شریف)

20: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ''قحطان'' سے وہ شخص نہیں نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی کے ذریعہ ہانک کرلے جائے گا۔ (مسلم شریف)

21: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: رات اور دن اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے جب تک ''جہجاہ'' نامی بادشاہ نہ بن جائے۔ (مسلم شریف)

22: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان ترک قوم کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے جن کے چہرے ڈھلی ہوئی ڈھال کے مانند ہوں گے۔ یہ لوگ بالوں سے بنا ہوا لباس اور بالوں سے بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہوں گے۔ (مسلم شریف)

23: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسا خلیفہ ہوگا جو گنتی کئے بغیر مال تقسیم کرے گا۔ (مسلم شریف)

24: سرکار اعظم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسلم شریف)

25: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ (مسلم شریف)

26: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجالوں کو (زمین پر) بھیج نہ دیا جائے گا ان میں ہر شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ (مسلم شریف)

27: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''ک ف ر'' یعنی (کافر) لکھا ہوگا۔ (مسلم شریف)

28: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا دیکھنا اس جگہ ہے (یعنی قبلہ) اللہ کی قسم تمہارے رکوع اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں اور بلاشبہ تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا

ہوں۔(بخاری شریف)

29: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا جنت میرے قریب کی گئی یہاں تک کہ اگر میں دلیری کرتا تو جنگ کے انگور میں سے ایک خوشہ انگور توڑ کر تمہارے پاس لاتا اور جہنم بھی میرے قریب کی گئی۔(بخاری شریف)

30: میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا' ان کی مغفرت فرمادی گئی ہے۔(بخاری شریف)

31: غزوۂ خیبر کے دن سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔(بخاری شریف)

32: جب سرکار اعظم ﷺ کے سامنے جبل احد آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(بخاری شریف)

33: سرکار اعظم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک کان میں اپنے وصال کی خبر دی اور دوسرے کان میں سب سے پہلے خاندان میں ملاقات کی خبر دی۔(بخاری شریف)

34: میرا بیٹا حسن سردار ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو جماعتوں کے درمیان صلح فرمائے گا۔(بخاری شریف)

35: حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی تیز آندھی چلی کہ سوار شخص بھی (ریت میں) دفن ہونے کے قریب پہنچ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس آندھی کو کسی منافق کی موت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے (تو پتہ چلا) کہ منافقین کا ایک سرغنہ مر گیا ہے (مسلم شریف جلد 3، کتاب صفات المنافقین واحکامہم، رقم الحدیث 6911، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

36: حدیث شریف: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی

پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھ کر خوش ہونا چاہے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے (ترمذی، جلد دوم، ابواب المناقب، حدیث 1672، ص 719، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

یہ تمام احادیث حضور ﷺ کے عطائی علم غیب پر دلالت کرتی ہیں۔

مسئلہ علم غیب اور علمائے اسلام

☆ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ نبی اور رسول میں ایک اعتبار سے فرق ہے، لیکن دونوں نبوت میں شریک ہیں جس کے معنی غیب پر مطلع ہونا ہے (کتاب الشفاء جلد اول، ص 161، مطبوعہ ملتان)

☆ امام ابن الحاج علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ اُمت کا مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات پر آگاہ ہونے میں نبی پاک ﷺ کی حیات اور وفات میں فرق نہیں ہے۔ یہی سب کچھ آپ ﷺ کے سامنے ظاہر ہے اور اس میں کچھ خفا (چھپا ہوا) نہیں ہے (المدخل جلد اول، ص 252، مطبوعہ بیروت)

☆ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی کی ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ آئندہ ہونے والے غیبی امور کا ادراک کرتے ہیں اور لوح محفوظ کے مندرجات کا مطالعہ کرتے ہیں (فتح الباری جلد 16، ص 21، مطبوعہ مصر)

☆ امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ" اس کی شرح میں امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ لوح وقلم کا علم، حضور ﷺ کے علم کی سطروں میں سے ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہے

(الزبدۃ العمرۃ ص 117، مطبوعہ سندھ)

☆فعلمت مافی السموات الارض ...... اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کلی اور جزئی علوم حاصل ہو گئے اور سرکار علیہ السلام نے ان کا احاطہ کرلیا۔ (اشعۃ اللمعات (فارسی) جلد اول ص 333، مطبوعہ سکھر سندھ)

☆امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ بیداری یا خواب میں آئندہ ہونے والی غیبی چیزیں جان لیتے ہیں، اس صفت کے ذریعے وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں، لہذا وہ اس غیبی امور کو دیکھ لیتے ہیں (احیاء العلوم جلد 4، ص 194، مطبوعہ بیروت)

☆امام بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابن کیسان نے فرمایا "خلق الانسان" O یعنی محمد مصطفی علیہ السلام کو پیدا فرمایا: علمہ البیان O انہیں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے، اس کا بیان سکھایا، کیونکہ حضور علیہ السلام اولین و آخرین قیامت کے بارے میں بیان فرماتے تھے (مواہب اللدنیہ مع زرقانی جلد 7، ص 229)

☆امام زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ متواتر احادیث سے ثابت ہے اور ان کے معانی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہوتی تھی، جیسے کہ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد 7، ص 229)

اعتراضات کے جوابات

علم غیب کے بارے میں معترضین اس کا انکار کرتے ہیں اور مختلف قسم کے دلائل سے علم غیب کی نفی ثابت کرتے ہیں چنانچہ ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

اعتراض: ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء

ترجمہ: اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو پھر بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچی۔

اعتراض: لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب

(سورۂ ہود آیت 31 پارہ 12)

ترجمہ: اور میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں۔

ان آیات کے مفسرین کرام نے کئی جوابات دیئے ہیں:

1۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ ان آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں خود سے غیب کی بات جان سکتا تو پھر بھلائیاں حاصل کر لیتا مگر میں جو کچھ جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتا ہوں۔

2: دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا علم غیب کی نفی فرمانا آپ کی عاجزی وانکساری ہے ورنہ مسلم شریف کی حدیث گواہ ہے جب برسرِ منبر آپ ﷺ نے فرمایا تھا جو پوچھنا ہے پوچھ لو اس وقت تک منبر سے نیچے نہ اتروں گا، جب تک تمہارے سوالات کے جوابات نہ دے دوں۔

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: اسلامی عقائد میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نور کے پیکر ہیں مگر اس دنیا میں بشری لبادے میں تشریف لائے لہذا رسول پاک ﷺ بھی نور ہیں۔ آپ ﷺ کا نور ہونا آپ ﷺ کی حقیقت ہے اور بشریت آپ ﷺ کی صفت ہے لہذا ہمیں رسول پاک ﷺ کی بشریت اور نورانیت دونوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

القرآن: قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللہِ نُوْرٌ (سورۃ مائدہ آیت 15، پارہ 6)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

تفسیر ابن عباس صفحہ 72، تفسیر کبیر صفحہ 396 جلد سوم، تفسیر خازن صفحہ 417، جلد اول، تفسیر مدارک صفحہ 470، جلد اول، تفسیر روح المعانی جلد 6، ص 87، تفسیر روح البیان، جلد اول، صفحہ نمبر 548، تفسیر در منثور جلد سوم، صفحہ 231، تفسیر ابن جریر سمیت تمام معتبر تفاسیر میں مفسرین نے اس آیت میں نور سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات لی ہے۔

القرآن: مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ

(سورۃ نور، آیت 35 پارہ 18)

ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔

القرآن: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

(سورۃ صف، آیت 8 پارہ 28)

ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

القرآن: يُرِيدُونَ اَن يُّطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَن يُّتِمَّ نُورَهٗ (سورۂ توبہ، آیت 32 پارہ 10)

ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

نورِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق اوّل ہے

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر رضی اللہ عنہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا (مواہب اللدنیہ، زرقانی شریف، جلد اول، ص 42)

نبی کو اپنی طرح بشر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے:

سب سے پہلے نبی کو بے ادبی کی نیت بشر کہنے والا شیطان تھا' حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں شیطان نے کہا:

القرآن: قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ

ترجمہ: بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں (سورۂ حجر آیت 33)

معلوم ہوا کہ نبی کو حقارت اور بے ادبی سے بشر کہنے کا آغاز شیطان نے کیا پھر اس کے چیلے کفار و مشرکین بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے۔

چنانچہ حضرت نوح' حضرت صالح' حضرت ہود علیہم السلام کی قوم کے کافروں نے ان سے کہا:

قَالُوا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ترجمہ: تم تو ہم ہی جیسے بشر ہو (سورۂ ابراہیم آیت 10)

القرآن: وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ترجمہ: تم تو نہیں مگر ہم جیسے بشر (سورۂ شعراء آیت 186)

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی طرح بشر کہنا اور سمجھنا شیطان کے پیروکاروں کا طریقہ ہے، مومنوں کا طریقہ نہیں ہے۔

پھر حضور ﷺ نے اپنے آپ کو بشر کیوں کہا؟

رسول پاک ﷺ کا اپنے آپ کو بشر کہنا یہ آپ ﷺ کی عاجزی وانکساری ہے، جیسے کوئی حاکم وقت اپنی رعایا سے کہے کہ میں تو آپ کا خادم ہوں۔ خادم کہنا حاکم وقت کی عاجزی و انکساری ہے۔ اس طرح کہنے سے وہ خادم ہرگز نہ ہوگا۔ حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے بشر کہلوایا، خود رب کریم نے بشر نہ کہا۔ تا کہ لوگ خدا نہ سمجھیں اور نوری بشر بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ لوگ اپنی طرح نہ سمجھیں۔

نبی ﷺ ہمارے جیسے نہیں

حدیث شریف: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پے در پے متواتر روزے نہ رکھو اور تم میں سے جب کوئی متواتر روزے رکھنا چاہے تو سحری تک رکھ سکتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ متواتر روزے رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں۔ مجھے کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے (بخاری شریف، عربی، کتاب الصوم، حدیث نمبر 1963، ص 315، مطبوعہ دارالسلام ریاض سعودی عرب)

نورانیت کے متعلق علمائے اسلام کے اقوال

1 ......تفسیر روح المعانی میں علامہ امام آلوسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ عظیم نور اور نوروں کا نور ہیں۔

2 ......امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ پس اگر تم سمجھو تو آپ ﷺ نور علیٰ نور ہیں کیونکہ نور وہی ہوتا ہے جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کردے۔

3 ......حضرت شاہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں کہ تحقیق ہر شے حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی جیسا کہ احادیث صحیح اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

4 ......امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ کتاب الشفاء جلد اول ص 243 پر فرماتے ہیں کہ ذکر کیا گیا ہے آپ ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ ﷺ نور ہیں۔

5 ......امام قسطلانی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مبارک اور ابن جوزی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور جب آپ سورج کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کا نور اس پر غالب آجاتا (زرقانی شرح مواہب، جلد 4، ص 22)

6 ......شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوت میں نقل فرماتے ہیں کہ بہرحال حضور ﷺ مخلوق میں سے اول ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے) کہ سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، وہ میرا نور ہے اور نبوت میں آپ ﷺ اول اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ

نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

7......امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خالص نور بنایا ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا (افضل القریٰ)

سرور کونین ﷺ کی تخلیق نور سے ہے مگر آپ دنیا میں بشری لبادے میں نوری بشر بن کر جلوہ گر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں جس کا ثبوت احادیث ہیں کہ آپ ﷺ اندھیری دیوار کے سامنے کھڑے ہوجاتے تو وہ چمکنے لگتی' چراغ بجھ گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے نور کی روشنی میں گم شدہ سوئی کو تلاش کرلیا' آپ کا سایہ نہ تھا اور آپ مسکراتے تو نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ یہ سب کمالات نوری بشر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ عام بشر میں یہ نورانیت کہاں؟

سرور کونین نور مجسم ﷺ کا سایہ نہ ہونے پر علمائے اُمّت کے ارشادات

1= حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا' چراغ کی روشنی میں' مگر یہ کہ حضور ﷺ کے تابش نور نے اس چمک کو پالیا (امام جوزی علیہ الرحمہ' کتاب الوفا' جلد 2' ص 407)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ صرف معنوی نور ہی نہیں ہیں' حِسّی نور بھی ہیں۔

2= امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس باب میں حکیم ترمذی کے حوالے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں کہ

سرور دو عالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا' دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔

اس کے بعد محدث ابن سبع کا یہ ارشاد لائے ہیں۔

نبی پاک ﷺ کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور ہیں۔ اس لئے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے' آپ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا' بعض علماء نے کہا کہ اس کی شاہد (گواہ) وہ حدیث ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور بنادے (خصائص الکبریٰ' جلد 1' ص 68' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

3=امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف ''الموذج اللبیب فی خصائص الحبیب ص 53 پر فرماتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کا سایہ نظر نہیں آیا' نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

4=امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے وہ بات ہے جو بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندی میں' اس لئے کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ (کتاب الشفاء جلد اول' ص 243)

5=امام احمد بن قسطلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا (مواہب اللدنیہ (مع زرقانی) جلد 4' ص 253)

6=گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا: حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا (مدارج النبوت' جلد 1' ص 21)

7=تیرہویں صدی کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے اور چونکہ پورے جہان میں آپ ﷺ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے' تو آپ کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے (مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم' ص 153' مطبوعہ لاہور)

8=علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ نے امام ابن مبارک اور ابن جوزی کے حوالے

سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا (شرح شمائل ترمذی' جلد اول' ص 47)

9= حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سورۂ والضحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی' فارسی' ص 312 مطبوعہ مصر)

تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نوری بشر ہیں اور کسی اعتبار سے بھی رسول ہمارے جیسے نہیں بلکہ بے مثل و بے مثال ہیں۔ ہم حضور ﷺ کی بشریت کا انکار نہیں کرتے' نہ ہی ہمارے امام کا یہ عقیدہ ہے بلکہ ہمارے امام کا ارشاد ہے:

امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مطلقاً حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرے' وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ' جلد 6' ص 67)

سوال: کیا انبیاء کرام علیہم السلام بعد از وصال حیات ہیں؟ ان کا حیات ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام کا وصال کے بعد حیات ہونا احادیث اور علمائے اُمّت کے اقوال سے ثابت ہے۔ وعدۂ الٰہیہ کے تحت فقط ایک لمحہ ان کو موت آتی ہے اس کے بعد ان کو ایسی حیات دی جاتی ہے جس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا۔

حدیث شریف: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے تمام دنوں میں جمعہ کا روز سب سے افضل ہے کہ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں سب بے ہوش ہوں گے۔ پس اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا

درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! اس وقت بھلا ہمارا درود پڑھنا کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپ ﷺ گل چکے ہوں گے؟ یعنی مٹی ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے (ابو داؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 1034، ص 399، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

حدیث شریف: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا "اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوتہ حیث کان" جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یوم مشہود ہے (کیونکہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" (ہاں) میرے وصال کے بعد بھی (تم یہ عمل جاری رکھو) بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء (علیہم السلام) کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (ابن قیم، کتاب جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام، حدیث 108، ص 63)

حدیث شریف: ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے۔ کیا یہ سب درود آپ کو پیش کئے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "اسمع صلاۃ اهل محبتی واعرفھم" میں اہل محبت کا درود خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا (بھی) ہوں (دلائل الخیرات، ص 18)

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 6158، ص 1044، مطبوعہ دارالسلام ریاض سعودی عرب)

اس عقیدے کے متعلق علمائے اسلام کی تائیدات

1: علامہ سبکی علیہ الرحمہ شفاء السقام میں لکھتے ہیں۔ شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے۔ زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ وہ جسم و روح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی (شفاء السقام، الفصل الرابع من الباب التاسع، ص 206، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 432، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور، پنجاب)

2: عمدۃ الاعتقاد میں حضرت عبداللہ ابن احمد بن محمود نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ہر مومن انتقال کے بعد بھی حقیقتاً مومن ہی ہوتا ہے جیسا کہ سونے کی حالت میں مومن تھا اور اسی طرح رسل و انبیاء کرام علیہم السلام اپنی وفات کے بعد حقیقتاً رسل و انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ روح نبوت اور ایمان کے ساتھ متصف ہوتی ہے اور وہ موت کے سبب تبدیل نہیں ہوتی (تفسیر روح البیان، پارہ 17، سورۂ انبیاء، تحت آیہ 35، جلد 5، ص 478)

3: محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح فتوح الغیب ص 333 پر تحریر فرماتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ اور باقی اور عمل در آمد فرمانے والے ہیں۔ اسی میں کسی کو شک وشبہ نہیں۔

4: امام ابن الحاج مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب اللدنیہ جلد دوم ص 387 فصل ثانی

زیارت قبر شریف میں فرماتے ہیں۔ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ سرکار کریم ﷺ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات ونیات اور ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ یہ سب حضور ﷺ پر بالکل عیاں ہیں، اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

5: علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلانی حنفی علیہ الرحمہ اپنی کتاب نور الایضاح ومراقی الفلاح میں فرماتے ہیں اور محققین علماء کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سید عالم نور مجسم ﷺ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کو جملہ لذائذ وعبادات کا رزق دیا جاتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے آپ ﷺ چھپے ہوئے ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

6: علامہ قونوی علیہ الرحمہ سے جذب القلوب میں نقل ہے کہ انہوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ مردوں کو ادراک وسماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لئے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی حیات شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیات انبیاء علیہم السلام حیات شہداء سے زیادہ کامل ہے (جذب القلوب باب چہاردہم، منشی نولکشور لکھنؤ، ص 206، فتاوی رضویہ جدید، جلد 9، ص 798، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

7: علامہ ابن حجر ہیثمی مکی علیہ الرحمہ فتاوی حدیثیہ ص 256 پر نبی پاک ﷺ کی بیداری میں زیارت کے جواز اور درستگی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثُمَّ رَأَيْتُ ابْنَ الْعَرَبِي صَرَّحَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ اَنَّهُ لَا يَمْتَنِعُ رُؤْيَةُ ذَاتِ النَّبِي ﷺ بِرُوْحِهٖ وَ جَسَدِهٖ لِاَنَّهُ وَسَائِرَ الْاَنْبِيَاءِ اَحْيَاءٌ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا وَ اُذِنَ لَهُمْ فِي الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَالتَّصَرُّفِ فِي الْمَلَكُوْتِ الْعَلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ وَلَا مَانِعَ مِنْ اَنْ يَرَاهُ

كَثِيْرُوْنَ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ لِاَنَّهٗ كَالشَّمْسِ وَاِذَا كَانَ الْقُطْبُ يَمْلَأُ الْكَوْنَ كَمَا قَالَ التَّاجُ ابْنُ عَطَاءِ اللهِ فَمَا بَالُكَ بِالنَّبِيِّ ﷺ

یعنی پھر میں نے ابن العربی کو دیکھا کہ انہوں نے بھی اس کی تصریح کی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ کی ذات اقدس کا دیدار اور روح جسم سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔ ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد پھر ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور انہیں قبروں سے باہر آنے اور عالم بالا اور عالم اسفل میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کا ایک ہی وقت میں مشاہدہ کریں کیونکہ آپ ﷺ سورج کی مانند ہیں اور جب قطب پورے جہاں کو بھر سکتا ہے جیسے کے تاج ابن عطاء اللہ نے فرمایا ہے تو نبی ﷺ کا کیا مرتبہ و مقام ہوگا یعنی یقیناً آپ ﷺ کا مقام انتہائی ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص 256)

8: حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ (متوفی 505ھ) نماز کے ہر عمل کے وقت حضورِ قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے نمازیو! جب تم حالت نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے السلام علیک ایہا النبی پر پہنچو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَاحْضُرْ فِيْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ ﷺ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَقُلْ وَلْيَصْدُقْ اَمَلُكَ فِيْ اَنَّهٗ يَبْلُغُهٗ وَيَرُدُّ عَلَيْكَ مَا هُوَ اَوْفٰى مِنْهُ

یعنی تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو حاضر سمجھ کر عرض کرے۔ نبی محترم! آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات کی امید بھی رکھو کہ ہمارا سلام آپ ﷺ کی بارگاہ پر پہنچتا ہے اور آپ اس کو بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔ (بحوالہ: احیاء علوم الدین، جلد اول، ص 99)

9: امام علاء الدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح دُرِّ مختار میں رقم طراز ہیں:

وَيَقْصِدُ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَهُ عَلَى وَجْهِ (الْإِنْشَاءِ) كَأَنَّهُ يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالَى وَيُسَلِّمُ عَلَى نَبِيِّهِ وَعَلَى نَفْسِهِ وَاَوْلِيَائِهِ لَا الْإِخْبَارَ عَنْ ذٰلِكَ، وَظَاهِرُهُ اَنَّ ضَمِيرَ عَلَيْنَا لِلْحَاضِرِينَ لَا حِكَايَةَ سَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى

یعنی نمازی الفاظ تشہد کے معانی کا ارادہ کر کے ان کو بطریق ان شاء کہے تو یا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر کی حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شب معراج ہوا۔ (الدر المختار' جلد اول' ص 177)

10۔ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ' شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ سَيِّدِيْ عَلِيَّ الْخَوَّاصَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ لِلْمُصَلِّيْ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ لِيُنَبِّهَ الْغَافِلِيْنَ فِيْ جُلُوْسِهِمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى شُهُوْدِ فِيْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّهُ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا فَيُخَاطِبُوْنَهُ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً

یعنی میں نے سیدی علی خواص علیہ الرحمہ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے (بحوالہ: کتاب المیز ان' ص 145)

11: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہمعات میں لکھتے ہیں۔ اولیائے اُمت و اصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت جس کے بعد تمام راہ عشق موکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے۔ حضرت شیخ محی الدین

عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں (ہمعات، ہمعہ 11، اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدرآباد، ص 61، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 806، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

12: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب فیوض الحرمین ص 28 پر تحریر فرماتے ہیں۔ دیکھا میں نے آنحضرت ﷺ کو اکثر امور میں بار بار اصلی صورت مقدسہ میں حالانکہ میری پوری خواہش یہ تھی کہ حضور ﷺ کو عالم روحانیت میں دیکھوں، نہ کہ جسمانیت میں، پس میں سمجھ گیا کہ یہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے کہ روح کو صورت جسم میں فرمادیں اور وہی بات ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء مرتے نہیں (بلکہ زندہ رہتے ہیں) اور قبروں میں نماز پڑھتے اور حج کیا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔

13: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب درثمین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں بیمار تھا۔ حضور ﷺ نے خواب میں اپنی زیارت سے نوازا اور مجھ سے حال دریافت فرمایا کہ بیٹا کیسی طبیعت ہے۔ شفایابی کی بشارت دے کر دو موئے مبارک اپنی ریش پاک سے عطا فرمائے۔ میں اسی وقت تندرست ہوگیا۔ سارا مرض دور ہوگیا اور دو عدد بال شریف جو حضور ﷺ نے عنایت فرمائے تھے، بیداری کے بعد ان کے پاس موجود رہے۔ پھر حضرت والد صاحب نے ایک بال شریف مجھ کو عنایت فرمایا جو میرے پاس اب تک موجود ہے۔

14: امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلی علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

رسول پاک ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروز دنیا کے زمانہ میں تھے۔ ان کی موت ایک آن کے لئے تصدیق وعدہ الٰہیہ "کل نفس ذائقۃ الموت" (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے) (پارہ 2 آیت 185 سورۂ بقرہ) کے واسطے ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی و دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج

کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 612، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

سوال: وسیلہ کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟

جواب: وسیلہ وَسَلَ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ طالب کو مطلوب تک پہنچائے' قرب حاصل کرنا

سوال: جب اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو ہمیں اس کی طرف وسیلہ پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۂ ق آیت 16)

اور ہم اس (انسان) کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ (سورۂ بقرہ آیت 186)

اور (اے محبوب) جب بندے میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو (آپ فرمادیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں۔

''میں ان سے قریب ہوں'' کا ارشاد واضح کر رہا ہے کہ رب اپنے بندوں کے قریب ہے مگر بندے اس کے قریب نہیں۔ اگر بندے قریب ہوتے تو رب کے متعلق اس طرح نہ پوچھتے؟

اگر بندے قریب ہوتے تو عبادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیوں کرتے؟

اگر بندے قریب ہوتے تو بخاری شریف حدیث قدسی میں یہ ارشاد نہ ہوتا کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میری رحمت اس کے ہاتھ بن جاتی ہے؟

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے قریب ہے مگر ہر بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں ہے اس

لئے بندے کو اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے نیک ہستیوں کا وسیلہ تلاش کرنا چاہئے۔

سوال: کیا غیر اللہ کا وسیلہ پکڑنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے بلکہ خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

القرآن: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (سورۂ مائدہ آیت 35)

سوال: وابتغوا الیه الوسیلة سے مراد اعمال صالحہ کا وسیلہ ہے؟

جواب: ساری زندگی عبادت کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے اعمال مقبول ہیں مگر ہر امتی کا اس بات پر ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ جن اعمال کی قبولیت میں شک ہو ان کا وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے تو جو ہستیاں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہیں۔ ان کا وسیلہ کیسے ناجائز ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ کی دنیا میں آمد سے قبل بھی لوگ آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگ کر دشمنوں پر فتح پاتے تھے۔ قرآن مجید کی آیت سے یہ ثابت ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب آئی جو ان کے پاس (موجود) کتاب کی

تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے یہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں کے خلاف فتح مانگتے تھے تو جب ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی تشریف لے آیا تو اس کے منکر ہو گئے تو اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر۔ (سورۂ بقرہ آیت 89' پارہ 1)

شان نزول: اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر جلد اول ص 599 اور صاحب تفسیر جلالین' جلالین شریف جلد اول ص 115 پر فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور قرآن کریم کے نازل ہونے سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لئے حضور پُرنور ﷺ کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْ بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جا رہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے' اب جب وہ نبی تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی حضور پُرنور ﷺ کے توسل سے دعائیں مانگی جاتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے پہلے بھی مخلوق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ظاہری حیات مبارکہ میں بھی جاری رہا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ ﷺ کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔

نبی پاک ﷺ نے بھی وسیلہ سے دعا مانگنے کی تعلیم دی

حدیث شریف = حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نابینا شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے شفا عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ چاہو تو صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس نے عرض کیا دعا

فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ (ابن ماجہ' جلد اول' باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ' حدیث 1443' ص 396' مطبوعہ فرید بک لاہور)

یااللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں۔ اے محمد ﷺ میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ اے اللہ جل جلالہ! میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ امام ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

❁ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابھی مجلس برخاست نہ ہوئی اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی

حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ کَاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بِہٖ ضَرٌّ قَطُّ (وہ شخص آیا گویا کبھی وہ نابینا تھے ہی نہیں)

(بحوالہ: عمل الیوم واللیلۃ' باب مایقول من ذہب بصرہ' حدیث 233)

❁ مشہور محدث امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ترمذی کے مطابق نقل کی ''فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرِئَ'' (اس نابینا نے اس طرح عمل کیا تو اسے شفا نصیب ہوگئی) (بحوالہ: مسند احمد' جلد چہارم' ص 134)

❁ امام حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ'' (یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے) (بحوالہ: المستدرک' کتاب صلاۃ التطوع' ص 1180)

✪ امام ابوذکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ (متوفی 676ھ) نے "باب اذکار صلاۃ الحاجۃ کے تحت اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا "قَالَ التِّرْمِذِی حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ" (امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے) (بحوالہ: کتاب الاذکار ص 216)

یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے جن کے نام یہ ہیں

1۔ المعجم الصغیر للطبرانی

2۔ دلائل النبوۃ للبیہقی

3۔ الترغیب والترہیب المنذری

4۔ مجمع الزوائد للہیثمی

5۔ المستدرک للحاکم

6۔ مسند احمد

سوال: کیا بعد از وصال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی گئی؟

جواب: جی ہاں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بعد از وصال بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی۔

✪ امام سلیمان بن احمد طبرانی رضی اللہ عنہ (متوفی 360) اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ اس کے کسی کام کی طرف دھیان دیتے ایک دن اس کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو اس نے معاملہ بتایا تو میں نے اس سے کہا وضو

کر کے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرو اور یوں دعا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنے نبی رحمت محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (ﷺ) میں آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری فرمادے۔

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو اور میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ جاؤں اس شخص نے جاکر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اس عمل کو کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ دربان نے ان کا دروازہ کھول دیا اور انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام بتایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا۔ اس وقت تک مجھے آپ کا کام یاد نہ رہا جب بھی کام ہو میرے پاس آجایا کرو۔

پھر اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس معاملہ کی طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ تم نے ان کے ہاں میری سفارش کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی قسم! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تمہاری کوئی سفارش نہیں کی۔ ہاں ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنے نابینا پن کے بارے میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! میرا کوئی معاون نہیں اور میرے لئے بڑی مشکل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وضو خانے جاؤ' وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابھی ہم مجلس سے الگ ہوئے نہ تھے اور نہ ہی طویل گفتگو ہوئی تھی کہ وہ نابینا شخص آ گیا کہ پہلے نابینا ہی نہ تھا۔

امام طبرانی رضی اللہ عنہ نے نقل کر کے لکھا۔

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ (یہ حدیث صحیح ہے)

(بحوالہ: المعجم الکبیر، جلد اول، ص 183)

❁ امام محمد بن جزری علیہ الرحمہ (متوفی 833ھ) نے امام ترمذی سے نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے دعائے حاجت اپنی کتاب حصن حصین کے صفحہ نمبر 205 پر یوں نقل کی جسے حاجت پیش آئے، وہ وضو کرے اور اچھی طرح کرے، دو رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دعا کرے۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی رحمت ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوں۔ اے محمد ﷺ میں اپنی حاجت کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ (حصن حصین ص 255، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، کراچی)

❁ حضرت امام احمد بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ (متوفی 311ھ) نے روایت میں اضافہ بھی نقل کیا: وَاِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ

(اگر کبھی ضرورت پڑے تو ایسا کرلیا کرو) (بحوالہ: تاریخ ابن ابی خیثمہ، بحوالہ مصباح الزجاجہ)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی:

حدیث شریف: اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا، وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(بخاری، کتاب الاستسقاء، حدیث نمبر 1009، ص 1629، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے چچا) کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے اے اللہ تعالیٰ!

تیری بارگاہ میں ہم اپنے نبی علیہ السلام کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو، تو ہم پر رحمت کی بارش برسادیا کرتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی علیہ السلام کے چچا جان کا وسیلہ لے کر آئے ہیں۔ ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ فرماتے ہیں ان پر بارش برس پڑتی۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابو صالح کی روایت کردہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ منبر پر کھڑا کیا اور پہلے خود اس طرح دعا مانگی کہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا تَوَجَّھْنَا اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ، فَاسْقِنَا الْغَیْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ

یعنی اے اللہ تعالیٰ! ہم سب تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں لہذا تو ہم لوگوں کو بارش سے سیراب فرمادے اور ہم کو ناامید نہ فرما۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوالفضل! تم بھی دعا مانگو۔

حافظ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852) لکھتے ہیں کہ امام زبیر بن بکار علیہ الرحمہ نے سند کے ساتھ الانساب میں اس واقعہ کی تفصیل میں نقل کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یوں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَنَّہٗ لَمْ یَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ، وَلَمْ یُکْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَۃٍ، وَقَدْ تَوَجَّہَ بِیَ الْقَوْمُ اِلَیْکَ لِمَکَانِیْ مِنْ نَبِیِّکَ، وَھٰذِہٖ اَیْدِیْنَا اِلَیْکَ بِالذُّنُوْبِ، وَنَوَاصِیْنَا اِلَیْکَ بِالتَّوْبَۃِ، فَاسْقِنَا الْغَیْثَ

اے اللہ کوئی مصیبت گناہ کے بغیر نازل نہیں ہوتی، اس کا ازالہ توبہ کئے بغیر نہیں۔ لوگوں نے تیرے نبی علیہ السلام کے قرب کی وجہ سے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔ یہ گنہگار ہاتھ تیری بارگاہ کی طرف ہیں اور ہم پر شرمندگی سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم پر بارش کا نزول فرما۔ (بحوالہ: فتح الباری،

جلد 2، ص 398)

اس سے ثابت ہوا کہ منبر پر حضور علیہ السلام کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے مگر وسیلہ ذات پاک مصطفیٰ علیہ السلام کا ہی تھا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے؟

جواب: جس چیز کو اہل اللہ سے نسبت ہو جائے، وہ بابرکت ہو جاتی ہے اور ان کا وسیلہ پیش کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (سورۂ بقرہ آیت 248، پارہ 2)

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

شان نزول: تفسیر جلالین، تفسیر جمل، تفسیر خازن اور تفسیر مدارک میں ہے بنی اسرائیل نے چونکہ طالوت کی بادشاہت پر کوئی نشانی مانگی تھی، اس پر حکم الٰہی سے حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارا وہ مشہور و معروف بابرکت تابوت آجائے گا جس سے تمہیں تسکین ملتی تھی، اور جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے۔ یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس

میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں تھیں ان کے مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور ﷺ کی اور آپ کے مقدس گھر کی تصویر ایک سرخ یاقوت میں تھی جس میں آپ ﷺ نماز کی حالت میں قیام میں ہیں اور آپ ﷺ کے اردگرد آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا' یہ صندوق نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا' آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھی اور اپنا مخصوص سامان بھی رکھتے تھے' چنانچہ اس تابوت میں توریت کی تختیوں کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصاء اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے مواقع پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ علیہ السلام کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں چلتا آیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی' وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے' دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے وسیلے سے اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے وسیلے سے دعائیں مانگنا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جو اس کو ناجائز کہے' وہ سخت گنہگار ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا کیسا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔ یاد رہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگتے

ہیں ان کو اعتراضات کا نشانہ بنانا مناسب نہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مددگار بنایا ہے۔ آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کو سمجھتے ہیں۔

القرآن: فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ

(سورہ تحریم آیت 4، پارہ 28)

ترجمہ: بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہے۔

القرآن: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ: تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے (سورہ مائدہ آیت 55، پارہ 6)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو چاہئے کہ وہ اس طرح نداء کرے "یاعباداللہ احبسوا" اے اللہ کے بندو! اسے روکو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہوتے جو اسے روک لیتے ہیں (تفسیر کبیر)

حدیث شریف: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی شے گم کر بیٹھے اور وہ کسی غیر مانوس جگہ پر ہو تو چاہئے کہ وہ اس طرح کہے "یاعباداللہ اعینونی" اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ہوتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھ پاتے۔ (حصن حصین، طبرانی مجمع الزوائد)

☆ احادیث وسیرت میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ ایک صحابی نے مکۃ المکرمہ

سے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ و مدد چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے شہر مدینہ میں ان کی آواز سنی اور فریاد رسی فرمائی۔

ہوا یوں کہ قبیلہ بنو بکر اور قبیلہ بنو خزاعہ کی آپس میں پرانی لڑائی تھی' جب قریش مکہ نے مسلمانوں سے مقام حدیبیہ پر دس سال کے لئے صلح کا معاہدہ کیا تو اس معاہدہ میں بنو بکر نے قریش کا ساتھ اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں کا ساتھ دیا یعنی بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ ابھی معاہدے کو دو سال ہی گزرے تھے کہ بنو بکر نے پرانی دشمنی کی وجہ سے قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کرنے کا سوچا اور قریش نے انہیں در پردہ ہر ممکن امداد کا یقین دلایا' بنو خزاعہ کو ان دونوں کی اس سازش کا وہم وخیال بھی نہ تھا۔ اچانک رات کو بنو بکر نے پوری تیاری کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور اس میں قریش بھی بھیس بدل کر شریک ہوئے۔ بہت سارے لوگ قتل ہوئے حتیٰ کہ کچھ نے حرم کعبہ میں پناہ لی مگر انہوں نے حرم میں بھی ان کو قتل کر دیا چونکہ یہ قبیلہ بنو خزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا۔ اس لئے اس قبیلہ کے چالیس آدمی رسول اللہ ﷺ کو اپنی کہانی سنانے اور امداد کے لئے شہر مدینہ روانہ ہوئے۔ ان کے سربراہ حضرت عمرو بن سالم تھے جو نامور شاعر بھی تھے۔ اس لئے لوگ انہیں راجز کے نام سے یاد کرتے۔ اگلی بات ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے سنئے۔

اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ " بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَقَامَ يَتَوَضَّاءُ لِلصَّلَاةِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِهِ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا، نُصِرْتَ نُصِرْتَ، ثَلَاثًا، فَلَمَّا خَرَجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِكَ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا، نُصِرْتَ نُصِرْتَ، ثَلَاثًا، كَأَنَّكَ تَكَلَّمُ إِنْسَانًا، وَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؛ فَقَالَ: هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي، وَيَزْعَمُ أَنَّ قُرَيْشًا أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِي بَكْرٍ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ عَائِشَةَ أَنْ تُجَهِّزَهُ، وَلَا تُعْلِمُ أَحَدًا، قَالَتْ

: فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّةَ، مَا هٰذَا الْجِهَازُ؟ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي، فَقَالَ
: وَاللّٰهِ مَا هٰذَا زَمَانُ غَزْوِ بَنِي الْأَصْفَرِ، فَأَيْنَ يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَا عِلْمَ لِي. قَالَتْ: فَأَقَمْنَا ثَلَاثًا، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ بِالنَّاسِ،
فَسَمِعْتُ الرَّاجِزَ يُنْشِدُهُ (المعجم الصغیر جلد 2، ص 168)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا رات میرے ہاں قیام تھا۔ آپ ﷺ اٹھے نماز کے لئے وضو کیا۔ میں نے وضو خانہ میں فرماتے ہوئے سنا' میں پہنچا' میں پہنچا' میں پہنچا' تمہاری مدد کے لئے' تمہاری مدد کے لئے' تمہاری مدد کے لئے' جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ میں نے آپ کو وضو خانہ میں تین تین دفعہ یہ کلمات فرماتے ہوئے سنا۔ میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی' گویا آپ کسی آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا؟ فرمایا' یہ بنو کعب کا راجز ہے جس نے مجھے پکارا اور کہہ رہا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) کہ پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے (اور وضو کے بعد) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری کا حکم دیتے ہوئے نصیحت کی کہ کسی کو بتانا نہیں۔

(حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے) کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور تیاری کے حوالہ سے پوچھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تیاری کی وجہ میں نہیں جانتی۔ کہنے لگے' اللہ تعالیٰ کی قسم! ان دنوں رومیوں کے حملے کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیا معلوم رسول اللہ ﷺ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا! اللہ تعالیٰ کی قسم میرے علم میں نہیں۔ حدیث کی راویہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (رسول اللہ ﷺ کے فرمان لبیک' نصرت' نصرت) کے تین دن بعد آپ ﷺ نے نماز فجر لوگوں کو پڑھائی تو میں نے راجز کو یہ استغاثہ کہتے ہوئے سنا)

وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث المزنی کا استغاثہ

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے وزیر مالیات حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا

فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا، فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْمَنَامِ، فَقَالَ لَہٗ اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْہُ السَّلَامَ، وَاَخْبِرْہُ اَنَّھُمْ مُسْتَقُوْنَ وَقُلْ لَہٗ: عَلَیْكَ الْکَیْسُ، عَلَیْكَ الْکَیْسُ"، فَاَتٰی عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ، فَبَکٰی عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: یَارَبِّ، مَا اٰلُوْا اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْہُ"۔

(بحوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ حدیث 12051 'دلائل النبوت)

ترجمہ: ایک آدمی نے مزار نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں کیونکہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول پاک ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے' فرمایا! عمر کے پاس جاؤ' انہیں میرا اسلام کہو اور کہو خوب دانائی و احتیاط سے کام لو۔ اس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو وہ رو دیئے اور عرض کرنے لگے۔ اے میرے رب جل جلالہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر میں عاجز بندہ ہوں۔

☆ حضرت علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852) اس واقعہ کی ایک اور سند کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ امام ابن شیبہ علیہ الرحمہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے (پھر ان صحابی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا) سیف نے الفتوح میں نقل کیا کہ جنہوں نے خواب مذکورہ دیکھا' ان کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ ہے اور یہ صحابی رسول ہیں۔ (بحوالہ: فتح الباری' جلد 2' ص 197)

☆ حضرت امام شیخ عبداللہ الصدیق غماری (متوفی 1413) اس روایت کے تحت لکھتے ہیں اَسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ یعنی اس روایت کی سند صحیح ہے (بحوالہ: مصباح الزجاجۃ ص 26)

☆ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے دلائل النبوت میں، حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے تاریخِ کبیر میں اور امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے فتح الباری نے نقل کیا ہے۔

☆ امام احمد قسطلانی علیہ الرحمہ (متوفی 923ھ) اپنا سید عالم ﷺ سے استغاثہ یوں نقل کرتے ہیں

ولقد کان حصل لی داء اعیا دواؤہ الأطباء، واقمت بہ سنین، فاستغثت بہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الثامن والعشرین من جمادی الاولی سنۃ ثلاث وتسعین وثمان مائۃ بمکۃ زادھا اللہ شرفاً، ومنّ علیّ بالعود فی عافیۃ بلا محنۃ، بینا انا نائم اذجاء رجل معہ قرطاس یکتب فیہ: ھذا دواء لداء احمد بن القسطلانی من الحضرۃ الشریفۃ بعد الإذن الشریف النبوی، ثم استیقظت فلم أجد بی واللہ شیئاً مما کنت اجدہ، وحصل الشفاء ببرکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے ایسی بیماری لاحق ہوگئی کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے تو میں نے مکہ شریف میں جمادی الاولیٰ آٹھ سو ترانوے میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا تو مجھے بلا مشقت صحت نصیب ہوگئی ہوا یوں کہ میں سویا تھا۔ ایک آدمی آیا اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا جس پر تحریر تھا کہ بارگاہ نبوی ﷺ کی طرف سے احمد بن قسطلانی کی بیماری کا علاج ودوا ہے۔ میں بیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ کی قسم بیماری کا نام ونشان تک نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے مجھے شفا نصیب ہوگئی۔ (المواہب اللدنیہ جلد 4 ص 595)

استمداد کے متعلق ہمارا عقیدہ

امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اپنی کتاب احکام شریعت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی کے صفحہ 11 پر رقم طراز ہیں۔ حضور ﷺ اور اولیاء کرام سے استغاثہ اور استعانت مشروط طور پر جائز ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں ''باذن الٰہی والمدبرات امر'' اسے مانے اور اعتماد کرے کہ بے حکم خدا تعالیٰ ذرہ نہیں ہلا سکتا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا'' ایک حرف نہیں سن سکتا، پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔

علمائے اسلام کے نزدیک اہل قبور (اولیاء اللہ و صالحین) سے مدد مانگنا اور فیض حاصل کرنا

1: حضرت امام ابن الحاج ابن النعمان کی سفینۃ النجاء سے ناقل:

قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے (المدخل، فصل فی زیارۃ القبور ص 249، جلد اول مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 793، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

2: مدخل میں ہے حضرات شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین (ابوبکر وعمر) سے سید عالم ﷺ کی طرف توسل کرے اور انہیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر فخر عالم نور مجسم ﷺ کے آگے کرے (المدخل، فصل فی الکلام، علیٰ زیارت سید الاولین، جلد 9، ص 258، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 794، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

3: مولوی اسحٰق کی مأتہ مسائل میں ہے:

جو شخص عالم برزخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کے فیض کا اور جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ کے فیض کا اور عالم برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو، اس کا حکم کیا ہے؟

جس فیض شرعی کا ثبوت احادیث متواترہ سے ہو، اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو، اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو، اس کا منکر ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو (مأتہ مسائل، سوال ششم تا ہشتم، ص 16 / 17، مطبوعہ مکتبہ توحید و سنت پشاور)

4: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست" مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ پہنچنا جاری ہے (تفسیر عزیزی پارہ عمہ، استفادہ از اولیاء مدفونین، ص 143، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9 ص 688، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

5: شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ یہ معنی جو ہم نے امداد طلبی میں بیان کیا۔ اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے، تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور امداد طلبی سے منع کیا جائے، حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں عام ہے (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، فصل اول، جلد 3، ص 401، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 696، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

6: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات و مقاصد اپنی مشکلات کا حل ان سے مانگتے ہیں اور پاتے ہیں" (تفسیر فتح العزیزی، پارہ عمہ، بیان صدقات و فاتحہ، ص 206، مطبوعہ

مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 687، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

7: مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ وداعیٔ سنت نبویہ لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انہیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہند وعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے، یہ مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کی نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔ جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے (مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات، ملفوظات مرزا صاحب، ص 78، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 688، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

8: سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں:

(ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات، ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی، ص 83، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 810، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

9: قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور روحوں سے اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے (تذکرۃ الموتیٰ والقبور، اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں، نوری کتب خانہ، لاہور ص 76، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 810، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

10: سیدی جمال مکی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ میں ہے:

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا...... ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شئے مرغوب ہے جس کا انکار ہٹ دھرم یا دشمن انصاف کرے گا اور ایسا شخص برکت اولیاء کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں۔ اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت و استمداد جائز ہے۔ (فتاویٰ جمال بن عمر مکی فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 792؛ جامعہ نظامیہ لاہور)

11: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے۔ اس سے بعد از وصال بھی مدد مانگی جائے۔ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر ص 1/715) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 772، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

12: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر 1/720، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 772، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

13: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: نہ معلوم وہ استمداد و امداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندۂ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت

کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا کر دے۔ اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو، حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں معروف و مشہور ہے، ارواح کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں، وہ حصر و شمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل و کتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں۔ ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شاید ہٹ دھرم منکر کے لئے ان کے کلمات سود مند بھی نہ ہوں۔ خدا ہمیں عافیت میں رکھے اس مقام میں کلام طویل ہوا، ان منکرین کی تردید و تذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقے کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں (اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول، جلد 3، ص 401، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 795، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

14: محقق شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں: یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا۔ اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دعا طلبی سے منع کیا جائے حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں عام ہے (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، فصل اول، ص و جلد 401 / 3، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 696، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

15: کشف الغطاء میں صاحب کشف الغطاء فرماتے ہیں: استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ سرے سے روح و بدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کر دیں۔ اور یہ نص کے خلاف ہے۔ اس تقریر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنی ہو جاتا ہے

اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار واحادیث دلیل ہیں اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے رحمن سے بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کر کے طلب کرتا ہے یا اس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لئے خدا سے دعا کیجئے۔ اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے (کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور، مطبع احمدی دہلی، ص 80، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 696، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

16: رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد ہے کہ زبان سے کہے! اے میرے حضور! فلاں کام کے لئے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں۔ آپ بھی دعا وشفاعت سے میری امداد کیجئے لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہئے (فتاویٰ عزیزی، رسالہ فیض عام، مطبع مجتبائی دہلی 1/177، فتاویٰ رضویہ، جلد 9 (جدید) ص 823، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

17: سیدی شمس الدین محمد حنفی علیہ الرحمہ (متوفی 847ھ) نے اپنے مرض موت میں فرمایا جس کو کوئی حاجت ہو، وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت طلب کرے۔ میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔ کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ مٹی ہوگی جس شخص کو ایک ہاتھ مٹی اپنے اصحاب کی مدد سے مانع ہو، وہ مرد نہیں (طبقات الکبریٰ للشعرانی، جزء ثانی ص 86) (کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی، ص 192، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

اولیاء کرام رحمہم اللہ سے مدد کے منکرین کو تنبیہ

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے مدد طلب کرنے کو ناجائز کہتا ہے۔ جب خود اسے کوئی حاجت پیش آتی ہے اور اسے کسی ظالم، فاسق یا کافر کے پاس جانا پڑ جاتا ہے تو وہاں اس کے سامنے بڑی عاجزی وانکساری کرتا ہے اور اس کی چاپلوسی بھی

کرتا ہے اور اسے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہتا ہے، اس سے مدد مانگتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ "فلاں نے میری حاجت پوری کردی" یا "فلاں نے مجھے نفع دیا" بلکہ جب وہ بھوکا ہوتو بھوک مٹانے اور پیاسا ہوتو پیاس بجھانے اور بے لباس ہوتو ستر چھپانے میں مدد لیتا ہے، اسی طرح طبیعت کے مطابق کئی قسم کی مدد طلب کرتا ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کھانا، پینا اور لباس وغیرہ تمام اشیاء بے جان ہے۔ تو اگر مدد طلب کرنے کی صراحت کرتے ہوئے یوں کہہ دے کہ "میں جو کھانا پینا وغیرہ اشیاء سے مدد حاصل کرتا ہوں، یہ سب حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہے کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ حقیقی طور پر مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اس میں کوئی خطا نہیں، کوئی گناہ نہیں، کوئی عار نہیں۔

اور ایسی ہی مدد کا منکر غافل شخص خود کہتا ہے "فلاں دوا قبض ختم کرتی اور فلاں قبض لاتی ہے، فلاں معجون بہت مفید ہے تو اس طرح کہنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ اس وقت کوئی اعتراض نہیں ہوتا، کوئی گناہ یاد نہیں آتا۔ ہاں! اگر کوئی مسئلہ یا اعتراض یا گناہ ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام رحمہم اللہ سے مدد طلب کرنے میں ہے جو ہر دوا اور ہر معجون سے افضل ہے۔ ایسی باتیں وہی کرتا ہے جس کا نور بصیرت زائل ہو چکا ہو اور جو راہ راست دیکھنے سے اندھا ہو چکا ہو (کشف النور عن اصحاب القبور، امام عبدالغنی نابلسی، ص 125، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو مددگار اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اپنے چاہنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ حقیقی مددگار ہے اور اس کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار ہیں اور اگر اہل اللہ سے مدد مانگنا ناجائز، حرام اور گناہ ہوتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کبھی اس پر عمل نہیں کرتے۔

سوال: جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی

حیثیت کیا ہے نیز تاریخ ولادت جھنڈے لگانا اور عید کہنا کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: تاریخ ولادت متفقہ طور پر بارہ ربیع الاول ہے:

☆ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل سوموار (پیر) کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی (حوالہ جات: سیرت ابن کثیر، جلد اول، ص 125، تاریخ طبری جلد دوم، ص 125، تاریخ ابن خلدون، جلد دوم، ص 710، السیرۃ النبوۃ ابن ہشام، جلد اول، ص 171، اعلام النبوۃ ص 192، مدارج النبوت جلد دوم، ص 15، سیرت الرسول ص 12، الشمامۃ العنبر یہ ص 7 (غیر مقلد)، سیرت خاتم الانبیاء ص 18 (مفتی شفیع دیوبندی)

فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم

القرآن = قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (سورۂ یونس آیت 58، پارہ 11)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں اور ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور سب سے بڑھ کر رحمت، رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری ہے تو ان کی آمد پر جشن اور خوشی کیوں نہ منائیں۔

سرور کونین ﷺ نے بھی اپنا میلاد منایا:

حدیث شریف: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسی دن میں پیدا ہوا

تھا اور اسی دن مجھ پر (پہلی) وحی نازل ہوئی تھی (مسلم جلد دوم، کتاب الصیام، حدیث 2646، ص 88، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (متوفی 911ھ) نے اپنی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کے صفحہ نمبر 64 پر امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852ھ) کے دلائل کی تائید میں ایک اور استدلال پیش کیا ہے جو جشن عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق ایمان کو تازہ کرنے والی چیز ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ یوم میلاد النبی ﷺ منانے کے حوالے سے ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جسے امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں روز آپ ﷺ کا عقیقہ کر چکے تھے اور عقیقہ دو مرتبہ نہیں کیا جاتا۔ پس یہ واقعہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمۃ للعالمین اور اپنی اُمت کے مشرف ہونے کی وجہ سے اپنی ولادت کی خوشی کے اظہار کے لئے خود عقیقہ کیا۔ اسی طرح ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم بھی حضور ﷺ کے یوم ولادت پر خوشی کا اظہار کریں اور کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات بجالائیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہر سال میلاد النبی ﷺ نہ منانے کی وجہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حضور ﷺ کی صحبت ومحبت کائنات کی سب سے بڑی دولت تھی مگر حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان پر قیامت ٹوٹی وہ ساری زندگی فراق محبوب میں غمگین رہے اور اس طرح ولادت کی خوشی پر غم غالب آ گیا۔ سو وہ وصال کے غم میں جشن ولادت کی خوشی کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔

مگر جیسے جیسے وقت گزرا، صدمے اور غم کا اثر زائل ہوتا گیا۔ جب تبع تابعین کا دور گزر گیا تو بعد میں آنے والوں نے چونکہ ولادت اور صحبتِ مصطفی ﷺ کے احوال کو دیکھا تھا، نہ وصال کے غم وہجر کا مشاہدہ کیا تھا۔ امتدادِ زمانہ سے رفتہ رفتہ خوشی کا پہلو غم پر غالب آتا چلا گیا اور ہاتھ نے جدائی کے زخم پر مرہم رکھ دیا۔ افرادِ اُمت اس نعمت عظمیٰ کی خوشی کے مقابلے میں غم بھول گئے اور انہیں یقین آ گیا کہ آپ ﷺ کی حیات و وصال دونوں اُمت کے لئے سراپا خیر ہیں لہذا اس کے بعد جشن آمدِ رسول ﷺ کی خوشیاں ہر طرف منائی جانے لگیں۔

اس کی تائید میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ بے شک آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہمارے لئے نعمت عظمیٰ ہے اور آپ ﷺ کا وصال ہمارے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ تاہم شریعت نے نعمت پر اظہار شکر کا حکم دیا ہے اور مصیبت پر صبر وسکون کرنے اور اسے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور بچے کے پیدا ہونے پر اللہ کے شکر اور ولادت پر خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے لیکن موت کے وقت جانور ذبح کرنے جیسی کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع وغیرہ سے بھی منع کر دیا ہے۔ لہذا شریعت کے قواعد کا تقاضا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال کی وجہ سے غم کا۔

امام سیوطی علیہ الرحمہ کی اس بات سے واضح ہو گیا کہ اب فقط ولادت کی خوشیاں منائی جائیں گی۔

جشن میلاد کو عید کہنے کی وجہ:

امام ابو القاسم راغب اصفہانی علیہ الرحمہ (متوفی 502ھ) عید کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عید اسے کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے۔ شریعت میں لفظ (عید) یوم الفطر اور یوم النحر کے لئے خاص نہیں ہے۔ عید کا دن خوشی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ رسول پاک ﷺ

نے ارشاد فرمایا۔ عید کے ایام کھانے پینے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وقت گزارنے کے لئے ہیں۔ اس لئے ہر وہ دن جس میں خوشی حاصل ہو، اس دن کے لئے عید کا لفظ مستعمل ہو گیا ہے"

امام قسطلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب مواہب اللدنیہ کے صفحہ نمبر 75 پر لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جس نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے مبارک مہینہ (ربیع الاول) کی راتوں کو "عیدین" اختیار کیا ہے تاکہ اس کا یہ (عید) اختیار کرنا ان لوگوں پر سخت بیماری ہو جن کے دلوں میں سخت مرض ہے اور عاجز کرنے والی لاعلاج بیماری، آپ کے مولد شریف کے سبب ہے۔

(بعض نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "عید" اس دن کو کہتے ہیں جس دن عید کی نماز پڑھی جائے۔ یہ نادانی ہے، حالانکہ عید میلاد النبی ﷺ بمعنی حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی ہے۔)

سوال: کیا عید میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے؟

علمائے اُمت اور محدثین نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کو بدعت کہنے کی نفی فرمائی ہے، چنانچہ اس ضمن میں نویں صدی کے محدث امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"(محفل میلاد النبی ﷺ) قرون ثلاثہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی۔ پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت وشرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دسترخوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا۔ اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں۔ بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آتا ہے، خصوصی اہتمام شروع کر دیتے

ہیں اور نتیجتاً اس ماہ مقدس کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ بات تجرباتی عمل سے ثابت ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن جزری مقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ و امان اور سلامتی رہتی ہے اور بہت جلد تمنائیں پوری ہونے کی بشارت ملتی ہے۔ (المورد الروی فی مولد النبی ونسبہ الطاہر، ص 13-12)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علمائے اُمّت کے اقوال

1۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ (متوفی 579ھ) کا نظریہ

مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن، الغرض شرق تا غرب تمام بلادِ عرب کے باشندے ہمیشہ سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ وہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی، چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے اور اس کے باعث بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے رہے ہیں۔ (بیان المیلاد النبی، ص 85)

2۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1052ھ) کا نظریہ

ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات و خیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔ اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں (ما ثبت من السنہ فی ایام السنہ، ص 60)

3۔ امام محمد زرقانی علیہ الرحمہ (متوفی 1122ھ) کا نظریہ

اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جنہیں حضور اکرم ﷺ نے خیر القرون فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی ﷺ میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ عمل (اگرچہ) بدعت ہے مگر بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے (جیسا کہ) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے (زرقانی شریف، شرح مواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، جلد اول، ص 262-261)

4۔ حضرت شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1131ھ) کا نظریہ

میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا، لیکن ایک سال (بوجہ عسرت شاندار) کھانے کا اہتمام نہ کرسکا، تو میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کردیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ خوش وخرم تشریف فرما ہیں (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، ص 40)

5۔ مفسر قرآن شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (متوفی 1137ھ) کا نظریہ

میلاد شریف منانا آپ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے جبکہ وہ منکرات سے پاک ہو۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ہمارے لئے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر اظہار شکر کرنا مستحب ہے (تفسیر روح البیان، جلد 9، ص 56)

6۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی

1174ھ) کا نظریہ

اس سے پہلے میں مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کررہے ہیں اور وہ واقعات بیان کررہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے (فیوض الحرمین، ص 81-80)

7۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1239ھ) کا نظریہ

ماہ ربیع الاول کی برکت حضور اکرم ﷺ کی میلاد شریف کی وجہ سے ہے۔ جتنا اُمت کی طرف سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام اور طعاموں کا نذرانہ پیش کیا جائے، اتنا ہی آپ ﷺ کی برکتوں کا ان پر نزول ہوتا ہے (فتاویٰ عزیزی، جلد اول، ص 163)

اس کے علاوہ بھی علمائے اُمت اور محدثین کے عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق اقوال موجود ہیں مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے اسی پر اختصار کرتا ہوں۔ میلاد النبی ﷺ منانے پر بدعت کا فتویٰ لگانے والوں کو چیلنج ہے کہ وہ فقط ایک محدث کا حوالہ لے آئیں جس میں واضح طور پر عید میلاد النبی ﷺ منانے کو بدعت لکھا گیا ہو۔

شب میلاد، شب قدر سے افضل ہے

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ سرور کونین ﷺ کی ولادت کی شب یقیناً شب قدر سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ شب میلاد آپ ﷺ کی ولادت کی شب ہے اور شب قدر آپ ﷺ کو عطا کی ہوئی شب ہے۔

(ماثبت من السنہ، ص 84)

جھنڈے و پرچم لگانے کا ثبوت

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (شب ولادت) میں نے تین پرچم اس طرح دیکھے کہ ان میں سے ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

(ماثبت من السنہ، ص 75)

شب ولادت کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق ہمارا عقیدہ ہرگز یہ نہیں کہ ہم حضور ﷺ کی آمد کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ذکر مصطفی ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔

امام سبکی رضی اللہ عنہ کی محفل میں کسی نے یہ شعر پڑھا "بے شک عزت وشرف والے لوگ سرکار اعظم ﷺ کا ذکر سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں" یہ سن کر امام سبکی رضی اللہ عنہ اور تمام علماء و مشائخ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت بہت سرور اور سکون حاصل ہوا۔ (سیرت حلبیہ، جلد اول، ص 80)

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں محفل میلاد میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں۔ میرا یہ عمل شاندار ہے (بحوالہ: اخبار الاخیار، ص 624)

سوال: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات بنانا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات تعمیر کروانا شرعی اعتبار سے جائز ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

القرآن: وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ○

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے، قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (سورۂ کہف، آیت 21، پارہ 15)

تفسیر...... مشائخ کرام اور علماء کرام کے مزارات کے اردگرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت مندرجہ بالا آیت سے ملتا ہے۔ قرآن مجید نے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا ''قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا'' وہ بولے اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔ تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے اس آیت میں ''بنیانا'' کی تفسیر میں فرمایا۔

دلیل...... یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان

کے مزارات کے جانے پر محفوظ ہو جاوے جیسے کہ سرکار اعظم ﷺ کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے مگر یہ بات نامنظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔

"مسجدا" کی تفسیر میں تفسیر روح البیان میں ہے کہ "یصلی فیه المسلمون ویتبرکون بمکان هم" یعنی لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن مجید نے ان کی دو باتوں کا ذکر فرمایا۔ ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا، دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ مزارات اور قبہ بنانا اور قریب میں مسجد بنانا اس وقت بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں۔ اگر غلط ہوتے تو قرآن مجید کبھی اس کا حکم نہیں دیتا۔ مزارات اولیاء شعائر اللہ ہیں اور اس سے برکتیں حاصل کرنا اور اس کی تعمیر قرآن مجید سے ثابت ہے۔

دلیل..... کتب اصول سے ثابت ہے کہ "شرائع قبلنا یلزمنا" سرکار اعظم ﷺ کے جسم اطہر کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رکھا گیا ہے۔ اگر یہ جائز نہ تھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کو گرا دیتے پھر تدفین فرماتے مگر یہ نہ کیا بلکہ قاطع شرک و بدعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھنچوا دی پھر ولید بن عبدالملک کے زمانے میں صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے۔

دلیل..... "بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی وابی بکر وعمر" میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانے میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو "اخذوا فی بنائه" صحابہ کرام علیہم الرضوان اس دیوار کے بنانے میں مشغول ہو گئے۔

دلیل..... بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البکا علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے

رکھا۔

یہ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں ہوا مگر کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔

دلیل ...... تفسیر روح البیان جلد تیسری پہلا پارہ "انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ" کے تحت لکھتے ہیں کہ علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے جبکہ اس کا مقصد لوگوں کی نظروں میں عظمت پیدا کرنا ہو، تاکہ لوگ اس قبر کو حقیر نہ جانیں۔

بدمذہبوں کی دلیل

بدمذہب اس حدیث کو بنیاد بناتے ہیں:

الحدیث ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سرکار اعظم ﷺ نے حکم دیا کہ تصویر مٹادو اور اونچی قبروں کو برابر کردو۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب

1 ...... جن قبروں کو گرادینے کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا، وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں تھیں بلکہ کفار کی قبریں تھیں۔ کیونکہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے دفن میں سرکار اعظم ﷺ خود شرکت فرماتے تھے، نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کوئی کام سرکار اعظم ﷺ کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے لہذا اس وقت جس قدر مسلمانوں کی قبریں بنیں، وہ یا تو سرکار اعظم ﷺ کی موجودگی میں یا آپ ﷺ کی اجازت سے بنیں تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو برابر کرنا پڑا؟ ہاں البتہ غیر مسلموں، عیسائیوں کی قبریں اونچی ہوتی تھیں جس کو مٹانے کا حکم سرکار اعظم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا جس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

دلیل ...... بخاری شریف جلد اول ص 61 میں ایک باب باندھا "باب ھل ینبش قبور

مشر کی الجاھلیة'' کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھیڑ دی جاویں۔ اسی کی شرح میں امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم ص 26 میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اس کے متبعین کے سوا ساری قبریں ڈھائی جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی قبریں ڈھانے (مٹانے) میں ان کی توہین ہے۔

جامع الفتاوی میں ہے ''جب میت مشائخ عظام، علماء و سادات کرام رحمہم اللہ کی ہو تو اس کے اوپر عمارت (یعنی مقبرہ وغیرہ) بنانا مکروہ نہیں'' (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی حدیث جلد 3، ص 111، الفتاوی الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب العادی والعشر ون، الفصل الثانی، جلد اول، ص 159)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوت میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ و علماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز و مباح رکھا ہے تا کہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے۔ اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (مدارج النبوت، بحوالہ مطالب المومنین، وصل در نماز جنازہ جلد اول، ص 420، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) (فتاوی رضویہ (جدید) جلد 9، ص 418، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

علامہ طاہر فتنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں (مجمع بحار الانوار، تحت لفظ ''شرف'' جلد 2، ص 187، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ) (فتاوی رضویہ (جدید) جلد 9، ص 418، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

کشف الغطاء میں ہے مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح (جائز) رکھا ہے تا کہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لئے بنائیں تو حرام ہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی قبروں پر اگلے

زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس علیہ السلام کے مرقد انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے (کشف الغطاء، باب دفن میت، ص 55، مطبوعہ احمدی دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 418، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

یعنی یہ اگرچہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور اچھی بدعت ہیں، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں (جواہر الاخلاطی، کتاب الاحسان والکراہیۃ، قلمی نسخہ ص 168۔ بی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 495، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

قبر کے لئے پکی اینٹوں کا استعمال کیسا؟

''مضمرات'' میں ہے کہ حضرت شیخ ابوبکر بن فضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ہمارے ہاں قبروں کے لئے پکی اینٹیں اور رفرف لکڑی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، باب غسل المیت جلد اول الجزء 2، ص 98)

حضرت امام تمرتاشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ قبر کے لئے پکی اینٹوں کے استعمال میں اختلاف اس وقت ہے جبکہ میت کے اردگرد لگائی جائیں اور اگر قبر کے اوپر ہوں تو جائز ہے کیونکہ اس طرح قبر کی درندوں سے حفاظت ہوتی ہے جیسا کہ کفن کو چوری سے بچانے کے لئے قبر کو پکی اینٹوں کے ساتھ کوہان نما بنانے کا رواج ہے اور عوام وخواص میں اسے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے (ردالمحتار کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، جلد 3، ص 167 تا 170)

تنویر الابصار میں ہے۔ قبر پر قبہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے (تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، جلد 3، ص 169)

الحمدللہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ مستند کتب سے یہ ثابت ہوگیا کہ اولیاء اللہ کی

قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہونا چاہئے۔ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے، نہ احترام، نہ زیادہ فاتحہ نہ کچھ اہتمام ہوتا ہے بلکہ لوگ پیروں تلے اس کو روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں، غلاف وغیرہ رکھا ہوا پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف باب الدفن میں اور مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں ہے کہ مسلمانوں کا زندگی اور موت کے بعد ایک سا ادب ہونا چاہئے۔

سوال: مزارات پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

جواب: مزارات پر چادریں چڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کی قبروں سے نمایاں محسوس ہوں جس طرح بیت اللہ پر غلاف چڑھایا گیا تا کہ اسے عام مسجدوں میں شمار نہ کیا جائے۔ قرآن مجید پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تا کہ اسے عام کتابوں میں شمار نہ کیا جائے۔ اسی طرح مزارات اولیاء پر چادریں چڑھا کر اس کو نمایاں کرنا ہے تا کہ لوگ عام قبر نہ سمجھیں۔

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں اگر چادریں چڑھانے اور عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تا کہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں، اور غافل زائرین کے دلوں میں ان کا ادب واحترام پیدا ہو، کیونکہ ان کے دل مزارات میں موجود اولیاء کرام (کا مقام نہ جاننے کے سبب ان) کی بارگاہ میں حاضری دینے اور ان کا ادب واحترام کرنے سے خالی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی مقدس ارواح ان کے مزارات کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہیں لہذا چادریں چڑھانا اور عمامے وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کیلئے اسی کا بدلہ ہے جو اس نے نیت کی۔ اگرچہ یہ ایسی بدعت ہے جس پر ہمارے اسلاف کا عمل نہ تھا لیکن یہ بات ویسے ہی جائز ہے جیسے

فقہاء کرام رحمہم اللہ "کتاب الحج" میں فرماتے ہیں۔ حج کرنے والا طواف وداع کے بعد الٹے پاؤں چلتا ہوا مسجد حرام سے نکلے کیونکہ یہ بیت اللہ شریف کی تعظیم و تکریم ہے اور "منسج السالک" میں ہے۔ طواف وداع کے بعد لوگوں کا الٹے پاؤں واپس لوٹنا نہ تو سنت ہے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی واضح حدیث ہے۔ اس کے باوجود بزرگان دین ایسا کیا کرتے تھے۔ (الفتاویٰ تنقیح الحامدیہ، وضح السطور جلد 2، ص 357)

نوٹ: مزار شریف پر صرف ایک چادر کافی ہے۔ زائد چادریں صدقہ کرنا بہتر ہے۔

سوال: قبروں پر پھول اور شجر وغیرہ ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں پر پھول اور شجر ڈالنا جائز ہے۔

الحدیث ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار اعظم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اسے بیچ سے پھاڑ کر آدھی آدھی شاخ دونوں قبروں پر ڈال دی اور فرمایا جب تک یہ تر رہیں گی، (ان کی تسبیح کی برکت سے) قبر والوں پر عذاب میں کمی ہوتی رہے گی (بحوالہ: بخاری شریف جلد اول، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول، حدیث نمبر 1290، ص 558، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

1: فتاویٰ عالمگیری میں ہے قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے (فتاویٰ ہندیہ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، 351/5، مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 136، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پنجاب)

2: فتاویٰ امام قاضی خان و امداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و رد المحتار علی الدر المختار میں ہے کہ قبر پر پھول جب تک تر رہے، تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا

ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے (ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 136، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

3: کنز العباد، فتاویٰ غرائب، فتاویٰ ہندیہ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مشکوٰۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات سمیت تمام کتابوں میں قبر پر پھول اور تر شاخ (مروہ وغیرہ) ڈالنے کو اچھا لکھا ہے۔ یہ چیزیں جب تک تر رہیں گی، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گی، جس سے میت کو فائدہ اور راحت وسکون حاصل ہوگا۔

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے۔ جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں، اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔

4: فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وضع الورد والریاحین علی القبور حسن" قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے (فتاویٰ ہندیہ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور، جلد 5، ص 351) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 105، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

5: فتاویٰ امام قاضی خاں و امداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدرمختار میں ہے "انہ مادام رطبا یسبح فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ" پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے (ردالمحتار، مطلب فی وضع الجدید ونحوالآس علی القبور، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر، جلد اول، ص 606) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 105، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

6: یونہی تبرک کے لئے غلاف کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہ جائز ہے اور اسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا یہ وصیت فرمائی کہ انہیں اس قمیص

میں کفن دیا جائے جو سید عالم نور مجسم ﷺ نے انہیں عطا فرمائی تھی اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے۔ ان کے پاس سید عالم نور مجسم ﷺ کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے۔ ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کر کے ان کی آنکھوں اور دھن پر رکھ دیئے جائیں۔ فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا (اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ، باب المیم والعین، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ، جلد 4، ص 387) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 106-105، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

قبر پرستی کے الزام سے متعلق بدمذہبوں کے دلائل

جواب...... بدمذہبوں کی طرف سے یہ سازش ہے کہ جو آیتیں بتوں کی مذمت میں نازل ہوئیں وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

بدمذہبوں کے دلائل

القرآن...... ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ (سورۂ نحل، آیت 20/21)

القرآن...... بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں گے اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنیں تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلو اور مجھے مہلت نہ دو (سورۂ اعراف، آیت 194/195)

القرآن...... ترجمہ: بے شک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، اگر وہ تمام جمع ہوجاویں تو ایک مکھی پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

بدمذہبوں کے دلائل کا جواب

ان تمام آیتوں کی تفسیر میں تفسیر جلالین ص 215، تفسیر جامع البیان ص 292، تفسیر بیضاوی جلد سوم ص 336، تفسیر نسفی جلد سوم ص 85، تفسیر صاوی جلد سوم ص 110، تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص 235، تفسیر کبیر جلد ششم ص 216، تفسیر خازن جلد پنجم ص 23، معالم التنزیل جلد سوم ص 23 اور تفسیر موضح القرآن ص 350 تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ تمام آیتیں بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ بت عاجز ہیں، بے بس ہیں اور ان کو پوجنا اور خدا بنانا جہالت ہے۔

ان مفسرین کے حوالہ جات سے اور تفسیر ابن عباس سے ثابت ہوا کہ یہ آیات بتوں کے متعلق رب العزت نے نازل فرمائی جس سے بتوں کی تذلیل اور تحقیر مقصود ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کی۔

ہندو بت کے پاس کیوں جاتا ہے

ہندو بت یعنی پتھر کے صنم کو اپنا خدا مانتا ہے اور پتھر کے صنم کو اپنی ساری تقدیر کا خالق اور مالک سمجھتے ہیں۔

مسلمان مزارات پر کیوں جاتے ہیں

مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنا حقیقی مالک اور پیدا کرنے والا مانتے ہیں اور سرکار اعظم ﷺ کو رسول برحق مانتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھتے ہیں، جب

مزارات پر حاضری دینے جاتے ہیں تو سب سے پہلے فاتحہ پڑھ کر اس ولی اللہ کی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں پھر اپنی شرعی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! اس نیک بندے کی برکت سے، اس کے وسیلے سے میری یہ حاجت پوری فرما۔

اس میں شرکیہ پہلو نہیں ہے۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے

سوال: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات پر حاضری کیوں دی جاتی ہے؟

جواب: قرآن مجید نے مزارات اولیاء کو بابرکت قرار دیا ہے لہٰذا وہاں کی حاضری بھی بابرکت ہے۔

القرآن: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 1، پارہ 15)

اس آیت میں فرمایا کہ الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ یعنی جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھیں، اس سے مراد مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات لئے ہیں کیونکہ مسجد اقصیٰ کے اردگرد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں۔ انہی مزارات کو برکت والی جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اب احادیث کی روشنی میں مزارات پر حاضری سے متعلق دلائل پیش کئے جائیں گے تاکہ

اہلِ ایمان اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ و مستحکم کریں۔

حدیث: حضور ﷺ نے شہدائے احد کی زیارت قبور کے لئے ہر سال تشریف لاتے اور جب شعیب کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے۔ السلام علیکم، تم پر سلامتی ہے، اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا تو کیا اچھی ہی حالت تمہاری قیام گاہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے رہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں اور دعا کرتی تھیں (بحوالہ: رواہ البیہقی از شرح الصدور ص 87)

حدیث: حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور ﷺ زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی: الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا، یہ جواب دیں گے (المستدرک للحاکم، کتاب المغازی، دارالفکر بیروت، 29 / 3، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 722، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

ان احادیث میں یہ تو صاف موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر سال احد میں تشریف لاتے اور شہداء کے مزارات کی زیارت کرتے اور اسی دن آتے جو جو دن ان کی شہادت کا ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ مزارات پر سالانہ حاضری، سلام پیش کرنا اور دعائیں کرنا حضور کریم ﷺ کی سنت ہے۔

اکابر محدثین، مفسرین اور علمائے اسلام کا عمل

1: شارح بخاری علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمہ ارشاد الساری میں نقل فرماتے ہیں کہ سن 464ھ میں سمرقند کے لوگ قحط کے سبب مشکلات سے دوچار ہوئے۔ ان میں سے ایک نیک شخص سمرقند کے قاضی کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ آپ لوگوں سمیت امام بخاری علیہ

الرحمہ کے مزار کی طرف رواں دواں ہیں۔ علامہ امام احمد قسطلانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

قاضی نے جب یہ خواب سنا تو کہا "نعم ما رأیت" یعنی تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ چنانچہ قاضی کے ساتھ وہاں کے لوگوں نے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی۔ اس بناء پر سات دن بارش ہوئی اور قحط سالی سے نجات حاصل ہوئی۔

2: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر آ کر دعا کرنا دعا کی قبولیت کے لئے بہت اچھا نسخہ ہے (حاشیہ مشکوٰۃ شریف، فی باب زیارت القبور)

3: علامہ شہاب الدین احمد سجاعی اپنے رسالہ اثبات کرامات الاولیاء (یہ رسالہ شفاء السقام السبکی مطبوعہ مصر کے آخر میں منضم ہے) میں لکھتے ہیں:

صاحب حصن حصین نے کہا کہ شروط معروفہ کے ساتھ صالحین کی قبروں کے پاس دعا کے قبول ہونے کا میں نے تجربہ کیا ہے اور عارف ربانی سیدی محمد بن عبدالقادر فاسی علیہ الرحمہ نے کہا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔

عارف ربانی احمد زروق علیہ الرحمہ نے کہا کہ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ جب صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے تو تیرا کیا گمان ہے صالحین کے مزارات کی نسبت (جو ان کے اپنے رب سے ملنے کے مواطن ہیں) اور ان کے یوم وفات کی نسبت (جو ان کے اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے) پس اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے) پس اس دن ان کی زیارت کرنا ان کو مبارکباد کہنا ہے اور ان نفحات رحمت کو طلب کرنا ہے جو ان پر نئے وارد ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں زیارت مستحب ہے بشرطیکہ ایسی بات سے خالی ہو، شرع میں مکروہ یا حرام ہے مثلاً عورتوں کا اجتماع اور وہ امور جو نئے پیدا ہوتے ہیں۔

(کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی، ص 190، مطبوعہ فرید بک لاہور)

4: علامہ دمیری علیہ الرحمہ حیات الحیوان (جزء ثانی ص 115) میں لکھتے ہیں:

حضرت معروف بن قیس کرخی علیہ الرحمہ اجابت دعا میں مشہور تھے اور اہل بغداد آپ علیہ الرحمہ کی قبرِ مبارک سے طلب باراں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ (کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی، ص 190، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

5: دلیل ...... الخیرات الحسان میں حضرت علامہ امام شہاب الدین بن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ علماء و اہل حاجت حضرات ہمیشہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پاک کو وسیلہ بناتے اور ان کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں۔ ان علماء میں سے ایک تو خود حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں جس وقت آپ بغداد میں قیام فرماتے تھے تو فرماتے ہیں کہ:

میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو دو رکعت نماز پڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے مزار کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اور مزار کے قریب کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں۔ فوراً میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ بعض متکلمین فرماتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس ادا کی لیکن دعائے قنوت نہیں پڑھی (الخیرات الحسان ص 63، مطبوعہ مصر)

6: سیدی محمد عبدری مدخل میں دوبارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ زائرین کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر ان کے سبب حاجت روائی ہوتی ہے (المدخل، فصل فی زیارۃ القبور، جلد اول، ص 252، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ البیروت) (فتاویٰ رضویہ (جدید)

جلد 9،ص 797،مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)۔

7:شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہواوران کے لئے فاتحہ پڑھے یاان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے (ہمعات، ہمعہ 8،ص 34،مطبوعہ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9،ص 685،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

8:شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ "قول الجمیل" میں لکھتے ہیں مشائخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبۂ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میت کے قریب ہو پھر کہے یاروح الروح کی دل میں ضرب کرے، یہاں تک کہ کشائش ونور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو اس کے دل پر (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، پانچویں فصل ص 72،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 686،جامعہ نظامیہ لاہور)

قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگنا سنت ہے

دلیل: سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت حضور کریم ﷺ کا عمل مبارک تھا (فتح القدیر، باب الشہید، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، جلد 2 ص 102) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9،ص 245،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

دلیل: زیارت قبور کے آداب میں سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دعا کرے (المسلک المتقسط مع ارشاد الساری، فصل یستحب زیارۃ اہل المعلی، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص 333-334) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9،ص 245،مطبوعہ جامعہ

نظامیہ، لاہور)

اعمال صالح کے لئے دن مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں

☆ سید عالم ﷺ نے شہدائے احد کی زیارت کے لئے سر سال کا وقت مقرر فرمالیا تھا
(صحیح مسلم، باب فضل مسجد قباء، جلد اول، ص 448، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

☆ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا سنیچر کے دن مسجد قباء میں تشریف لانا (بخاری و مسلم)

☆ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا ہر پیر اپنی ولادت کا روزہ رکھنا (صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثہ ایام، جلد اول، ص 368، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

☆ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دینی مشاورت کے لئے وقت صبح و شام کا تعین (صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ جلد اول ص 552، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

☆ سفر جہاد شروع کرنے کے لئے پنج شنبہ (جمعرات) کا تعین (صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ، جلد اول ص 414، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆ طلب علم کے لئے دوشنبہ (پیر) کا تعین (الفردوس بماثور الخطاب، جلد اول، ص 78، حدیث نمبر 237، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (کنز العمال، جلد 10، ص 250، حدیث 29340، مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت)

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و تذکیر کے لئے پنج شنبہ (جمعرات) کا دن مقرر کیا
(صحیح بخاری، باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ جلد اول ص 16، قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆علماء نے سبق شروع کرنے کے لئے بدھ کا دن رکھا (تعلیم المتعلم، فصل فی بدایۃ السبق، ص 43، مطبوعہ مطبع علیمی دہلی)

مزارات پر حاضری کا احسن طریقہ

سوال: حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں؟

الجواب:

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے...... السلام علیکم یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو، اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے، نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 9، صفحہ 522، طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: کیا اسلام میں کسی کی یاد منانے کی کوئی گنجائش ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یاد منانا جائز بلکہ ثواب ہے۔

القرآن: وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ (سورۂ ابراہیم، آیت 5، پارہ 13)

اللہ تعالیٰ کے دن سے مراد وہ ایام ہیں جن ایام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام و اکرام کیا، یعنی جس دن کو اہل اللہ سے نسبت ہو جائے، وہ "ایام اللہ" بن جاتے ہیں۔

☆ سرور کونین ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد منانے کا حکم دیا:

حدیث شریف: کان یوم عاشوراء تعدہ الیھود عیداً، قال النبی ﷺ: فصوموہ انتم (بخاری، کتاب الصوم، حدیث 1901، جلد 2، ص 704)

ترجمہ: یوم عاشورہ کو یہود یوم عید شمار کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے (مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے) فرمایا تم ضرور اس دن روزہ رکھا کرو۔

✪ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک یوم عاشورہ عید کا دن ہے (بحوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، ص 312، مطبوعہ مکتبۃ الرشاد ریاض)

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی یاد:

حضرت امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جسے حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ اس میں یوم عاشورہ منانے کا یہ پہلو بھی بیان ہوا کہ عاشورہ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کا دن تھا۔ اس روز وہ بہ حفاظت جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئے تھے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام کی جماعت اس دن کو یوم تشکر کے طور پر منانے لگی، اور یہ دن بعد میں

آنے والوں کے لئے باعث احترام بن گیا۔

☆غلاف کعبہ کا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منایا:

حدیث شریف: کانوا یصومون عاشوراء قبل ان یفرض رمضان، وکان یوما تستر فیه الکعبة، فلما فرض اللہ رمضان، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من شاء ان یصومه فلیصمه، ومن شاء ان یترکه فلیترکه (بخاری، کتاب الحج، حدیث 1515، جلد 2، ص 578)

ترجمہ: اہل عرب رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کردیئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو اس دن روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھ لے اور جو ترک کرنا چاہے، وہ ترک کردے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ درج بالا حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانه یفید ان جاهلیة کانوا یعظمون الکعبة قدیما بالستور ویقومون بها (فتح الباری، جلد 3، ص 455)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت سے ہی وہ کعبہ پر غلاف چڑھا کر اس کی تعظیم کرتے تھے اور یہ معمول وہ قائم رکھے ہوئے تھے۔

☆جمعہ کا دن، ولادت آدم علیہ السلام کی یاد:

حدیث شریف: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة، فیه خلق آدم، وفیه قبض، وفیه النفخة، وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلاۃ فیه، فان صلاتکم معروضة علی (ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، حدیث 1047، جلد اول، ص 275)

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے، اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی (یعنی اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت عطا ہوئی اور آپ کو لباس بشریت سے سرفراز کیا گیا) اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا۔ پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

☆ ہر پیر کو روزہ رکھ کر رسول اللہ ﷺ اپنی ولادت کی یاد مناتے تھے۔

(مسلم شریف، جلد دوم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شہر، حدیث 2646، ص 88، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ بکرے ذبح کر کے رسول پاک ﷺ نے اپنا میلاد منایا (حسن المقصد فی عمل المولد، ص 64)

معلوم ہوا کہ یادگار منانا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ایام منانا جائز بلکہ مستحب عمل ہے۔

گیارہویں شریف علمائے اسلام کی نظر میں

1: گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں شریف کے متعلق فرماتے ہیں:

آپ اپنی کتاب "ماثبت من السنہ" میں لکھتے ہیں کہ میرے پیرومرشد حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مہاجر مکی علیہ الرحمہ 9 ربیع الآخر کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے

تھے، بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔

(ما ثبت من السنۃ از: شاہ عبدالحق محدث دہلوی، عربی، اردو مطبوعہ دہلی ص 167)

2: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ (المتوفی 997ھ) گیارہ ربیع الآخر کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے۔ (اخبار الاخیار، از: محدث شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ ص 498 (اردو ترجمہ) مطبوعہ کراچی)

3: کتاب "وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط" میں مصنف علامہ ابن ملا جیون علیہ الرحمہ نے گیارہویں شریف کا بایں الفاظ مستقل عنوان کی حیثیت سے ثابت کیا ہے۔ "مسئلہ 9 در بیان عرس حضرت غوث الثقلین بتاریخ یازدھم ہر ماہ و بیان حکم خوردن نذر و نیاز وغیرہ صدقات مر اغیارا، حضرت حامد قاری لاہوری در نذریت یازدھم گفتگوی طویل کردہ اند و اور اصدقہ تطوع قرار دادہ اند (وصدقہ تطوع اغنیا را نیز مباح است) (بحوالہ: وجیز الصراط، ص 80)

واز ھمیں جنس است طعام یازدھم کہ عرس حضرت غوث الثقلین، کریم الطرفین، قرۃ عین الحسنین، محبوب سبحانی، قطب ربانی سیدنا و مولانا فرد الافراد ابی محمد الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی ست چوں مشائخ دیگر را عرسی بعد سال معین میکر دند آنجناب را در ہر ماھے قرار دادہ اند (وجیز الصراط، ص 82)

یعنی حضرت غوث الثقلین کے عرس کے بیان میں جو ہر ماہ گیارہویں تاریخ کو ہوتا ہے اور نذر و نیاز وغیرہ صدقات کھانے کے حکم کے بیان میں حضرت حامد قاری لاہوری نے گیارہویں کی نذر کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے اور اس کو صدقہ نفل قرار دیا ہے (اور صدقہ نفل، اغنیاء کو بھی مباح (جائز) ہے) اور گیارہویں کا طعام (کھانا) بھی اسی جنس سے ہے کہ حضرت غوث الثقلین، کریم الطرفین، قرۃ عین الحسنین، محبوب سبحانی، قطب ربانی، سیدنا و مولانا، فرد الافراد ابی

محمد الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا عرس ہے جیسے دیگر مشائخ کا عرس سال بعد معین کیا گیا ہے، حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمہ کا عرس ہر ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

4۔ سراج الہند محدث اعظم ہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں کے متعلق فرماتے ہیں:

"حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے اردگرد مریدین اور حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی، اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہوجاتے" (ملفوظات عزیزی، فارسی، مطبوعہ میرٹھ، یوپی بھارت ص 62)

5: ملفوظات مرزا صاحب علیہ الرحمہ میں وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف کلمات طیبات میں ہے کہ میں نے خواب میں ایک وسیع چبوترہ دیکھا جس میں بہت سے اولیاء حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ دو زانو اور حضرت جنید علیہ الرحمہ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ استغناء ماسواء اللہ اور کیفیات فنا آپ میں جلوہ نما ہیں۔ پھر یہ سب حضرات کھڑے ہوگئے اور چل دیئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے جارہے ہیں۔ پس مولیٰ علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ایک گلیم پوش ہیں جو سر اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال ہیں۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت اور عظمت کے ساتھ اپنے مبارک ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو جواب ملا کہ یہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں پھر ایک حجرہ ظاہر ہوا جب نہایت

ہی صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہو رہی تھی کہ یہ تمام باکمال بزرگ اس میں داخل ہو گئے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو ایک شخص نے کہا۔ آج غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس ہے۔ عرس پاک کی تقریب پر تشریف لے گئے ہیں۔ (کلمات طیبات فارسی، ص 77، مطبوعہ دہلی ہند)

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مکی علیہ الرحمہ، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ یہ تمام بزرگ دین اسلام کے عالم فاضل تھے اور ان کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان بزرگوں نے گیارہویں شریف کا ذکر کر کے کسی قسم کا شرک و بدعت کا فتویٰ نہیں دیا۔ تمام دلائل و براہین سے معلوم ہوا کہ گیارہویں شریف کا انعقاد کرنا سلف وصالحین کا طریقہ ہے جو کہ باعث اجر و ثواب ہے۔

کیا غوث اعظم رضی اللہ عنہ وہابی تھے؟

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ حنبلی تھے یعنی حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے، غیر مقلد نہیں تھے۔ جب آپ مقلد تھے تو وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ اس لئے کہ وہابی غیر مقلد ہوتے ہیں، امام کی تقلید کو حرام کہتے ہیں جبکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تقلید کو جائز سمجھتے تھے لہذا ماننا پڑے گا کہ آپ وہابی نہ تھے۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ حنبلی اور ہم حنفی یہ کیسے؟

ہم غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ ان کے سلسلہ طریقت میں داخل ہیں مگر ہم ان کے مقلد نہیں ہیں۔ مقلد ہم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں لہذا مقلد کسی بھی امام کا ہو، وہ مرید غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا نذر و نیاز کرنا جائز ہے، کیونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا ناجائز ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا، ان نعمتوں میں سے ایک نعمت حلال اور طیب رزق ہے، جسے رب کریم اپنے بندوں کو محنت کر کے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ بندے حرام سے بچ کر حلال طیب رزق حاصل کر کے اپنی زندگی گزاریں

انہی حلال وطیب رزق میں سے ایک بابرکت چیز نذر و نیاز ہے جو کہ رب کریم کی بارگاہ میں پیش کر کے اس کا ثواب نیک و صالح مسلمانوں کو ایصال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون میں نذر و نیاز کی حقیقت اور اسے حرام کہنے والوں کی اصلاح کی جائے گی۔

نذر و نیاز کو حرام کہنے والے یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ O

(سورۂ بقرہ، رکوع 5، پارہ 2، آیت 173)

ترجمہ: درحقیقت (ہم نے) تم پر حرام کیا مردار اور خون سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا (کسی اور کا نام) پکارا گیا ہو۔

القرآن: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ O

(سورۂ مائدہ، رکوع 5، پارہ 6، آیت 3)

ترجمہ: حرام کر دیا گیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا

کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

ان آیات میں "ما اھل بہ لغیر اللہ" سے کیا مراد ہے:

1۔ تفسیر وسیط علامہ واحدی میں ہے کہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" کا مطلب ہے کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

2۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے ترجمان القرآن میں "ما اھل بہ لغیر اللہ" سے مراد لکھا ہے کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

3۔ تفسیر روح البیانؔ میں علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ نے "ما اھل بہ لغیر اللہ" سے مراد یہی لیا ہے کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

4۔ تفسیر بیضاوی پارہ 2 رکوع نمبر 5 میں ہے کہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" کے معنی یہ ہیں کہ جانور کے ذبح کے وقت بجائے خدا کے بت کا نام لیا جائے۔

5۔ تفسیر جلالین میں "ما اھل بہ لغیر اللہ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، بلند آواز سے بتوں کا نام لے کر وہ حرام کیا گیا۔

ان تمام معتبر تفاسیر کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ تمام آیات بتوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں، لہذا انہیں مسلمانوں پر چسپا کرنا کھلی گمراہی ہے۔

مسلمانوں کا نذر و نیاز کرنا

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیرِ کبیر میں فرماتے

ہیں:

وَكَانُوا يَقُولُونَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَحَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ (جیسا کہ عرب ذبح کے وقت اپنے بتوں کا نام پکارتے۔ یعنی مشرک ذبح کے وقت کہتے تھے بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى تو اللہ نے اس کو حرام فرمادیا۔

جبکہ مسلمان ذبح کے وقت بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر اپنی قربانی بارگاہِ رب العزت میں پیش کرتا ہے پھر اس کا ثواب بزرگانِ دین کو ایصال کرتا ہے۔

ایصال ثواب کیلئے بزرگوں کی طرف منسوب کرنا

الحدیث: ترجمہ...... سیدنا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے کچھ خیرات اور صدقہ کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں کیجئے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا۔ ثواب کے لحاظ سے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "پانی پلانا" تو ابھی تک مدینہ منورہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سبیل ہے۔ (بحوالہ: سنن نسائی جلد دوم، رقم الحدیث 3698، ص 577، مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆ صاحب تفسیر خازن و مدارک فرماتے ہیں:

اگر فوت شدہ کا نام پانی پر آنا اس پانی کے حرام ہونے کا سبب بنتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس کنویں پر ام سعد کا نام نہ آنے دیتے، "ما اھل بہ لغیر اللہ" کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور پر غیر اللہ کا نام نہ آئے، جان کا نکالنا خالق ہی کے نام پر ہو۔ (تفسیر خازن و مدارک،

جلد اول، ص 103)

الحدیث: ترجمہ...... حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے مینڈھے کے لئے حکم فرمایا جس کے سینگ سیاہ آنکھیں سیاہ اور جسمانی اعضا سیاہ ہوں۔ پس وہ لایا گیا تو اس کی قربانی دینے لگے۔ فرمایا کہ اے عائشہ! چھری تو لاؤ، پھر فرمایا کہ اسے پتھر پر تیز کرلینا۔ پس میں نے ایسا ہی کیا تو مجھ سے لے لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کرنے لگے تو کہا۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! اسے قبول فرما محمد ﷺ کی طرف سے آل محمد ﷺ کی طرف سے اور امت محمد ﷺ کی طرف سے پھر اس کی قربانی پیش کردی۔ (بحوالہ: ابوداؤد جلد دوم، کتاب الاضحایا، رقم الحدیث 1019، ص 392، مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث: ترجمہ...... حنش کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو عرض گزار ہوا، یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی، اپنی طرف سے قربانی کرنے کی۔ چنانچہ (ارشاد عالی کے تحت) ایک قربانی میں حضور ﷺ کی طرف سے پیش کررہا ہوں۔ (بحوالہ: ابو داؤد جلد دوم، کتاب الاضحایا، رقم الحدیث 1017، ص 391، مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆ حضرت علامہ مولانا مُلّا جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد بغرض ملکیت یا بغرض ایصال ثواب وغیرہ کسی جانور وغیرہ پر آنا یہ سبب حرمت نہیں، مثلاً یوں کہا جاتا ہے۔ مولوی صاحب کی گائے، خان صاحب کا دنبہ، ملک

صاحب کی بکری، عقیقہ کا جانور، قربانی کا جانور، ولیمہ کی بھینس، ان جانور پر جو غیر اللہ کا نام پکارا گیا تو کیا یہ حرام اور منت ہو گئے؟ ہر گز نہیں! یہی حکم ہے گیارہویں کے دودھ، حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بکری اور منت والے جانوروں کا" (بحوالہ: تفسیرات احمدیہ)

☆ تیرہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"واگر مالیدہ و شیر برنج بنابر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند مضائقہ نیست جائز است"

یعنی اگر مالیدہ اور شیرینی کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں۔ (بحوالہ: تفسیر عزیزی: جلد اول، ص 39)

آگے فرماتے ہیں: "طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و بر آں فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب است" یعنی جس کھانے پر حضرات امامین حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ (بحوالہ: فتاویٰ عزیزی، جلد اول، ص 71)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ان کے اجسام حتی کہ ان کے

کفن کو بھی قبر کی مٹی نہیں کھاتی۔ وہ اپنے چاہنے والوں کو قبور میں رہ کر بھی جانتے اور پہچانتے ہیں، سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ ان کو بعد از وصال بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی حیات عطا کی ہے کہ وہ تصرفات بھی فرماتے ہیں۔ ان کا دنیا سے رخصت ہونا ایسا ہے جیسے ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ یہی اسلامی عقیدہ ہے جس کی تائید میں احادیث اور علمائے اسلام کی کتابوں سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حدیث شریف: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا ارشاد ہے جب حافظ قرآن مرتا ہے خدا زمین کو حکم فرماتا ہے۔ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے (الفردوس بماثور الخطاب حدیث 1112، جلد 1، ص 284، مطبوعہ دار الکتب العلم بیروت، فتاویٰ رضویہ جدید جلد 9، ص 129، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

حدیث شریف: ابن عبدالبر نے بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا، اسے سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی زیارۃ القبور، جلد اول، ص 341، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 893، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

علمائے اسلام کے ارشادات

1 ...... علامہ زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا۔ اولیاء، باعمل علماء، شہداء، طالب ثواب موذن، باعمل حافظ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر

چاہتے ہوئے مرنے والا، کثرت سے ذکر اللہ کرنے والا ان کے بدن نہیں بگڑتے (شرح زرقانی علی المؤطا، باب جامع الجنائز، مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر جلد 2، ص 84، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 128، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

2...... امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں کہ امام قشیری علیہ الرحمہ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ابو سعید خراز علیہ الرحمہ سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا۔ اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں۔ اگرچہ مرجائیں۔ وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاتے ہیں (شرح الصدور، باب زیارۃ القبور و علم الموتیٰ، ص 86، خلافت، اکیڈمی مینگورہ سوات، فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص 433، جامعہ نظامیہ لاہور)

3...... حضرت امام ابو علی علیہ الرحمہ سے راوی ہیں۔ میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا، ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا۔ اے ابو علی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے، میں نے عرض کی۔ اے میرے سردار! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا۔ میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بے شک وہ وجاہت و عزت جو مجھے روز قیامت ملے گی۔ اس سے میں تیری مدد کروں گا (شرح الصدور، فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص 433، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

4...... عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی ہیں۔ میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی۔ میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا۔ جواب سنا اور آواز آئی "واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا" خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے۔ میں سوار ہوئی اور واپس آئی۔

(المستدرک للحاکم، کتاب المغازی، دار الفکر بیروت 29/3، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 722، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

5: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار شریف پر سلام کیا۔ (مزار کے اندر سے) جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے، میں اسے پہچانتا ہوں، جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ، باب قول اللہ لاتحسبن الذین دار الکتب العلمیہ بیروت 308/3، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 723، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور، پنجاب)

6: قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں، کہتے ہیں: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں۔ اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، مومنین سے مراد کاملین ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن مجید پڑھتے ہیں (تذکرۃ الموتیٰ والقبور (اردو) ارواح ٹھہرنے کی جگہ ص 75، نوری کتب خانہ، نوری مسجد اسلام گنج لاہور، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 432، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

7: علامہ امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلا فرق نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ، باب الجمعہ، فصل الثالث،

241/3، مطبع امدادیہ ملتان، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 433، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

ایک احمقانہ عقیدہ اور اس کا رد

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ شخص سراسر جاہل ہے جو بعض گمراہ فرقوں کی طرح یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ”روحیں عارضی ہیں اور موت کے سبب وہ ایسے زائل ہوجاتی ہیں جیسے مردے سے حرکات وسکنات زائل ہوجاتی ہیں“ اور وہ گمراہ فرقے یہ سمجھتے ہیں کہ جب اولیاء اللہ رحمہم اللہ انتقال کرجاتے ہیں تو وہ مٹی ہوجاتے ہیں اور زمین کی مٹی کے ساتھ مل کر ان کی روحیں بھی ختم ہوجاتی ہیں لہذا ان کی قبروں کی کوئی تعظیم نہیں۔ اس وجہ سے یہ لوگ ان کی توہین وتحقیر کرتے ہیں اور ان کی زیارت، ان سے برکت حاصل کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میں حضرت سیدنا ارسلان دمشقی علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار کی زیارت کے لئے جارہا تھا تو میں نے خود اپنے کانوں سے ایک شخص کو یہ کہتے سنا ”تم ان مٹی کے ڈھیروں پر کیوں جاتے ہو؟ یہ تو سراسر بے وقوفی ہے“ اس کی بات سنکر مجھے انتہائی تعجب ہوا۔ میں نے دل میں کہا ”کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا“ (کشف النور عن اصحاب القبور، امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ، ص 103، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال: کیا بعد از وصال اولیاء اللہ رحمہم اللہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاسکتے ہیں؟

جواب: حق تعالیٰ کے نیک بندے بعد از وصال ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاسکتے ہیں۔

حدیث شریف = حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں: میں حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر انور گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک ہوا ہوں۔ (ترمذی، ابواب المناقب، حدیث 3771 ص 856 مطبوعہ دار السلام ریاض سعودی عرب)

فائدہ = اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے جب چاہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا بعد از وصال تشریف لانا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ میرے والد شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں آگرہ میں مرزا زاہد کے درس سے واپس آرہا تھا۔ راستے میں ایک لمبے کوچہ سے میرا گزر ہوا، اس وقت مجھے خوب ذوق وشوق حاصل تھا اور میں شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است
سعدی بشو تو لوح دل از غیر حق
علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا اور یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس کے سبب میرے دل میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہونے لگی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک فقیر منش، درازِ زلف اور ملیح چہرہ والا پیر مرد ظاہر ہوا اور کہنے لگا: علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

میں نے یہ سن کر کہا کہ جزاک اللہ خیر الجزاء آپ نے میرے دل سے بہت بڑی بے چینی اور اضطراب کو دور فرما دیا۔ پھر میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا، وہ مسکرائے اور کہنے لگے۔ کیا یہ یاد دلانے کی اُجرت ہے، میں نے کہا نہیں بلکہ یہ شکرانے کے طور پر ہے۔ فرمایا میں نہیں کھاتا، پھر فرمایا مجھے جلد جانا چاہئے۔ میں نے کہا میں بھی ساتھ چلوں گا۔ کہنے لگے میں بہت تیز اور جلد جانا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا قدم بڑھا کر کوچے کے آخری سرے پر رکھا۔ تب میں سمجھا کہ یہ تو کوئی روح مجسم ہے۔ میں نے کہا "حضرت اپنے نام سے تو آگاہ کیجئے تاکہ میں آپ پر فاتحہ پڑھ سکوں" تو انہوں نے فوراً مڑ کر کہا "فقیر کو سعدی شیرازی کہتے ہیں"

حضرت شیخ احمد سبتی علیہ الرحمہ بعد از وصال طواف کرتے پائے گئے

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز جمعہ کے بعد میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بھی طواف میں مشغول ہے لیکن اس کی راہ میں دوسرے لوگ رکاوٹ نہیں بن رہے ہیں۔ وہ دو آدمیوں میں اس طرح نکل جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو جدا ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ میں اس شخص کا یہ حال دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ جسد عنصری نہیں بلکہ جسم مثالی ہے۔ میں اس کی راہ میں کھڑا ہو گیا۔ جب وہ سامنے آیا تو میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں اس کے ساتھ ہو کر اس سے گفتگو کرنے لگا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت احمد سبتی علیہ الرحمہ ہیں۔

میں نے پوچھا کہ حضرت ہفتہ کے سات دنوں میں آپ نے اپنی زندگی میں صرف سنیچر کو کسب معاش کے لئے کیوں مخصوص فرمادیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ خدائے تعالیٰ نے یک شنبہ کو تخلیق عالم شروع فرمائی اور جمعہ کے دن مکمل ہوا۔ یہ چھ دن وہ ہمارے کام کرتا رہا۔ میں بھی اس لئے چھ دن اس کے کام میں مصروف رہا کرتا تھا اور اپنے حظ نفس کے لئے ان دنوں میں کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ جب شنبہ (سنیچر) کا دن آیا تو اس کو میں نے اپنی کسب معاش کے لئے مقرر کیا تا کہ ان چھ دنوں کے لئے قوت کا کچھ انتظام ہوجائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کے زمانے میں قطب وقت کون تھا؟ فرمایا کہ میں تھا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے رخصت ہوگئے اور میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔

(از کتاب: فتوحاتِ مکیہ مصنف: امام محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ)

بعد از وصال ایک بزرگ کا شیخ ابن عربی کی اعانت کیلئے تشریف لانا

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اپنے ایک روحانی مقام کی بابت لکھتے ہیں کہ مجھ پر حیرت غالب ہوئی اور بوجہ تنہائی کے وحشت معلوم ہونے لگی۔ اس مقام کا نام بھی مجھے معلوم نہ تھا۔ حالانکہ وہ مقام مجھے حاصل تھا۔ اس وحشت و حیرت کے ساتھ میں وہاں سے چل پڑا اور عصر کی نماز کے بعد ایک دوست کے مکان پر جا ٹھہرا اور اسی حیرت و وحشت کی حالت میں اس سے گفتگو کرتا تھا کہ اچانک ایک شخص ظاہر ہوا اور اس نے مجھے گلے لگالیا (جس سے میری وحشت دور ہوئی) میں نے غور سے دیکھا تو وہ شیخ ابو عبدالرحمن سلمٰی علیہ الرحمہ کی روح مبارک تھی جو جسم مثالی میں میرے پاس آئی تھی اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو میرے پاس بھیجا تھا۔

میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو بھی اس مقام پر پاتا ہوں فرمایا کہ "ہاں میں قبر پر حاضر

ہوا اور التجا کی کہ اپنی دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور ان سے دوستی کا عہد باندھا"
(جامع کرامات اولیاء)

بعد از وصال خواجہ بختیار کا کی علیہ الرحمہ سے شاہ عبدالرحیم کا مکالمہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار علیہ الرحمہ کے مزار کی زیارت کو گیا۔ ادب کی وجہ سے میں مزار کے قریب چبوترے پر کھڑا ہو گیا کہ خواجہ صاحب کی روح جسم مثالی میں ظاہر ہوئی اور فرمایا آگے آؤ، میں دو تین قدم آگے بڑھا، فرمایا اور آگے آؤ۔ میں اور بڑھا۔ یہاں تک کہ میں آپ کے بہت ہی قریب پہنچ گیا۔ خواجہ صاحب نے پوچھا تم شعر کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا "کلام حسنہ حسن قبیحہ قبیح" یعنی وہ ایک کلام ہے اس میں سے جو اچھا ہے وہ بہتر ہے اور جو برا ہے وہ خراب ہے۔ فرمایا بارک اللہ

پھر خواجہ صاحب نے پوچھا۔ خوبصورت آواز کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء" یہ اللہ کا فضل جس کو عطا کر دے۔ پوچھا جب یہ دونوں جمع ہو جائیں (یعنی اچھا شعر اور اچھی آواز) تو تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا "نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء" فرمایا، بارک اللہ تم بھی کبھی کبھار ایک دو بیت سن لیا کرو۔ ایک دوسری مرتبہ جب ان کے مزار پر گیا تو ان کی روح متمثل ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام قطب الدین رکھنا۔ چونکہ میری بیوی سن ایام کو پہنچ گئی تھی۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید حضرت کی مراد بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہے۔ آپ میرے اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا۔ میرا

یہ مقصد نہیں، یہ فرزند تیری ہی پشت سے پیدا ہوگا۔ ایک مدت کے بعد میرا دوسرا نکاح ہوا۔ اس سے میرا بیٹا شاہ ولی اللہ پیدا ہوا۔ میں نے اس کا دوسرا نام قطب الدین رکھا (انفاس العارفین)

خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ بعد از وصال خود اپنی قبر سے گھوڑے پر سوار نکلے

شیخ بدر الدین سرہندی خلیفہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوا اور بہت عاجزی کے ساتھ آپ کے روبرو بیٹھ کر آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ یکا یک دیکھا کہ حضرت خواجہ ایک عربی گھوڑے پر سوار اپنی قبر سے باہر تشریف لائے۔ اس طرح کہ گھوڑے کا پچھلا نصف حصہ قبر میں تھا اور اگلا نصف حصہ مزار سے باہر تھا۔ آپ نے گھوڑے کو اتنی دور ہی چلایا۔ پھر مجھ سے فرمایا "وہ نسبت معیت تھی جو حضرت خواجہ باقی باللہ نے تم کو دی ہے، وہ انہوں نے مجھ سے لی ہے اور وہ نسبت میری نسبت ہے اس کو اچھی طرح محفوظ رکھو اور خود کو تم میرا ہی سمجھو اور یہیں سے تم واپس جاؤ۔ ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کی آمد و رفت اپنے اوپر بند کردو۔ جو کچھ تم اس سفر میں تلاش کر رہے ہو، وہ تمہیں وہیں مل جائے گی" میں نے عرض کیا کہ "اب جبکہ میں چل پڑا ہوں تو ایک بار اکبر آباد ہو آؤں پھر واپس آ کر آپ نے جو فرمایا ہے اس پر عمل کروں گا" حضرت خواجہ نے فرمایا "جاؤ اور جلد واپس آ جاؤ"

(حضرات القدس حصہ دوم)

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے بعد از وصال مولانا صدر الدین قونوی علیہ الرحمہ کو ایک خاص تجلی سے مشرف فرمایا

شیخ صدر الدین قونوی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میرے شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ

اپنی زندگی میں مجھے ایک خاص تجلی سے مشرف کرنا چاہتے تھے مگر اس پر قادر نہ ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد میں ان کے مزار پر گیا اور زیارت کر کے واپس آ رہا تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی محبت کا اس قدر مجھ پر غلبہ ہوا کہ قریب تھا کہ میں تمام کائنات سے بے خبر ہو جاؤں۔ اس حالت میں حضرت شیخ کی روح نہایت حسین صورت میں میرے سامنے آئی۔ گویا محض نور تھی اور اس وقت مجھے اس تجلی سے مشرف فرمایا جب مجھ کو افاقہ ہوا تو سلام اور معانقہ کیا اور فرمایا الحمد للہ! جس نے حجاب کو دور کیا اور احباب کو ملایا اور قصد و کوشش کو ناکام نہیں کیا (نزہۃ البساتین)

چار بزرگ اپنی قبور میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں

علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار میں شیخ عقیل منبجی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں۔ یہ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ علی قرشی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا ہے کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندہ کی طرح تصرف فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمہ، ص 184، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

سوال: اذان میں یا اذان کے علاوہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

جواب: سرکار کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد (ﷺ) سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں

سے لگانا مستحب ہے۔

❁ امام دیلمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کلمات اذان کا جواب دیتے ہوئے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کے موقع پر "قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَيْنِ السَّبَابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ" اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگا لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ

جس نے میرے دوست (ابوبکر) جیسا عمل کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی

(مسند دیلمی بحوالہ المقاصد الحسنہ ص 382)

❁ مفسر قرآن حضرت امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (متوفی 1137ھ) امام ابوطالب مکی علیہ الرحمہ (متوفی 387ھ) کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ نے بیان کیا۔ دس محرم الحرام بروز جمعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے انگوٹھے آنکھوں پر لگا لئے۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

یارسول اللہ ﷺ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ ﷺ نے اذان مکمل ہونے کے بعد فرمایا "اے ابوبکر جس نے بھی شوق و محبت سے تجھ جیسا عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔ (تفسیر روح البیان جلد 7 ص 272)

❁ مفسر قرآن حضرت امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے المحیط کے حوالہ سے لکھا۔ نبی پاک ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ جب انہوں نے کہا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ یعنی یارسول اللہ ﷺ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے۔ جب اذان ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوبکر! جو تم نے عمل کیا جو بھی اس طرح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔ (روح البیان' جلد 7' ص 271)

❁ مفسر اسماعیل حقی (متوفی 1137ھ) نے قصص الانبیاء وغیرہ کے حوالے سے لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ میرے حبیب محمد ﷺ کا نور تمہاری صلب میں ہے اور انہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں مبعوث کروں گا۔

فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ ﷺ (تو انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کے لئے عرض کیا) تو اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو ان کی انگلی شہادت اور بعض روایات کے مطابق ان کے انگوٹھوں میں منتقل کیا۔

فَقَبَّلَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ظَفَرِيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ
(تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومے اور اپنی آنکھوں سے لگا لئے)

حضور ﷺ کو سیدنا جبریل علیہ السلام نے جب اس واقعہ کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَمِعَ اِسْمِيْ فِي الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفَرِيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ اَبَدًا
(جس نے میرا نام اذان میں سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا وہ کبھی نابینا نہیں ہوگا)

امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں "فَصَارَ اَصْلًا

لِذُرِیَّتِہٖ"

(تو یہ ان کی اولاد کے لئے اصل و دلیل ہے) (روح البیان جلد 7 ص 272)

اعتراض اول۔ روایت ضعیف ہے

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ امام عبدالرحمن سخاوی علیہ الرحمہ (متوفی 903ھ) نے نقل کرکے لکھا "لَا یَصِحُّ" یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

جواب: حدیث کی تین اقسام ہیں۔ صحیح، حسن اور ضعیف۔ اگر کسی روایت کے بارے میں محدثین لکھیں یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حسن یا ضعیف ہے یعنی عدم صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث، حسن یا ضعیف بھی نہ ہو مثلاً محدثین نے درج ذیل روایت "اَکْلُ الطِّیْنِ حَرَامٌ" یعنی مٹی کھانا حرام ہے۔ کے بارے میں لکھا "لَا یَصِحُّ" یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

تو اس کے تحت امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ (متوفی 1014ھ) نے یہی ضابطہ آشکار کرتے ہوئے لکھا "لَا یَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ صِحَّتِہٖ نَفْیُ وُجُوْدِ حُسْنِہٖ وَ ضُعْفِہٖ" یعنی روایت کی عدم صحت سے اس کے حسن و ضعیف ہونے کی نفی لازم نہیں آتی (الموضوعات کبیر ص 66)

دوسرے مقام پر شرب زمزم کی فضیلت پر دال روایت کے بارے میں لکھا۔ اسے موضوع نہیں کہا جا سکتا ہاں ضعیف ہو سکتی ہے۔ اگرچہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں "لَا یُنَافِی الضُّعْفَ وَالْحُسْنَ" یعنی تو یہ اسکے ضعیف و حسن ہونے کے مخالف و منافی نہیں ہے (الموضات الکبیر ص 236)

بعینہٖ یہی بات ہم زیر بحث روایت کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ہے تو اس سے اس کا حسن اور ضعف نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر اسے ضعیف قرار دیا جائے تو پھر بھی حسب ضابطہ فضائل اعمال میں اس سے استدلال کیا

جاسکتا ہے۔

دوسرا اعتراض: مرفوع نہ ہونا

دوسرا اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے یہ لکھا کہ

لَايَصِحُّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْئٌ

یعنی اس مسئلہ میں کوئی صحیح مرفوع روایت موجود نہیں۔ (مقاصد حسنہ ص 384)

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کو مرفوع کہا جاتا ہے اور صحابہ کے قول کو موقوف' امام سخاوی علیہ الرحمہ کا مقصد اسی بات کو آشکار کرنا ہے کہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا کوئی ارشادِ گرامی درجہ صحت پر نہیں۔ گویا وہ کہنا چاہتے ہیں جو ثابت ہے اس میں ضعف ہے اور ہمیں اس سے انکار نہیں مگر پیچھے آچکا ہے کہ اس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا۔ مفسر قرآن امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (متوفی 1137ھ) نے یہی اصولی گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

قَالَ الْإِمَامُ السَّخَاوِي فِي الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَةِ إِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ.... يَقُوْلُ الْفَقِيْرُ، قَدْ صَحَّ عَنِ الْعُلَمَاءِ تَجْوِيْزُ الْأَخْذِ بِالْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ فِي الْعَمَلِيَّاتِ فَكَوْنُ الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ غَيْرَ مَرْفُوْعٍ لَا يَسْتَلْزِمُ تَرْكَ الْعَمَلِ بِمَضْمُوْنِهٖ

یعنی امام سخاوی علیہ الرحمہ نے المقاصد الحسنہ میں لکھا یہ حدیث بطور مرفوع صحیح نہیں۔ فقیر کہتا ہے علماء کے نزدیک اعمال میں حدیث ضعیف سے استدلال صحیح ہوتا ہے تو حدیث مذکور کا مرفوع نہ ہونا اس کے مضمون پر عمل سے مانع نہیں۔

اس پر عمل علماء و فقہاء اور صوفیاء کے حوالہ دیتے ہوئے لکھا۔

وَكَفَانَا كَلَامُ الْإِمَامِ الْمَكِّيِّ فِي كِتَابِهٖ فَإِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ الشَّيْخُ السُّهْرَوَرْدِيُّ فِي عَوَارِفِ الْمَعَارِفِ بِوُفُوْرِ عِلْمِهٖ وَكَثْرَةِ حِفْظِهٖ وَقُوَّةِ حَالِهٖ

یعنی اور ہمارے لئے امام (ابوطالب) مکی کی کتاب میں گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ شیخ شہاب

الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں ان کے وفور علم، کثرت حفظ اور قوت حال کی گواہی دی ہے۔ (بحوالہ: تفسیر روح البیان جلد 7 ص 272)

موقوف ہی مان لیں

ہم اسے موقوف ہی مان لیتے ہیں تو کیا صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا جبکہ تمام اُمت کا اتفاق ہے صحابی کا غیر اجتہادی قول حکم مرفوع ہوتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852ھ) لکھتے ہیں۔

مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكْمًا مَا يَقُوْلُ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ

یعنی جب صحابی ایسی بات کہے جو اجتہادی نہ ہو تو وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہی ہوتی ہے۔

(بحوالہ: نزہۃ النظر، ص 548)

حضرت امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ (متوفی 1014ھ) نے زیر بحث روایت کے تحت امام سخاوی علیہ الرحمہ کی گفتگو اور مذکور اصول بیان کر کے معاملہ آشکار کر دیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

قَالَ السَّخَاوِيُّ وَكُلُّ مَا يُرْوٰى فِيْ هٰذَا فَلَا يَصِحُّ

یعنی امام سخاوی علیہ الرحمہ نے لکھا اس مسئلہ میں جو کچھ مروی ہے اسکا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

اس پر لکھا

قُلْتُ وَاِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ عَلَى الصِّدِّيْقِ فَيَكْفِي الْعَمَلُ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

یعنی میں کہتا ہوں کہ جب یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے۔

امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی اگلی بات بھی سن لیجئے۔

قِيْلَ لَا يُفْعَلُ وَلَا يُنْهٰى وَغَرَابَتُهٗ لَا تَخْفٰى عَلٰى ذَوِي النُّهٰى

یعنی بعض نے کہا نہ کیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے لیکن اس بات کا عجیب ہونا اہل شعور پر مخفی نہیں (الموضوعات الکبیر، ص 210)

علماء کا عمل

یادرہے کہ اُمت کے اہل علم کا عمل بھی نہایت ہی اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔اس سے بھی ضعیف حدیث کو تقویت ملتی ہے جبکہ بعض اوقات اہل علم و فضل کا عمل ہی کافی ہوتا ہے۔

❁ علمائے اُمت کی معتبر کتب کے نام جس میں انگوٹھے چومنے کو جائز اور مستحب لکھا ہے۔

1: شرح نقایہ

2: ردالمحتار شرح درمختار جلد اولیٰ باب الاذان صفحہ 267

3: طحطاوی علی مراقی الفلاح

علمائے اُمّت کے ارشادات

❁ حضرت امام سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ نے باب الاذان میں فائدہ کے عنوان کے تحت قہستانی کے حوالہ سے لکھا کہ کنز العباد میں ہے جب موذن سے ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کے کلمات سنیں تو پہلی دفعہ کہیں ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه'' یعنی یا رسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو۔اور دوسری دفعہ سن کر یہ پڑھیں۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْهَامَيْهِ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ فِي الْجَنَّةِ

یعنی یا رسول اللہ ﷺ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں

پر رکھ کر کہے اے اللہ! میرے سمع و بصر میں اضافہ کر، تو ایسے شخص کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے۔

اس پر مذکور حدیث کا حوالہ دیا۔

وَذَكَرَ دَيْلَمِيٌّ فِي الْفِرْدُوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَّسَحَ الْعَيْنَ

یعنی اور امام دیلمی علیہ الرحمہ نے الفردوس میں حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی ذکر کیا جس نے آنکھوں پر انگوٹھے رکھے۔ (حاشیہ طحطاوی علی المراقی، ص 111)

❁ امام محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی 1252ھ) کے تتمہ عنوان کے تحت یہی گفتگو لکھی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ

یعنی مستحب یہ ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سن کر پڑھا جائے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اور دوسری مرتبہ پڑھا جائے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ یعنی یارسول اللہ ﷺ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ نے کنز العباد اور فتاویٰ کا حوالہ دیا پھر کتاب الفردوس سے حدیث نبوی ذکر کی (بحوالہ: فتاویٰ شامی جلد 2 ص 84)

نقایہ کے شارح نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ

یعنی واضح رہے اذان میں اولاً شہادت رسالت کے جواب میں یہ کہنا مستحب ہے صَلَّى

اللهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله دوسری مرتبہ کے جواب میں یوں کہا جائے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ الله (بحوالہ: فتاویٰ رضویہ جلد 5 ص 435)

سوال: کیا اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا جائز ہے؟

جواب:...... درود وسلام ہر جگہ ہر وقت ہر گھڑی پڑھنا جائز ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

القرآن:...... اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ (سورۂ احزاب، آیت 56 پارہ 22 ترجمہ البیان)

اس آیت میں کسی وقت کسی جگہ کو معین نہیں کیا گیا بلکہ مطلق ارشاد ہے کہ خوب درود وسلام پڑھو پھر اذان سے پہلے پڑھنے پر اعتراض کیوں؟

حدیث شریف:...... حضرت عروہ بن زبیر ﷺ نے بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کیا اس نے کہا کہ میرا گھر مسجد نبوی کے گرد طویل ترین گھر تھا۔ حضرت بلال ﷺ میرے گھر کی چھت پر فجر کی اذان دیتے تھے، پس آپ سحر کے وقت آجاتے، چھت پر بیٹھ کر طلوعِ صبح صادق کو دیکھتے رہتے پس جب آپ دیکھتے کہ صبحِ صادق کی روشنی پھیل گئی ہے تو پھر یہ پڑھتے "اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَحْمَدُکَ وَاسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ"

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ! میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں اس بات پر کہ قریش تیرے دین کو قائم کریں۔"

پھر اذان دیتے۔ انصاری عورت نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ حضرت بلال ﷺ نے ایک رات بھی یہ کلمات چھوڑے ہوں۔ (بحوالہ: سنن ابی داؤد، جلد اوّل، صفحہ 77)

حضرت امام حجر عسقلانی ﷫ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔ (الدرایہ صفحہ 120)

کتاب تنویر الحوالک میں توان کلمات کے ساتھ سرکارِ اعظم ﷺ پر سلام پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔

اگر اذان سے پہلے کچھ پڑھنا یا درود وسلام پڑھنے سے اذان میں اضافہ ہوجاتا ہے اوراذان دعوتِ ناقص واقع ہوتی ہے تو حضرت بلال ﷜ کے متعلق کیا کہا جائے گا؟

انصاری عورت کہتی ہے کہ میرے علم کے مطابق اُنہوں نے کبھی اذان سے پہلے ان کلمات کو نہیں چھوڑا۔ کیا حضرت بلال ﷜ کی اذان کو اَللّٰھُمَّ سے شروع سمجھا جائے گا؟

رفتہ رفتہ اذان سے پہلے دعا کا سلسلہ چلتا رہا بالآخر سلطان ناصر صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ نے 781ھ میں اذان سے قبل درود وسلام کی ابتداء کروائی۔ حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کے دور میں اذان سے پہلے ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پڑھتے تھے (کشف الغمہ)

سوال: کن محدّثین نے اذان سے قبل درود وسلام کو جائز لکھا ہے؟

جواب:...... اس اُمّت کے چار بڑے محدثین جن کو تمام مسلمان مانتے ہیں اُنہوں نے اذان سے قبل درود وسلام کو جائز لکھا ہے۔

1)...... حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف کشف الغمہ میں جائز لکھا۔

2)...... حضرت امام حجر شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی فتاویٰ کی کتاب فتاویٰ کبریٰ میں جائز لکھا۔

3)...... امام مُلّا علی قاری علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقات میں جائز لکھا۔

اذان سے قبل درود و سلام پڑھنے کو بدعت کہنے والے کوئی ایک محدث کا حوالہ بھی نہیں لا سکے۔

سوال: کیا اذان کے بعد درود و سلام پڑھنا جائز ہے؟

جواب:...... جی ہاں اذان کے بعد درود و سلام پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

الحدیث:...... حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سنو تو وہی کلمات تم بھی کہو پھر مجھ پر درود شریف بھیجو۔ اس لئے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ مانگو بے شک وہ جنت کا ایک درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لئے ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہی ہوں اور جو آدمی میرے لئے وسیلہ مانگے اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔

(بحوالہ: ترمذی شریف جلد دوم، ابواب المناقب، رقم الحدیث 1549 صفحہ 669 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

اس حدیث شریف میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اذان کے بعد درود و سلام پڑھو۔

سوال: نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟

جواب: امام جب مسجد کے اندر ہو یعنی محراب کے قریب ہو تو اس وقت حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کی سنت ہے اور فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہے جبکہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا (جیسا کہ موجودہ دور میں کچھ

لوگ اللہ اکبر سنتے ہی کھڑے ہوجاتے ہیں) علمائے اُمت کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔

سوال: حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت کریں؟

جواب: نبی پاک ﷺ کا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث شریف: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ حجرۂ اقدس میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ (مصنف عبدالرزاق' جلد اول' ص 481' مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت' المعجم الکبیر طبرانی' جلد 23' ص 244' حدیث شریف نمبر 485' مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق' کنز العمال جلد 8' ص 362' حدیث نمبر 23273' مطبوعہ بیروت)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہتے تھے تو رسول پاک ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہوجاتے (البحر الزخار المعروف بمسند البزار' جلد 8' ص 298' حدیث نمبر 3381' مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ النورہ' السنن الکبریٰ بیہقی جلد 3' ص 35' حدیث نمبر 2297' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سوال: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا ثابت کریں؟

جواب: کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حی علی الفلاح یا قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا ثابت ہے۔

1: امام بیہقی لکھتے ہیں۔ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہا جاتا تو آپ تیزی سے کھڑے ہوجاتے (سنن الکبریٰ للبیہقی، جلد 2، ص 20، حدیث نمبر 2380)

2: مؤذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ قدقامت الصلوٰۃ کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے (مصنف عبدالرزاق جلد اول، ص 550، حدیث نمبر 1937)

3: حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے جونہی موذن نے اقامت کہنا شروع کی۔ ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ پس جب مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق جلد اول، جلد اول، ص 506، حدیث 1940)

تابعین کرام کا عمل:

1: امام ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے پوچھا، لوگ کہتے ہیں کہ جب مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہنے لگے تو لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے؟ فرمایا ہاں درست ہے (مصنف عبدالرزاق، جلد اول، ص 505، حدیث 1936، مطبوعہ بیروت)

2: امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد امام ابوبکر بن ابن شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب تک مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' نہ کہتا حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول، ص 406، حدیث 4122)

3: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الصلوٰۃ کہتا تو کھڑے ہوتے اور مؤذن جب قد قامت الصلوٰۃ کہتا تو تکبیر کہتے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول' ص 442' حدیث 4091' مطبوعہ بیروت)

4: حضرت ابو عبید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ مقام (حناصرہ) میں' میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے سنا جس وقت مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہتا تو فرماتے کھڑے ہو جاؤ' نماز قائم ہو گئی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم 4121' ص 406)

5: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے (اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جس وقت ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق' جلد اول' ص 506' رقم 1939' مطبوعہ بیروت)

6: علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام و مقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب ''موذن حی علی الفلاح'' کہے (بدائع الصنائع جلد اول' ص 200' مطبوعہ مصر)

7: امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ میں نے قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط جلد اول' ص 18' مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

8: علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی علی الفلاح کہے' اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک بھی یہی ہے۔ (فتاویٰ شامی جلد 2' ص 177' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سوال: ''حی علی الصلوٰۃ'' سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب: اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا صحابہ کرام' تابعین اور فقہاء کرام کے نزدیک مکروہ ہے۔

1= حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مؤذن جب تک قد قامت الصلوٰۃ نہ کہے' نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو (کشف الغمہ' جلد 5' ص 154' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

2= حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہنا شروع کردی تو ہم کھڑے ہوگئے تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ' جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق' جلد اول' ص 506' رقم الحدیث 1940' مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت' جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی' جلد 20' ص 391' رقم الحدیث 17360' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

3= امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے (مصنف: امام ابنِ ابی شیبہ' جلد اول' ص 443' رقم 4099' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

4= حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الفلاح کہے تو اس وقت چاہئے کہ لوگ کھڑے ہوجائیں پھر صفیں درست کریں (کتاب الآثار امام محمد' جلد اول' ص 107' مطبوعہ بیروت)

5= حضرت مُلّا نظام الدین علیہ الرحمہ فتاویٰ عالمگیری میں فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر

انتظار کرنا مکروہ ہے' بیٹھ جائے اور اس وقت کھڑا ہو جب موذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے (فتاویٰ عالمگیری' کتاب الصلوٰۃ' جلد اول' ص 57' مطبوعہ کوئٹہ)

6= علامہ سید احمد طحطاوی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جب موذن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے' کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح' جلد اول' ص 186' مطبوعہ مصر)

7= علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ آدمی کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب موذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو کھڑا ہو جائے (ردالمحتار علی درمختار' جلد اول' ص 295' مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

سوال: احادیث و روایات میں تین اصول ہیں حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح اور قد قامت الصلوٰۃ۔ ہم کب کھڑے ہوں؟

جواب: حی علی الصلوٰۃ پر آہستہ آہستہ کھڑا ہونا شروع ہو اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر مکمل کھڑا ہو جائے۔ اس طرح تینوں اقوال پر عمل ہو جائے گا

سوال: بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اقامت بیٹھ کر سنیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

جواب: سب سے پہلی بات یاد رکھئے گا کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونے کے بعد بھی کافی وقت ہوتا ہے اقامت ختم ہونے کے بعد بھی امام صاحب صفیں درست کرواتے ہیں لہذا یہ بہانہ بنا کر کہ صفیں درست نہیں ہوتیں' اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہو جانا یہ فقط دل کو بہلانے کے

لئے ہے۔

حضور ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور علمائے اُمت جو کہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح اور قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے تھے، کیا انہیں صفیں درست کرنے کی فکر نہ تھی؟

معلوم ہوا کہ ہمیں لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے بلکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے۔

سوال: بزرگوں کی کھڑے ہو کر تعظیم کرنا اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شریعت میں کیسا ہے؟

جواب: ..... بزرگوں اور علماء و مشائخ کی کھڑے ہو کر تعظیم کرنا اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا سُنّتِ صحابہ و اہلبیت ہے۔

الحدیث: ..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑی ہوجاتیں اور آپ ﷺ کے دستِ پاک کو پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، سرکارِ اعظم ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھڑے ہوجاتے اور اُن کے ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ (اور سرکارِ اعظم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب قوم کا بزرگ آئے تو اُس کی عزت کرو)۔ (از کتاب: ادب المفرد للبخاری صفحہ 192، مصنف، حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی کھڑے ہو کر تعظیم کرنا جائز ہے اب دست بوسی پر مزید احادیث ملاحظہ ہوں۔

الحدیث: ..... حضرت زارع صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم (وفد عبدالقیس) مدینہ منورہ جب

حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے جلدی اُترتے تھے اور سرکارِ اعظم ﷺ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک چومتے تھے۔

(ابوداؤد شریف، جلد سوم، ابواب السلام، حدیث نمبر 1784، ص 641، مطبوعہ فرید بک لاہور)

دلیل:...... حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ادب المفرد میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے سرکارِ اعظم ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چُھوا ہے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (کتاب: ادب المفرد صفحہ 194)

دلیل:...... حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (اپنے چچا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک اور پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔

(کتاب: ادب المفرد صفحہ 195، مصنف: امام بخاری علیہ الرحمہ)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا یہ سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کا مختار اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے؟

جواب:...... بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کا مختار اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے

اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے:

القرآن: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ

ترجمہ: یوں عرض کر۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے۔

(آل عمران، آیت 26، پارہ 3)

اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار بندے جنت کے مالک ہیں:

القرآن: تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا o

ترجمہ: یہ وہ جنت ہے جس کا مالک ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیزگار ہے۔

(سورۂ مریم، پارہ 16، آیت 63)

اللہ تعالیٰ کی عطا پر کوئی پابندی نہیں:

القرآن: وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا o

ترجمہ: اور تمہارے رب پر کوئی پابندی نہیں۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 20، پارہ 15)

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی ہر چیز اپنے خاص بندوں کے تابع کردی ہے:

القرآن: اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً

ترجمہ: آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسخر کردی ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دیں۔

(سورۂ لقمان، پارہ 21، آیت 20)

القرآن: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ o (سورۂ کوثر، آیت 1، پارہ 30)

ترجمہ: اے محبوب ﷺ! بیشک ہم نے ساری کثرت تمہیں عطا فرمائی۔

اب احادیث ملاحظہ ہوں۔

الحدیث: ...... حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض اومفاتیح الارض۔

ترجمہ: بیشک مجھے زمین کے خزانے کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم، ص 585 وص 975، صحیح مسلم جلد دوم ص 250، مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص 547)

الحدیث: ...... سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بینا انا اوتیت بمفاتیح خزائن الدنیا۔

ترجمہ: میں سورہا تھا کہ تمام خزائنِ دنیا کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ (بخاری و مُسلم، کنوز الحقائق للمناوی جلد اوّل صفحہ 100)

درج ذیل احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں۔

سوال: کیا سرکارِ اعظم ﷺ کو تقسیم کرنے کا بھی اختیار ہے؟

جواب:...... جی ہاں سرکارِ اعظم ﷺ کو تقسیم کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے چنانچہ خود سرکارِ اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

الحدیث:...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (ﷺ) تقسیم کرتا ہوں۔ (بحوالہ: بخاری شریف جلد اوّل، صفحہ 16، مشکوٰۃ شریف، صفحہ 32)

الحدیث:...... ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "محمد" رکھا۔ ہم نے اس سے کہا، ہم تمہیں اس وقت تک سرکارِ اعظم ﷺ کے نام جیسا نام نہیں رکھنے دیں گے، جب تک تم نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت حاصل نہ لے لو۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ میرے ہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اللہ کے رسول کے ﷺ جیسا رکھا ہے اور میری قوم اس وقت تک مجھے یہ نام نہ رکھنے دے گی جب تک مجھے نبی اکرم ﷺ سے اس کی اجازت نہ مل جائے (راوی کہتے ہیں) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "میرے نام جیسا نام رکھ لو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔ کیونکہ مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں"۔

(بحوالہ: مسلم شریف، جلد 3، کتاب الادب، رقم الحدیث 5472 صفحہ 126 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

الحدیث:...... سرکارِ اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا) میں ہی قاسم اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ (صحیح مُسلم، جلد اوّل صفحہ 333)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور سرکارِ اعظم ﷺ تقسیم فرماتے ہیں لہٰذا ہمیں جو کچھ ملتا ہے سب بارگاہِ رسالت ﷺ سے ملتا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شریعت کا بھی مختار بنایا ہے؟

جواب:...... جی ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شریعت کا بھی مختار بنایا ہے۔

چنانچہ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

الحدیث:...... حضرت نصر بن عاصم لیثی رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ وہ صرف دو وقت کی نمازیں پڑھا کریں گے تو سرکارِ اعظم ﷺ نے ان کی شرط قبول کرلی۔ (بحوالہ: مسند احمد شریف)

الحدیث:...... ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی (سلمان بن صخر بیاض) نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ذلیل نے رمضان المقدس میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس شخص نے

عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلسل دو مہینے روزہ رکھنے کی استطاعت ہے؟ اس شخص نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اتنا کھانا رکھتے ہو جو ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکو؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ راوی نے کہا حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق بمعنی زنبیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اپنی طرف سے (مسکینوں کو) کھلا دے۔ اس شخص نے عرض کیا جو ہم سے زیادہ محتاج ہو اس پر صدقہ کروں۔ مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں (یعنی جانب شرقی اور جانب غربی) کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (بخاری جلد اول، کتاب الصوم، رقم الحدیث 1809، صفحہ 778، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:..... شریعت کا قانون ہے کہ اپنی بیوی سے حالت روزہ میں جماع کرنے پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہے مگر رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کی عطا سے قانون شریعت بدل دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ مختار کل ہیں۔

الحدیث:..... ترجمہ: ابوبکر بن ابی شیبہ، زید بن الحباب معاویۃ بن صالح، حسن بن جابر مقدام بن معدیکرب الکندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو جواب میں کہے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے، اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ آگاہ ہو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ جلد اول، باب تعظیم حدیث رسول والتغلیظ علی من عارضہ، رقم الحدیث 12 صفحہ 34 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

الحدیث:..... ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ اُن کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے مکا مار دیا۔ اس کی آنکھ باہر آ گئی، وہ واپس اپنے پروردگار کی بارگاہ میں گیا اور عرض کی تو نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ واپس کی اور فرمایا۔ اس کے پاس دوبارہ جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی پشت پر رکھے۔ اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال ہوں گے ان میں سے ہر ایک بال کے عوض میں ایک برس (کی زندگی اسے عطا کی جائے گی۔ فرشتے نے یہ پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچایا) تو انہوں نے دریافت کیا۔ اے میرے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟ اس نے فرمایا، پھر موت ہوگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ پھر ابھی (ٹھیک ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ اللہ تعالیٰ انہیں ارض مقدس (فلسطین) سے اتنا قریب کر دے (کہ وہاں سے ارض مقدس میں) پتھر پھینکا جا سکے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ اگر میں وہاں موجود ہوتا تو عام گزرگاہ کے ایک طرف، سرخ ٹیلے کے نیچے ان کی قبر تمہیں دکھاتا۔

(بحوالہ: مسلم شریف، جلد سوم، کتاب الفضائل رقم الحدیث 6025 صفحہ 283 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا میں جلوہ گر رہیں یا اپنے رب عزوجل سے ملاقات کریں۔

الحدیث:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال حج فرض ہے فرمایا نہیں! اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا۔ (ترمذی عربی' کتاب تفسیر القرآن' حدیث نمبر 3055' ص 688' مطبوعہ دار السلام' ریاض' سعودی عرب)

جس رسول ﷺ کے "ہاں" اور "نہیں" فرمانے سے کوئی بات شریعت ہو جائے تو اس

رسول اعظم ﷺ کے اختیارات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے الغرض سرکارِ اعظم ﷺ اپنے رب کریم کی عطا سے مختارِ کل ہیں جس کو بھی جو چاہیں جب چاہیں عطا کر دیں۔

سوال: معراج کی حقیقت قرآن سے ثابت کریں؟

جواب:......معراج شریف کی حقیقت قرآن مجید سے ملاحظہ ہو:

القرآن:...... سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت 1 پارہ 15)

ترجمہ: پاکی ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہم نے اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سُنتا دیکھتا ہے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کے سفر معراج کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیات میں مفصلاً، مجملاً، کنایۃً اور اشارۃً ملتا ہے متذکرہ آیت مقدسہ کے علاوہ سورۂ والنجم پارہ ستائیس کی ابتدائی آیات ایک تا اٹھارہ مسلسل مضامین معراج کا ہی بیان کرتی ہیں۔

متذکرہ آیت میں لفظ آیا ہے "بِعَبْدِہٖ" اس سے مراد بندہ ہے کیونکہ بندہ روح اور جسم کے ایک ساتھ ہونے سے بنتا ہے ورنہ اگر صرف روح ہوتی تو آیت میں "بِرُوْحِہٖ" آتا۔

مگر یہاں "بِعَبْدِہٖ" بیان کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ معراج کا سفر سرکارِ اعظم ﷺ نے روح اور جسم کے ساتھ فرمایا۔

سوال: حدیث شریف کا مفہوم یوں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ معراج کی رات میں نے

سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گم نہ پایا اس کا جواب دیں؟

جواب:......حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ کو ایک نہیں بلکہ کئی معراجیں کرائی گئیں جن میں سے ایک معراج روح اور جسم کے ساتھ ہوئی بقیہ تمام معراجیں صرف روحانی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جس معراج کا ذکر ہے وہ معراجِ روحانی ہے۔

سوال: شبِ معراج سرکارِ اعظم ﷺ کا اپنے رب جل جلالہٗ کا دیدار کرنا احادیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

جواب:......سرکارِ اعظم ﷺ نے شبِ معراج اپنے سر کی آنکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار کیا۔

الحدیث:......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا۔ (مسند احمد از کتاب: دیدارِ الٰہی)

اس حدیث کے بارے میں امام اجل امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ خصائصِ کبریٰ اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

الحدیث:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعتِ کبریٰ وحوضِ کوثر سے فضیلت بخشی۔ (بحوالہ: ابنِ عساکر از کتاب: دیدارِ الٰہی)

الحدیث:......طبرانی معجم اوسط میں ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے بے شک سرکارِ اعظم ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب جل جلالہٗ کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔ (طبرانی، معجم اوسط)

الحدیث:...... حضرت عکرمہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس ﷺ نے فرمایا. حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا۔ عکرمہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا "لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" حضرت ابنِ عباس ﷺ نے فرمایا۔ تم پر افسوس ہے کہ یہ تو اس وقت ہے جب وہ اپنے ذاتی نور سے جلوہ گر ہو حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دو مرتبہ دیکھا۔

(بحوالہ: ترمذی شریف جلد دوم، ابواب تفسیر القرآن، رقم الحدیث 1205 صفحہ 518 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... حضرت عکرمہ ﷺ سے روایت ہے آیتِ کریمہ "ماکذب الفواد مارای" کے بارے میں حضرت ابنِ عباس ﷺ نے فرمایا حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل (کی آنکھوں) سے دیکھا۔

(بحوالہ: ترمذی شریف، جلد دوم، ابواب تفسیر القرآن، رقم الحدیث 1207 صفحہ 519 مطبوعہ فرید بک لاہور)

عقیدہ:...... حضور ﷺ کے خصائص سے معراج ہے کہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش تک بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصہ میں مع جسم شریف تشریف لے گئے اور وہ قربِ خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و ملک کو کبھی نہ حاصل ہوا نہ ہوگا اور جمالِ الٰہی اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا اور کلامِ الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام ملکوت السمٰوٰت والارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا۔ (بہارِ شریعت حصہ اوّل)

سوال : شبِ معراج کو عبادت کا خصوصی اہتمام کرنا اور اس رات کی برکتیں احادیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

جواب:......شبِ معراج کو اللہ تعالیٰ کے محبوب سرکارِ اعظم ﷺ سے نسبت ہے اس لئے اس رات اوراس دن کی بڑی فضیلتیں ہیں عبادت وریاضت ہر رات میں باعثِ ثواب ہے مگر متبرک اور مقدس راتوں میں عبادات کی فضیلت نہایت مختلف ہے۔

حدیث شریف: ......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا رجب کی ستائیسویں رات میں عبادت کرنے والوں کو سو سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے ۔(احیاء العلوم، مصنف: امام غزالی علیہ الرحمہ جلد اول، صفحہ 373)

سوال: ستائیس رجب کے دن روزہ رکھنا کیسا؟

جواب:......ستائیس رجب کو روزہ رکھنے کی بہت فضیلت ہے چنانچہ روایت میں آتا ہے:

روایت:......امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ ماہِ رجب میں ایک دن اور ایک رات بہت ہی افضل اور برتر ہے جس نے اس دن روزہ رکھا اوراس رات عبادت کی تو گویا اس نے سو سال کے روزے رکھے اور سو سال تک عبادت کی یہ افضل رات رجب شریف کی ستائیسویں شب ہے۔(بحوالہ: ماثبت من السنہ صفحہ 171)

یہ روایات اگر چہ ضعیف ہیں لیکن ”فضائلِ اعمال“ میں ضعیف روایات مقبول ہوتی ہیں۔ (بحوالہ: مرقاۃ اشعۃ للمعات)

معلوم ہوا کہ شبِ معراج کی فضیلت بہت زیادہ ہے لہٰذا اس رات کو عبادت میں گزارنی چاہیے عوام بہکانے والوں کی باتوں پر کان نہ دھریں۔

سوال: شبِ برأت کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:......شبِ برأت کی حقیقت قرآن مجید سے ملاحظہ ہو:

القرآن:......ترجمہ: قسم ہے اس روشن کتاب کی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا

ہے بے شک ہم ڈرسنانے والے ہیں اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔ (الدخان 2:4)

تفسیر:...... اس رات سے مراد شبِ قدر ہے یا شبِ برأت۔ (خزائن العرفان)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت عکرمہ ﷺ اور بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ "لیلۃ مبارکہ" سے پندرہ شعبان کی رات مُراد ہے اس رات میں زندہ رہنے والے، فوت ہونے والے اور حج کرنے والے، سب کے ناموں کی فہرست تیار کی جاتی ہے اور جس کی تعمیل میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس روایت کو ابنِ جریر، ابنِ منذر اور ابنِ ابی حاتم نے بھی لکھا ہے، اکثر علماء کی رائے ہے کہ مذکورہ فہرست کی تیاری کا کام "لیلۃ القدر" میں مکمل ہوتا ہے اگرچہ اس کی ابتداء پندرہویں شعبان کی رات سے ہوتی ہے۔ (ماثبت من السنہ صفحہ 194)

الحدیث:...... حسن بن علی الخلال، عبدالرزاق، ابن ابی سبرہ، ابراہیم بن محمد، معویہ بن عبداللہ بن جعفر، عبداللہ، حضرت علی ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو قیام کرو۔ دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سورج غروب ہوتے ہی آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون مجھ سے رزق طلب کرتا ہے کہ میں اسے رزق دوں۔ کون مبتلائے مصیبت ہے کہ میں اسے عافیت دوں۔ اسی طرح صبح تک ارشاد ہوتا رہتا ہے۔ (بحوالہ: سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، رقم الحدیث 1446 صفحہ 398 مطبوعہ فرید لاہور)

الحدیث:...... حضرت عبدۃ بن عبداللہ الخزاعی، محمد بن عبدالملک، ابوبکر، یزید بن ہارون، حجاج، یحییٰ بن ابی کثیر، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔ آپ ﷺ بقیع میں تھے، آپ ﷺ کا سر آسمان کی

جانب اٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ! کیا تو اس بات کا خوف کرتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرے۔ میں نے عرض کیا یہ بات نہیں بلکہ مجھے خیال ہوا کہ آپ ﷺ دوسری ازواج کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمانِ دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے اور بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کے گناہوں کی بخشش کرتا ہے۔ (بحوالہ: سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، رقم الحدیث 1447 صفحہ 398 مطبوعہ فرید بک لاہور)

قرآن مجید کی آیت اور احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ شبِ برأت ایک مقدس اور متبرک رات ہے جس کو عبادت کے ساتھ زندہ رکھنا چاہیے۔

سوال: شبِ برأت میں قبرستان جانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

جواب:......شبِ برأت میں قبرستان جانا احادیث کی مختلف کتابوں سے ثابت ہے۔

الحدیث:......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے سرکارِ اعظم ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے ساتھ زیادتی کریں گے، میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

(بحوالہ: ترمذی شریف، جلد اول صفحہ 156، ابنِ ماجہ شریف صفحہ 100، مسند احمد شریف جلد ششم صفحہ 238، مشکوٰۃ شریف جلد اوّل صفحہ 277، مصنف ابنِ ابی شیبہ جلد اول صفحہ 237، شعب الایمان للبیہقی جلد سوم صفحہ 379)

تیرہویں صدی کے مجدد شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، تابعین میں سے جلیل القدر حضرات مثلاً حضرت خالد بن معدان، حضرت مکحول، حضرت لقمان بن عامر اور حضرت اسحٰق بن راہویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں جمع ہوکر شعبان کی پندرہویں رات میں شب بیداری کرتے تھے اور رات بھر مسجد میں عبادات میں مصروف رہتے تھے۔

(بحوالہ: ماثبت من السنہ صفحہ 202، لطائف المعارف صفحہ 144)

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس مقدس رات میں مسجد میں جمع ہوکر عبادت میں مشغول رہنا اور اس رات شب بیداری کا اہتمام کرنا تابعین کرام کا طریقہ رہا ہے، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اب جو شخص شعبان کی پندرہویں رات میں شب بیداری کرے تو یہ فعل احادیث کی مطابقت میں بالکل مستحب ہے سرکارِ اعظم ﷺ کا یہ عمل بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شبِ برأت میں آپ ﷺ مسلمانوں کی دعائے مغفرت کے لئے قبرستان تشریف لے گئے تھے۔ (بحوالہ: ماثبت من السنہ، صفحہ 205)

سوال: کیا تعویذ باندھنا یا پہننا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے؟

جواب:...... تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات تحریر ہوتی ہیں جس کو باندھنا یا پہننا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید بیماریوں اور مصائب سے نجات کا سرچشمہ ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

القرآن:...... وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا○

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اُتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 82)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں:

1)......علامہ قرطبی تفسیر احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو معوذات یاد کراتے تھے اور نابالغ بچوں کو معوذات لکھ کر گردن میں لٹکاتے تھے۔

(ابی عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ تفسیر احکام القرآن مطبوعہ دارالکتاب مصر ،جلد 10 صفحہ 22)

2)......علامہ سیّد محمود البغدادی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں، جو شخص قرآن مجید سے دَم اور تعویذ کا مُنکر یعنی انکار کرتا ہے اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس تعویذ میں اسمائے الٰہی لکھے ہوں اس کو برکت کے لئے مریض کی گردن میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں اور سیّدنا امام باقر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام ابنِ سیرین رضی اللہ عنہ نے معوذات اور قرآن مجید کی آیات کو لکھ کر گردن میں لٹکانے کی رُخصت یعنی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور پھر یہی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ معوذات اور قرآنی آیات اور اسمائے الٰہی کو لکھ کر گردن میں لٹکانے پر قدیماً اہلِ اسلام کا تمام بلاد میں معمول رہا ہے۔ (بحوالہ: ابی عبداللہ محمد ،جلد 10 صفحہ 316 دارالکتاب العربی مصر)

لہٰذا مفسرین کرام کی عبارات سے واضح ہوگیا کہ قرآن مجید روحانی اور جسمانی امراض کے لئے شفا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور اسمائے الٰہی لکھ کر مریض کو اس کا تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعینِ کرام کا معمول رہا ہے۔

اب احادیث ملاحظہ ہوں:

الحدیث:...... حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی نظرِ بد اور زہریلا حیوان کاٹنے اور زخم کے پہلو سے دَم کرنے کی انتہی۔(بحوالہ: مُسلم شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ 388 مطبع سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

الحدیث:...... ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کچھ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک سفر میں تھے کہ وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس اترے اور ان سے ضیافت کے لئے کہا تو انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ پس اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھایا۔ انہوں نے ہر ایک چیز سے اس کا علاج کر کے دیکھ لیا لیکن کسی چیز نے اسے فائدہ نہ دیا۔ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس کیوں نہیں جاتے جو تمہارے پاس اترے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو تمہارے سردار کو فائدہ دے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے (اگر) کہا کہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ہم نے ہر چیز سے ان کا علاج کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیا آپ حضرات میں سے کسی کو دم کرنا آتا ہے؟ ان میں سے ایک صحابی نے فرمایا کہ میں دم کروں گا لیکن ہم نے تم لوگوں سے ضیافت کے لئے کہا تھا کہ تم نے انکار کر دیا لہٰذا میں دم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ میرے لئے کوئی انعام مقرر کرو۔ پس انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا۔ پس وہ صحابی اس کے پاس تشریف لے گئے اور سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو گیا۔ جیسے قید سے آزاد ہوا ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے جو انعام مقرر کیا تھا وہ پیش کر دیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ انہیں تقسیم کر لیں۔ دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا حکم دریافت کر لیں۔ اگلے روز وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کے

ساتھ دم کیا جا سکتا ہے؟ تم نے اچھا کیا اور اپنے ساتھ میرا حصّہ بھی نکالنا۔

(بحوالہ: سنن ابوداؤد جلد سوم، کتاب البیوع، رقم الحدیث 24 صفحہ 26 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں ڈر جائے تو یہ کلمات کہے "اعوذ بکلمات اللہ" الخ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل و تمام کلمات کے ذریعہ اس کے غضب و عذاب، بندوں کی شر، شیطانی وسوسوں اور ان کے آموجود ہونے سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہ خواب اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھاتے اور نابالغ بچوں کے لئے کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں ڈالتے تھے۔

(ترمذی جلد دوم، ابواب الدعوات، رقم الحدیث 1450 صفحہ 629 مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ:...... بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالنا جائز ہے بلکہ ایک اچھا کام ہے، ممانعت صرف ان تعویذوں کی ہے جن میں شرکیہ کلمات تحریر ہوں لہٰذا ایسے مستحسن کام کو شرک و بدعت کہنا گمراہی اور جہالت کی علامت ہے۔

الحدیث:...... عمرو بن شعیبؓ کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت کہنے کے لئے یہ کلمات سکھایا کرتے۔ "پناہ لیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی اس کے غضب سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میری پاس آئیں" چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بیٹوں کو سکھایا کرتے جو سمجھدار ہوتے اور جو ناسمجھ ہوتے ان کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے۔

(بحوالہ: سنن ابوداؤد، جلد سوم، باب کیف الرقی، رقم الحدیث 496، صفحہ 177 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یہی کلمات اپنے بالغ بچوں کو سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں

کے لئے لکھ کر گردن میں لٹکاتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 217 مطبع سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

مذکورہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید دعائے ماثورہ اور اسماءِ الٰہی پڑھ کر دَم کرنا اور تعویذ بنا کر گردن میں باندھنا شرعاً جائز اور مستحب ہے اور اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

سوال: کن تعویذات اور دھاگے گلے میں باندھنے سے منع کیا گیا ہے؟

جواب:...... جادوئی دھاگے، تعویذ اور گنڈے وغیرہ دورِ جاہلیت میں مشرکانہ الفاظ لکھ کر دیتے اور پھونکتے تھے اِن چیزوں کو احادیث میں منع کیا گیا۔

تیرہویں صدی کے مجدّد اور برصغیر کے عظیم محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ للمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد سوم، صفحہ 611 مطبع تیج کمار لکھنؤ میں فرماتے ہیں کہ احادیث میں جن تعویذ کی ممانعت آئی اس سے مراد زمانہ جاہلیت کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے اِن کا بنانا استعمال کرنا حرام ہے باقی اگر قرآنی آیات یا اسمائے الٰہی سے ہے تو یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

مسئلہ:...... گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے جبکہ وہ قرآنی آیات یا اسمائے الٰہیہ یا ادعیہ سے تعویذ کیا گیا ہو اور بعض احادیث میں جو ممانعت آئی ہے اس سے مُراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں جو زمانہ جاہلیت میں کئے جاتے تھے اسی طرح تعویذات اور آیاتِ قرآنی، احادیث اور دعاؤں کو رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفاء پلانا بھی جائز ہے جنب و حائض (جس پر غسل فرض ہو اور حیض والی عورت) بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں بازو پر باندھ سکتے

ہیں جب کہ تعویذات غلاف میں ہوں۔ (بحوالہ: درمختار و ردالمحتار)

سوال: کیا انبیاء کرام علیہم السّلام پیدائشی نبی ہوتے ہیں؟

جواب:......انبیاء کرام علیہم السّلام پیدائشی نبی ہوتے ہیں اظہار نبوت بعد میں کرتے ہیں۔

القرآن:...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت 81 پارہ 3)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمام انبیاء کرام علیہم السّلام جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آنے والے تھے تمام سے سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت عہد لیا۔ اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السّلام کو نبوت دنیا میں بھیجنے کے بعد نہیں دیتا بلکہ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے نبوت کے ملنے اور اعلانِ نبوت میں بہت فرق ہے۔

القرآن:...... قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ قف ط اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا o

ترجمہ: بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ (سورۂ مریم، آیت 30، پارہ 16)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بندے ہونے کا اقرار کیا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ سمجھیں۔ کتاب سے انجیل شریف مُراد ہے آپ نے نبوت اور کتاب ملنے کی خبر دی یہ خبر آپ نے پیدا

ہوتے ہی دی۔ معلوم ہوا کہ نبی کو نبوت اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی عطا فرمادی تھی مگر کسی نے اعلان پیدا ہوتے ہی کیا، کسی نے اعلان چالیس سال کی عمر میں کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لہٰذا نبوت ملنے اور اعلانِ نبوت میں بہت فرق ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کی کرامات قرآنِ مجید سے ثابت ہیں؟

جواب:......اولیاء اللہ کی کرامات قرآن مجید سے ملاحظہ ہوں۔

القرآن:۔۔ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ قف صلے

ترجمہ: سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں، ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں تخت حضور میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت اور امانتدار ہوں اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کروں گا ایک پلک جھپکنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (سورۂ نمل، آیت 38 تا 40، پارہ 19)

مفسرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ملکہ سبا بلقیس کا بہت وسیع و عریض تخت تھا

حضرت سلیمان علیہ السلام اس وسیع و عریض تخت کو جس کا طول اسّی گز اور عرض چالیس، سونے چاندی کا جواہرات کے ساتھ مرصع تھا اس کو اتنا دور سے منگوانا چاہتے تھے تاکہ ملکہ بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنا معجزہ دکھادیں چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے کہا تو جواب میں ایک خبیث جن کھڑا ہوا اس نے اجلاس ختم تک لانے کا جواب دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس سے بھی جلد چاہیے چنانچہ آپ کا وزیر آصف بن برخیا نے عرض کی میں وہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا اس نے ایسا ہی کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آصف بن برخیا جو سلیمان علیہ السلام کی اُمّت کا ولی اللہ تھا اور کتاب کا کچھ علم جانتا تھا تو اس نے لاکھوں میل کا سفر اور پھر اتنا بڑا تخت پلک جھپکنے میں حاضر کیا یہ کرامت ہے اور کرامت وہی ہوتی ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی اُمّت کے ایک ولی اللہ کی یہ شان ہے تو پھر امام الانبیاء ﷺ کی اُمّت کے اولیاء کرام کی کیا شان ہوگی؟

اگر غوثِ اعظم، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت داتا صاحب رحمہم اللہ کرامات دکھائیں تو کونسی عجیب بات ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کے تبرکات سے نفع حاصل ہوتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:...... اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ اعلیٰ و بابرکت ہو جاتی ہے اس کا ادب کرنا ضروری ہے اور اس سے برکتیں حاصل ہوتی ہے جو کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

القرآن:...... وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط

ترجمہ: بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتے۔ (سورۂ بقرہ، آیت 248 پارہ 2)

تفسیر:...... اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن، تفسیر روح البیان، تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہ میں لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے اور آپ علیہ السلام کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصاء مبارک اور ان کا عمامہ شریف تھا بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے تھے جب خدا تعالیٰ سے دعا کرتے تو ان تبرکات کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات سے فیض اور برکات لینا ان کی تعظیم کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے۔

القرآن:...... اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ج هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ○

(سورۂ ص، آیت 42، پارہ 23)

ترجمہ: تم اپنے پاؤں زمین پر مارو یہ (پانی کا) ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔

القرآن:...... اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ

أَجْمَعِيْنَ O

ترجمہ: میرا یہ قمیض لے جاؤ، سو اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے اور (پھر) اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ (سورۂ یوسف، آیت 93 پارہ 13)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بابرکت کرتا جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے لگایا تو اُن کی ظاہری آنکھیں روشن ہو گئیں۔

القرآن: ......ترجمہ: اے محبوب! مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالو۔

قرآن مجید حکم دے رہا ہے کہ اے میرے محبوب! مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو مصلّٰی بنالو کیونکہ مقامِ ابراہیم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہو گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ اس نسبت کی تعظیم کا حکم دے رہا ہے۔

قرآن مجید کی آیات سے یہ ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو بزرگوں سے نسبت ہو جائے وہ لائقِ تعظیم اور بابرکت ہو جاتی ہیں چنانچہ اب اس ضمن میں احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

حدیث شریف: ...... بخاری شریف جلد اوّل کتاب الجنائز باب من اعد الکفن میں ہے کہ ایک دن سرکارِ اعظم ﷺ تہبند شریف میں ملبوس باہر تشریف لائے کسی نے تہبند شریف سرکارِ اعظم ﷺ سے مانگ لیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس (مانگنے) والے سے کہا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رَد کرنا (منع کرنا) سرکارِ اعظم ﷺ کی عادت نہیں ہے پھر تم نے کیوں یہ کام کیا اُنہوں نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اسے اپنے پہننے کے لئے نہیں لیا۔ میں نے تو اس لئے مانگی کہ (یہ تہبند) میرا کفن ہو، حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اس کا کفن ہوا۔

معلوم ہوا کہ جس تبرکات کو کسی نیک ہستی سے نسبت ہو جائے اس کو قبر میں ساتھ لے جانا سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ ایمان تھا کہ جس چیز کو سرکارِ اعظم ﷺ سے نسبت ہوجائے اس کو کفن کے طور پر استعمال کرنا باعثِ مغفرت اور نجات ہے

الحدیث:...... مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس سرکارِ اعظم ﷺ کا جبہ (اچکن) شریف تھا۔ مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہا وہ دھوکر اس کو پلاتی تھیں تاکہ مریض شفایاب ہوجائیں۔ (بحوالہ: مسلم، عربی، کتاب اللباس، حدیث 5409، ص 926، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

مشکوٰۃ کتاب اللباس از: جاءالحق)

الحدیث:...... حضرت ابوجحیفہ ﷺ فرماتے ہیں حضور ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے تو وضو کے لئے پانی لایا گیا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور لوگوں نے آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور اپنے (چہروں) پر ملنا شروع کردیا تو حضور ﷺ نے ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ کے سامنے عنزہ (نیزہ) تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ کہتے ہیں حضور ﷺ نے ایک پیالہ پانی منگوایا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنے ہاتھ اور منہ کو دھویا اور اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں (ابوموسیٰ اشعری اور بلال ﷺ) کو فرمایا اس سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو۔ (بحوالہ: بخاری شریف جلد اوّل، کتاب الوضوء، رقم الحدیث 186 صفحہ 150 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

الحدیث:...... حضرت محمد بن سیرین ﷺ، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی انتقال کرگئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو تین یا پانچ مرتبہ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس سے زیادہ (سات مرتبہ) غسل دو اور جب تم غسل سے فارغ ہوجاؤ تو مجھے اطلاع کرو (ام عطیہ کا کہنا ہے) جب ہم غسل سے فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ ﷺ کو مطلع کیا حضور ﷺ نے اپنے تہبند کو اُتارا اور فرمایا اس میں اس کو لپیٹ دو۔ (بحوالہ: بخاری جلد اول،

کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1179 صفحہ 513 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:......معلوم ہوا کہ جس چیز کو حضور ﷺ سے نسبت ہوجائے وہ باعثِ برکت اور وسیلہ بخشش ہے اور نسبت والی چیز کی تعظیم اور اس کو کفن کے طور پر استعمال کرنے کا حکم خود حضور ﷺ دے رہے ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہلِ مدینہ کا یہ ایمان تھا کہ جس کپڑے کو سرکارِ اعظم ﷺ سے نسبت ہوجائے وہ بیماریوں سے شفا کا باعث ہے۔

اِسی طرح آب زم زم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نسبت ہے لہٰذا آب زم زم متبرک ہے اگر کوئی اس پانی کو اپنے کفن پر لگائے تو مغفرت اور نجات کا ذریعہ ہے اور اگر جسم پر لگائے تو بیماریوں سے شفا کا باعث ہے الغرض کہ جس چیز کو اہل اللہ سے نسبت ہوجائے وہ بابرکت ہوجاتی ہے۔

سوال: موئے مبارک کی عظمت احادیث کی روشنی میں بیان کریں نیز کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی موئے مبارک کی تعظیم کیا کرتے تھے؟

جواب:......موئے مبارک سے مراد سرکارِ اعظم ﷺ کے بال مبارک ہیں یاد رکھئے جس چیز کو سرکارِ اعظم ﷺ کی ذات سے نسبت ہوجائے اس چیز کی تعظیم اور احترام مسلمانوں پر فرض ہے۔

الحدیث:......مَنْ آذٰی شَعْرَۃً مِّنِّی فَقَدْ آذَانِی وَمَنْ آذَانِی فَقَدْ آذَی اللّٰہَ۔

ترجمہ: سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میرے بال مبارک کو ایذا دی اس نے مجھے

ایذادی اور جس نے مجھے ایذا (تکلیف) دی بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ (بحوالہ: جامع صغیر صفحہ 185 از: امام سیوطی علیہ الرحمہ، البرھان صفحہ 102)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ موئے مبارک کی تعظیم وادب نہایت ضروری ہے۔

الحدیث:...... حضرت عثمان بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری زوجہ نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتیں کیونکہ ان کے پاس سرکارِ اعظم ﷺ کا موئے مبارک تھا۔ تو وہ سرکارِ اعظم ﷺ کے اس بال مبارک کو نکالتیں جس کو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا، اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا۔ (جس سے مریض کو شفا ہو جاتی) (بحوالہ: بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ 391)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان موئے مبارک کو باعثِ شفا جانتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے۔

سوال: موئے مبارک کہاں سے آ گئے کیا کسی حدیث میں ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے موئے مبارک تقسیم فرمائے ہوں؟

جواب:...... سرکارِ اعظم ﷺ اپنے موئے مبارک خود اپنے دستِ مبارک سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیتے اور فرماتے اِسے تقسیم کردو چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

الحدیث:...... حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ (مزدلفہ سے) مِنٰی میں تشریف لائے اور جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنی جگہ میں تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ نے حجام کو بلایا اور اپنے سرِ اقدس کے داہنی طرف سے بال مبارک منڈوائے اور حضرت ابوطلحہ انصاری ﷺ کو بلا کر عطا فرمائے، پھر آپ ﷺ نے اپنے بائیں طرف کے بال

مُنڈوائے اور وہ بھی حضرت ابوطلحہ انصاری ﷺ کو عنایت کئے اور ارشاد فرمایا کہ ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کردو۔ (مسلم، عربی، کتاب الحج، حدیث 3155، ص 548، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے موئے مبارک فیض سے بھرپور ہیں اسی لئے آپ ﷺ نے اُن موئے مبارک کو تقسیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا لہٰذا اب تعصب اور عداوت کی عینک کو اُتار کر تسلیم کرلینا چاہیے کہ موئے مبارک فیوض اور برکات کا سرچشمہ ہیں اور اس کی تعظیم اور ادب نہایت ہی ضروری ہے۔

سوال: کسی مقدس جگہ کو شریف کہنا کیسا ہے؟

جواب:...... مقدس جگہوں کو شریف کہنا جائز و مستحسن ہے۔

القرآن:...... یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ۔ (سورہ مائدہ، آیت 21، پارہ 6)

ترجمہ: (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اے میری قوم! مقدس زمین میں داخل ہوجاؤ۔

تفسیر:...... بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

"قولہ الارض المقدسۃ ارض بیت المقدس سمیت بذلک کانہا کانت قرار الانبیاء و مسکن المومنین"۔

ترجمہ: امام بیضاوی علیہ الرحمہ بیضاوی شریف میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جس زمین کو مقدس کہا گیا ہے وہ بیت المقدس کی زمین ہے اور وہ مقدس اس لئے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور مومنین کے رہنے کی جگہ ہے۔

مشہور مفسر حضرت امام صاوی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر تفسیرِ صاوی میں تحریر فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سکونت کے سبب وہ زمین شریف اور پاک ہوگئی۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور اولیاء کرام کے رہنے کے سبب جن زمینوں کو شرف حاصل ہوا ان جگہوں کو مقدس اور شریف کہنا قرآن مجید کی آیتِ مبارکہ سے ثابت ہوا اس لئے بغداد کو بغداد شریف، اجمیر کو اجمیر شریف اور دیگر مقدس مقامات جہاں بزرگانِ دین آرام فرما ہیں ان کے ناموں کے ساتھ مقدس، مطہرہ یا شریف کا لفظ بولنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔

سوال: کیا مرحومین کو ایصالِ ثواب کرنے سے ثواب اُن تک پہنچتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں مرنے کے بعد مرحومین کو ثواب نہیں پہنچتا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:...... یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ مرنے کے بعد مرحومین کو ثواب نہیں پہنچتا جب کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ مرحومین کو ایصالِ ثواب پہنچتا ہے۔

القرآن:...... وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

ترجمہ: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو، بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (بحوالہ: سورۂ توبہ، آیت 103، پارہ 11)

تفسیر:...... تفسیر مدارک میں ہے کہ آپ اُن کے حق میں دُعا کریں اور دعا کر کے ان پر مہربانی کریں کہ آپ کی دُعا ان کے لئے باعثِ سکون اور اطمینانِ قلب ہے بیشک اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ آپ کی دعا کو سُننے والا جاننے والا ہے۔ (از: مدارک صفحہ 110 آیت 12)

الحدیث:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بند ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں، صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے نفع حاصل ہوتا ہو اور نیک اولاد جو اس کے لئے دُعا کرے۔

(بحوالہ: بخاری شریف، مُسلم شریف، ابوداؤد شریف، از: جامع صغیر جلد اول صفحہ 29)

الحدیث:...... حضرت ابنِ عباس ﷺ سے مروی ہے کہ بیشک حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہو گئیں اور وہ اس وقت موجود نہیں تھے اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع دے گی فرمایا ہاں۔ عرض کیا میں آپ ﷺ کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بحوالہ: بخاری شریف از: شرح الصدور صفحہ 128)

ایصالِ ثواب کے متعلق سلف وصالحین کے اقوال:

1)......شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ گنہگار اور فاسق کے لئے فاتحہ (ایصال ثواب) کو لازم ٹھہراتے ہوئے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد فاسق مومن کو مسلمانوں کے طریقے پر غسل دیں اور استغفار اور فاتحہ ودرود اور صدقات وخیرات اس کے لئے لازم تصور کریں۔ (تفسیر عزیزی صفحہ 182)

2)......ردالمحتار شامی میں فرماتے ہیں:

جو صدقہ نفل دے تو اسکے لئے افضل یہ ہے کہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی نیت کرے کہ وہ اُنہیں پہنچے گا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا۔ (جلد اول صفحہ 37)

3)......امام شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

علامہ امام شامی علیہ الرحمہ فتاویٰ شامی جلد سوم صفحہ 334 پر گمشدہ چیز کا عمل تعلیم کرتے ہیں تو پہلے اس میں فاتحہ دینے کا حکم فرماتے ہیں۔

تو وہ کسی بلند جگہ پر کھڑا ہو قبلہ رُو ہو کر اور فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب سرکار اعظم ﷺ کو ہدیہ

کرے پھر سیّد احمد بن علوان کو ہدیہ کرے۔

اِن تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مرحومین کو ایصالِ ثواب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو کہ قرآن وحدیث اور سلف وصالحین کے احکامات کی روشنی میں جائز بلکہ مستحسن ہے۔

سوال: مرشد و رہنما کیوں ضروری ہے کیا قرآنِ مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:...... مرشد و رہنما نہایت ضروری ہے کیونکہ زندگی میں ہر مسلمان کو رہنما اور سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کوشش کرنی چاہیے کہ کسی نہ کسی مردِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے۔

القرآن:...... یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ ج (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 71، پارہ 15)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

تفسیر:...... نور العرفان فی تفسیر القرآن میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اس آیتِ مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے شریعت میں تقلید کرکے اور طریقت میں بیعت کرکے تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو اگر صالح امام نہ ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا''۔

اس آیت میں تقلید، بیعت اور مُریدی سب کا ثبوت ہے۔

القرآن:...... وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ○ (سورۂ کہف، آیت 17، پارہ 15)

ترجمہ: اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

اس آیت میں "مُرْشِدًا" سے مراد راہ دکھانے والا بتایا ہے اس سے مرشد کی حقیقت قرآن مجید سے ثابت ہوئی لہٰذا صحیح العقیدہ نمازی، پرہیزگار اور کامل شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے حکم پر چلنا چاہیے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کے بعد ہر بزرگ نے کسی نہ کسی بزرگ سے شرفِ بیعت حاصل کیا ہے ہر ولی اللہ کا کوئی نہ کوئی مرشد اور رہنما رہا ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کا عُرس منانا صحیح ہے؟

جواب:.....اولیاء اللہ کی سالانہ یاد منانے کو عُرس کہا جاتا ہے اس موقع پر اُن کے مزارات پر محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا ہے جو کہ صاحبِ عُرس کو ایصال کیا جاتا ہے۔

القرآن:.....وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔

ترجمہ: اور سلامتی ہے یحییٰ پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وصال کرے گا اور جس دن زندہ اُٹھایا جائے گا۔ (پارہ 16، آیت 15، سورۂ مریم)

القرآن:.....وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔
(سورۂ مریم، آیت 33 پارہ 16)

ترجمہ: اور مجھ پر سلامتی ہو میرے میلاد کے دن اور میرے وصال کے دن اور جس دن میں زندہ اُٹھایا جاؤں گا۔

ان آیات میں بوقتِ وصال کو سلامتی کے ساتھ ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ یوم وصال کی سلامتی حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام و اولیاء اللہ کی اُمّت کے اور بعد والوں کے حق میں یادگار ہے تو اسی یوم وصال کی یادگار کا نام عرس ہے لہٰذا عرس کی اصل ان آیات سے ثابت ہوگئی اب احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔

الحدیث: ......امام بخاری علیہ الرحمہ کے اُستاد حضرت ابنِ ابی شیبہ ﷺ سے حدیث نقل فرمائی ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ ہر سال شہداء کے مزارات پر جا کر اُن کو سلام کرتے اور سرکارِ اعظم ﷺ کی سنّت ادا کرنے کے لئے چاروں خلفائے راشدین بھی ایسا کرتے۔ (مقدمہ شامی جلد اوّل)

الحدیث: ......سرکارِ اعظم ﷺ نے شہدائے احد کی زیارتِ قبور کے لئے ہر سال تشریف لاتے اور جب شعیب کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے السّلام علیکم (انی اخرہ)

میں تم پر سلامتی ہے اس کے بدلے میں جو تم نے صبر کیا تو کیا اچھی ہی حالت تمہاری قیام گاہ پھر حضرت ابوبکر ﷺ، ہر سال اسی طرح کرتے رہے، پھر حضرت عمر ﷺ پھر حضرت عثمان ﷺ، پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں اور دعا کرتی تھیں۔ (بحوالہ: رواہ البیہقی از شرح الصدور صفحہ 87)

ان احادیث میں یہ تو صاف موجود ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ ہر سال احد میں تشریف لاتے اور شہداء کے مزارات کی زیارت کرتے اور اسی دن آتے جو دن اُن کی شہادت کا ہوتا معلوم ہوا کہ مزارات پر سالانہ حاضری، سلام پیش کرنا اور دعائیں کرنا سرکارِ اعظم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنّت ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ماثبت من السنہ میں فرمایا ''بعض مغرب کے مشائخ متاخرین نے ذکر کیا کہ وہ دن جس میں جناب الٰہی میں پہنچے اس میں خیر و برکت اور نورانیت کی اور ایام سے زیادہ اُمید کی جاتی ہے تو یہ عُرس متاخرین کی مستحسن کی ہوئی چیزوں سے قرار پایا''۔ (کتاب: ماثبت من السنہ)

سوال نمبر: میّت کی پیشانی یا کفن پر کلمہ طیّبہ یا آیاتِ قرآنی لکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ......قرآنِ مجید رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہے۔

القرآن:...... وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ؁ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 82، پارہ 15)

ترجمہ: اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے اور وہ نہیں زیادہ کرتا ظالموں کے لئے مگر نقصان کو۔

القرآن:...... یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ؁
(سورۂ یونس، آیت 57، پارہ 11)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آگئی اور شفا ہر اس بیماری کے لئے جو سینوں میں ہے اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔

دلیل:...... اللہ تعالیٰ کا کلام رحمت ہے اور یہ جہاں پڑھا جائے لکھا جائے وہاں پر اس جگہ پر بھی رحمتیں نازل ہوتی ہیں لہٰذا میت کی پیشانی یا کفن پر شہادت کی انگلی سے کلامِ الٰہی لکھنا میت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

دلیل:...... امام ترمذی حکیم ابن علی علیہ الرحمہ نے نوادر الاصول میں ایک دعا سے متعلق اس طرح روایت کی ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذابِ قبر نہ ہوگا اور نہ ہی منکر نکیر کو دیکھے گا۔

دلیل:...... فتاویٰ کبریٰ للمکی میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ اس دعا کی اصل یہ ہے اور فقیہ ابن عجیل علیہ الرحمہ اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے اونٹوں پر اسے لکھا جاتا تھا۔

وہ دعا یہ ہے:

”لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ الملک ولہ

الحمد لا الہ الا اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

سوال: قبر میں شجرہ، عہد نامہ اور نعلِ پاک رکھنے کی اصل کیا ہے؟

جواب:...... قبر میں شجرہ اور عہد نامہ رکھنے سے اس کی برکتیں میت کو ملتی ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے کلامِ الٰہی اور بزرگوں کے تبرکات کی برکتیں آدمی ہر جگہ پاتا ہے۔

دلیل:...... سورۂ یوسف میں ہے (حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا) میری قمیص لے جا کر والد ماجد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے منہ پر ڈال دو وہ انکھیارے ہو جائیں گے۔

حدیث شریف:...... بخاری شریف جلد اوّل کتاب الجنائز باب من اعد الکفن میں ہے کہ ایک دن سرکارِ اعظم ﷺ تہبند شریف میں ملبوس باہر تشریف لائے کسی نے تہبند شریف سرکارِ اعظم ﷺ سے مانگ لیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس (مانگنے) والے سے کہا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رَد کرنا (منع کرنا) سرکارِ اعظم ﷺ کی عادت نہیں ہے پھر تم نے کیوں یہ کام کیا انہوں نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اسے اپنے پہننے کے لئے نہیں لیا۔ میں نے تو اس لئے مانگی کہ (یہ تہبند) میرا کفن ہو، حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اس کا کفن ہوا۔

معلوم ہوا کہ جس چیز کو کسی نیک ہستی سے نسبت ہو جائے اس کو قبر میں ساتھ لے جانا سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ عہد نامہ اور شجرہ شریف میّت کے

اُوپر نہ رکھا جائے؟

جواب: ......علماء کرام اور فقہاء کرام نے میت کے اُوپر شجرہ اور عہد نامہ اور تبرکات وغیرہ رکھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ میت کا پھولنا اور پھٹنا اس کے جسم کے عوارضات سے ہے تو ایسی صورت میں ان برکت والے الفاظ کا وہاں ہونا بے ادبی ہوگی اس لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ قبر کے ایک طرف محراب نما جگہ بنائی جائے اور احتیاط کے ساتھ شجرہ اور عہد نامہ وغیرہ اُس جگہ رکھ دیا جائے تا کہ ادب ملحوظ رہے۔

سوال: آپ لوگ سرکارِ اعظم ﷺ کی اتنی تعریف کرتے ہو یوں لگتا ہے جیسے آپ نے سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا؟ (معاذ اللہ)

جواب: ......مسلک اہلسنت پر یہ الزام ہے ہم سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب مانتے ہیں۔

الزام لگانے والوں سے ہمارا ایک سوال ہے کہ الزام لگانے والے ہمیں اللہ تعالیٰ کی حد بتادیں ہم اس حد سے سرکارِ اعظم ﷺ کو نہیں بڑھائیں گے؟ الزام لگانے سے پہلے سوچ لیا ہوتا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی عداوت میں آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی حد متعین کر رہے ہو۔

نادان لوگ مقامِ مصطفیٰ ﷺ سے ناآشنا ہیں آج تک مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو کوئی سمجھ نہیں سکا سرکارِ اعظم ﷺ کی حقیقت کو سوائے رب تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

القرآن: ......وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (سورۃ الم نشرح، آیت 4 پارہ 30)

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔

فائدہ: ......اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اتنا بلند کیا، اتنا بلند کیا کہ اپنے محبوب ﷺ کے

ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔

الحدیث:...... حضرت ابوبکر صدیق ﷛ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر ﷛! میری حقیقت کو سوائے میرے رب جل جلالہٗ کے کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ:...... سرکارِ اعظم ﷺ نے یہ بات اس ہستی سے کہی جس ہستی سے زیادہ کائنات میں مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو کوئی نہیں جانتا، مطلب یہ کہ جب صدیق اکبر ﷛ حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ نہیں جان سکتے تو ہم کیا جان سکیں گے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کا جو مقام صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہلبیتِ اطہار اور اولیاء کرام نے بیان فرمایا ہے یہ سب اُن کے مطالعے کی حد ہے اُن کی عقل وفہم کی حد ہے سرکارِ اعظم ﷺ کا مقام تو اس سے بھی بلند وبالا ہے۔

ہم سرکارِ اعظم ﷺ کی شان ومقام بیان کرکے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جس رحمن کے پیدا کئے ہوئے محبوب ﷺ کی اس قدر شان ہے تو خود ذاتِ باری تعالیٰ کی شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

سوال: عبدالمصطفیٰ، عبدالرسول اور عبدالعلی نام رکھنا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

جواب:...... اِن ناموں کا رکھنا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے کیونکہ اِن ناموں میں ''عبد'' سے مُراد غلام کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ''عبدالمصطفیٰ'' سے ''مصطفیٰ کا غلام'' مُراد ہے ''عبدالرسول'' سے ''رسول ﷺ کا غلام مُراد ہے'' اور ''عبدالعلی'' سے ''حضرت علی ﷛ کا غلام ''مراد ہے۔

القرآن:...... وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط

ترجمہ: اور نکاح کرا دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (سورۂ نور، آیت 32، پارہ 18)

القرآن: ......قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) فرمادو کہ میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ (سورۂ زمر، آیت 53، پارہ 24)

اس یا عبادی (اے میرے بندو) میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! دوسرا یہ کہ سرکار اعظم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اے میرے محبوب ﷺ فرمادو اے میرے بندو!۔

اس دوسری صورت عباد رسول میں یعنی عبد سے مُراد سرکارِ اعظم ﷺ کا غلام اور اُمتی ہے اسی صورت کو بزرگانِ دین نے بھی اختیار کیا۔

دلیل: ......کتاب ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ ریاض النصرۃ وغیرہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

''میں سرکارِ اعظم ﷺ کے ساتھ تھا پس میں آپ ﷺ کا بندہ اور خادم تھا''۔

دلیل: ......مثنوی شریف میں ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر سرکارِ اعظم ﷺ کی بارگاہ میں لائے تو عرض کیا۔

''ہم دونوں آپ ﷺ کی بارگاہ کے بندے ہیں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے سامنے آزاد کرتا ہوں۔''

دلیل: ......اکثر لوگ اپنے نوکر اور ملازم کی پہچان کراتے ہوئے دوسروں سے کہتے ہیں کہ ''یہ ہمارا بندہ ہے''۔ اس سے مُراد اُن کا ملازم اور نوکر ہوتا ہے۔

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ عبدالمصطفیٰ، عبدالرسول اور عبدالعلی نام رکھنا اور کہلوانا جائز ہے۔

سوال: کیا سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے؟

جواب: ......سرکار اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر علم سکھایا پھر لکھنے کا علم کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

القرآن:......اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ o

ترجمہ: رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون کا بیان اُنہیں سکھایا۔ (سورۂ رحمن، پارہ 27، آیت 1 تا 4)

فائدہ:......قرآن مجید میں ہر چیز کا علم موجود ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو پورا قرآن سکھایا تو پھر لکھنے پڑھنے کا علم کیسے رہ سکتا ہے۔

القرآن:......وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ o

ترجمہ: اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (سورۂ نساء، آیت 113 پارہ 5)

فائدہ:......اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب ﷺ کو سب کچھ سکھادیا۔ جب سب کچھ سکھادیا تو پھر پڑھنے اور لکھنے کا علم کیسے رہ سکتا ہے۔

القرآن:...... سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى o ترجمہ: ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے ۔ (سورۂ اعلیٰ، پارہ 30)

فائدہ:......جب سرکارِ اعظم ﷺ کو پڑھانے والا خدائے رحمن ہے تو پھر ان سے دنیا کا کون سا علم پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

الحدیث:......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایام علالت میں سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے والد اور بھائی کو بلالو میں چاہتا ہوں کہ اُنہیں کچھ لکھ کر دے دوں مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد کوئی خلافت کا دعویدار نہ کھڑا ہو جائے پھر فرمایا خیر رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ابوبکر کو خلیفہ بنانے کا حق دیا ہے اور سوائے ابوبکر کے اہلِ ایمان کسی کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔ (بحوالہ: مُسلم شریف از کتاب: تاریخ الخلفاء صفحہ 95,96)

فائدہ:...... درج ذیل حدیث شریف میں سرکارِ اعظم ﷺ کا فرمانا کہ میں کچھ لکھ دوں، ایک

وصیت لکھ دوں ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے تبھی تو انہوں نے وصیت لکھنے کو ارشاد فرمایا۔

دلیل:......سرکارِ اعظم ﷺ نے بادشاہوں کو اپنے دستِ مبارک سے خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے۔

سوال نمبر: لفظ ''اُمّی'' کا مطلب کیا ہے؟

جواب:......بعض علم دین سے دور اور حقیقتِ اسلام سے نا آشنا لوگ لفظِ ''اُمّی'' کا معنیٰ اَن پڑھ لیتے ہیں لہٰذا آپ کے سامنے دلائل سے اِس کے اصل معنیٰ اور اس لقب کی حکمت بیان کریں گے۔

پہلی حکمت:......اُم کا مطلب ماں ہے ماں کو اُم اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بیٹے کی اصل ہے مکہ المکرمہ کا ایک معنیٰ ''اُمُّ القُرٰی'' ہے جس کے معنیٰ زمین کی اصل کے ہیں، ہم میں سے بعض لوگ اپنے نام کے ساتھ اپنے شہر کی نسبت لگاتے ہیں مثلاً کوئی میرٹھ میں پیدا ہوا تو اپنے نام کے ساتھ میرٹھی لکھتا ہے، کوئی دہلی میں پیدا ہوا تو اپنے نام کے ساتھ دہلوی لکھتا ہے، کوئی گجرات میں پیدا ہوا تو اپنے نام کے ساتھ گجراتی لکھتا ہے۔

سرکارِ اعظم ﷺ مکۃ المکرمہ کی سرزمین پر جلوہ افروز ہوئے اور اُس زمین کو اُمّ القریٰ کہا جاتا ہے اِس اُمّ القریٰ کی وجہ سے سرکارِ اعظم ﷺ کا ''اُمّی'' لقب ہے۔

دوسری حکمت:......''اُمّ'' کا مطلب اصل ہے اور سرکارِ اعظم ﷺ اس کائنات کی جان یعنی ''اصل'' ہیں آپ ﷺ کے نور سے کائنات کی تخلیق کی ہوئی ہے لہٰذا آپ ﷺ اس کائنات کی اصل ہوئے اس لئے آپ ﷺ کو ''اُمّی'' کہا جاتا ہے۔

تیسری حکمت:......سرکارِ اعظم ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اظہارِ نبوت فرمایا یعنی چالیس سال

عرب کے شرابی، زانی، ڈاکو، قاتل اور اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنے والوں میں رہے مگر اپنی اصل پر رہے کسی کی کوئی بُری عادت سرکارِ اعظم ﷺ پر اثر انداز نہ ہوسکی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آج ہی اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ ساجدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے تولد ہوئے ہوں اس لئے بھی آپ ﷺ کو ''اُمّی'' کہا جاتا ہے۔

چوتھی حکمت:...... اکثر لوگ لفظِ ''اُمّی'' کا صحیح مطلب نہیں جان سکے اور کہنے لگے کہ ''اُمّی'' کا مطلب ''اَن پڑھ'' ہے حالانکہ اس کا اصل مطلب ''نا پڑھا'' ہے مطلب یہ کہ کسی انسان سے نا پڑھا فقط اپنے خدائے رحمن سے پڑھا سرکارِ اعظم ﷺ کا اُستاد خدائے رحمن ہے لہٰذا سرکارِ اعظم ﷺ کسی سے نہ پڑھے اس لئے بھی آپ ﷺ کو ''اُمّی'' کہا جاتا ہے۔

آپ حضرات نے لفظ اُمّی کی حکمتیں جان لیں لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ اس کائنات کی اصل ہیں۔

سوال: سرکارِ اعظم ﷺ کے والدینِ کریمین کو بعض لوگ مُشرک کہتے ہیں لہٰذا اُن کا مسلمان ہونا قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

جواب:...... سرکارِ اعظم ﷺ اپنے جن جن آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوکر دنیا میں تشریف لائے وہ سب کے سب سجدہ کرنے والے مومن اور توحید پر تھے اُن میں سے کوئی کافر مُشرک نہ تھا۔

القرآن:...... اَلَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ٥ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ٥ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ٥

ترجمہ: جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم تمہارا نور پاک سجدہ کرنے والوں میں دیکھ رہے ہیں بیشک وہی سب کچھ سُننے والا جاننے والا ہے۔

(سورۂ شعراء، آیت 218 تا 220، پارہ 19)

فائدہ:...... ابونعیم نے حضرت ابن عباس ﷺ سے ان آیات کا مفہوم اس طرح نقل کیا ہے کہ "تقلب" سے مُراد "تنقل فی الاصلاب" یعنی جب آپ ﷺ کا نور یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ بطنِ مبارک اور حضرت عبداللہ ﷺ کی نورانی پیشانی میں چمکا۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ جن جن آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوکر دنیا میں تشریف لائے وہ سب کے سب (اللہ تعالیٰ) کو سجدہ کرنے والے مومن اور توحید پر تھے اُن میں سے کوئی بھی کافر و مشرک نہ تھا۔

الحدیث:...... مسلم، ترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ اعظم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو برگزیدہ (منتخب) فرمایا اور کنانہ میں قریش کو اور قریش میں سے بنی ھاشم اور اس میں سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا۔ (دلائل النبوت، بیہقی جلد اوّل صفحہ 65، سیرت حلبیہ ،جلد اوّل صفحہ 43)

فائدہ:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ ﷺ تک سرکارِ اعظم ﷺ جن جن آباؤ اجداد سے منتقل ہوکر دنیا میں تشریف لائے وہ تمام برگزیدہ اور صاحبِ ایمان تھے۔

دلیل:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن میں یوں نقل ہے۔

القرآن:...... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط (سورۂ بقرہ، پارہ 1 آیت 129)

ترجمہ: اے ہمارے رب اُمتِ مسلمہ میں سے آخری رسول بھیج کہ ان پر تیری آیت تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور پختہ علم سکھائے اور اُنہیں خوب صاف ستھرا فرمادے۔

فائدہ:...... معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اُمتِ

مسلمہ میں رسول بھیج جو گمراہ لوگوں کو خوب صاف ستھرا کر دے جو نبی ﷺ لوگوں کو پاک صاف کر دیں کیا وہ خود (معاذ اللہ) کسی مشرک کے بطن میں رہ سکتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اُمت مسلمہ میں سے تشریف لائے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر علمائے اُمّت کا اتفاق:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب شمول الاسلام میں ان علمائے اُمّت کے نام تحریر فرمائے ہیں جنہوں نے سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر تحریریں لکھی ہیں۔

1)......امام ابو حفصل عمر ابن احمد بن شاہین بغدادی علیہ الرحمہ (التوفی 358ھ)

2)......شیخ احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب علی البغدادی علیہ الرحمہ (التوفی 463ھ)

3)......حافظ الشان محدث امام ابوالقاسم علی بن حسن عساکر علیہ الرحمہ (التوفی 571ھ)

4)......امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبدالالہ بن احمد سہیلی علیہ الرحمہ (التوفی 581ھ)

5)......علامہ امام صالح الدین صفوی علیہ الرحمہ (التوفی 764ھ)

6)......امام علامہ شرف الدین مناوی علیہ الرحمہ (التوفی 757ھ)

7)......امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (مصنف تفسیر کبیر) (التوفی 606ھ)

8)......امام جلال الدین سیوطی الشافعی علیہ الرحمہ (التوفی 911ھ)

9)......امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ (التوفی 1122ھ)

10)......شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (التوفی 1052ھ)

ان تمام علمائے اُمّت کا ایمان ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین مومن، موحد

اور جنتی ہیں۔

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر بھی تو کافر بُت پرست تھا؟

جواب:...... بعض لوگ علم اور سچائی سے دوری کی وجہ سے اس مغالطے کا شکار ہیں کہ آزر بت پرست تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا چنانچہ یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

القرآن:...... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِھَۃً ج

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو۔ (سورۂ انعام، پارہ 7، آیت 74)

جوابی دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل:...... قاموس جو کہ عربی لغت کی مشہور کتاب کا نام ہے اس میں مذکور ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔ (قاموس)

دلیل:...... امام اجل امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں لکھا ہے کہ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول تھا بالخصوص عرب ممالک میں چچا کو (ابا یعنی باپ) بھی کہا جاتا تھا۔

دلیل:...... قرآن مجید میں ہے۔

القرآن:...... نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا۔

(سورۂ بقرہ، پارہ 1، آیت 133)

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد میں ذکر کیا گیا یعنی "ابا" کہا گیا حالانکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

دلیل:...... آجکل بھی بعض قوموں میں چچا کو بڑے ابا کہا جاتا ہے حالانکہ وہ والد نہیں چچا ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 37)

دلیل:......حافظ ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری'' میں ''کتاب الانبیاء'' باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا کے ماتحت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارخ'' تھا بحاء مہملہ ہے اور جمہور نسابین کے نزدیک اس میں اختلاف نہیں اور یہی صحیح ہے۔(فتح الباری جلد ششم صفحہ 388)

دلیل:......تفسیر حقانی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

''ابراہیم بن تارخ ابن ناخور ابن ساروع ابن تاتع ابن عابر ابن شالح ابن ارفشد ابن سام بن نوح علیہ السلام'' (تفسیر حقانی)

دلیل:......کافر کے لئے مغفرت کی دعا نہیں ہوتی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے دعا فرمائی۔

القرآن:......رَبَّنَا اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ O (سورہ ابراہیم، پارہ 13 آیت 41)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے باپ کو بخش دے اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب ہوگا۔

فائدہ:......کافر کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی جاتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے مغفرت کی دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ توحید پر تھے یعنی مومن وموحد تھے۔

لہٰذا اب لوگوں کو اپنا ذہنی فطور دور کر لینا چاہیے اور جان لینا چاہیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارخ'' تھا اور آزر بت پرست آپ کا چچا تھا۔

سوال: کیا سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی؟

جواب:......بعض لوگ نامناسب انداز میں اکثر کہتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ سرکارِ اعظم ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا کہ تمہارا میری بیٹی ہونا تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا تمہارے ساتھ تمہارے اعمال ہیں؟

اگر ہم احادیث کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حافظِ قرآن، حجاج، عالم دین، شہداء، نومولود بچے اُن سے نسبت رکھنے والوں کی شفاعت کریں گے اس کے باوجود سرکارِ اعظم ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کہ (معاذ اللہ) ان کی نسبت نفع نہیں دے گی یہ کتنی احمقانہ بات ہے۔

دلیل:...... حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنے رسائل تسع صفحہ 26 پر اور سبل الہدیٰ والرشاد صفحہ 11/3 میں امام صالحی علیہ الرحمہ نے اس اعتراض کا جواب حدیث شریف سے پیش کیا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہیں دے گی میں ضرور شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہوگی۔

الحدیث:...... طبرانی کبیر اور دار قطنی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے اپنے اہلبیت کی شفاعت (سفارش) کروں گا پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ نزدیک ہیں قریش تک پھر انصار، پھر وہ اہلِ یمن جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی پھر باقی عرب پھر اہلِ عجم اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں گا وہ افضل ہیں یعنی اہلبیت سب سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ صفحہ 20، سبل الہدیٰ والرشاد صفحہ 11/11، از کتاب: والدینِ رسول صفحہ 165)

دلیل:...... دیوبندی مصنف مولوی زکریا کاندھلوی اپنی کتاب فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ 311 میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

الحدیث:...... ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن نمیر، علی بن محمد، وکیع، اعمش، یزید الرقاشی، انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن اہل جنت کی صف بندی ہوگی اور ایک دوزخی کا ادھر سے گزر ہوگا۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک شخص کو پہچان کر اس سے کہے گا، تمہیں یاد ہے یا نہیں۔ میں نے فلاں وقت تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ شخص اس بات پر اس کی شفاعت کرے گا۔ دوسرا دوزخی گزرے گا اور ایک شخص سے کہے گا تمہیں یاد ہے کہ نہیں ایک بار میں نے تمہیں وضو کرایا تھا تو وہ بھی اس کی شفاعت کرے گا۔ تیسرا گزرے گا تو

کسی سے کہے گا تجھے یاد ہے کہ نہیں۔تم نے مجھے فلاں کام کے لئے بھیجا تھا جو میں نے پورا کیا۔وہ اس پر اس کی شفاعت کرے گا۔(بحوالہ: سنن ابن ماجہ، جلد دوم، باب فضل صدقۃ الماء، رقم الحدیث 1477، صفحہ 400 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

فائدہ:......سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت تو بہت بلند وبالا ہے اُن کے غلاموں کے غلاموں سے جن کو نسبت ہوگی اُن کو وہ نسبت جنت میں لے جانے کا باعث بنے گی۔

پہلی حدیث کی حکمت:

سرکارِ اعظم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں کچھ نفع نہیں دے سکتا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر میں کچھ نفع نہیں دے سکتا بلکہ میں جو کچھ بھی دے سکتا ہوں جو کچھ بھی نفع پہنچاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عطا سے پہنچاتا ہوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہنا کہ ''تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے'' سے مراد آنے والے مسلمانوں کو یہ سمجھانا تھا کہ تم لوگ کبھی عمل سے غافل نہ ہونا تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بہت بڑے پیر صاحب کا بیٹا ہوں تو جنت میں چلا جاؤں گا نہیں بلکہ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔

سوال: بعض لوگ انبیاء کرام علیہم السّلام کو خطا کار ٹھہراتے ہیں اس کا جواب دیں؟

جواب:......اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام اور ملائکہ معصوم ہیں ان کو گنہگار ٹھہرانے والا خود گمراہ ہے۔

القرآن:......اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ ط (سورۂ بنی اسرائیل، پارہ 15، آیت 65)

ترجمہ: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

فائدہ:......اس آیت میں خدائے رحمن نے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس میرے محبوب بندوں

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں اس کائنات میں سب سے خاص اور محبوب بندے انبیاء کرام علیہم السّلام ہیں لہٰذا حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام پر شیطان کا مکر اور وار چل ہی نہیں سکتا۔

القرآن:...... قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (سورۂ ص، آیت 82,83 پارہ 23)

ترجمہ: کہ اے مولیٰ ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے خاص بندوں کے۔

فائدہ:...... اس خطۂ زمین پر سب سے خاص رحمٰن کے بندے انبیاء کرام علیہم السّلام ہیں اور شیطان کہہ رہا ہے کہ اے مولیٰ جل جلالہ سب کو گمراہ کروں گا مگر تیرے خاص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ جب شیطان انبیاء کرام علیہم السّلام کو معصوم مان کر اُن کو بہکانے سے معذوری ظاہر کرے تو پھر انبیاء کرام علیہم السّلام سے گناہ کیوں کر سرزد ہوں۔

الحدیث:...... حضرت ابو الدرداء ﷜ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے ہم نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں پھر تین دفعہ فرمایا۔ میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتا ہوں اور اپنا ہاتھ مبارک پھیلایا جیسے کسی چیز کو پکڑتے ہیں جب آپ ﷺ نماز ختم کر چکے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کی نماز میں ایسے عمل فرماتے سنا جو آپ پہلے کبھی نہیں کرتے تھے اور ہم نے آپ ﷺ کو ہاتھ پھیلاتے دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا مردود اور دشمن ابلیس میرے منہ کے پاس آگ کا ایک شُعلہ لایا۔ میں نے تین بار کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ بعد ازاں میں نے اسے پکڑنا چاہا۔ (اگر اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے باندھ دیتا پھر صبح ہوتی اور مدینہ منورہ کے لڑکے اس سے کھیلتے)۔

(بحوالہ: سنن نسائی جلد اول، باب لعن ابلیس فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث 1218 صفحہ 372، مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک رات حضور ﷺ ان کے ہاں سے نکلے مجھے بہت محسوس ہوا جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور میرا طرز عمل دیکھا تو دریافت کیا اے عائشہ! کیا ہوا؟ کیا تم نے کچھ محسوس کیا؟ میں نے عرض کی میں محسوس کیوں نہ کروں جب کہ میری جیسی عورت ہو اور آپ ﷺ جیسا مرد ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ کیا میرے ساتھ شیطان بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے عرض کی کیا ہر انسان کے ساتھ (شیطان) ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! لیکن میرے رب ﷻ نے اس کے خلاف میری مدد کی اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ (بحوالہ: مسلم شریف جلد سوم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم الحدیث 6981 صفحہ 612 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:......معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ کروانا تو درکنار شیطان اُن کو نہ وسوسے پہنچا سکتا ہے نہ چھو سکتا ہے۔

سوال: بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ جب وہ گناہ سے نہیں بچ سکے تو ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب:......محدثین اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دانہ گندم تناول فرمایا یہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی اس کو گناہ یا سیاہ کاری کا نام نہیں دیا جاسکتا اس بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ کا مرتکب کہنا سخت گناہ اور اسلامی عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا بھول سے گندم کھالینا اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے۔

پہلی مصلحت:......حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

القرآن:...... ترجمہ: میں (آدم) کو زمین کے واسطے خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی زمین کے واسطے ہوئی تھی پھر وہ جنت میں ہمیشہ کیسے رہ سکتے تھے لہٰذا دانہ گندم بھول کر کھانا یہ جنت سے باہر تشریف لا کر زمین پر تشریف لانے کا سبب بنا تا کہ خدائے رحمن کا یہ فرمان پورا ہو جائے کہ میں آدم کو زمین کے واسطے خلیفہ بنانے والا ہوں۔

دوسری مصلحت:...... یہ راز وہ سمجھے جو لذتِ عشق سے واقف ہو خدائے رحمن نے شیطان سے کہا تھا "اُخْرُجْ مِنْهَا" نکل جا یہاں سے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے فرمایا "اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا" جس میں بتایا کہ تم کچھ عرصے کے لئے زمین میں بھیجے جا رہے ہو۔ پھر اپنی کروڑھا اولاد کے ساتھ واپس جنت میں جاؤ گے یعنی دو جا رہے ہو کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکالا بلکہ ہم نے اُنہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ اُن کی پشت میں کافروں اور فاسقوں کی روحیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام) زمین پر جا کر ان خبیثوں کو چھوڑ آؤ پھر آپ کی جگہ یہی جنت ہے۔

(مرقات باب الایمان بالقدر و روح البیان، آیت مازلھما الشیطن، از کتاب: جاء الحق صفحہ 399)

تیسری مصلحت:...... اگر حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا عذاب ہوتا تو یہاں اُن پر خلافت و نبوت کا نورانی تاج نہ رکھا جاتا، آپ کی اولادوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام پیدا نہ ہوتے جس گندم کے دانے کو کھا کر حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اسی گندم کو آپ کی اولاد کے لئے غذا تجویز کیا گیا۔

سوال: حضرت داؤد علیہ السلام نے پرائی عورت یعنی اوریا کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا جس کا واقعہ سورۂ ص میں ہے اور یہ فعل یقینا جرم ہے اس کا جواب دیں؟

جواب:...... مؤرخین نے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کچھ زیادتی کر دی ہے اسی لئے حضرت

علی ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ قصے کہانیوں کی طرح بیان کرے گا میں اُسے ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا یعنی تہمت کی سزا اسی کوڑے ہیں اور اس کو دُگنے لگیں گے۔ (روح البیان، سورۂ ص)

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک شخص اوریا نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اُسے پیغام پر پیغام دے دیا۔ اُس عورت نے آپ علیہ السلام کے ساتھ نکاح کر لیا اور یہ شخص نکاح نہ کر سکا چنانچہ تفسیراتِ احمدیہ آیت "لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ" کی تفسیر میں ہے کہ "وَعَنْ دَاوٗدَ بِکَوْنِہٖ اِقْدَامًا عَلَی الْفِعْلِ الْمَشْرُوْعِ وَھُوَ نِکَاحُ الْمَخْطُوْبَۃِ لِاُوْرِیَا لَانَظْرُ مَنْکُوْحَتُہٗ" مگر چونکہ اس جائز کام سے بھی نبوت کی شان بلند و بالا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے احترام کو زیادہ فرماتے ہوئے دو فرشتوں کو ایک فرضی مقدمہ لے کر بھیجا اور اُنہوں نے اپنی طرف نسبت کر کے آپ سے فیصلہ کرا کر اشارتاً سمجھا دیا۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا رب تعالیٰ کے ہاں کتنا احترام ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے اُنہیں معاملہ سمجھایا گیا۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا اور فرمایا "ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ" کہ یہ شیطانی کام ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جرم ہے۔ (معاذ اللہ)؟

جواب: ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا نہ تھا بلکہ قبطی ظالم تھا مظلوم اسرائیلی کو چھڑانا تھا جب قبطی نے نہ چھوڑا تو آپ علیہ السلام نے ہٹانے کے لئے چپت لگا دی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طاقت برداشت نہ کر سکا مر گیا۔ نیز یہ واقعہ عطائے نبوت سے پہلے کا ہے۔ روح البیان میں ہے "کان ھذا قبل النبوۃ" نیز وہ قبطی کافر حربی تھا جس کا قتل جُرم نہیں آپ نے فقط ایک قبطی مارا کچھ دنوں بعد تو سارے ہی قبطی غرق کر دیئے گئے قبطی کا قتل وقت سے پہلے ہو گیا جب سارے قبطیوں

کی ہلاکت کا وقت آتا تو یہ بھی ہلاک ہوتا "فَغَفَرَ لَهُ اور ظَلَمْتُ نَفْسِيْ" سے دھوکا نہ کھاؤ یہ الفاظ خطا پر بھی بولے جاتے ہیں یا ھذا سے قبطی کا ظلم مراد ہے یعنی یہ ظلم شیطانی کام ہے۔

سوال: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ زلیخا نے زنا کا ارادہ کیا جو کہ سخت جرم ہے، آپ کہہ چکے ہو کہ نبی کی زوجہ فاحشہ نہیں ہوتی تو زلیخا، یوسف علیہ السلام کی بیوی کیوں کر ہو سکتی ہے وہ فاحشہ بدکار تھی لہٰذا یا تو مانو کہ ان کا نکاح نہیں ہوا یا تو یہ قاعدہ غلط ہے جواب دیجیے؟

جواب:...... حضرت زلیخا، حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ اور قابلِ احترام بیوی ہیں ان کا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنا بخاری شریف، مُسلم شریف کی احادیث اور تفاسیر سے ثابت ہے اُنہیں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے فرزند پیدا ہوئے جن کے نام افرائیم اور میشاء ہیں۔

تفسیر خازن، تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک معالم التنزیل وغیرہ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ سرکارِ اعظم ﷺ نے جناب سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی ازواج پاک سے فرمایا "انکن لانتن کصواحب یوسف" "تم تو یوسف (علیہ السلام) کی بیوی زلیخا کی طرح ہوگئیں۔ صواحب صاحب کی جمع ہے صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں قرآنِ مجید میں ہے "وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَتُه" حضرت زلیخا نہ تو فاحشہ تھی اور نہ ہی آپ سے زنا جیسا گناہ کبھی صادر ہوا۔ حضرت زلیخا سے جماع کا ارادہ بے خودی، عشق کی حالت میں ہوگیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن نے اُنہیں دیوانہ بنا دیا اس والہانہ حالت میں حضرت زلیخا فقط ارادہ کر بیٹھیں، جب مصری عورتوں نے اسی جمال سے بے خود ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اگر حضرت زلیخا نے اس حُسن پر فریفتہ ہو کر دامن صبر چاک کر دیا تو کیا تعجب ہے؟ پھر ان تمام خطاؤں سے توبہ کر لی یہ بھی خیال رہے کہ حضرت زلیخا نے صرف

حضرت یوسف علیہ السلام ہی سے رغبت کی کسی دوسرے سے نہ کی رب تعالیٰ نے اُنہیں محفوظ رکھا۔
اسلامی عقائد کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اُن کی ازواج معصوم نہیں ہاں البتہ وہ زنا اور فحش کاموں سے اللہ تعالیٰ کی عطا سے محفوظ ہیں حضرت زلیخا نے یہ گناہ کر کے توبہ کرلی کہ عرض کیا ''اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ'' حضرت زلیخا نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور خطا کا اقرار توبہ ہے اسی لئے رب کریم نے حضرت زلیخا کی خطا کا ذکر فرمایا مگران کی توبہ کے سبب اُن پر عتاب یا عذاب کا ذکر نہ کیا تا کہ معلوم ہو کہ ان کے گناہ کی معافی ہو چکی۔
لہٰذا اب حضرت زلیخا کی خطاؤں کا ذکر کر کے بے ادبی کرنا سخت گناہ ہے حضرت زلیخا سیّدنا یوسف علیہ السلام کی اہلبیت ہیں ان کی توہین اس باکمال پیغمبر کی توہین ہے۔

سوال: محفلِ نعت کا رواج کب سے ہے احادیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:...... محفلِ نعت آج کل کا رواج نہیں ہے بلکہ محفلِ نعت کا انعقاد چودہ سو سال سے جاری ہے آج سے چودہ سو سال قبل سرکارِ اعظم ﷺ کی زیرِ صدارت محفلِ نعت کا انعقاد ہوتا تھا جب کہ محفلِ نعت میں حاضرین صحابہ کرام علیہم الرضوان ہوتے تھے۔

الحدیث:...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھتے، چادر مبارک بچھاتے اور پھر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس پر کھڑے ہو کر سرکارِ اعظم ﷺ کے محامد و فضائل بیان فرماتے آپ کی مدافعت کرتے اور مفاخرت فرماتے۔

اللہ اکبر! سرکارِ اعظم ﷺ اپنے ثناء خواں سے خوش ہو کر اس طرح دُعا سے نوازتے۔ اے اللہ کریم! روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) کے ذریعے حسان بن ثابت کی مدد فرما۔ (بحوالہ: بخاری شریف جلد اوّل صفحہ 65)

الحدیث :......ترجمہ: سیدنا حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے تو سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف نظر فرمائی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے تو اس وقت بھی مسجد میں اشعار پڑھے ہیں جب تم میں بہترین ہستی موجود تھی (حضور ﷺ) پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ کیا تم نے حضور سرکار دوعالم ﷺ سے نہیں سنا (جب میں آپ ﷺ کی نعت شریف وغیرہ کے اشعار آپ ﷺ کی خدمت میں پڑھتا تھا تو آپ ﷺ فرماتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ میری طرف سے قبول فرما۔ اے اللہ تعالیٰ روح القدس (سیدنا جبریل علیہ السلام) کے ساتھ ان کی مدد فرما) سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں۔

(بحوالہ: سنن نسائی جلد اول، باب الرخصۃ فی انشاد الشعر الحسن فی المسجد، رقم الحدیث 719، صفحہ 219 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

الحدیث:......حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے تو وہ اس پر کھڑے ہو کر ان کی ہجو کرتے جنہوں نے حضور ﷺ کی توہین کی ہوتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیشک روح القدس (جبریل امین) بھی حسان کے ساتھ ہے جب تک حضور ﷺ کی طرف سے لڑتے رہیں گے۔

(بحوالہ: ابوداؤد جلد سوم، کتاب الادب، رقم الحدیث 1580 صفحہ 570 مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ:...... مذکورہ احادیث سے نعت خوانی کا ثبوت ملتا ہے یہ احادیث ان بدمذہبوں کے لئے تازیانہ عبرت ہیں جو نعت خوانی اور محفلِ میلاد کی مجالس کو بدعت سے تعبیر دیتے ہیں۔

محفلِ نعت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ خود میرے مولیٰ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنے منبرِ اقدس پر بٹھایا اور نعت شریف پڑھنے کا حکم دیا اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کریم! روح القدس (جبریل امین) کے ذریعہ حسان رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نعت خوانی کا انکار کرکے قرآن خوانی پر زور دینے والے کوئی بڑے سے بڑا محدث مجھ کو بتادیں؟ کہ کیا محفلِ حسن قرأت کے لئے بھی کبھی حضور ﷺ نے یہ اہتمام فرمایا؟ کیا کبھی محفلِ حسنِ قرأت میں موجود قاری کے لئے بھی ایسی دعائیں دی ہیں؟

بخاری شریف کی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نعت خواں کے لئے سرکارِ اعظم ﷺ منبر بچھاتے رہے ہیں یہ خصوصی کرم اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ اپنے ان غلاموں کو جو محبت و تعظیمِ رسول ﷺ پھیلانے کا ذریعہ ہے بے حد پسند فرماتے ہیں محفلِ نعت باعثِ برکت و رحمت ہے جس محفل کا سرکارِ اعظم ﷺ خود انعقاد فرمائیں اس سے بڑھ کر کائنات میں کون سی محفل ہوگی۔

سوال: نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب:...... نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔

القرآن:...... فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو۔ (سورۂ نساء، پارہ 5، آیت 103)

الحدیث:...... سیدنا حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے بعد تہلیل اس طرح فرماتے: لاالہ الااللہ آخر تک اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ انہی کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے۔ (بحوالہ: سنن نسائی جلد اول، باب عدد التہلیل والذکر بعد التسلیم، رقم الحدیث 1343 صفحہ 412 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... ترجمہ: عمرو بن دینار، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابومعبد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں فرض نماز پڑھ لینے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا معمول تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

۔جب میں یہ ذکر سنتا، تو مجھے پتہ چل جاتا کہ لوگ نماز ختم کر چکے ہیں۔ (بحوالہ: مسلم شریف جلد اول، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، رقم الحدیث 1219 صفحہ 459 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

الحدیث:...... ترجمہ: ابو معبد (نافذ) حضرت ابن عباس ﷺ کے غلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ﷺ نے بیان کیا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جس وقت لوگ فرض نماز سے فارغ ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں معروف تھا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو میں اس کو معلوم کر لیتا تھا جس وقت باآواز بلند ذکر سنتا تھا۔

(بحوالہ: بخاری جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث 798 صفحہ 371 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

روایت:...... حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے روایت نقل کی ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود ﷺ اپنی مجلس میں بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

(کتاب الزھد کتاب شامی صفحہ 350)

فائدہ:...... قرآن مجید کی آیت اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا سرکارِ اعظم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں بھی رائج تھا لہٰذا اب بھی اس پر عمل جاری رکھنا چاہیے۔

سوال: نعلِ پاک کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:...... علمائے اُمت نعلِ پاک یعنی سرکارِ اعظم ﷺ کی پاپوش مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں۔

1)...... سرکارِ اعظم ﷺ کا نعلِ مبارک جس گھر میں ہو برکت کا نزول ہوتا ہے۔

2)...... نعلِ پاک شفا اور بیماری سے صحت یابی کا وسیلہ ہے۔

نعلِ پاک کے متعلق دیوبندی پیشوا اشرفعلی تھانوی کا بیان:

دیوبندی پیشوا اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب ''زاد السعید'' میں لکھا ہے کہ آخر شب ذکر و اذکار کر کے نعلِ پاک رسول ﷺ کے نقشے کو باادب اپنے سر پر رکھے اور اس نقشے کے وسیلے سے

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر اس کو چہرہ پر ملے اور محبت سے بوسہ دے دیگر اس نقشے کی برکت سے شفا ملتی ہے۔

(از کتاب: زاد السعید، مصنف اشرفعلی تھانوی صفحہ 45 تا 52 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

سوال: نعلِ پاک سرکارِ اعظم ﷺ کی پاپوش مبارک کا نقشہ ہے اس کو جھنڈے میں نصب کرنا اور بلندی پر آویزاں کرنا کیسا ہے؟

جواب:...... نعلِ پاک کو پرچم اسلام میں لگانا اور بلندی پر آویزاں کرنا بالکل جائز ہے کیونکہ یہ نعلِ پاک کا نقشہ بنا ہوا ہے اور نقشے کو اس طرح پرچم میں نصب کرنا بلندی پر آویزاں کرنا منع نہیں ہے اصل اور عکس کا حکم بعینہ ایک نہیں ہے۔

سوال: مشکوۃ شریف میں حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ تین مسجدوں، مسجدِ حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی شریف کے سوا کسی جگہ کا سفر نہ کیا جائے پھر لوگ مزاراتِ اولیاء کی نیّت سے سفر کیوں کرتے ہیں؟

جواب:...... سوال کرنے والے نے اس حدیث شریف کے معنیٰ غلط اخذ کیے ہیں محدثین اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ زیادتی ثواب کی نیت سے مسجدوں میں سے صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا چاہیے۔

مساجد کے علاوہ زیادتی ثواب کے لئے سفر کرنا تو احادیث میں باعثِ ثواب کہا گیا ہے جیسے علمِ دین کے حصول کے لئے سفر کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے سفر کرنا بلکہ قرآن مجید میں بار بار زمین پر سفر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

دلیل:...... مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ جو شخص علم کے راستے پر چلا وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

دلیل:......ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کفار سے فرمادو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ منکروں کا کیا انجام ہوا۔

دلیل:......حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے مزار پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار پر جاکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت پوری ہوتی ہے۔ (مقدمۂ شامی صفحہ 23)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اپنے وطن فلسطین سے عراق کا سفر کرکے امام صاحب کے مزار شریف پر تشریف لاتے تھے۔

دلیل:......ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام ملائکہ سرکارِ اعظم ﷺ کے دربار شریف کی نیت سے فقط صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا سفر عرش سے فرش تک فرماتے ہیں جو قیامت تک جاری رہے گا۔

دلیل:......نووی کی شرح مُسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ سوائے ان تین مساجد کے اور کسی جگہ سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک مقامات اور علماء کرام کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو تحقیق حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ تم ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ تمام مسجدیں ایک سی ہیں لیکن برکت والے مقامات (مزاراتِ اولیاء) یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں کیا یہ مانع انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا۔

الغرض کہ اس حدیث شریف کا مطلب صاف ظاہر ہوگیا اور محدثین نے بھی اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ اگر یہی مطلب لیا جائے تو ساری دنیا کے مسافر پریشان ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتا ہے مگر اپنے نیک بندوں کے مزارات پر ان کے وسیلے سے مانگا جائے تو ان کی برکتوں سے دعائیں جلد مقبول ہوجاتی ہیں۔

سوال: ولایت کی حقیقت قرآن وحدیث سے ثابت کریں؟

جواب:......ولایت کی حقیقت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔

القرآن:...... اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ o

ترجمہ: سُن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں اُنہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی اور آخرت میں۔

(بحوالہ: سورہ یونس، آیت 62 تا 64 پارہ 11)

فائدہ:......اس آیت میں تمام نیک بندے جو قیامت تک اس دنیا میں تشریف لائیں گے ان سب کا ذکر ہے ولایت قرآن کی صریح آیت سے ثابت ہے لہٰذا ولایت کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اپنے اولیاء کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری دی ہے۔

حدیث شریف:......سرکارِ اعظم ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! اُس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مومن کے لئے بشارتِ عاجلہ رضائے الٰہی جل جلالہٗ اور اللہ تعالیٰ کی محبت فرمانے اور خلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے اور ان کی کائنات میں مقبولیت اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت یہ بھی دلیل خاص ہے۔

سوال: مردوں کو زندہ کرنا تو رب تعالیٰ کی صفت ہے کیا اولیاء اللہ بھی مردوں کو جلا سکتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:......اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیاء کرام علیہم السّلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیاء

کرام رحمہم اللہ رب تعالٰی کی عطا سے مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں یہ اسلامی عقیدہ ہے جو کہ قرآن مجید سے ثابت ہے جس کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔

القرآن:...... اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۟

(سورہ آل عمران، آیت 49 پارہ 3)

ترجمہ: (حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا (زندہ کرتا) ہوں اللہ کے حکم سے، اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

فائدہ:...... قرآنی آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ آپ علیہ السلام بے جان پرند کی مورت کو پھونک ماریں تو اس میں جان پڑ جائے کوئی شخص آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ اُس کی مشکل کشائی فرماتے اُسے شفا دیتے، آپ غیب کی خبریں بتاتے اور مردوں کو زندہ بھی کرتے تھے۔

القرآن:...... ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے! دکھا دے تو کیوں کر مُردے جلائے گا اور فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں! مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر اُنہیں بلا وہ تیرے پاس (دوبارہ زندہ ہو کر) چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(سورہ بقرہ، آیت 260 پارہ 3)

فائدہ:......اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ کی عطا سے مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔

القرآن:......ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (مدتوں تک) چلا جاؤں گا پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں ایک راہ لی سرنگ بناتی پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا، بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تو بیشک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور (ذکر کروں) کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی۔ اچھنبا ہے موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (سورۂ کہف، آیت 60 تا 65 پارہ 15)

تفسیر:......مفسرین ان آیات کی تفسیر میں مکمل واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم جن کا نام یوشع بن نون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت وصحبت میں رہتے تھے اور آپ علیہ السلام سے علم اخذ کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے ولی عہد ہیں۔ بحر فارس و بحر روم جانب مشرق میں مجمع البحرین وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ کیا گیا تھا اس لئے آپ علیہ السلام نے وہاں پہنچنے کا عزم کیا اور فرمایا کہ میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا جب تک کہ وہاں پہنچوں پھر یہ دونوں حضرات روٹی اور نمکین بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے ایک جگہ ایک پتھر کی چٹان تھی اور چشمہ حیات تھا تو وہاں دونوں حضرات نے آرام کیا اور مصروف خواب ہو گئے جس مچھلی کو پکا کر لائے تھے وہ مچھلی اس مقام پر زنبیل میں خود بخود زندہ ہو گئی اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع بن نون کو اٹھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بات کا ذکر کرنا کہ (مچھلی فلاں مقام پر

خود بخود زندہ ہوگئی) یاد نہ رہا اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آگیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے مچھلی طلب کی خادم نے معذرت طلب کرتے ہوئے مچھلی کی حیات کا واقعہ سنایا یہ سُن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ جس مقام پر مردہ مچھلی نے حیات پائی تھی وہی ہماری منزل تھی جس کی طلب میں ہم چلے تھے ان کی ملاقات وہیں ہوگی جو چادر اوڑھے آرام فرمار ہے تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

1)......حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں یا ولی ہیں مگر اس بات پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اُن اولیاء میں سے ہیں جن کو رب کریم نے علم لدُنّی عطا فرمایا ہے۔

2)......جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے ولی حضرت خضر علیہ السلام جلوہ افروز تھے اس جگہ پر مردہ بُھنی ہوئی مچھلی کو زندگی مل گئی پھر جب اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنی مبارک زبان سے یہ کہہ دے کہ "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ"، "اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوجا" تو مردہ انسان میں حیات کیوں کر نہ آئے۔

3)......اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے ملاقات اور اُن کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سُنّت ہے۔

سولہواں باب

جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کیا پھر پوری کائنات میں ان کا سکہ اور حکم چلنے لگا اور ان پر خوب انعامات کی بارشیں ہوئیں

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی

پر

اللہ تعالیٰ کا انعام

فہرست

خدا جل جلالہ ایسی قوت دے میرے قلم میں

کہ بدمذہبوں کو سُدھارا کروں میں

اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کو پیدا فرمایا اس کی تخلیق کی گئی ہر چیز بے مثال ہے ہر نعمت کو پیدا فرما کر اس کو مزید خوبصورت کرنے کے لئے اس کو نکھارا۔

آسمان بنایا تو چاند، سورج اور ستاروں سے اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھایا۔ انسانوں میں دیکھئے تو ہر قسم کے انسان پیدا فرمائے عقلمند سے عقلمند انسان پیدا فرمائے۔

حیوانات میں اگر ہم دیکھیں تو ایسے جانور زمین کے اندر باہر جنہیں ہم نے کبھی آنکھوں سے دیکھا نہ ہو پیدا فرمائے۔ اگر ہم صرف مچھلیوں کو دیکھیں تو ہر قسم کی خوبصورت سے خوبصورت مچھلیاں نظر آتی ہیں ایسا لگے کہ جیسے کسی پینٹر نے اس میں پینٹنگ کی ہو ایسی حسین وجمیل، رنگ برنگی مچھلیاں پیدا فرمائیں۔

مگر ہم نے کبھی سوچا کہ یہ ساری کی ساری خدائی یعنی دریا میں روانی، سمندر میں تغیانی ، آبشار میں نغمات، سورج کی روشنی، چاند کی خوبصورتی، ستاروں میں چمک، یہ سب کس کے لئے ہے۔ کس عظیم ہستی کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا ہے؟

اس کا جواب اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بھائی اُستاذِ زمن، شہنشاہِ سخن مولانا حسن رضا خاں صاحب اپنے شعر میں دیتے ہیں۔

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں

تجھے دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ اِمکاں میں

یعنی مطلب یہ کہ دریا میں روانی حضور ﷺ کے لئے، سمندر میں تُغیانی حضور ﷺ کے لئے، آبشار میں نغمات حضور ﷺ کے لئے، سورج میں روشنی حضور ﷺ کے لئے، چاند میں

چاندنی حضور ﷺ کے لئے، ستاروں میں چمک حضور ﷺ کے لئے الغرض کہ تخلیقِ وجہ کائنات حضور ﷺ کی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ ہم اُن کی سچی غلامی یعنی اطاعت کریں، اِن کی سنتوں پر عمل کریں، اِن کے احکامات پر عمل کریں۔ اطاعت کا مطلب نقشِ قدم پر چلنا ہے جو شخص محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتا ہے وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا ہر مقام پر وہ سُرخرو ہوتا ہے

قرآنِ مجید میں جگہ جگہ سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی یعنی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا

(سورۃ ال عمران، پارہ ۳، آیت نمبر ۳۲ کا کچھ حصہ)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا

(پارہ 5، سورہ النساء، آیت نمبر 80 کا کچھ حصہ)

اس آیت میں حضور ﷺ کے حکم کو اِن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اطاعت قرار دیا گیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ توحید کی کُنجی رسالت ہے یعنی توحید ہزار تالوں میں بند ہے اس کی کُنجی یعنی چابی رسالت ہے۔ حضور ﷺ کی اطاعت، فرمانبرداری اور غلامی یہ فقط حضور ﷺ کی غلامی نہیں بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمادیجئے کہ یہ اگر اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ تیری اطاعت کریں اللہ اُن کو اپنا محبوب بندہ بنالے گا"۔

اس آیت سے ایک مسئلہ حل ہو گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آدم صفی اللہ ہیں، حضرت نوح نجی اللہ ہیں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں، حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں، یہ تو ثابت ہے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حبیب اللہ ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

اس کا جواب اوپر والی آیت میں دیا گیا کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے، غلامی کرے وہ اللہ کا محبوب بن جائے تو پھر ذاتِ پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کیا عالم ہوگا۔

الغرض کہ جب مسلمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی کرتا ہے تو ساری کائنات پر اس کا سِکّہ چلتا ہے۔ پھر ساری دنیا اسکے حکم کے تابع ہو جاتی ہے آپ اگر احادیث کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور کی سچی غلامی اختیار کی تو پوری کائنات پر وہ حکومت کرتے تھے۔

اب صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات ملاحظہ ہوں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانا تو دنیا پھر اُن کا حکم ماننے لگی۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے کون ناواقف ہے آپ نے اپنی حکومت میں بے شمار کارنامے انجام دے کر تاریخ میں ایک باب رقم کیا آج کل کے دور میں جس طرح امریکہ نام نہاد سُپر پاور ہے اس دور میں قیصر و کسریٰ سُپر پاور ہوا کرتی تھی قیصر و کسریٰ بھی آپ کے نام سے کانپتے تھے جدھر آپ کی نگاہِ مبارک اُٹھ جائے وہ ملک فتح و نصرت پاتا

تھا۔ ہر طرف آپ کی عظمت کا جھنڈا لہرا رہا تھا ہر وہ طاقت جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُٹھتی آپ نے اُسے نیست و نابود کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک وفد بیت المقدس بھیجا وہ وفد کوئی عام آدمیوں کا نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وفد تھا یہ وفد بیت المقدس پہنچا یہ اُس دور کی بات ہے جب بیت المقدس پر پادریوں کا قبضہ تھا حضرت عمر بیت المقدس کو پادریوں کے چُنگل سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان رضی اللہ عنہ نے پادریوں سے کہا کہ ہم امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی جانب سے یہ پیغام لائے ہیں کہ تم لوگ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ سُن کر پادریوں نے کہا ہم لوگ صرف تمہارے امیر المومنین کو دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ جو نشانیاں ہم نے فاتح بیت المقدس کی اپنی کتابوں میں پڑھی ہیں وہ نشانیاں ہم تمہارے امیر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

اگر وہ نشانیاں تمہارے امیر میں موجود ہوئیں تو ہم بغیر جنگ و جدل کے بیت المقدس تمہارے حوالے کر دیں گے یہ سُن کر مسلمانوں کا یہ وفد حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا آپ کو سُنایا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے اپنا ستر پیوند سے لبریز جُبّہ پہنا، عمامہ شریف پہنا اور جانے کے لئے تیار ہو گئے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان، حضرت عمر سے عرض کرنے لگے حضور! وہاں بڑے بڑے لوگ ہوں گے، بڑے بڑے پادری ہوں گے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھا اور نیا لباس پہن لیں۔ ہمارے بیت المال میں کوئی کمی نہیں۔

انسانی فطرت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ جب بندہ کوئی بڑی جگہ جاتا ہے تو وہ اچھا لباس پہنتا ہے تا کہ اُس کا وقار بلند ہو۔

مگر اللہ اکبر! صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہ بات سُن کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلال آ گیا اور فرمانے لگے کہ کیا تم لوگ یہ سمجھے کہ عمر کو عزت حکومت کی وجہ سے ملی ہے یا اچھے لباس کی وجہ سے ملی ہے؟

نہیں عمر کو عزت حضور ﷺ کی غلامی کی وجہ سے ملی ہے آپ فوراً سواری تیار کر کے روانہ ہو گئے جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے تو حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک دیکھ کر، سرکارِ اعظم ﷺ کے غلام کو دیکھ کر پادریوں کی چیخیں نکل گئیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں گر پڑے اور ساری بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں اور کہنے لگے کہ ہمیں آپ سے جنگ نہیں کرنی کیونکہ ہم نے جو حلیہ فاتح بیت المقدس کا کتاب میں پڑھا ہے یہ وہی حلیہ ہے اس طرح بغیر جنگ کے بیت المقدس آزاد ہو گیا۔

اُن کے جو غلام ہو گئے
وقت کے امام ہو گئے
نام لیوا اُن کے جو ہوئے
اُن کے اُونچے نام ہو گئے

دریائے مصر غلامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشاروں پر

درِ مصطفیٰ کے غلام امیر المومنین سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا۔ مصری رعایا مصر کے گورنر صحابی رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فریاد لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ اے امیر! ہمارا یہ دستور تھا کہ جب دریائے نیل خشک ہو جاتا تھا تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو دریا میں زندہ درگور کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے اس کے بعد دریا پھر جاری ہوا کرتا تھا اب ہم کیا

کریں؟

گورنر نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے رحمت والے رسول کا رحمت بھرا دینِ اسلام ہرگز ہرگز ایسے ظالمانہ اور جاہلانہ فعل کی اجازت نہیں دیتا تم لوگ انتظار کرو میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھتا ہوں وہاں سے جو حکم ملے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔

چنانچہ گورنر کا قاصد مدینہ منورہ آیا اور دریائے نیل خشک ہونے کا حال سنایا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ خبر سُن کر نہ گھبرائے نہ پریشان ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاصد کو یہ کہہ کر بھی روانہ کر سکتے تھے کہ تم لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرو، نوافل پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ دریائے نیل کو دوبارہ جاری فرمادے میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں میرے پاس کیوں آئے ہو بس دُعا کرو عبادت کرو اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرما کر دریائے نیل دوبارہ جاری فرمادیگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاصد سے یہ نہ کہا بلکہ نہایت ہی سکون اور اطمینان کے ساتھ ایک ایسا تاریخی خط لکھا جیسے کوئی انسان دوسرے انسان کو خط لکھ کر اُس سے مُخاطب ہوتا ہے ایسا تاریخی خط دریائے نیل کے نام لکھا جو تاریخِ عالم میں بے مثل و بے مثال ہے۔

الی نیل مصر من عبد الله عمر بن الخطاب: امر بعد فان كنت تجری بنفسك فلا حاجة لنا اليك وان كنت تجری بالله فانجر علی اسم الله۔

اے دریائے نیل! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا (تو میں امیر المومنین ہو کر تجھ کو حکم دیتا ہوں) کہ تو پھر اللہ تعالیٰ کے نام پر جاری ہوجا۔

(بحوالہ، کتاب: ازالۃ الخفاء جلد دوئم صفحہ نمبر 166)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس خط کو لفافے میں بند کر کے قاصد کو دیا اور فرمایا اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا جائے چنانچہ جوں ہی آپ کا خط دریائے نیل میں ڈالا

گیا تو دریا فوراً جاری ہو گیا اور ایسا جاری ہوا کہ آج تک خشک نہیں ہوا۔

چاہیں تو اشاروں سے اپنی کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ شان ہے ان کے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

اللہ اکبر! یہ دریا کب سے خط پڑھنا سیکھ گیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو پاتے ہی آپ کے حکم کو پاتے ہی جاری ہو گیا میری سمجھ میں بات یہی آتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آقا کے ایسے سچے غلام تھے کہ آپ کا حکم دریاؤں پر بھی چلتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین پر حکمرانی

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب طبقات الشافعیہ میں نقل فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں مدینے شریف میں ایک شدید زلزلہ آیا اور زمین ہلنے لگی۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کچھ دیر خدا تعالیٰ جل جلالہٗ کی حمد وثناء کرتے رہے مگر زلزلہ ختم نہ ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے مدینے والو! آیت کریمہ پڑھو، سورۂ یٰسں پڑھو، توبہ واستغفار کرو کیونکہ زلزلہ گناہوں کی وجہ سے آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ نہ کہا۔

اللہ اکبر! غلامِ مصطفیٰ ہو تو ایسا ہو زمین پر حکمرانی ہو تو ایسی ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے اور آپ نے اپنا دُرّہ زمین پر مار کر فرمایا

اقرّی الم اعدل علیك قلتقرت من وقتها

اے زمین ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اُوپر انصاف نہیں کیا ہے؟

یہ فرماتے ہی فوراً زلزلہ ختم ہو گیا اور زمین ٹھہر گئی۔

(بحوالہ کتاب: ازالۃ الخفاء، صفحہ نمبر ۱۷۲، جلد دوئم)

علماء فرماتے ہیں کہ اس وقت کے بعد سے پھر کبھی مدینے شریف کی زمین پر زلزلہ نہیں آیا۔

سورج پر غلامِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا حکم

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کپڑا سی رہے تھے سورج نے گرمی دکھائی تو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے سورج کو فرمایا

محمد ﷺ کے غلاموں کو گرمی دکھاتا ہے؟

بس آپ کا یہ کہنا تھا کہ سورج نے گرمی سمیٹ لی۔

(بحوالہ کتاب: بحر العلوم شرح مثنوی ۱۲)

یہ زمین اور سورج کو کس نے بتادیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے غلام ہیں یہ تمہیں اشارہ کریں تو گرمی سمیٹ لینا۔ وجہ یہی ہے کہ جب بندہ محبوبِ کبریا ﷺ کا سچا غلام بن جائے تو اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کو اس کا فرمانبردار بنا دیتا ہے۔

غلامِ مصطفیٰ ﷺ کی نورانی بصیرت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے منبر پر کھڑے ہو کر ایران کے علاقہ نہاوند میں لڑنے والی فوج کے امیر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا اور انہیں افواج کو خطرات سے باہر لانے کی تدابیر بتائیں۔ نہاوند سے مدینہ طیبہ کی مسافت تقریباً پانچ سو فرسخ ہے۔ ہمارے حساب سے جس کے پندرہ سو میل بنتے ہیں۔ انسانی عقل پندرہ سو میل تک انسانی آواز کے پہنچنے کو محال تصور کرتی ہے مگر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر نہاوند میں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آواز سے

خطرات سے متنبہ کر کے اس محال کو ممکنہ بنا دیا ہے۔ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تین کراماتیں ہیں:

1۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینے میں رہ کر پندرہ سو میل دور تک نہاوند شہر میں جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

2۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز کا پندرہ سو میل دور تک پہنچنا۔

3۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آواز سنانا۔

یہ نورانی بصرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صرف اور صرف سرکار اعظم ﷺ کی غلامی کے طفیل نصیب ہوئی۔

اس واقعہ سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ جس آقا ﷺ کے غلاموں کی نگاہوں کا یہ عالم ہو تو سرکار اعظم ﷺ کی نگاہِ رحمت کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دریا پر حکمرانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینے شریف میں کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو لشکرِ اسلام کی کمان کر سکے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شام کے محاذ پر مصروفیت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انکار کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متفقہ طور پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فوج کا سپہ سالار نامزد کر دیا۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایران کی فتح پر مامور کیا گیا۔ آپ کے ساتھ چوبیس ہزار کا لشکر تھا۔ اسکے برعکس ساسانی لشکر کی تعداد تین لاکھ سے زائد تھی۔ قادسیہ کے مقام پر جب لشکرِ اسلام فروکش ہوا تو اس وقت تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔ قادسیہ ایرانیوں کے دارالسلطنت مدائن سے تقریباً میل کے فاصلے پر تھا ایرانی ٹڈی دل لشکر کے سپہ سالار نے یہ فاصلہ چار ماہ میں طے کیا اس کی غرض لڑائی کو محض ٹالنا تھا وہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کو سن کر پہچان گیا تھا کہ ہم اگرچہ تعداد میں ان سے زیادہ ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہم پر ضرور غالب آئیں گے۔

جنگِ قادسیہ اسلامی تاریخ کے نشیب و فراز میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگِ قادسیہ میں بیماری کے باوجود جس انداز سے اسلامی لشکر کی کمان کی، اسکی مثال تاریخِ عالم میں ملنے سے قاصر ہے ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ایرانی فوج کو ایسی شکست سے دوچار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و نجوم کے پجاریوں کے قدم پھر نہ جمنے دیئے اور کسی بھی محاذ پر غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ مُسلم لشکر میں سب سے پہلے شعراء و خطباءِ عرب نے اپنی آتش فشانی سے تمام فوج میں آگ لگا دی۔ بعد از جرأت و شجاعت کے پیکر آگے بڑھے اور تقریباً چار معرکوں کے بعد ان اکڑی ہوئی گردنوں اور فخر سے پھولے ہوئے سینوں کو جھکانے میں کامیاب ہو گئے حالانکہ ان کے مقابلے میں مادّی وسائل تقریباً بہت کم رکھتے تھے لیکن اخلاص اور تڑپ ان کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر فقرِ ابوذر صدقِ سلیمانی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ کو زیرِ نگیں کرنے کے بعد بابل کوثر اور بہرہ شہر کو فتح کرتے

ہوئے جب دجلہ کے کنارے پہنچے تو اہلِ فارس نے دریائے دجلہ پر موجود پُل توڑ دیئے اور سب کشتیاں وغیرہ اُٹھالیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو سارے مجاہدین اسلام کو کودنے کا حکم دیا اور کیوں نہ ہو یہ وہ جماعت تھی جس نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی تھی۔

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم نے اپنی غیرت والی ماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کردیں نعرۂ اللہ اکبر میں

جب سارے مجاہدین دریا میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سب کو روک لیا اور کہنے لگے کہ اے جماعتِ مجاہدین! تم یہ نہ سمجھنا کہ سعد تم کو دریا میں کودنے کا حکم دے کر تمہیں مروانا چاہتا ہے؟

سنو! سب سے پہلے دریا میں سعد کا گھوڑا جائے گا پھر تم لوگوں کے گھوڑے جائیں گے یہ کہتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے سمیت دریا میں کود پڑے آپ کے پیچھے سارے مجاہدین گھوڑوں سمیت دریا میں کود گئے۔ ڈاکٹر اقبال بول اُٹھے:

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

سارا دریا "بسم اللہ مجرھا و مرسھا" کی صداؤں سے گونج اُٹھا۔ اللہ اکبر! جب غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قافلہ گھوڑوں سمیت دریا میں دوڑ رہا تھا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ گھوڑے دریا پر نہیں بلکہ زمین پر دوڑ رہے ہیں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے پانی کی بجائے مٹی اُڑ رہی تھی۔

اللہ، اللہ تاریخ عرب میں اس دن کا نام یوم الماء رکھا گیا اس خارج از قیاس و عقل حالت کو

دیکھ کر ایرانی دیوان آمدند، دیوان آمدند (دیو آگئے، دیو آگئے) کہتے ہوئے جسطرف منہ آیا بھاگ کھڑے ہوئے جب آپ رضی اللہ عنہ مدائن میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا بے اختیار زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی جس کا ترجمہ یوں ہے کہ:

"وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے، چھوڑ گئے (یہ قصہ) اِس طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سارے مجاہدین کو جمع کر کے فرمایا کہ کیا کسی مجاہد کی کوئی چیز دریا میں گر تو نہیں گئی؟

سارے مجاہدین خاموش تھے ایک غریب مجاہد کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضور! میرا پانی پینے کا کٹورا دریا میں گر گیا ہے یہ سُن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ دریا کے قریب جا کر دریا کو مخاطب کرتے ہیں جیسے کوئی انسان دوسرے انسان کو مخاطب کرتا ہے، اے دریا! میرے ایک ساتھی کا پیالہ تیرے پاس ہے وہ پیالہ تو ہمارے حوالے کر دے۔

یہ معاملہ دیکھ کر سارے مجاہدین حیرت کرتے ہوں گے کہ آج ہمارے سپہ سالار کو کیا ہو گیا ہے؟ فطری بات ہے کہ اگر کوئی دریا کو حکم دے تو سب کو حیرت ہوگی کہ نہ اس کے کان ہیں نہ اس کی زبان ہے پھر بھی آواز لگاتے ہیں آخر کیا بات ہے؟

یکایک ایک موج نے پانی کا پیالہ باہر پھینک دیا سارے مجاہدین یہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور حیرت کی انتہا نہ رہی کسی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے عرض کی حضور! یہ دریا کب سے آپ کا حکم مانتا ہے؟

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا جواب دیا کہ ان کا جواب گرہ میں باندھنے کے لائق ہے آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اے جماعتِ مجاہدین! جس دن سے میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننا شروع کیا ہے یہ ساری کائنات میرا حکم مانتی ہے۔

مدائن سے جس قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا اس سے قبل کسی معرکہ میں نہ ہوا تھا کسی نے اپنے اشعار میں کیا خوب کہا ہے

املنا علی المدائن خیلا

بحرها من بلا من اریضاً

فانتشلنا خزائن المرکسریٰ

یوم ولو اوحاص مناجر یضاً

ترجمہ: ہم نے مدائن پر گھوڑوں کو جھکا دیا کہ مدائن کا دریا ان کا میدان کی طرح خوشنما تفریح کی جگہ تھی۔ پھر ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو نکال دیا۔ جب لوگوں نے پشت پھیری اور کسریٰ مغموم ہو کر ہم سے بھاگا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا شیر سے خطاب

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے حاکم تھے۔ سرکار اعظم ﷺ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو مکتوب گرامی دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ جنگل میں راستہ بھول گئے۔ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا اور آپ جانتے ہیں کہ شیر کا کام صرف انسان کو کھانا ہی ہے جوں ہی شیر حملے کے لئے سمٹنے لگا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے شیر! میں سرکار اعظم ﷺ! کا غلام ہوں، حملہ نہ کر۔ یہ جملہ سنتے ہی شیر کی ساری رعونت اور درندگی کافور ہو گئی اور وہ ایک سدھائے ہوئے کتے کی طرح الٹے پاؤں لوٹنے لگا اور پھر سیدھے راستے پر لگا کر واپس چلا گیا۔

(بحوالہ: الشفاء فضل، الایات فی ضروب الحیوانات)

یہاں میں ان لوگوں سے ایک سوال کروں گا جو یہ کہتے ہیں کہ توحید ہی سب کچھ ہے۔ سرکار اعظم ﷺ! سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا؟

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔ صحابی سے بڑھ کر توحید کو کون جان سکتا ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو غلام مصطفی ﷺ کہہ کر بتا گئے کہ اے مسلمانو! جس نبی ﷺ کا نام لینے سے مشکل دور ہو جائے، اس ذات پاک مصطفی ﷺ کی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر سے یہ کیوں نہ کہا کہ اے شیر مجھے چھوڑ دے، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں؟

بالفرض اگر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہہ دیتے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں تو ضرور شیر یوں کہتا کہ جناب عالی! میں نے آپ سے پہلے جتنے لوگوں کو کھایا، وہ کس کے بندے تھے، یقیناً وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔

اللہ، اللہ قربان جایئے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے جواب پر کہ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ میں سرکار اعظم ﷺ کا غلام ہوں، یہ ثابت کرتا ہے کہ حقیقت میں رب جل جلالہ کا بندہ وہی ہے جو سرکار اعظم ﷺ کا غلام ہے۔

یا عبدی کہہ کر آقا ﷺ نے ہمیں
اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو سچی غلامی پر انعام

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کا ایمان

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو ان کے من کی دنیا ہی بدل گئی، نور کے سانچے میں ایسے ڈھلے کہ فرشتوں کا بھی دیدار کرنے لگ گئے۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کے قریب سے گزرے۔ اس وقت آپ کسی اجنبی سے گفتگو میں مصروف تھے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسے نہ پہچانا اور سلام کئے بغیر پاس سے گزر گئے۔ مبادا گفتگو میں خلل پڑے۔ جب واپس آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا۔

تم نے ہمیں سلام کیوں نہیں کیا تھا؟

عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کسی شخص سے مصروف گفتگو تھے، میں نے بیچ میں دخل دینا مناسب نہ سمجھا، اس لئے خاموشی سے گزر گیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ عرض کی: ہاں فرمایا! وہ جبرائیل امین تھے، کہہ رہے تھے۔ اگر یہ سلام کرتا تو ہم بھی سلام کا جواب دیتے، یہ بہت نیک اور جوانمرد شخص ہے۔ عام معرکوں میں حصہ لے چکا ہے اور یہ انہی بہادروں میں سے ہے جو جنگ حنین میں استقلال کے ساتھ ڈٹے رہے تھے۔ ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی تھی۔ قدرت نے ان کی اولاد اور ان کے لئے جنت کا رزق مقدر فرما دیا ہے۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ دربار نبوی ﷺ میں باریاب ہوئے......

حضور ﷺ نے پوچھا: کیف اصبحت یا حارثہ

"آج تمہاری قلبی کیفیات اور روحانی واردات کا کیا عالم ہے؟ کن حالات میں صبح کی ہے؟

عرض کی: میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ مجھے یقین ہے کہ میں مومن برحق ہوں۔آپ نے پوچھا "ہر کسی کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو"

عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں دنیا اور اس کی خوشیوں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں۔رات بیداری میں اور دن روزے سے گزرتا ہے اور نگاہ کی تیزی اور دور بینی کا یہ عالم ہے۔

"کانی انظر الی عرش ربی بارزا و کانی انظر الی اھل الجنۃ یتزاورون فیھا والی اھل النار یتعاوون فیھا"

"گویا میں اپنے رب تعالیٰ کا عرش اعلانیہ دیکھ رہا ہوں اور جیسے اہل بہشت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے اور اہل دوزخ کو چیختے ہوئے دیکھ رہا ہوں"

حضور ﷺ نے فرمایا "ھذا عبد نور اللہ قلبہ" (مفتاح دار السعادہ:162)

"یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ پاک نے منور فرما دیا ہے"

جن کے غلاموں کی نگاہوں کا یہ عالم ہو تو ان کے آقا سرکار اعظم ﷺ کی بصیرت کا کیا عالم ہوگا۔

سرکار اعظم ﷺ کے غلام اور جنگل کے جانور

50ھ میں غلامان مصطفیٰ ﷺ افریقہ کے صحراؤں تک اسلام اور انسانیت کا پیغام لے کر پہنچ چکے تھے۔دس ہزار مجاہدین کا لشکر جب اس جگہ خیمہ زن ہوا، جہاں بعد میں قیروان کے نام سے ایک شہر آباد ہوا تو اس جگہ جنگل میں غلامان مصطفیٰ ﷺ کو ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔یہ جگہ خونخوار درندوں، خوفناک سانپوں اور جنگلی جانوروں کا مسکن تھی۔

حضرت عقبہ بن نافع جو امیر لشکر تھے، اس وقت کو خاطر میں لائے بغیر ایمانی قوت سے سرشار جنگل کے کنارے پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے ساکنان جنگل کو خطاب کیا جیسے کوئی انسانوں کو مخاطب کر رہا ہو۔

ایتھا الحیات والسباع انا اصحاب رسول اللہ نازلون ھنا. ارحلوا عنا ضمن و جلتاہ بعد ذالک قتلناہ (کامل ابن اثیر، جلد 3، ص 466)

اے سانپو اور درندو! ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے غلام ہیں اور غلامان مصطفیٰ ہو کر تم کو حکم دیتے ہیں کہ یہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جاؤ، کیونکہ ہم یہاں چھاؤنی بنانا چاہتے ہیں۔ آج کے بعد ہم نے کسی کو بھی دیکھ لیا تو قتل کر دیں گے۔

اس روز وہاں کے مقامی باشندوں نے بھی دیکھا، میری زبان میں یوں سمجھ لیں کہ غلامان مصطفیٰ ﷺ کا حکم سنا تھا کہ سانپ بھی جا رہا تھا، بچھو بھی جا رہا تھا، شیر بھی جا رہا تھا، زہریلے جانور بھی جا رہے تھے، یہاں تک کہ جانور اپنے بچے پشتوں پر لاد کر جنگل سے نکل رہے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل خالی ہو گیا۔ یہ حیرت انگیز اور عجیب منظر دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ اور جانوروں میں محبت

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا دور تاریخ کا سنہری باب ہے۔ آپ علیہ الرحمہ کے انصاف کے دور دور تک چرچے تھے۔ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عدل و انصاف کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ شیر جو کہ بکری کو دیکھتے ہی جھپٹتا ہے اور آناً فاناً میں بکری کو ہضم کر جاتا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے دور میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ میں پانی

پیتے تھے۔

آپ علیہ الرحمہ سے کسی نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! یہ شیر جو کہ بکری کا کام تمام کر دیتا ہے لیکن یہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے دور حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ میں پانی پیتے ہیں۔ اللہ اللہ! آپ علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دوستی کر لی ہے، ان جانوروں نے آپس میں دوستی کر لی ہے۔

اللہ اکبر! جب بندے کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جانوروں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کا محب بنا دیتا ہے۔ یہ وہ عظمت ہے جو صرف اور صرف سرکار اعظم ﷺ کی سچی غلامی سے نصیب ہوتی ہے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو انعام

مناقب الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ میں نقل کیا گیا ہے کہ تاجدار بغداد پیر لاثانی قطب ربانی حضرت سیدنا حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اپنے چند مریدین کے ساتھ عراق کے کردستانی علاقہ میں اسلام کی دعوت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ پوری بستی کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی اور ان کا مذہب عیسائیت تھا۔ طبیعت کے لحاظ سے بہت سخت قوم تھی۔ اسلام کا پیغام آنے کے باوجود سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی اس قوم کے لوگ عیسائیت پر قائم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو دعوت دی۔ آپ کی اس دعوت پر ان کا ایک پادری سامنے آیا۔ اور وہ اس قوم کا بہت بڑا عالم مانا جاتا تھا۔ وہ کچھ عرصہ بغداد شریف اور مصر میں بھی رہ چکا تھا۔ اس نے مسلمان علمائے کرام سے کچھ حدیثیں بھی سن رکھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کیا آپ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

ترجمہ: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم کو اس میں شک ہے؟ وہ کہنے لگا:

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ وہ ٹھوکر سے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔ اب اس حدیث کی رو سے آپ کے نبی ﷺ کی امت کے علمائے کرام میں سے آپ رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہذا بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہوئے۔ وہ تو ٹھوکر سے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو ہم تو جب جانیں کہ آپ بھی مردہ کو زندہ کر کے دکھائیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ ہمارے آقا ﷺ کی اُمت کے علمائے ربانین یعنی اولیاء اللہ کی شان یہی ہے۔ یہ تو کوئی مشکل بات نہیں، تم کون سے مردہ کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو؟

چنانچہ قریب ہی ایک قبرستان میں آپ ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک پرانی سی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس مردہ کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ اس قبر کے قریب تشریف لے گئے اور آپ نے اس قبر کو ٹھوکر مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''قم باذن اللہ'' یعنی ''اللہ کے حکم سے اٹھ''

فوراً ہی قبر شق ہوئی اور مردہ باہر سر نکال کر کھڑا ہو گیا اور آپ کی خدمت میں السلام علیکم عرض کرنے کے بعد کہنے لگا ''کیا قیامت آ گئی؟''

آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ تو صرف اس پادری کے استفسار کی بناء پر ایسا کیا گیا ہے۔ اب بتا تو کس کا آدمی ہے۔ وہ کہنے لگا۔

''میں حضرت سیدنا دانیال علیہ السلام کے وقت کا ہوں اور انہیں کے مذہب پر مجھے موت آئی۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبارک زمانہ سے بھی بہت پہلے کے دور سے تعلق رکھتا ہوں۔''

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو ہمارے دین پاک کی حدیث مبارک کے سلسلہ میں یہ

صداقت دکھائی تھی اور وہ حدیث غوث پاک نے ارشاد فرمائی۔ یہ سن کر اس نے عرض کی "یہ حدیث مبارک برحق ہے، دین اسلام حق ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اسی دین کی بشارت دیتے رہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا "اچھا تم واپس قبر میں چلے جاؤ، تمہیں قیامت تک وہیں رہنا ہے"

وہ قبر میں واپس چلا گیا اور قبر حکم الٰہی سے بند ہو گئی۔

آپ کی یہ شان کرامت دیکھ کر وہ پادری اور اس کی ساری قوم جو کئی لاکھ پر مشتمل تھی، علاوہ چند گھرانوں کے سب کی سب مسلمان ہو گئی اور یہ ایسی جنگجو قوم تھی کہ جس سے آس پاس کے مسلمان سلاطین بھی جنگ وجدل کے خطرات سے دوچار ہی رہتے تھے۔ فوجی طاقت کے ذریعہ اس قوم کو زیر کرنا آسان نہ تھا۔ عباسی حکمران بھی اسی قوم کے ہاتھوں تنگ تھے۔ مگر شہنشاہ بغداد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی کرامت نے انہیں اسلام کی صداقت کا ایسا عملی ثبوت دیا کہ وہ ساری کی ساری کئی لاکھ پر مشتمل نصرانی قوم حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔

قلب مردہ کو بھی ٹھوکر سے جلا دو مرشد رضی اللہ عنہ

تم نے ٹھوکر سے ہے مردوں کو جلایا یا غوث رضی اللہ عنہ

مصنف مناقب الغوث الاعظم مزید آگے فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اس قوم میں سے ایسے مجاہدین پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کے لئے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ ان میں سے ایک فاتح، مجاہد اسلام حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی کرد قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد بھی اسی دوران اپنی برادری کے ساتھ مسلمان ہو کر حضور غوث پاک سے بیعت ہوئے تھے اور بعد میں ملک شام کے زنگی سلاطین کے بہت بڑے فوجی جرنیل بنے۔

ایک بار بغداد معلی حاضر ہو کر اپنے دس سالہ بیٹے حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کو آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا اور عرض کی۔ یا حضرت! اس بچے کے سر پر اپنا نورانی ہاتھ رکھ دیں اور اس کے لئے دعا فرما دیں کہ یہ اسلام کا عظیم مجاہد اور فاتح بنے۔ چنانچہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بچے کے سر پر دست مبارک پھیرا۔ اور دعا فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ تاریخ عالم کی ایک عظیم نامور شخصیت ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے بہت بڑی اسلام کی فتح کرائے گا۔

چنانچہ پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی جو سلطان نور الدین زنگی کی افواج میں ترقی پا کر جرنیل بنے اور پھر صلیبی جنگوں کے دوران سلطان کی اچانک وفات کے بعد سلطان بنائے گئے اور پھر سلطان بن جانے کے بعد حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے، وہ تاریخ اسلام کا زرین باب ہیں۔

صلیبی جنگوں میں بیت المقدس کی تاریخی فتح انہی کے ہاتھوں ہوئی اور یورپ کے بڑے بڑے عیسائی بادشاہوں کا لشکر بھی ان کی مجاہدانہ شان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی نے جنگ میں سارے یورپ کو ہرا دیا اور یہ سب کچھ تاجدار بغداد حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی شان کرامت اور دعاؤں کا نتیجہ تھا اور اب بھی بغداد معلی کی پر نور فضاؤں سے آپ کا فیض پوری دنیا میں جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت دنیا میں آپ کا فیض جاری و ساری رہے گا۔

مزرع چشت و بخارا عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

یہی حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ جب بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے نکلے تو ان کے ساتھ جذبہ ایمانی اور جذبہ جہاد سے سرشار سترہ ہزار فوج تھی۔ جنگ سے ایک دن پہلے حضرت نے سترہ ہزار افواج سے خطاب کیا:

"اے مجاہدو! یہاں سے مصر بہت دور ہے مگر جنت قریب ہے۔ اگر اب بھی کسی کو مصر جانا

ہے تو وہ مصر چلا جائے اور جسے جہاد کرنا ہے، وہ ہمارے ساتھ چلے"

اللہ اللہ یہ سننا تھا کہ ساری کی ساری فوج نے حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کی آواز پر لبیک کہا۔

مسلمانوں کی جذبہ جہاد سے سرشار سترہ ہزار فوج نے یہودیوں کو جہنم رسید کیا۔ آخرکار مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کرلیا۔ یہ وہ بیت المقدس ہے جہاں سے سرکار اعظم ﷺ کا سفر معراج شروع ہوا۔

اسلامی تاریخ کے اعتبار سے سفر معراج کی شب رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہے اور اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی غلامی کی بدولت یہ انعام دیا کہ جس دن حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا، اس دن بھی رجب کے مہینے کی ستائیس تاریخ تھی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کی مچھلیوں پر حکومت

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے اور وسیع سلطنت کے مالک تھے۔ آپ کی بڑی ہی ٹھاٹھ کی زندگی تھی۔ جب آپ سوار ہوتے تھے تو آپ کے خدام چالیس ڈھالیں سونے کی اور چالیس گرز (ہتھوڑے) سونے کے آپ کے آگے اور پیچھے لے کر چلتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے شاہی بستر پر سو رہے تھے، آدھی رات کے وقت آپ کو چھت پر آہٹ محسوس ہوئی۔ آپ نے آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ میں اپنا اونٹ تلاش کررہا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اونٹ کا چھت پر کیا کام۔ کیا کبھی اونٹ چھت پر بھی ملا ہے؟ کسی نے جواب دیا "اے غافل! اطلسی لباس، نرم نرم بستر اور شاہی تخت پر خدا کو تلاش کرنا کون سی دانائی ہے؟ حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ

علیہ پر اس غیبی آواز کا بے حد اثر ہوا۔ دل چوٹ کھا کر رہ گیا۔

صبح جب آپ اپنے تخت شاہی پر بیٹھے اور دربار عام ہو رہا تھا تو ایک اجنبی دربار میں داخل ہوا۔ اس نوارد کا کچھ ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ اسے اندر داخل ہوتے ہوئے کوئی روک نہ سکا۔ یہ اجنبی جب دربار میں داخل ہوا تو کہنے لگا کہ یہ مسافر خانہ مجھے پسند نہیں! بادشاہ بولا کہ یہ مسافر خانہ کب ہے، یہ تو میرا محل ہے۔

اس اجنبی نے پوچھا کہ یہ بتائیے کہ آپ سے پہلے یہ محل کس کے پاس تھا؟ بادشاہ بولا، میرے والد صاحب کے پاس۔ اجنبی نے پوچھا، آپ کے والد صاحب سے پہلے یہ محل کس کے پاس تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا، میرے دادا جان کے پاس۔ اجنبی نے پوچھا، آپ کے دادا جان سے پہلے کس کے پاس تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا، میری دادا جان کے والد صاحب کے پاس۔ اجنبی نے کہا تو گویا آپ سے پہلے اس میں آپ کے والد رہتے تھے اور آپ کے والد سے پہلے آپ کے دادا اس میں رہتے تھے اور آپ کے دادا سے پہلے ان کے والد اس میں رہتے تھے۔ تو عالی جاہ! آپ خود ہی فرمایئے کہ مسافر خانہ اور کس کو کہتے ہیں؟ مسافر خانہ وہی تو ہوتا ہے جس میں ایک جائے اور دوسرا آئے۔ یہ کہہ کر وہ اجنبی باہر نکل گیا۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ وہ لرز گئے اور تخت سے اترے اور اس اجنبی کے پیچھے دوڑے۔ یہاں تک کہ اسے پالیا۔ اور اس سے دریافت کیا، آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں خضر علیہ السلام ہوں۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ان واقعات کا ایک گہرا اثر ہوا۔ اور دنیوی سلطنت کو خیرباد کہہ دیا۔

آپ نو سال تک ایک غار میں مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آسمان ولایت کے ایک درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا یہی واقعہ لکھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھے اپنے ہاتھ سے اپنا لباس سی رہے تھے کہ وہاں سے ایک امیر آدمی کا گزر ہوا، اس

امیر آدمی نے آپ کو جب اس حال میں دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے اپنا لباس سی رہے ہیں۔ تو دل میں کہنے لگا کہ انہوں نے سلطنت چھوڑ کر اس فقیری میں کیا حاصل کیا؟ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے اس خیال پر مطلع ہو گئے اور آپ نے جھٹ اپنے ہاتھ میں موجود سوئی دریا میں ڈال دی اور پھر بلند آواز سے نعرہ لگایا اور فرمایا ''اے مچھلیو! میری سوئی مجھے واپس لادو'' اس امیر نے جب یہ واقعہ دیکھا تو متعجب ہوا اور سوچنے لگا کہ اتنے بڑے دریا میں پھینکی ہوئی چھوٹی سی سوئی بھلا واپس کیسے مل سکتی ہے؟

مولانا روم فرماتے ہیں:

صد ہزاراں ماہیِ اللہ یے
سوزنِ زرز بر لب ہر ماہیے
رو برو آوُرند از دریائے حق
کر بگیر اے شیخ سوزن ہائے حق

یعنی ہزاروں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں ایک ایک سونے کی سوئی لئے ہوئے دریا سے باہر نکل آئیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ سونے کی سوئیاں نہیں چاہئیں۔ مجھے تو اپنی سوئی چاہئے۔ چنانچہ پھر ایک چھوٹی سی مچھلی اپنے منہ میں آپ کی سوئی پکڑے ہوئی لائی اور آپ کے آگے ڈال دی۔ اس امیر آدمی نے جب یہ کرامت دیکھ لی تو حیران رہ گیا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے اس امیر سے جو کچھ فرمایا، اس کو مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اپنے شعر میں فرماتے ہیں۔

رو برد کرد بگفتش اے امیر
ملک حق بہ یا چنیں ملک فقیر

آپ نے اس امیر کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ بتاؤ وہ حکومت اچھی تھی یا یہ حکومت؟ (تذکرۃ الاولیاء مثنوی شریف)

مطلب یہ کہ جب میں بادشاہ تھا تو صرف انسانوں پر حکومت کرتا تھا لیکن اب میری حکومت سمندر کی مچھلیوں پر بھی ہے۔ اب تو بتاؤ وہ حکومت اعلیٰ تھی یا یہ حکومت بہتر ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ اور بزرگ

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے کون ناواقف ہے۔ آپ ایک ولی کامل اور عاشق رسول بزرگ تھے۔ آپ کی ایمان افروز نصیحتیں جنہیں پڑھ کر مسلمانوں کے دلوں میں یاد الٰہی عزوجل اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے آگے چلتے ہوئے آپ نے دور سے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک نورانی چہرے والے بزرگ شیر کے اوپر سوار ہو کر تشریف لا رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک دُرہ ہے جس سے وہ شیر کو مارتے ہیں۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب وہ بزرگ میرے قریب آئے تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جسے میں چمڑے یا کپڑے کا دُرّہ سمجھ رہا تھا وہ دُرّہ نہیں بلکہ سانپ تھا۔ ان بزرگ نے سانپ کو ہاتھ میں لپیٹ کر رکھا تھا جو شیر کو مارنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ میں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ حضور! یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ شیر جنگل کا سب سے خطرناک چیر پھاڑ کرنے والا جانور اور سانپ سب سے زہریلا جانور جو ایک ڈنک مارے تو آدمی ہلاک ہو جائے۔ کیا آپ ان جانوروں سے نہیں ڈرتے؟

اللہ، اللہ، خوف خدا عزوجل ہو تو ایسا ہو، اطاعت رسول ﷺ ہو تو ایسی ہو۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اے سعدی! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ڈرتا ہوں۔ یہ سارے کے سارے جنگل کے جانور مجھ سے ڈرتے ہیں۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اے سعدی! تو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ڈرنا شروع کر دے۔ یہ کائنات پھر تجھ سے ڈرے گی۔

سرکار اعظم ﷺ نے منہ چوم لیا

حضرت امام سخاوی علیہ الرحمہ اور دیگر محدثین سے منقول ہے کہ حضرت محمد بن سعد علیہ الرحمہ سونے سے پہلے ایک مقررہ تعداد میں درود پاک پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک رات سرکار اعظم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے میرے گھر کو منور فرمایا ہے اور مجھ سے فرمارہے ہیں "اپنا منہ قریب کر جس سے تو مجھ پر درود بھیجا کرتا ہے تاکہ میں اس پر بوسہ دوں" فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی شرم آئی۔

میں اپنا منہ سرکار اعظم ﷺ کے دہن مبارک کے قریب کیسے کروں؟ پس میں اپنا رخسار (گال) آپ ﷺ کے منہ مبارک کے قریب لے گیا۔ آپ ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا سارا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور آٹھ دن تک معطر رہا اور میرے رخسار سے بھی آٹھ دن تک خوشبو آتی رہی۔ (بحوالہ: جذب القلوب)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو سرکار اعظم ﷺ کی غلامی پر ناز

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت عظیم المرتبت شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ہستی وہ عظیم ہستی ہے جنہوں نے اپنی پیاری عمر حضور ﷺ کی شان وعظمت کا ڈنکا بجانے میں گزار دی۔

آپ علیہ الرحمہ کا بچپن بھی بے مثال، آپ کی جوانی بھی بے مثال، آپ کا بڑھاپا بھی شیر

کی طرح تھا۔ جو حضور ﷺ کی غلامی میں ایسا غور کہ ہر آنے والے فتنوں کا قلع قمع کیا۔ آپ علیہ الرحمہ کی یہ شان تھی کہ اگر ایک سوال بھی کوئی حضور علیہ السلام کی ذات پر اٹھاتا، اس ایک سوال کے جواب میں آپ علیہ الرحمہ کتابوں کی کتابیں لکھ ڈالتے۔

آپ کی خدمات میں محبوب کریم ﷺ کی وہ نعتیں جو آدمی پڑھے تو اس کی آنکھوں سے عشق کے آنسو رواں ہو جائیں تو خود لکھنے والے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا کیا مقام ہوگا۔

آپ علیہ الرحمہ نے سینکڑوں نعتیں لکھیں، قرآن مجید فرقان حمید کا ترجمہ کنزالایمان کے نام سے فرمایا جو اپنے اندر عشق کا سمندر رکھتا ہے، آپ کے ہزاروں جوابات پر مبنی فتاویٰ رضویہ بھی ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار سے زائد تصانیف بھی علم کا سمندر ہیں۔

مگر اللہ اکبر، کبھی اپنے کلام پر ناز نہ کیا، کبھی ترجمہ قرآن پر ناز نہ کیا، کبھی فتاویٰ رضویہ لکھنے پر ناز نہ کیا، کبھی سینکڑوں کتابوں پر ناز نہ کیا۔ اگر ناز کیا تو صرف محبوب کریم ﷺ کی سچی غلامی پر کیا۔ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ ﷺ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

محبوب کریم ﷺ کی سچی غلامی ان کے عشق پر اس قدر ناز تھا کہ وہ عشق اور غلامی کو اپنی زندگی کا معیار سمجھتے تھے۔

دوسری جگہ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

مطلب یہ کہ حضور ﷺ کی غلامی اندھیری قبر کا چراغ ہے جو اسے اپناتا ہے، وہ قبر کو روشن کرتا ہے، اپنی عاقبت کو سنوارتا ہے، اپنا ٹھکانہ جنت بناتا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر انعام

شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا 14 محرم الحرام 1402ھ رات ایک بج کر چالیس منٹ پر بریلی شریف میں وصال ہوا۔ بعد وصال آپ کے چہرہ زیبا پر آثار تبسم تھے اور آپ حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کے ان دو اشعار کے مصداق تھے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو

ہمہ خنداں بودند تو گریاں

آں چناں زی کہ وقت رفتن تو

ہمہ گریاں بودند تو خنداں

ترجمہ: اے انسان! تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو سب ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا۔ لیکن وقت رخصت (موت) تیری شان یہ ہونی چاہئے کہ تو ہنس رہا ہو اور سب رو رہے ہوں۔

ہندوستان کے جلیل القدر محدثین مفسرین اور مشائخ اور اہل خانہ کی موجودگی میں حضور مفتی اعظم ہند کو غسل دیا جا رہا تھا۔ تمام ملبوسات اتار لئے گئے اور ایک چادر آپ کے جسم مبارک پر ڈال دی گئی۔ اچانک ہوا چلی اور جسم اطہر پر پڑی ہوئی چادر مبارک ہوا کی وجہ سے ہلنے لگی۔ قریب تھا کہ بے پردگی ہو جاتی۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی اور ہاتھ بتدریج اٹھا جس کو تمام حاضرین نے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمتہ

اللہ علیہ نے اس اڑنے اور کھسکنے والی چادر کو انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی کی گرفت میں لے لیا اور بتدریج ہاتھ مبارک نیچے آ گیا اور جسم مبارک پر چادر تن گئی اور آپ نے تا فراغت غسل چادر کو اپنے دست مبارک سے نہ چھوڑا۔ جب کفن زیب تن کرنے کا وقت آیا تو چادر دست پاک سے چھوڑ دی۔

(ماہنامہ ''استقامت'' کانپور، رجب المرجب 1403ھ مفتی اعظم ہند نمبر)

لمحہ فکریہ!

یہی وہ غلامی ہے کہ جسے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنایا تو انہوں نے ساری دنیا پر حکومت کی جسے بزرگان دین نے اپنایا تو انہوں نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔ دنیا پر حکومت کوئی بڑی بات نہیں، لوگوں پر حکومت کوئی بڑی بات نہیں، تخت و تاج کوئی بڑی بات نہیں، مال و دولت کوئی بڑی بات نہیں۔

اصل میں جو دولت ہے وہ حضور ﷺ کی سچی غلامی۔ یہ دولت جسے مل جائے، وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے، چاند و سورج پر حکومت کرتا ہے، ہواؤں پر حکومت کرتا ہے، سمندر کی مچھلیوں پر حکومت کرتا ہے، یہاں تک کہ ساری دنیا پھر اس کے تابع ہو جاتی ہے۔

مگر افسوس آج ہم نے حضور ﷺ کی غلامی کو پس پشت ڈال دیا۔ اسی لئے آج ہم پستی کا شکار ہو گئے۔ ہم روز بروز پستی کی طرف سجا رہے ہیں۔ ہماری عزت و شان ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ہم نے محبوب کریم ﷺ کی غلامی کو چھوڑ کر انگریزوں کے طریقوں کو اپنا لیا ہے۔ غیروں کے فیشن کو اپنا لیا ہے، ہمیں حضور ﷺ کی غلامی میں زندگی گزارنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ آج ہم نے حضور ﷺ سے رشتہ توڑ لیا۔ کل جو ہماری حضور ﷺ سے وابستگی تھی، آج وہ کمزور پڑ گئی ہے۔

آج کے والدین ایسے ہیں کہ اگر بچہ محبوب کریم ﷺ کے طریقوں کو اپنائے اور ان کی غلامی میں زندگی گزارے تو اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے اور اگر بچہ پینٹ شرٹ اور ٹائی باندھ کر آ جائے تو اسے کہتے ہیں کہ دیکھو آج ہمارا بیٹا کتنا ہوشیار لگتا ہے، ہمارا بیٹا پکا انگریز لگتا ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو آج اگر ہم نے اپنی حالت کو نہ سدھارا تو یہ ہماری اولاد گمراہ ہو جائے گی۔ کل ہمیں دھکے دے کر اپنے گھروں سے نکال دے گی۔ ہمیں بے وقوف سمجھے گی، اس لئے ہمیں اپنے اولادوں کو محبوب کریم ﷺ کی غلامی کی طرف رغبت دلانی ہوگی، یہی ہمارا ہتھیار ہے۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے پاس ایسی کون سی طاقت ہے کہ فتوحات کا تانتا باندھ رکھا ہے اور ہر کسی کو چیلنج کرتے ہیں کہ تو بھی آ جا، تو بھی آ جا؟ یعنی آج کل کی زبان میں یوں سمجھ لیں کہ وہ کون سا میزائل ہے، وہ کون سا ایٹم بم ہے کہ ہر سپر پاور کو چیلنج کیا ہوا ہے؟

اللہ، اللہ غلامی ہو تو ایسی ہو، اپنے آقا ﷺ کا غلام ہو تو ایسا ہو۔ ایسا عمدہ جواب دیا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو ایک پیغام دے دیا کہ اے کفار و مشرکین! ہماری طاقت کا راز سنو! ہماری طاقت کا راز یہ ہے کہ تمہارے بادشاہوں نے تمہیں زندگی سے محبت کرنا سکھایا ہے اور ہمارے محبوب کریم ﷺ نے ہمیں موت سے محبت کرنا سکھایا ہے اور جس شخص کو موت سے محبت ہو جائے، وہ ناقابل تسخیر انسان بن جاتا ہے۔

آج ہمیں زندگی سے محبت ہو گئی ہے؟ کیوں کہ ہم نے محبوب کریم ﷺ کی غلامی کو چھوڑ دیا ہے۔ آج ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے غلام ہیں مگر عمل بالکل نہیں اور دعویٰ بغیر دلیل کے بیکار ہو جاتا ہے۔

نمازیں ہم نے چھوڑ دیں، روزے ہم چھوڑتے ہیں، سنتوں پر عمل ہم نہیں کرتے، غیروں کے طریقوں اور فیشن کو ہم اپناتے ہیں پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے غلام ہیں۔

دوسری جانب ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا نے مسلمانوں کو حضور ﷺ کی غلامی سے دور کر دیا ہے۔ آج ہم اور ہماری بہنیں سب ان کاموں میں مبتلا ہیں۔ اس لئے گلی گلی بربادی نظر آ رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ میری جوان بیٹی فلاں لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔ میری بیٹی کی پسند سے شادی نہ کروائی، اس لئے اس نے زہر پی لیا، عورتوں کا لباس ایسا لگے کہ پہننا نہ پہننا برابر ہے۔ ہماری شرم وحیا کے جنازے نکل گئے۔ ہماری غیرت کا انتقال ہو گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم کسی اسلامی ملک میں نہیں بلکہ کسی انگریز ملک میں رہتے ہیں۔ جتنی تباہی انگریز نے سو سال میں نہیں مچائی، اس نے دس سالوں میں وی سی آر اور ڈش انٹینا کے ذریعے پھیلائی ہے، ہمارا نوجوان بھری جوانی میں بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اس کی جوانی برباد ہو گئی ہے۔ اسکی ذات آج شادی کے قابل بھی نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے خود کو برباد کر دیا۔

اے مسلمانو! آج انگریز کامیاب ہو گیا۔ یہود و نصاریٰ کامیاب ہو گئے۔ وہ آج آرام سے بیٹھے ہیں۔ مسلمانوں کو ان غلط چکروں میں ڈال کر وہ آرام سے سو رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ اب مسلمان خود بخود برباد ہو جائے گا۔ اسے کسی بندوق سے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اسے کسی ایٹم بم سے مارنے کی ضرورت ہیں۔ اسے کسی بھوک اور افلاس سے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے اندر شیطانی ہوس ڈال دو، اسے بے حیائی کے کاموں میں لگا کر حضور ﷺ سے وابستگی چھڑوا لو اور آج وہ کامیاب ہو گیا ہے۔

اے میرے بھائیو! اب بھی کچھ نہیں بگڑا، اب بھی وقت باقی ہے۔ کہیں وہ وقت نہ آ جائے کہ یہ لوگ ہم پر مسلط ہو جائیں، ہمیں اپنا غلام نہ بنا لیں، اگر اب بھی ہم نہ سدھرے تو بدمذہب ہماری داستان مٹا دیں گے کیونکہ ان کا مشن ہے کہ مسلمانوں کے جسم سے روح نکال دو۔ وہ روح حضور ﷺ کی سچی غلامی، ان سے عشق، ان سے سچی وابستگی ہے۔ وہ نکال دو، یہ بے جان ہو جائیں گے، یہ کھوکھلے ہو جائیں گے۔

آج پوری دنیا کے مسلمان بربادی کے دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ہمیں پوری دنیا میں مارا

جارہا ہے۔ پوری دنیا میں کاٹا جارہا ہے۔ کشمیر میں ہمیں مارا جارہا ہے، ہماری ماؤں، بہنوں کی بے حرمتی کی جارہی ہے۔ افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے، عراق کو لہولہان کیا جارہا ہے۔ چیچنیا میں ہم پر مظالم ڈھائے جارہے ہیں، فلسطین میں ہمارے نوجوانوں کو خون سے نہلایا جارہا ہے، مگر افسوس کہ ہم بدعملی کا شکار ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ کی غلامی چھوڑنے کی وجہ سے ہم پر یہ وقت آپہنچا۔

مسلمانو! آج سے ہم سب مل کر عہد کریں کہ زندگی گزرے گی تو فقط محبوب کریم ﷺ کی غلامی میں اور سر کٹائیں گے تو وہ بھی حضور ﷺ کی غلامی میں کٹائیں گے۔

ہم اپنی غلامی کو سنتوں پر عمل کر کے ثابت کریں۔ ہمارا لباس حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہونا چاہئے، ہمیں اپنا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا سب کا سب سنت رسول ﷺ کے مطابق کرنا ہوگا تو وہ وقت آئے گا کہ جب ہم گزریں گے تو لوگ کہیں گے دیکھو! محبوب ﷺ کا غلام جارہا ہے، ہماری کھوئی ہوئی عزت دوبارہ لوٹ آئے گی۔ ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا بدعملی والے کام سب کے سب ہمیں چھوڑنے ہوں گے اور ہر فرض اور واجب کو پابندی سے ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل ہم سب کو گناہوں سے بچا کر اپنے حبیب ﷺ کی غلامی میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کو بھی یہ دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیب سید المرسلین ﷺ

میں غلام مصطفی ﷺ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آگیا پسینہ

سترہواں باب

نبی پاک ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، اور صالحین رحمہم اللہ نے دین کی سربلندی کے لئے باطل قوتوں کے سامنے کلمۃ الحق بلند کیا، ان کے واقعات پر مبنی تحریر

خاصانِ خدا

اور

کلمۃ الحق

فہرست مضامین

نگاہ ولی علیہ الرحمہ میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

عرصہ دراز سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ جب کبھی ظلم نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے ظلم کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور جب بھی شریعت کے خلاف کام ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے کلمۃ الحق بلند کیا۔ چاہے وہ قید خانہ ہو یا بادشاہوں کے محلات ہوں، ہر جگہ بہادری و ایمانی طاقت کے ساتھ بادشاہوں اور عام مسلمانوں کی اصلاح کی۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خلاف شریعت کام میں بادشاہوں اور مالداروں کی ہاں میں ہاں نہ ملائی بلکہ بھرے درباروں میں ان کی پکڑ کی۔

ان خاصان خدا کو کبھی اپنی موت کا خوف نہ رہتا تھا اور کیوں ہو جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ڈرتا ہو، ان کی محبتوں کو سینوں میں سجاتا ہو، ان کو کہاں پھر دنیاوی حکمرانوں کا خوف ہو سکتا ہے۔

جب یہ خاصان خدا اپنے سروں پر حضور علیہ السلام کی سنت عمامہ، چہروں پر داڑھی شریف اور جسم پر محبوب ﷺ کی سنتوں بھرا لباس زیب تن کر کے جب بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے تو بڑی بڑی طاقتوں اور رعب و دبدبے کے مالک کانپ اٹھتے تھے۔ یہ سب محبوب کریم ﷺ کی سچی غلامی کا نتیجہ ہے۔

زیر نظر کتاب انہی خاصان خدا کی شان و عظمت پر مبنی ہے جنہوں نے کلمۃ الحق بلند کرنے کے لئے اپنی جان و مال اور اولاد تک کو قربان کر دیا مگر حق بات پر ڈٹے رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب جب ظلم کی آندھیاں چلیں اور اسلام کو مٹانے کی ناپاک سازشیں ہوئیں، تو خاصان خدا اٹھے اور دین اسلام کو بچا لیا اور علی الاعلان کلمۃ الحق بلند کیا جن کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

سرکارِ اعظم ﷺ اور کلمۃ الحق

اے میرے مسلمان بھائیو! حضور ﷺ کا اسوہ حسنہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ جب عرب ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت، بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے خوفناک سمندر میں غرق ہورہی تھی اور ہر طرف سیاہ کاریوں کے بادل گناہ اور پاپ کی موسلادھار بارش برسا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے، اللہ تعالیٰ کے باغی اور اس قدر سرکش ہوچکے تھے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی بربریت کے شروفساد سے لرزہ براندام ہورہا تھا۔ کوئی حق کو سننے، حق کو دیکھنے، حق کو سوچنے کا بھی روادار نہیں تھا۔

حضور ﷺ کے عزم مصمم پر غور کریں کہ ایسے پرآشوب ماحول اور اتنے حوصلہ شکن حالات میں بھی حق کی دعوت کا پرچم بلند کیا۔ تمام عزیز واقارب بلکہ گھر والوں تک نے بھی آپ ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ آپ ﷺ کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ ﷺ کو شعب ابی طالب کی تنگ وتاریک گھاٹی میں محصور کردیا گیا۔ یہاں تک کہ اہل مکہ نے دانہ پانی بند کرکے اپنی دانست میں ہر طرح مجبور کردیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے مشفق وشفیق چچا ابوطالب کے قدم بھی ڈگمگانے لگے اور انہوں نے بھی اپنی قوم کی دھمکیوں سے مرعوب وخائف ہوکر ایک دن یہ کہہ دیا۔

اے میرے بھتیجے ﷺ! تم برائے کرم مجھ بوڑھے چچا کی سفید داڑھی پر رحم کھاؤ اور چند دنوں کے لئے تبلیغ حق بند کردو، ورنہ میں پورے ملک عرب کے علم بغاوت بلند کردینے کی تاب نہیں لاسکتا۔

ایسے حوصلہ شکن حالات میں بھی حضور ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ استقامت کے ساتھ اپنے چچا کو جواب دیا کہ اے میرے چچا! اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر وہ لوگ میرے سیدھے ہاتھ میں سورج اور الٹے ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں جب بھی میں اس کام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ اسے (یعنی اسلام کو) غالب کر دے یا میں اس کام میں اپنی جان دے دوں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور مدینے کا گورنر

مدینہ منورہ کا اموی گورنر مروان بن الحکم روضہ رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص قبر انور سے چمٹا ہوا پڑا ہے۔ مروان نے اس کی گردن پکڑ کر اٹھایا اور کہا کہ اے شخص! تجھے کچھ خبر ہے؟ تو کیا کر رہا ہے؟ تو اس شخص نے سر اٹھا کر جواب دیا کہ ہاں! میں خوب جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اے مروان! میں مٹی اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔

اے مروان! جب پرہیزگار لوگ حاکم بنیں تو رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن جب نااہل دین کے والی بنیں تو رونا چاہئے۔ مروان یہ گرما گرم کلمۂ حق سن کر خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ حضرت مطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ جنہوں نے مروان گورنر کو جھنجھوڑ کر ڈانٹ دیا۔ یہ جلیل القدر صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ (وفاء الوفاء)

امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جب یزید تختِ حکومت پر متمکن ہوا تو اس نے لوگوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ شراب عام ہوگئی اور طرح طرح کے گناہ سرعام ہونے لگے۔

ایسے پرفتن اور بھیانک دور میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کلمۃ الحق بلند کیا اور یزید کو بہت سمجھایا کہ وہ اس طرح کی شرمناک حرکتوں سے باز آجائے مگر وہ نہ مانا۔

یہاں تک کہ جب اس نے زبردستی لوگوں سے اپنی بیعت لینا شروع کی تو حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اس کی مخالفت کی اور علی الاعلان اس کے خلاف آواز حق بلند کی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ کے رفقاء اور گھر والوں کو تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایک کر کے سارے رفقاء کو شہید کر دیا گیا مگر آپ کلمۃ الحق سے نہ ہٹے۔ رفقاء کے بعد آپ کے خاندان والوں کو یہاں تک کہ شیر خوار صاحبزادے کو بھی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا مگر حق بات سے پیچھے نہ ہٹے۔ آخر کار اپنی گردن کٹا دی۔

مگر ظلم کے آگے سر نہ جھکایا اور گھوڑے سے نیچے تشریف لائے، اس شان سے کہ ساری اُمت مسلمہ کو اٹھا لیا۔ یزید کا غرور خاک میں ملا دیا اور آنے والے مسلمانوں کو یہ سمجھا گئے کہ حق کی خاطر کٹ جانا مگر جھکنا نہیں کیونکہ جو سر حق کے لئے کٹتا ہے، وہ بلند ہو جاتا ہے اور جو باطل کے سامنے جھکتا ہے، وہ مٹ جاتا ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ حجاج کے سامنے

جہاں حق گوئی کی بات آتی ہے، وہاں ایک مبارک نام حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے جنہوں نے ظالم کے سامنے حق گوئی سے کام لے کر تاریخ میں ایک باب رقم کیا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو مکہ کے گورنر خالد بن عبداللہ نے گرفتار کیا پھر بھی وہ حق کا پرچم بلند کرنے سے باز نہ آئے تو انہیں حجاج بن یوسف کے پاس کوفہ لے جایا گیا۔ حجاج نے ان سے کافی بحث و مباحثہ کیا اور آخری میں حجاج نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے کہا:

حجاج نے کہا میرے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حجاج وہ ظالم بادشاہ ہے جس کے ظلم کا یہ حال تھا کہ وہ اس طرح کہتا تھا کہ دائیں دروازے سے باہر نکلنا۔ اگر بائیں دروازے سے باہر

نکلے تو تمہاری گردن اڑانا مجھ پر حلال ہوگی۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن ساری قوموں کے ظالم پیش کئے جائیں اور اُمت مسلمہ حجاج بن یوسف کو پیش کرے تو یہ ایک سب پر سبقت لے جائے گا۔ اس بات سے اس کے ظلم کا اندازہ لگایئے۔

حجاج نے کہا پھر بھی......

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ کتاب اللہ کی نافرمانی تمہارا دستور زندگی بن چکا ہے۔ اپنے نفس کے اشارے پر تم وہ کام کرتے ہو جس سے تمہاری ہیبت اور دبدبہ قائم ہو اور یہ بات تمہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔

حجاج نے کہا اے سعید! تم پر افسوس ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس پر افسوس جو جنت سے محروم کر کے دوزخ میں ڈال دیا گیا ہو۔

حجاج کے حکم پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے سامنے مال و جواہرات کا انبار لگا دیا جاتا ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ مال دیکھ کر فرمانے لگے کہ اگر تم نے یہ مال و جواہرات اس لئے جمع کئے ہیں کہ انہیں فدیہ میں دے کر روز قیامت اپنے کئے سے چھٹکارا پاسکوں تو اچھی بات ورگرنہ اتنا دہشت ناک دن ہوگا کہ دودھ پلانے والی ماں شیر خوار بچے کو بھول جائے گی۔

حجاج نے عود جلانے اور بانسری بجائے جانے کا حکم دیا اور کہا تم نے کبھی تفریح کا سامان دیکھا ہے؟

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نغمۂ ماتم ہے۔ بانسری کی آواز نے اس آنے والے دن کی یاد دلا دی جب صور پھونکا جائے گا اور عود ایک کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے جو ہوسکتا ہے کہ ناحق کاٹی گئی ہو اور اس کے تار ان بکریوں کے پٹھوں سے بنائے گئے ہیں جو ان کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

حجاج غصہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہیں اسی طرح قتل کروں گا کہ آج تک میں نے نہ کسی کو قتل کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میری دنیا بگاڑو گے، میں تمہاری آخرت برباد کردوں گا۔

حجاج کہتا ہے کہ سعید! اپنے لئے موت کی جو صورت چاہو، پسند کرلو۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حجاج آخرت میں پانے کے لئے قتل کی جو صورت پسند ہے، وہی اختیار کرلو۔

حجاج کہتا ہے کہ تو کیا چاہتا ہے کہ میں تمہیں معاف کردوں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تو مجھے معاف کردے گا تو یہ معافی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوگی۔ تم تو بہر حال نہ اس سے بری الذمہ ہو گے اور نہ کوئی تمہارا انصاف قابل قبول ہوگا۔

حجاج حکم دیتا ہے کہ اسے لے جاؤ اور قتل کردو۔ یہ سن کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ ہنس پڑتے ہیں۔ حجاج کہتا ہے کہ تم کس بات پر ہنسے؟

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ..... اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری جسارت اور تمہارے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا حکم دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ قتل ہونے سے پہلے حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا کہ اے حجاج! اب قیامت کے دن تم سے ملاقات ہوگی اور پھر حضرت سعید رضی اللہ عنہ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔

اے اللہ تبارک و تعالیٰ! میرے قتل کے بعد ظالم حجاج کو کسی شخص کے قتل پر قدرت نہ دینا۔

پھر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے سر کو تن سے جدا کر دیا گیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا مبارک خون اس طرح اڑا کہ حجاج کے دربار کی دیواروں کو رنگین کر دیا۔ حجاج کے دربار میں بڑے بڑے ماہرین بیٹھے تھے۔ ماہرین نے کہا کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا اس طرح خون اڑنا ثابت کرتا ہے کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو موت کا بالکل ڈر نہ تھا بلکہ وہ موت سے محبت کرتے

تھے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کی شہادت کے بعد حجاج کسی کو بھی قتل نہ کر سکا اور وہ سخت بیمار ہوا۔ رات دن پریشان رہتا، راتوں کو نیند نہیں آتی تھی۔ دن کو چین نہیں آتا تھا، اسے صرف حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا نورانی اور مبارک چاند سا چہرہ نظر آتا تھا اور وہ روتا رہتا تھا اور یہ کہتا رہتا تھا کہ میں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا؟ اس نے میرا کیا بگاڑا تھا۔ اس کا کیا قصور تھا؟

اس کشمکش میں بالآخر یہ ظالم بادشاہ جس کا نام حجاج بن یوسف تھا، مر گیا۔

ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا خلیفہ وقت کو دوٹوک جواب

خلیفہ منصور نے ایک بار دوسرے علماء کرام کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا اور پوچھا۔

یہ حکومت جو اللہ تعالیٰ نے اس امت میں مجھے عطا کی ہے، اس کے متعلق آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کیا میں اس کا اہل ہوں؟

کروڑوں حنفیوں کے امام، امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اپنے دین کی خاطر راہ راست تلاش کرنے والا غصے سے دور رہتا ہے۔ اگر آپ اپنے ضمیر کو ٹٹولیں اور اپنے ضمیر سے سوال کریں تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں بلایا ہے بلکہ آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے ڈر سے آپ کی منشاء کے مطابق بات کہیں اور عوام کے علم میں

آ جائے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ اس طرح خلیفہ بنے ہیں کہ آپ کی خلافت پر اہل فتویٰ میں سے دو آدمیوں کا اجماع بھی نہیں ہوا۔

جب امام اعظم رضی اللہ عنہ گھر واپس چلے آئے تو خلیفہ منصور نے اپنے وزیر ربیع کو ایک تھیلا درہم دے کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دینا اور اگر وہ قبول کر لیں تو ان کی گردن کاٹ دینا اور اگر قبول نہ کریں تو چھوڑ دینا۔

جب ربیع، امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس درہم کا تھیلا لے کر پہنچا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا جملہ سن کر دیکھتا رہ گیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ربیع سے فرمایا کہ خواہ میری گردن بھی کیوں نہ ماردی جائے، میں تو اس مال کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔

اسی طرح ایک دوسرے عالم حضرت ابن ابی ذئب علیہ الرحمہ کے پاس جب ربیع پہنچا تو انہوں نے کہا کہ اس مال کو خود میں منصور کے لئے حلال نہیں سمجھتا، تو اپنے لئے کیسے حلال سمجھوں؟

امام اعظم رضی اللہ عنہ اور خلیفہ منصور

ایک بار خلیفہ منصور نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میرے تحفے کو کیوں قبول نہیں فرماتے؟ اللہ، اللہ امام ہو تو ایسا ہو، مجاہد ہو تو ایسا ہو، کلمۃ الحق بلند کرنے والا ہو تو ایسا ہو۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

آپ نے اپنے مال میں سے مجھے کب تحفہ دیا تھا کہ میں نے اسے قبول نہ کیا ہو۔ آپ نے تو مسلمانوں کے بیت المال میں سے مجھے تحفہ دیا، اس مال میں سے تحفہ دیا جس پر صرف مسلمانوں کا حق ہے جو کہ صرف اور صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے مال میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔ میں نہ ان کے دفاع کے لئے لڑنے والا ہوں کہ ایک سپاہی کا حصہ پاؤں نہ ان کے بچوں میں سے ہوں کہ بچوں کا حصہ مجھے ملے اور نہ فقیروں میں سے

ہوں کہ جو کچھ فقیر کو ملنا چاہئے، وہ مجھے ملے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو عہدے کی پیشکش

خلیفہ منصور کے دور حکومت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بار بار قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا۔ یہاں تک کہ سلطنت عباسیہ کے قاضی القضاء (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا گیا، لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ اس کو ٹالتے رہے۔

ایک مرتبہ بڑے نرم انداز میں معذرت کرتے ہوئے کہا "قاضی بننے کے لئے وہی شخص موزوں ہوسکتا ہے جو اتنی ہمت رکھتا ہو کہ آپ پر اور آپ کی اولادوں اور سپہ سالاروں پر قانون نافذ کر سکے، مجھ میں یہ ہمت نہیں ہے مجھے تو جب آپ بلاتے ہیں تو واپس نکل کر ہی میری جان میں جان آتی ہے۔

ایک دوسرے موقع پر خلیفہ منصور نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو قاضی کے عہدے کو قبول کرنے پر مجبور کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس قابل نہیں کہ قاضی کے عہدے پر فائز ہوسکوں۔

یہ سن کر خلیفہ منصور کہنے لگا کہ اے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ منصور صاحب فیصلہ آپ نے ہی کر دیا کہ میں جھوٹا ہوں اور جھوٹا شخص قاضی کے عہدے پر فائز ہونے کے لائق نہیں ہوتا۔

خلیفہ منصور نے کہا کہ میں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ میں تمہیں قاضی بنا کر ہی رہوں گا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ میں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ میں قاضی کا عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

اللہ اللہ، کیا شان ہمارے امام کی، بادشاہ کی قسم کے آگے اپنی قسم کھا رہے ہیں۔ یہی شان

ہے ایک مردِ حق کی۔ اصل میں بادشاہت یہی ہے۔

ایک بار انکار پر کروڑوں حنفیوں کے امام، امام اعظم رضی اللہ عنہ کو تیس کوڑے مارے گئے۔ یہاں تک کہ امام صاحب کا جسم مبارک لہولہان ہوگیا۔ خلیفہ منصور کے چچا عبدالصمد بن علی نے اس کو سخت ملامت کی۔ یہ تم نے کیا کیا۔ اپنے اوپر ایک لاکھ تلواریں کھنچوالیں۔ یہ عراق کا امام ہے۔ بلکہ تمام اہل مشرق کا امام ہے۔

خلیفہ منصور نے نادم ہوکر فی تازیانہ ایک ہزار درہم کے حساب سے تیس ہزار درہم امام اعظم علیہ الرحمہ کو بھجوائے لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لینے سے انکار کردیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اگر آپ اپنے لئے نہیں تو اِسے لے کر خیرات کردیجئے۔

امام صاحب نے جواب دیا کہ کیا خلیفہ کے پاس کوئی مال حلال بھی ہے؟ ان تمام باتوں سے جب خلیفہ منصور کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص میرے کسی سنہرے پنجرے میں بند ہونے کے لئے تیار نہیں، اس پر میرا بس نہیں چل سکتا تو منصور انتقام پر اتر آیا۔ امام صاحب کو کوڑوں سے پٹوایا، جیل میں قید کردیا، کھانے پینے کی سخت تکلیفیں دیں، پھر ایک مکان میں نظر بند کردیا اور منصور نے ظلم کی انتہا کردی۔ آپ کو زبردستی زہر دیا گیا۔

خلیفہ اور اس کی حکومت کی جانب سے پے در پے تکلیفیں سہتے سہتے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آ گیا تو انہوں نے وصیت کی کہ بغداد کے اس حصے میں انہیں دفن کیا جائے، جسے خلیفہ منصور نے شہر بسانے کے لئے لوگوں کی ملکیت پر قبضہ کرلیا تھا۔

منصور نے جب اس وصیت کا حال سنا تو چیخ اٹھا، ابوحنیفہ! زندگی اور موت میں تیری پکڑ سے مجھے کون بچائے۔

آخرکار اس آخری وصیت کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کو زبردستی قید خانے میں زہر دیا گیا جس کے پینے سے آپ کا وصال ہوا۔

آہ! آپ کے وصال پر زمین آسمان، جن وانس اور در و دیوار روتے ہوں گے کہ آج علم کا

سمندر چلا گیا۔ آج جہالت سے نکال کر علم کے سفر کی طرف قوم کو لانے والا کروڑوں مسلمانوں کا امام چلا گیا۔ آہ! آج منصور نے علم کے چراغ کو بجھا دیا۔ علم کی دنیا اندھیری کر دی۔

آپ کے وصال کے بعد ایک چھوٹی بچی اپنے والد سے پوچھنے لگی جو کہ امام صاحب کی مسجد کے ساتھ والے مکان میں رہتی تھی، کہنے لگی کہ بابا جان! مسجد کے اندر ایک ستون تھا، وہ ستون کہاں گیا؟ یہ سن کر وہ شخص رو پڑا اور کہنے لگا۔ اے میری بیٹی! وہ ستون نہیں تھا، وہ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ تھے جو ساری ساری رات قیام میں کھڑے رہتے تھے، آج ان کا وصال ہو گیا۔

امام مالک علیہ الرحمہ اور گورنر

عباسیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر 135ھ میں محمد نفس ذکیہ نے مدینہ میں بغاوت کا علم بلند کیا۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے بھی حمایت کی، لوگوں نے کہا کہ ہم نے منصور کی بیعت کی ہے۔ ہمیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ منصور نے خلافت کے لئے جبراً بیعت لی ہے اور جو کام جبراً کیا جائے، شریعت میں اس کا اعتبار نہیں۔ اگر جبراً کسی سے طلاق دلوائی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی (طلاق کے معاملہ میں یہ امام مالک کا مسلک ہے) خلیفہ منصور کا چچازاد بھائی جعفر مدینہ کا گورنر تھا۔ اس نے مردِ مجاہد امام مالک علیہ الرحمہ کو دھمکایا کہ طلاق جبری کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں۔ جعفر نے ایک شیر کو دھمکایا تھا ایک مجاہد کو دھمکایا تھا۔ امام مالک علیہ الرحمہ بدستور اسی پر فتویٰ دیتے رہے۔

آخر کار امام مالک علیہ الرحمہ کو گرفتار کر کے ہاتھوں اور پاؤں مبارک میں زنجیر ڈال کر گورنر کے پاس لایا گیا۔ جعفر نے ستر کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے پھول سے بھی نرم ونازک اور مبارک جسم سے کپڑے اتروا کر بڑی بے دردی سے کوڑے مارے گئے۔ آپ کی

پیٹھ مبارک لہولہان ہوگئی۔ دونوں مونڈھے اتر گئے۔ مگر اللہ اکبر، اس مردِ حق کا جذبہ کہ ہر کوڑے کی ضرب پر آپ بلند آواز سے کہتے جاتے، جبری طلاق، طلاق نہیں ہے

جب کوڑوں کی سزا سے جعفر کی تسلی نہ ہوئی تو امام مالک علیہ الرحمہ کو اونٹ پر بٹھا کر شہر میں گھمایا گیا۔ امام مالک کو زخمی حالت میں اونٹ میں بٹھایا گیا اور پھر شہر کے بازاروں میں گھمایا گیا، آپ بازاروں سے گزر رہے تھے اور بلند آواز سے کہتے جاتے تھے۔

اللہ اللہ، لاکھوں دلوں کی دھڑکن، جس کے چہرے کے دیدار کو ہر آنکھ ترستی ہے، وہ امام آج یہ کہہ رہے ہیں کہ جو مجھ کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا، وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ طلاق جبری درست نہیں۔

یہ دیکھ کر ہزاروں افراد کی چیخیں نکل گئیں کہ اتنے بڑے امام اور اس قدر صبر و استقامت۔ اس کے بعد خون آلود کپڑوں کے ساتھ آپ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے، خون صاف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ منصور کو جب یہ معلوم ہوا تو جعفر کو گورنری کے عہدے سے ہٹا دیا۔ امام مالک علیہ الرحمہ سے معافی مانگی اور کہا میں جعفر کو سزا دوں گا۔

لیکن اللہ اکبر! مرد کامل نے جعفر کو سزا دینے سے منع کر دیا اور فرمایا انتقام کی حاجت نہیں، مجھے بدلہ نہیں لینا۔ میں جعفر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی خاطر معاف کرتا ہوں۔

امام مالک علیہ الرحمہ اور خلیفہ بغداد

وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت علامہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ بغداد منصور مسجد نبوی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوا اور سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی آواز کچھ بلند ہوگئی تو حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ اے منصور! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (پ 26، ع 13)

اے خلیفہ منصور! حضور علیہ السلام کا ادب و احترام آج بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ظاہری حیات مبارکہ میں تھا۔ اس لئے روضہ رسول ﷺ کے پاس خبردار ہرگز بلند آواز سے گفتگو مت کرنا۔ امام مالک علیہ الرحمہ کی ڈانٹ سن کر خلیفہ منصور بالکل خاموش ہو گیا پھر نہایت ہی پست آواز سے عرض کیا۔ عالیجاہ! میں حضور ﷺ کے دربار میں سلام عرض کر چکا۔ کیا اب میں روضۂ انور کی طرف اپنا رخ کر کے دعا کروں؟ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے جواب دیا۔ تم اپنا چہرہ حضور ﷺ سے کیوں اور کس طرح پھیرو گے؟ جبکہ وہ بارگاہ خدا عزوجل میں تمہارا اور تمہارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔ تم حضور ﷺ کی طرف ہی منہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بناؤ تو اللہ تعالیٰ، حضور علیہ السلام کے وسیلے سے تمہاری دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو یاد رکھو۔

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے محبوب ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور (آپ رسول اللہ ﷺ) بھی سفارش فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت معاف کرنے والا مہربان پائیں۔ (پ 5، ع 6)

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ اور خلیفہ مقتفی

خلیفہ مقتفی نے ایک ظالم شخص یحییٰ بن سعید کو بغداد کے قاضی کے عہدے پر متعین کیا تھا۔ لوگ اس ظالم قاضی کو ابن المزاحم کے نام سے یاد کرتے تھے۔

ایک بار ایک مسجد میں قطب ربانی ولیوں کے سردار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ جلوہ افروز تھے۔ مسجد میں آپ کی جلوہ گری سے چار چاند لگ گئے تھے۔ ہر طرف سے ولایت کی خوشبو آ رہی تھی۔ آپ بیان فرما رہے تھے، لوگوں پر خوف خدا کی کیفیت طاری تھی۔ لوگ دھاڑے مار مار کر رو رہے تھے۔ خلیفہ وقت مقتفی بھی مسجد میں حاضر تھا۔ موقع دیکھ کر سرکار غوث اعظم علیہ الرحمہ نے دوران بیان خلیفہ وقت کا محاسبہ کیا اور یحییٰ بن سعید جیسے شخص کو قاضی کے عہدے کے لئے نامزدگی پر سخت گرفت کی اور آخر میں خلیفہ کا نام لے کر جلالت کی حالت میں ارشاد فرمایا:

اے مقتفی! تو نے مسلمانوں پر ایسے شخص کو مسلط کر دیا ہے جو سب سے بڑا ظالم ہے۔ کل اپنے پروردگار عالم جل جلالہ کے سامنے اس زیادتی کا کیا جواب دے گا؟ اس وقت تو کیا کرے گا؟ اپنے رب جل جلالہ کا سامنا کیسے کرے گا جو ارحم الراحمین ہے۔

مقتفی ان باتوں کو سن کر کانپ اٹھا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور سخت نادم ہوا۔ فوراً توبہ کی، اسی وقت یحییٰ بن سعید جیسے ظالم قاضی کو عہدے سے ہٹا دیا۔

خلیفہ بغداد اور قاضی سوار علیہ الرحمہ

خلیفہ بغداد منصور کے دور حکومت میں حضرت قاضی سوار بن عبداللہ علیہ الرحمہ بصرہ کے قاضی تھے۔ کچھ لوگوں نے دربار خلافت میں چغلی کھائی کہ قاضی صاحب لوگوں کی شخصیت سے متاثر ہو کر اور منہ دیکھ کر فیصلہ دیا کرتے ہیں۔

خلیفہ منصور نے آپ کو دربار خلافت میں جواب دہی کے لئے طلب کیا۔ قاضی صاحب جیسے ہی دربار میں منصور کے سامنے کھڑے ہوئے۔ منصور کو ایک دم چھینک آ گئی، قاضی صاحب نے منصور کی چھینک پر یرحمک اللہ نہیں کہا۔

یاد رکھئے! کہ جب بھی کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمدللہ کہے اور الحمدللہ سننے والے پر واجب ہے کہ وہ چھینک کا جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ جواب میں یرحمک اللہ نہ کہنے والا گنہ گار ہوگا۔

خلیفہ منصور نے ناراض ہو کر پوچھا کہ آپ نے میری چھینک پر یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا؟

اللہ اللہ، جرأت ہو تو ایسی ہو، حق کہنے والا ہو تو ایسا ہو۔ مردِ حق ہو تو ایسا ہو، نہ کسی کا ڈر، نہ بادشاہ کے دربار میں گستاخی کا ڈر۔ قاضی سوار بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے برجستہ جواب دیا۔ اس لئے نہیں کہ آپ نے الحمدللہ نہیں کہا تھا۔ خلیفہ منصور نے کہا کہ میں نے دل میں الحمدللہ کہہ لیا تھا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ (بس سمجھ لو کہ) میں نے بھی دل میں یرحمک اللہ کہہ دیا تھا۔

خلیفہ منصور حضرت قاضی سوار بن عبداللہ علیہ الرحمہ کی بے خوفی اور حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوا اور کہا کہ آپ جائیں اور اپنے عہدہ پر برقرار رہئے۔ جب آپ مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے اور میری ہاں میں ہاں نہیں ملائی تو پھر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی شخصیت سے مرعوب نہیں ہو سکتے اور ہرگز ہرگز کسی کا منہ دیکھ کر کسی کے دباؤ سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ اور محمود غزنوی علیہ الرحمہ

مجاہدوں کے شہنشاہ ہندوستان کے بادشاہ حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کو تاریخ شہنشاہ اور سلطان کے نام سے یاد کرتی ہے۔ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ خود ایک اللہ والے انسان تھے۔ پنج گانہ نمازوں کے ساتھ ساتھ، تہجد گزار بھی تھے۔ حضور ﷺ پر روزانہ ایک لاکھ مرتبہ درود و سلام پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے آپ کو بہت محبت تھی۔

جب محمود غزنوی کو معلوم ہوا کہ خرقان میں ایک درویش جلوہ فرما ہیں جن کا نام ابوالحسن

خرقانی علیہ الرحمہ ہے تو ان سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ دل اللہ تعالیٰ کے ولی کے دیدار کو مچلنے لگا۔ آنکھیں اللہ کے ولی کو دیکھنے کو ترسنے لگیں۔ شیخ ابوالحسن علیہ الرحمہ کے پاس محمود غزنوی نے پیغام بھیجا کہ دربار میں تشریف لائیں اور ہمارے غریب خانے کو شرف بخشیں۔ شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے محمود غزنوی کو انکار میں جواب ملا اور یوں شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی بے نیازی کا علم سلطان کو ہوا۔

آخر محمود غزنوی خود ایک لشکر کے ساتھ باغی کو سزا دینے کا بہانہ بنا کر خرقان حاضر ہوا۔ شہر کے باہر پڑاؤ ڈالا اور شیخ صاحب کو بلوانے کے لئے قاصد بھیجا اور یہ بھی کہا کہ اگر شیخ صاحب انکار کریں تو انہیں قرآن مجید کی یہ آیت سنانا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اور جو تم میں صاحب امر ہیں، اس کی اطاعت کرو۔

قاصد نے شیخ صاحب علیہ الرحمہ کو قرآن مجید کی یہ آیت سنائی۔ اللہ اکبر، شیخ صاحب علیہ الرحمہ نے قاصد کی بات سن کر جو بات کہی، وہ ایمان کو روشن کردے۔ شیخ صاحب نے فرمایا، جاؤ محمود سے کہہ دو بے شک قرآن مجید کا حکم سچا ہے۔ لیکن میں ابھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی اطاعت اور غلامی میں ہوں۔ اس کے بعد تمہاری باری ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے جب شیخ صاحب کی یہ بات سنی تو اس کا ایمان تازہ ہوگیا۔ دیدار کے لئے دل پہلے سے بھی زیادہ بے قرار ہوگیا۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ قدم نہ رک سکے۔ سلطان چل کر خود شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ شیخ صاحب نے بیٹھے بیٹھے سلام کا جواب دیا۔

شیخ صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ گفتگو کے بعد سلطان نے کہا حضور کچھ نصیحت فرمائیے۔

شیخ صاحب نے کہا چار باتوں کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔

1۔ جس چیز کا شریعت میں منع ہے، اس سے بچو۔

2۔ باجماعت نماز کا اہتمام کرو۔

3۔ سخاوت کو شیوہ بناؤ۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت ومہربانی کرو۔

سلطان نے کہا کہ حضور! میرے لئے دعا فرمایئے۔

آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عاقبت کو محمود کردے۔

سلطان نے اشرفیوں کی ایک تھیلی شیخ کو پیش کی۔ شیخ صاحب نے جواب میں جو کی ایک سوکھی روٹی سلطان کو دی اور کہا کہ اسے کھاؤ۔ سلطان نے ایک لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا لیکن حلق سے نیچے نہ اتر سکا۔

شیخ صاحب نے کہا کہ محمود کیا تمہارے حلق میں یہ لقمہ اٹکتا ہے؟ سلطان نے جواب دیا جی ہاں۔

شیخ صاحب نے فرمایا! محمود جس طرح سوکھی روٹی کا ٹکڑا تیرے حلق میں اٹکتا ہے، اسی طرح یہ اشرفیاں میرے حلق میں اٹکیں گی۔ اسے میں نگل نہیں سکوں گا۔ ان اشرفیوں کو اٹھالو، ہم ان کے خواہش مند نہیں۔

سلطان نے کہا حضور کچھ قبول فرمایئے۔

شیخ صاحب نے فرمایا کہ میرے لئے یہ حرام ہے۔ سلطان نے کہا کہ اگر میرا نذرانہ قبول نہیں تو کچھ تبرک عنایت فرمائیں۔ شیخ نے اپنا ایک مبارک کرتہ محمود کو دیا اور کہا کہ جب بھی سخت پریشانی آئے، اس کرتے کو پہن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر دعا کرنا، اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔

جب سلطان رخصت ہونے لگا تو شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ تعظیماً کھڑے ہو گئے، اس پر سلطان نے حیران ہو کر پوچھا۔

جب میں حاضر ہوا تو میری طرف مطلقاً توجہ نہ فرمائی تھی، کوئی کرم بھی نہیں فرمایا، کسی گنتی

میں بھی نہ لائے، کوئی شفقت بھی نہ فرمائی، اب یہ تعظیم وتکریم کیسی؟

شیخ صاحب نے جواب دیا۔ جب تم یہاں آئے تھے تو تم میں شاہانہ جاہ وجلال، سلطنت اور ملک گیری کی بوتھی اور فقیر کی آزمائش بھی مدنظر تھی۔ لہذا فقیر کو تمہاری کوئی پرواہ نہ تھی لیکن اس وقت تم عاجزی وانکساری لے کر جارہے ہو۔ لہذا مجھے تمہارے عجز وانکساری کی تعظیم کرنی پڑی۔ حضور ﷺ تاجدار کائنات ہوکر عجز وانکساری کو پسند فرماتے اور غرور وتکبر کو ناپسند فرماتے۔

سلطان یہ سن کر آبدیدہ ہوگیا اور رو پڑا۔ اور شیخ سے عاجزی وانکساری کے ساتھ رخصت ہوا۔

شیخ صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد سلطان محمود، شیخ صاحب کو یاد کرتا رہتا۔ ان کے فراق میں روتا رہتا۔ جب بھی شیخ صاحب کی یاد آتی، ان کے جبے یعنی کرتے کو دیکھ کر روتا رہتا۔

ایک مرتبہ سلطان نے کسی ملک پر حملہ کیا۔ عین جنگ کی حالت میں مسلمانوں کو باطل نے پیچھے دھکیل دیا۔ گھمسان کی جنگ ہورہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوجائے گی۔ یہ دیکھ کر سلطان سخت پریشان ہوا۔ سلطان کو اس وقت شیخ صاحب کا جبہ یاد آیا کہ شیخ صاحب نے کہا تھا کہ سخت مشکل کے وقت اسے پہن کر دعا کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔

سلطان نے فوراً جبہ منگوایا اور تعظیم کے ساتھ اس کو بوسہ دیا اور پہن کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ اے اللہ تعالیٰ! ان کافروں کو نیست ونابود فرما۔ دیکھتے ہی دیکھتے کافروں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی وقت سلطان کو خواب میں شیخ صاحب کی زیارت ہوئی، شیخ صاحب سخت ناراض تھے محمود نے عرض کی، حضور! خادم سے کوئی خطا ہوگئی ہے کہ آپ مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟

شیخ صاحب نے محمود سے کہا کہ آج تو نے میرے جبے کی توہین کردی۔ سلطان نے کہا کہ حضور! میں سمجھا نہیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ تو نے یہ دعا کیوں کی کہ اے اللہ تعالیٰ ان کافروں کو نیست ونابود کردے بلکہ اگر تو یہ دعا کرتا کہ اے اللہ تعالیٰ! ان سب کافروں کو اسلام کی دولت

سے مالا مال کردے تو اللہ تعالیٰ ان سب کافروں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیتا۔
سلطان کو یہ سن کر بڑا افسوس ہوا۔

امام غزالی علیہ الرحمہ اور بغداد کا حکمران

بغداد کے ظالم حکمرانوں پر تنقید کرتے ہوئے حضرت سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ نے ایک بار کہا۔

ہمارے زمانے میں بادشاہوں کے تمام مال یا اکثر مال حرام ہیں ان سلاطین کو نہ اپنی صورت دکھانی چاہیے۔ اور نہ ان کی صورت دیکھنی چاہیے۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ ان کے ظلم سے بغض رکھے، ان کی تعریف نہ کرے، ان کے حالات سے کوئی واسطہ نہ رکھے اور ان کے ہاں رسائی رکھنے والوں سے بھی دور رہے۔

اس پر بغداد کے حکمران نے سخت غصے میں حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کو طلب کیا۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے بلاخوف اس سے کہا کہ تیرے گھوڑے کی گردن سونے کے سامان سے نہ ٹوٹی، تو کیا ہوا، مسلمانوں کی گردن تو فاقہ کشی کی مصیبت سے ٹوٹ گئی۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور اکبر بادشاہ

جب اکبر بادشاہ گمراہی کی طرف بڑھتا گیا۔ اس خبیث نے اپنی شریعت، اپنا قانون اور اپنا خود ساختہ دین جب پھیلانا شروع کر دیا، جب اس نے لوگوں سے سجدے کروانا شروع کئے، دین کو ایک مذاق بنایا، ہر مذہب میں شادی کرنا شروع کی یعنی ایک بیوی مسلمان، ایک ہندو، ایک عیسائی، ایک یہودی سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کامل کو بھیجا۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ خود دلی تشریف لے آئے اور اکبر بادشاہ کے لئے ننگی تلوار بن کر جلوہ گر ہوئے۔ اس کے بعد اکبر بادشاہ کے مقربین کو بلا کر کہا۔

بادشاہ اکبر...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا باغی ہو گیا ہے۔ میری طرف سے اس کو کہہ دو کہ اس کی بادشاہی، اس کی طاقت، اس کی فوج ہر چیز ایک دن نیست و نابود ہو جائے گی۔ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار ہو جائے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔

اگرچہ اکبر بادشاہ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا تاہم اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ ان کا بنایا ہوا خود ساختہ نیا دین جو کہ دین الٰہی کے نام سے تھا، اس کے مقبول ہونے کی سازش کا خاتمہ ہوا۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور بادشاہ جہانگیر

جہانگیر بادشاہ یہ اکبر بادشاہ کی موت کے بعد بادشاہ بنا، یہ اکبر کا بیٹا تھا۔ جہانگیر کے دربار میں سجدہ تعظیمی کا رواج تھا۔ اکبر کے دین الٰہی کے خلاف مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے حاسدوں کا ایک گروہ پیدا کر دیا۔ جنہوں نے جہانگیر سے شکایت کی۔ آخر انہیں بادشاہ نے دربار میں بلا لیا۔

مجدد صاحب جہانگیر کے دربار میں تشریف لائے تو اس انداز میں آئے کہ الٹا قدم پہلے رکھا اور الٹا قدم ہمیشہ بری جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ الٹا قدم رکھ کر نہ بادشاہ کو سلام کیا اور نہ سجدہ تعظیمی کیا۔ سجدہ کے لئے جب کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سوائے اپنے رب جل جلالہ کے کسی کے آگے سجدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ میں سوائے اپنے رب جل جلالہ کے کسی کو سجدہ کے لائق ہی نہیں سمجھتا۔

یہ سن کر جہانگیر آگ بگولہ ہو گیا اور سخت غصے کی حالت میں یہ حکم جاری کیا کہ مجدد صاحب کو قید کر لیا جائے چنانچہ مجدد صاحب کو قید کر لیا گیا۔ آپ کا مکان لوٹ لیا گیا۔ جیل میں چند علماء نے فقہ کی کتابیں بھیجیں اور سمجھایا کہ جان بچانے کے لئے سجدہ کرنا جائز ہے۔

اللہ، اللہ! مجدد صاحب نے جواب دیا کہ میں صاحب عزیمت ہوں، صاحب رخصت نہیں، درست یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔

جہانگیر نے خواب میں دیکھا کہ نور چھا گیا ہے۔ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور اپنے دندان مبارک میں انگلی شریف دبائے ارشاد فرما رہے ہیں کہ افسوس! جہانگیر تو نے اتنے عظیم انسان کو قید کیا ہے۔

جہانگیر بادشاہ نے اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر مجدد صاحب کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے چند شرائط پیش کیں اور کہا کہ جب تک یہ شرائط پوری نہ ہوں گی، میں جیل خانے سے باہر نہیں آؤں گا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا رہوں گا۔

وہ شرائط یہ تھیں۔

1۔ دربار میں سجدہ تعظیمی کرانا بند کیا جائے۔

2۔ ہندوستان میں جتنی مسجدیں شہید کرائی گئی ہیں، ان کو دوبارہ تعمیر کروایا جائے۔

3۔ بادشاہ اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرے اور گائے کا ذبح عام کیا جائے۔

4۔ مقدمات کے فیصلوں میں شرعی احکام نافذ کئے جائیں اور ہر جگہ شرعی قاضی مقرر کئے جائیں۔

5۔ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جائے۔

6۔ باطل رسومات کو بالکل ترک کیا جائے۔

7۔ تمام قیدی جو شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے قید کئے گئے ہیں، انہیں رہا کیا جائے۔

اللہ اکبر، ایسا مرد مجاہد جو کہ بادشاہ کے سامنے ڈٹ گیا۔ جیل میں ڈالا گیا، تکلیفیں دی گئیں،

مکان لوٹ لیا گیا، مگر کلمۃ الحق کہنے سے پیچھے نہ ہٹے اور آخرکار بادشاہ سے یہ ساری شرائط منوا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ جیل سے باہر نکلے۔

شیر اہلسنت علیہ الرحمہ اور حکومت برطانیہ

اہلسنت و جماعت کے بہت بڑے عالم شیر اہلسنت، تحریک آزادی کے عظیم رہنما حضرت علامہ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے انگریز کے خلاف 1857ء میں سب سے پہلے جہاد کا فتویٰ دیا۔ آپ کا فتویٰ دینا تھا کہ مسلمان دیوانہ وار سڑکوں پر نکل آئے اور شوق شہادت میں جام شہادت نوش کرنے کے لئے بے قرار ہو گئے۔ فتویٰ دینے کے بعد مجاہد اہلسنت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کو برٹش حکومت نے گرفتار کرلیا۔

گرفتار ہونے کے بعد جب آپ کو کورٹ میں پیش کیا گیا تو جو آپ کا جج تھا، وہ کسی وقت میں آپ سے فارسی پڑھتا تھا یعنی آپ کا شاگرد رہ چکا تھا۔

چنانچہ جج نے سماعت سے پہلے مجاہد اہلسنت کے کان میں کہا کہ آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ میں نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ نہیں دیا، میں آپ کو رہا کرادوں گا۔

یہ کہہ کر جج اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جج سمجھا کہ مولانا میری بات سمجھ گئے ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ میں نے نہیں دیا۔ کارروائی جب شروع ہوئی اور جب جج نے مجاہد اہلسنت سے پوچھا کہ آپ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے؟

اللہ، اللہ مجاہد ہو تو ایسا ہو، حق پر قائم ہو تو ایسا ہو، جان جائے مگر حق بات سے پیچھے نہ ہٹے، نہ موت کا ڈر نہ زندگی سے محبت، نہ کوئی پریشانی، نہ کوئی خطرہ بلکہ بڑے جوش و جذبے کے ساتھ شیر کی طرح گرج دار لہجہ میں جواب دیا۔ ہاں! میں نے ہی انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔

آپ کی حق بات کی سزا آپ کو یہ ملی کہ برطانوی حکومت نے مجاہد اہلسنت کو کالا پانی جیل بھیج دیا۔ جہاں تکلیفیں، صعوبتیں برداشت کر کے آخر کار آپ کا جیل میں وصال ہوا۔

مگر افسوس! صد افسوس! کہ تاریخ نے ایسی مجاہد ہستی کو فراموش کر دیا۔ تاریخ میں تو ان لوگوں کا نام لیا جاتا ہے بقول شاعر:

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

مگر تحریک آزادی کے عظیم رہنما حضرت علامہ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کا نام تک نہیں لیا جاتا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور حق مسلک

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی علیہ الرحمہ کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ مولانا احمد رضا نے دین اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جس کو ''بریلوی'' کہا جاتا ہے۔ یہ کھلا افتراء ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ بہت محتاط ہیں اور کوئی نئی چیز پیش نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو پہلے کہا جا چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ وہی کہتے ہیں جو حضور علیہ السلام کی تعلیمات ہیں۔ جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ تھا جو تابعین کا عقیدہ تھا۔ جو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا عقیدہ تھا۔ جو غوث اعظم علیہ الرحمہ اور خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کا عقیدہ تھا۔ چونکہ بعض مذہبی امور اور سیاسی تحریکوں کے زیر اثر باتیں کچھ فراموش ہو گئی تھیں، اس لئے جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے از سر نو تحقیق کر کے آسانی کے ساتھ پیش کیا تو نئی بات معلوم ہونے لگیں۔

پاک و ہند کے علماء کرام اور عوام کی ایک کثیر جماعت سلف و صالحین کی پیروکار ہے۔ دل

سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی حمایت کرتی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن حدیث اور سلف وصالحین کے اقوال اعمال سے استناد واشتہاں کرتے ہیں اور دلائل وبراہین کا ایک سیلاب بہاتے ہیں اس لئے ان کی سیف قلم کے شیدائی کی علمیت وفقاہت کے قائل نظر آتے ہیں۔

انہوں نے حضور ﷺ کے دین کو زندہ کیا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقوں کو زندہ کیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے فقہ کو جلا بخشی اور اس کا نام مسلک حق اہلسنت وجماعت سنی حنفی رکھا جو اس مرد کامل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نسبت سے بریلوی مشہور ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے سچے عقائد پر قرآن وحدیث کی روشنی میں لاکھوں دلائل دیئے جن سے کتابیں بھری ہوئی ہیں جو بدمذہبوں کے لئے چیلنج ہیں۔ قیامت تک کوئی اس کا رد نہیں کرسکے گا کیونکہ وہ حق بولتے تھے، حق لکھتے تھے، حق پھیلاتے تھے اور حق کی یہ شان ہے کہ وہ ہمیشہ بلند رہتا ہے۔

25 صفر 1340ھ بمطابق 1916ء کو بوقت نماز جمعہ 3 بج کر 38 منٹ پر مرد کامل مجدد وقت، حق کے داعی، سنیوں کے محسن، عشاق کا چاند، علماء کی زینت، ناکسوں کے رہنما اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، پروانہ شمع رسالت، مولانا امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی علیہ الرحمہ اس جہان فانی سے کوچ کرکے اپنے رب جل جلالہ سے جا ملے۔

احمد رضا علیہ الرحمہ کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی
خدمت قرآن پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحب قرآن ہیں آج بھی

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور انگریزوں سے عداوت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کفار و مشرکین کے خلاف تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ کفر اور اسلام کو اپنے اپنے دائروں میں رکھا جائے اور کفار و مشرکین، انگریز اور حکومت برطانیہ سے وہی سلوک روا رکھا جائے جس کا اسلام نے حکم دیا یعنی یہود و نصاری کو اپنا دوست نہ بنایا جائے۔ انگریزوں سے نفرت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آپ جب کسی کو خط بھیجتے تو کارڈ اور لفافہ الٹا کر کے پتہ لکھتے تا کہ ملک وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کا سر الٹا ہوجائے۔ آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ گلشنِ اسلام پھلتا پھولتا رہے اور مسلمان آزادی کے ساتھ اسلامی زندگی گزار سکیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے سچے اصول پر قائم رہے اور ہمیشہ حق کا پرچار کرتے رہے۔ آپ ہرگز اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کوئی خوش ہو یا ناراض۔ آپ نے سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ انگریز دورِ حکومت اور تیرہویں صدی کے آخر میں سرزمین ہندوستان کی پوری فضا اسلام کے خلاف تند و تیز آندھیوں کے سبب غبار آلود ہو چکی تھی۔ آپ نے انگریزوں کے سارے کارناموں پر پانی پھیر دیا۔ وہ آج بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو یاد کرتے ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی معاشی اور سیاسی خوشحالی کے لئے ایک منصوبہ رکھتے تھے جس کے اہم نکات کا اظہار انہوں نے 1912ء میں حاجی لعل خان (کلکتہ) کے نام ایک مفصل مکتوب میں کیا ہے جو بعد میں رام پور اور کلکتہ سے شائع ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ مسلمان اپنے تمام معاملات میں خصوصاً دوالتی مقدمات جن پر بے دریغ روپیہ ضائع ہوتا ہے، اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔

2۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے علاوہ کسی سے خرید و فروخت نہ کریں۔

3۔ ہندوستان کے دولت مند مسلمان، مسلمانوں کے لئے غیر سودی بینکاری قائم کریں اور

ایسے بینک کھول کر نفع کے لئے حلال ذرائع مہیا کریں۔

4۔ مسلمان دین اسلام پر سختی کے ساتھ کاربند رہیں اور ایسے دینی امور کے حصول کے لئے غیر دینی ذرائع استعمال نہ کریں۔

(دبدبہ سکندری، رام پور، شمارہ 17، جلد 39، 1313ھ۔ 1912ء)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور تحریک آزادی

تحریک آزادی کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور ان کے تلامذہ، خلفاء کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے انیسویں صدی کے آخر سے مسلمانوں کے سیاسی حالات کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور تحریر و تقریر کے ذریعہ اپنی اصلاحات اور تجاویز پیش کیں جو 1921ء میں کلکتہ سے شائع ہوئیں۔ اس سے قبل 1897ء میں پٹنہ کے اجلاس میں اسی موضوع پر تقریر فرمائی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے آخری دور میں سیادت نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا تھا۔ تقریباً 1919ء میں گاندھی کے ایماء پر تحریک ترک موالات کا آغاز ہوا۔ انجام سے بے نیاز ہو کر ہندو مسلم شیر و شکر ہو رہے تھے یعنی آپس میں بھائی بھائی کا جملہ استعمال کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس بات کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرمایا اور ایک معرکۃ الآرا رسالہ المحجۃ الموتمنہ (1339ھ۔ 1920ء) تحریر کیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے المحجۃ الموتمنہ میں کفار و مشرکین سے اختلاف اور ان کے ساتھ سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا اور اس مسئلہ پر مذہبی، تہذیبی، سیاسی، معاشی، نقطہ نظر سے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

1359ء بمطابق 1940ء میں مطالبہ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ساتھ علماء اہلسنت

نے اپنی مساعی تیز تر کردیں۔ ان کے خلوص اور جوش کا اندازہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے اس عزم سے ہوتا ہے۔

پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں ہے۔ محمد علی جناح پاکستان بنائے نہ بنائے، ہم ضرور پاکستان بنائیں گے۔

(حیات صدرالافاضل صفحہ نمبر 86، مکتوب 2)

مطالبہ پاکستان کی تائید اور حمایت کے سلسلہ میں 1936ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا چار روزہ اجلاس (27 اپریل تا 30 اپریل) بنارس میں ہوا جس میں پاک و ہند کے دو ہزار سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں یہ متفقہ قرارداد پاس کی گئی۔

یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء مشائخ اہلسنت، اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ (کتاب مذکور صفحہ نمبر 190)

اس کے ساتھ ساتھ حکومت اسلامیہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے تیرہ علماء مشائخ کی ایک کمیٹی مقرر کردی گئی جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تلامذہ خلفاء اور مریدین پر مشتمل تھی۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی ان کے متبعین نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے سلسلہ میں بہت کوشش کی اور کر رہے ہیں۔

یہ سب کی سب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تیار کردہ پالیسی تھی جسے ان کے خلفاء اور مریدین نے سرانجام دیا۔

اللہ اکبر! کیا شان ہے ان خاصان خدا کی حضور ﷺ سے لے کر صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، اولیاء کرام کی جنہوں نے جان کی پرواہ کئے بغیر حق کو بلند کیا۔

حضور ﷺ کو شعب ابی طالب کی دشوار گھاٹیوں میں قید کیا گیا، طائف کے میدان میں جسم اطہر کو لہولہان کردیا گیا مگر حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم تپتی ہوئی ریت پر لٹایا مگر حق سے پیچھے نہ ہٹے۔ کسی کو آگ کے تندور میں ڈال دیا گیا مگر حق بات سے پیچھے نہ ہٹے۔ کسی کے جسم کو آروں سے کاٹا گیا مگر حق بات سے پیچھے نہ ہٹے، کسی کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا گیا مگر حق بات سے پیچھے نہ ہٹے، کسی کو کربلا کی تپتی ہوئی سرزمین پر بھوکا پیاسا شہید کیا گیا مگر حق بات سے پیچھے نہ ہٹے، ان کی اولادوں کو شہید کر دیا گیا مگر پیچھے نہ ہٹے۔

مگر افسوس! آج ہم کس قدر کمزور ایمان والے ہو گئے ہیں جو صرف بدمذہب کی چند جھوٹی باتوں سے حق کو چھوڑ دیتے ہیں، اپنے مسلک کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ہمیں مال و دولت کا لالچ دیا جاتا ہے، ہماری غربت سے بدمذہب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اپنی لڑکیوں سے ہم پروار کرتے ہیں اور ہم صرف اتنی سی بات پر اپنے حق مذہب سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

ہم ذرا سوچیں کہ ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

آج ہم ان خاصان خدا کی ایمان افروز داستانوں کو پڑھنے کے بعد یہ عہد کریں کہ ہم کو دنیا کی کوئی طاقت اپنے حق مذہب سے نہیں ہٹا سکتی۔ جان لٹا دیں گے مگر حق سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے، ہم دوسروں کو بھی یہی پیغام دیں گے۔ کہ جان جائے مگر محبوب ﷺ کی غلامی کا پٹہ ہماری گردنوں میں رہے۔ غوث و خواجہ کی وفاداری رہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مسلک پر رہیں اور اسی پر ہمیں استقامت عطا ہو۔

اے میرے اللہ عزوجل! ہم سب کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہ! حق لکھنے، حق بولنے اور حق کو پھیلا کر اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین

کتبہ الفقیر

محمد شہزاد قادری ترابی